اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ وعلی الك و اصحابك یا حبیب اللہ

علمِ فقہ کی شاندار کتاب "شرح الوقایہ" کی اردو شرح بنام

کلام الوقایہ

جلد اول اردو شرح

شرح الوقایہ

کِتَابُ الطَّهَارَة

☆...بَابُ الْوُضُوْءِ ☆...بَابُ الْغُسْلِ ☆...بَابُ التَّیَمُّم

☆...بَابُ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ ☆...بَابُ الْحَیْضِ ☆...بَابُ الْاَنْجَاسِ

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆... مصنف اور شارح کا تعارف ☆... عربی عبارت مع اعراب

☆... عربی عبارت کا آسان اردو ترجمہ ☆... متن کی شرح

☆... اختلافِ ائمہ ☆... مفتی بہ اقوال کی نشاندہی

مصنف: علامہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ (سال وفات: ۷۴۷ھ)

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ وعلی الك و اصحابك یا حبیب اللہ

علمِ فقہ کی شاندار کتاب "شرح الوقایہ" کی اردو شرح بنام

کلام الوقایہ (جلد اول)

اردو شرح

شرح الوقایہ

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

☆...بَابُ الْوُضُوْءِ ☆...بَابُ الْغُسْلِ ☆...بَابُ التَّيَمُّم

☆...بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ☆...بَابُ الْحَيْضِ ☆...بَابُ الْاَنْجَاسِ

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆... مصنف وشارح کا تعارف ☆... عربی عبارت مع اعراب

☆... عربی عبارت کا اردو سلیس ترجمہ ☆... متن کی شرح

☆... اختلافِ ائمہ ☆... مفتی بہ اقوال کی نشاندہی

مصنف: علامہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ (سال وفات: ۷۴۷ھ)

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبۃ دار السنہ دہلی

جملہ حقوق بحق شارح محفوظ

کتاب	:	کلام الوقایہ اردو شرح الوقایہ جلد اول (کتاب الطہارۃ)
مصنف	:	علامہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ رحمہم اللہ تعالی
شارح	:	مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
کمپوزنگ	:	مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
تصحیح	:	
نظر ثانی	:	
صفحات	:	372
ناشر	:	مکتبہ دار السنہ دہلی

اس کتاب کو حاصل کرنے

یا

چھپوانے کے خواہش مند حضرات اس نمبر پر رابطہ کریں

+91 8808693818

یا اس پر MAIL کریں

Shafiqmadani26@gmail.com

فہرست

احادیث کی مشہور و معروف کتاب جس میں مذہب
احناف کے مسائل کو دلائل سے مزین کیا گیا ہے
آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے :
مصنف کا تعارف
شارح کا تعارف
متن مع اعراب
متن کا سلیس اردو ترجمہ
اختلاف فقہائے کرام مع دلائل
ترجیحات مذہب احناف
عرفان الآثار
شرح
معانی الآثار
اردو شرح
شارح
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

كَلَامُ الْوِقَايَه
اردو شرح جلد اول
شَرْحُ الْوِقَايَه
کا آغاز
9، ذی الحجہ 1445 ہجری
بمطابق 16 جون دن اتوار بعد نماز فجر ہوا۔

اَلْوِقَایَہ کے مصنف کا تعارف

"الوقایہ" صدرالشریعۃ الاصغر کے جدامجد، تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ الاکبر کی تصنیف کردہ ہے، جو معتبر متون میں سے ایک متن متین اور مقبول عام وخواص ہے، یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء نے اس پر تعلیقات لکھیں، اور اس کی تقریبا بیس شروحات ہیں، جنہیں مختلف ادوار میں مختلف اکابر فقہاء نے لکھا ہے۔ (مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ: ۱/ ۲۰)

برہان الشریعۃ، علامہ محمود بن صدر الشریعۃ الاکبر احمد محبوبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الوقایہ" کی تصنیف اپنے پوتے علامہ عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لکھی تھی جس کا ذکر صاحبِ شرح الوقایہ نے خطبۃ الکتاب میں خود ذکر کیا ہے۔

تاج الشریعۃ، مؤلف الوقایۃ کے پوتے صدرالشریعۃ الاصغر عبید اللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں الوقایۃ کی ایک شرح لکھی ہے، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی عام شہرت شرح الوقایۃ کے نام سے ہے، اور یہ ۷۴۳ھ میں تمام ہوئی، جس کی تصنیف کو آج تقریباً ساڑھے سات سو برس کا طویل عرصہ گذر چکا، اس کے باوجود آج بھی "شرح الوقایۃ" مدارس میں داخل نصاب اور درس وتدریس کی زینت بنی ہوئی ہے، اور سینکڑوں تشنگان علم فقہ، اس سرچشمہ فقہ سے اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

شرح الوقایہ اور اس کے مصنف کا تعارف

شرح وقایہ کا تعارف

''شرح الوقایۃ'' فقہ حنفی کی مقبول اور مشہور ترین کتابوں میں سے ایک ہے، جس کی افادیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ یہ کتاب صدرالشریعۃ الاصغر، عبیداللہ بن مسعود، بن تاج الشریعۃ محمود، بن صدرالشریعۃ الاکبر کی ہے، آپ کی تاریخ پیدائش نہیں مل سکی، البتہ آپ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی۔ (معجم المؤلفین:۵، ۶/ ۲۴۶، ہدایۃ العارفین ۵/ ۶۴۶)

شرح الوقایہ کی تصنیف کا پس منظر

صاحب شرح الوقایہ صدرالشریعۃ الاصغر رحمۃ اللہ علیہ نے بقلم خود اپنی تصنیف شرح الوقایہ کا پس منظر کچھ اس طرح رقم کیا ہے:

''شرح الوقایہ'' دراصل ''الوقایہ'' متن کے مغلق مقامات کا حل ہے، جس متن میں ''ہدایہ'' کے مسائل بیان ہوئے ہیں، اور جس کو میرے جدامجد نے میری خاطر تصنیف کی ، اور وہ میرے استاذ اور دنیا بھر کے علماء کے استاذ، برہان الشریعۃ، برہان الدین، اور برہان الحق ہیں، جن کا نام نامی اسم گرامی محمود بن صدرالشریعۃ الاکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو میری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے! اور میں نے اس متن کو حفظ کر لیا، کیونکہ مؤلف نے ایک ایک سبق کر کے تصنیف کیا، اور میں سبقاً سبقاً ان کی تصنیف کردہ مقدار کے مطابق حفظ کر لینے کی کوشش میں لگا رہا، یہاں تک کہ ان کی تالیف اختتام کو پہنچی، اور میرا حفظ کر لینا بھی تمام کو پہنچا، لیکن حضرت مؤلف کے لکھے ہوئے بعض نسخے ادھر ادھر منتشر ہو گئے، نیز کتاب میں کچھ تغیرات بھی واقع ہو گئے اور اس کے بعض حصے مٹ گئے، اور کچھ اپنی حالت پر باقی رہے، چنانچہ بندہ ناتوں نے دیکھا، کہ اکثر لوگ ''الوقایہ'' کے حفظ کرنے میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، تو میں نے اس ''الوقایہ'' سے منتخب کر کے طلبہ کے لئے نہایت ضروری مسائل پر مشتمل دوسرا ایک مختصر متن تصنیف کیا، مگر جب میرے عزیز لخت جگر محمود ''مختصر الوقایہ'' کے حفظ کر لینے کے بعد مجھ سے بارہا اس بات کا اصرار کرتے رہے کی میں ''الوقایہ'' کی ایک ایسی شرح لکھوں جس سے اس کتاب کے سمجھنے میں سہولت ہو، اور مشکل مقامات حل ہو جائیں، چنانچہ میں نے ان کے منشاء کے مطابق اس شرح

کو لکھنا شروع کیا، لیکن یہ کام ابھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا تھا، کہ اللہ رب العزت نے میرے عزیز بیٹے محمود کو وفات دے دی، اور وہ دنیا سے رخصت کر گئے۔ لہٰذا اب اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں سے امید ہے کہ وہ اپنی مستجاب دعاؤں میں اس کو فراموش نہیں کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ مشکلوں کو آسان کرنے والا ہے، اور مغلق مقامات کو کھولنے والا ہے۔ (خطبۃ الکتاب شرح الوقایہ)

فقہاء و علماء کے درمیان شرح الوقایہ کی مقبولیت

شرح الوقایہ کو بلاشرکت غیر، خیر الاموراوساطہا کے مصداق ہونے کا شرف حاصل ہے، اسی بناء پر صدیوں سے یہ کتاب مقبول خاص وعام اور مدار مدارس وتدریس ہے، اس کی بے انتہاء شہرت ومقبولیت اور فقہاء اور علماء کی نظر میں غیر معمولی اہمیت ہی کا ثمرہ ہے کہ اس پر سینکڑوں شروح وحواشی لکھے جاچکے ہیں، اور متعدد زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

شرح الوقایہ کے مطالعہ کے دوران یہ بات پیش نظر رکھنا چاہیے کہ صاحب شرح الوقایہ صدر الشریعۃ الاصغر نے اپنی شرح میں جگہ جگہ جو مختصر کا حوالہ دیتے "قلت فی المختصر ہکذا" اور "عبارۃ المختصر ہکذا" لکھتے ہیں تو اس سے مراد مصنف کی تصنیف کردہ "مختصر الوقایہ" ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ضرورت شرح

مصنف نے شرح الوقایہ کو اختصار وایجاز کے ساتھ تصنیف فرمایا ہے، چنانچہ متن میں جن مقامات کو مغلق، پیچیدہ، اور غیر واضح محسوس کیا ان ہی جگہوں پر تشریح فرمائی، یہی وجہ ہے کہ بعض ایسے ابواب بھی ہیں، جن میں مصنف نے صرف متن ہی کو نقل کرنا مناسب سمجھا، شرح کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

شرح وقایہ میں مذکور صحابہ اور اہم شخصیات

شرح الوقایہ جہاں قرآنی آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین ہے وہیں صحابہ، ائمہ اور فقہاء کے اقوال سے بھی آراستہ ہے، جس کی تفصیل مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایہ پر حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ بیان فرمائی ہے، اہل ذوق حضرات وہاں تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔

اصطلاحی الفاظ کی لغوی وشرعی تحقیق

شارحین کی یہ عادت رہی ہے کہ متن میں مذکوراہم ابواب یا متن کی عبارت میں بیان کردہ مشکل الفاظ کی لغوی اور شرعی تحقیق پیش کرتے ہیں، تاکہ طالب علم پراس کتاب سے استفادہ کی راہ آسان ہوجائے،اسی طریقے کواختیار کرتے ہوئے شرح الوقایہ کے مصنف نے بھی "الوقایہ" میں مذکوراہم ابواب اور مشکل الفاظ کی لغوی وشرعی تحقیق بیان کی ہے۔

مسائل بیان کرنے کا انداز

صاحب شرح الوقایہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل بیان کرنے کا انداز کچھ اس طرح ہے کہ شارح پہلے متن کو ہو بہو نقل کرنے کے بعد بغیر کسی تمہید کے اگر مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کو بیان کرتے ہیں، بعد ازاں متن میں مذکور احناف کے مسلک کو اس طرح مدلل کرتے ہیں کہ طالب علم پر مسئلہ کی نوعیت بالکل واضح ہوجائے۔

اختلافی مسائل بیان کرنے کا انداز

مصنف رحمۃ اللہ علیہ اولاً متن کی عبارت نقل کرتے ہیں جیسے حیض کی اقل مدت اوراکثر مدت بیان کرنے کے لئے نقل کیاہے:"اقلہ ثلاثۃ ایام ولیالیھاو اکثرہ عشرۃ"(حیض کی اقل مدت تین دن، تین راتیں ہیں اوراکثر مدت دس دن ہے) پھر اختلاف کو بیان فرمایا کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اقل مدت دودن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ، اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیض کی اقل مدت ایک دن ایک رات اوراکثر مدت پندرہ دن ہے۔اختلاف ذکر کرنے کے بعد احناف کے مسلک کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں گویاپہلے متن، پھر مختلف اقوال، اور پھر دلائل شرح الوقایہ میں اختلافی مسائل بیان کرنے کا یہ خاص انداز ہے۔

کلام الوقایہ کے مصنف کا تعارف

نام ونسبت

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخ طریقت امیر اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِیْ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش 10 جون 1986ء ہے۔

دینی ماحول سے وابستگی

موصوف نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن 2000ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر 4 سال قیام کیا پھر 2004ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور 2006ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیَّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی۔

آغازِ تدریس وتصنیف

2014ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر

بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے،اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں داخلِ نصاب علمِ صرف کی کتاب بنام "مراح الارواح"کی اردو شرح بنام "شَفِيْقُ الْمِصْبَاح شرح مَرَاحُ الْاَرْوَاح"تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس ، تالیف و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔درسِ نظامی کی تدریس کے ساتھ ساتھ امامت کورس بھی کرواتے رہے۔

خلافت واجازت

25 اپریل 2024ء کو شاگردِ حافظِ ملت،مرید مفتیٔ اعظم ہند،خلیفۂ برہانِ ملت،مبلغِ اسلام حضرت علامہ مولانا عبد المبین نعمانی دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلۂ قادریہ،رضویہ کی خلافت واجازت سے نوازا۔

اللہ سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

شارح کی اصلاحی کتب

1☆...مافعل اللہ بک
2☆...اسلام کی خوبیاں
3☆...اسرار الایمان فی حقائق الارکان
4☆...میری سنت میری امت
5☆...کیا حال ہے؟
6☆...موت کے وقت
7☆...عقائد کی حکمتیں
8☆...پانچ نمازوں کی حکمت
9☆...قرآنی سورتوں کے مضامین
10☆...سب سے پہلے سب سے آخر
11☆...خطباتِ شفیقی جلد اول
12☆...قصور کس کا؟
13☆...نصاب مسائلِ نماز
14☆...خطبات مصطفائی وخطبات شفیقی جلد اوّل
15☆...خطبات مصطفائی وخطبات شفیقی جلد دوم
16☆...خطبات مصطفائی وخطبات شفیقی جلد سوم
17☆...تدریس کے ۲۶ طریقے
18☆...رفیق التدریس
19☆...تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے
20☆...فیضانِ قرآن کورس
21☆...فیضانِ شریعت کورس
22☆...آسان فرض علوم
23☆...آسان خطباتِ محرم
24☆...تنظیمی نصاب وبیانات
25☆...اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا

26☆... آسان حنفی نماز(ہندی) 27☆... عیدِ میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے ؟ 28☆... محمد اور احمد کے اسرار

29☆... مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟ 30☆...ایک سے دس تک 31☆... نکتے ہی نکتے

32☆... امتِ محمدیہ کے سوالات اور قرآنی جوابات 33☆... کامیابی کے دس اصول 34☆... درسِ تصوف

35☆... علماء کو اتنی فضیلت کیوں ملی؟ 36☆... درود کی حکمتیں 37☆... چاند کی گواہی

شارح کی درسی کتب

1☆... شَفِيْقُ الْمِصْبَاح شرح مَرَاحُ الْأَرْوَاح
2☆... شَفِيْقِيَّه شرح اَلْاَرْبَعِيْنَ النَّوَوِيَّه
3☆... شَفِيْقُ النَّحْو لحل خُلَاصَةِ النَّحْو (حصہ اول)
4☆... نُوْرُ الْمُغِيْث شرح تَيْسِيْر مُصْطَلَحِ الْحَدِيْث
5☆... شَفِيْقُ النَّحْو لحل خُلَاصَةِ النَّحْو (حصہ دوم)
6☆... القول الاظهر شرح الفقه الاكبر
7☆... شَارِقُ الْفَلَاح شرح نُوْرُ الْاِيْضَاح
8☆... عِرْفَانُ الْآثَار شرح مَعَانِي الْآثَار
9☆... عِنَايَةُ الْحِكْمَت لِحَلِّ بِدَايَةُ الْحِكْمَت
10☆... خَلِيْلِيَّه شرح مُنَاظَرَةُ رَشِيْدِيَّه
11☆... كَلَامُ الْوِقَايَه شرح شَرْحُ الْوِقَايَه
12☆... رَحْمَةُ الْبَارِي شرح تَفْسِيْرُ الْبَيْضَاوِي
13☆... مُخْتَارُ التَّاوِيْل شرح مَدَارِكُ التَّنْزِيْل
14☆... اَلدَّلَالَةُ الشَّاهِدَة شرح اَلْبَلَاغَةُ الْوَاضِحَة
15☆... اَلْمُعْتَبَرُ الْمُعْتَرَف لحل الْمُعْتَقَدِ الْمُنْتَقَد
16☆... سَلِيْمُ النَّظَر شرح نُزْهَةُ النَّظَر
17☆... شَفِيْقُ النُّعْمَانِي لِحَلِّ شَرْحِ الْجَامِي
18☆... عَطَايَةُ الْحِكْمَت شرح هِدَايَةُ الْحِكْمَت
19☆... نحو کے دلچسپ سوالات
20☆... صرف کے دلچسپ سوالات
21... تسليم التوقيت

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کی کتب ڈاون لوڈ کرنے کا بارکوڈ

درود کی حکمتیں
کیا حال ہے؟
فیضان شریعت کورس
موت کے وقت
محمد اور احمد کے اسرار
دینِ اسلام کی خوبیاں
اسراالایمان فی حقائق الارکان
خطباتِ شفیقی جلد اول
تمام کتب ڈاون لوڈ کرنے کا بار کوڈ

سوالیہ پرچہ برائے ششماہی امتحان 1446ھ 2024ء

جامعات المدینہ ہند

پرچہ کا نام: فقہ **درجہ:** رابعہ **کل نمبر:** 100

حصہ اول: معروضی

کثیر الانتخابی سوالات (MCO's)

نوٹ: تمام سوالات کا حل مطلوب ہے، ہر سوال کا ایک نمبر ہے۔ (25=25 x1)

سوال نمبر 1: شرح وقایہ کے مصنف کا نام کیا ہے:

(الف) عبید اللہ بن مسعود (ب) مسعود بن تاج الشریعہ

(ج) محمود بن صدر الشریعہ (د) برھان الشریعہ بن تاج الشریعہ

سوال نمبر 2: مصنف وقایہ نے اپنی کتاب کو آیت مبارکہ (یا ایھا الذین)۔۔۔۔۔الخ سے کیوں شروع کیا؟

(الف) صرف برکت حاصل کرنے کے لئے (ب) صرف دلیل کے اصل ہونے کی وجہ سے

(ج) مذکورہ دونوں (د) کتاب میں مذکور نہیں

سوال نمبر 3: کعب کی تعریف۔۔ھو المفصل الذی فی وسط القدم عند معقد الشراك۔ یہ تعریف کن کی روایت ہے؟

(الف) ہشام کی (ب) امام زفر کی

(ج) امام ابو یوسف کی (د) عبد اللہ بن مبارک

سوال نمبر 4: بیدار ہونے کے بعد پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے گٹوں تک کتنی مرتبہ ہاتھ دھونا سنت ہے؟

(الف) ایک مرتبہ (ب) دو مرتبہ

(ج) تین مرتبہ (د) چار مرتبہ

سوال نمبر 5: امام شافعی کے نزدیک پورے سر کا مسح۔۔۔۔۔۔۔ کرنا سنت ہے۔

(الف) ایک مرتبہ (ب) دو مرتبہ

(ج) تین مرتبہ (د) چار مرتبہ

سوال نمبر6: کس امام کے نزدیک ولاء فرض ہے؟

(الف) امام احمد بن حنبل (ب) امام زفر

(ج) امام عیسی بن ابان (د) امام مالک

سوال نمبر7: بستہ خون ناک سے نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔

(الف) امام شافعی کے نزدیک (ب) امام مالک کے نزدیک

(ج) امام زفر کے نزدیک (د) ائمہ اربعہ کے نزدیک

سوال نمبر8: خون کی وجہ سے تھوک پیلا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(الف) وضو واجب نہیں (ب) وضو واجب ہے

(ج) مختلف فیہ ہے (د) کتاب میں مذکور نہیں

سوال نمبر9: وہ خون جو زخم کے سرے سے نہ بہے اس کا کیا حکم ہے؟

(الف) نجس ہے (ب) نجس نہیں ہے

(ج) سکوت اختیار کیا گیا ہے (د) مختلف فیہ ہے

سوال نمبر10: قہقہہ کے ذریعہ وضو کا ٹوٹنا کس دلیل سے ثابت ہے؟

(الف) قرآن سے (ب) اجماع سے

(ج) قیاس سے (د) حدیث سے

سوال نمبر11: امام شافعی کے نزدیک غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کیا ہے؟

(الف) فرض (ب) واجب

(ج) سنت (د) مستحب

سوال نمبر12: غسل میں آدمی پر بالوں کی چوٹی کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟

(الف) کھولنا واجب ہے (ب) کھولنا مکروہ ہے

(ج) کھولنا سنت ہے (د) کھولنا مستحب ہے

سوال نمبر 13: جب حوض چھوٹا ہو کہ اس میں ایک جانب سے پانی داخل ہوتا ہو اور دوسری جانب سے پانی نکلتا ہو تو وضو کا کیا حکم ہے؟

(الف) داخل ہونے والی جانب سے جائز (ب) خارج ہونے والی جانب سے جائز

(ج) تمام جانب سے جائز (د) کہیں سے جائز نہیں

سوال نمبر 14: شیخین کے نزدیک پانی کس چیز سے مستعمل ہوگا؟

(الف) صرف ازالۂ حدث سے (ب) صرف نیت قربت سے

(ج) مذکورہ دونوں سے (د) کتاب میں مذکور نہیں

سوال نمبر 15: اگر کنواں میں آدمی مر جائے تو کیا حکم ہے؟

(الف) پورا پانی نکالا جائے گا اگر ممکن ہو (ب) پورا پانی نکالا جائے گا اگرچہ ممکن نہ ہو

(ج) ۲۰۰ ڈول نکالا جائے گا (د) ۳۰۰ ڈول نکالا جائے گا

سوال نمبر 16: اگر پانی نہ ہو صرف نبیذ تمر ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

(الف) وضو اور تیمم دونوں (ب) صرف تیمم

(ج) صرف وضو (د) کوئی حکم منسوب نہیں

سوال نمبر 17: گیہوں اور جو پر اگر غبار ہو تو اس سے تیمم کا کیا حکم ہے؟

(الف) ناجائز ہے (ب) جائز ہے

(ج) حرام ہے (د) کوئی حکم مذکور نہیں

سوال نمبر 18: حالت نماز میں مسافر متیمم نے کسی آدمی کے پاس مائے کثیر دیکھا اور اسے غالب گمان ہے کہ وہ اسے نہیں دے گا تو کیا حکم ہے؟

(الف) نماز توڑ دے اور اس سے پانی مانگے (ب) نماز توڑ دے اور دوبارہ تیمم کرے

(ج) نماز توڑ دے اور دوبارہ نماز شروع کرے (د) اپنی نماز برقرار رکھے

سوال نمبر 19: کسی شخص نے تیمم کے ذریعہ اول وقت میں نماز ادا کی پھر پانی پایا اور وقت باقی ہے تو کیا حکم ہے؟

(الف) نماز کا اعادہ کرے گا (ب) نماز کا اعادہ نہیں

(ج) مختلف فیہ ہے (د) کتاب میں مذکور نہیں

سوال نمبر 20: اگر خفین پر مسح کرنا بھول گیا اور اس کے ظاہر پر بارش پہنچ گئی تو کیا حکم ہے؟

(الف) مسح نہیں ہوا (ب) مسح ہو جائے گا

(ج) مختلف فیہ ہے (د) کتاب میں مذکور نہیں

سوال نمبر 21: جبیرہ اور پٹی کے مسح میں استیعاب شرط ہے کن کی روایت میں؟

(الف) امام زفر (ب) امام حسن بن زیاد

(ج) امام مالک (د) امام محمد

سوال نمبر 22: امام شافعی کے نزدیک حیض کی اقل مدت کیا ہے؟

(الف) ایک دن ایک رات (ب) دو دن، دو رات

(ج) تین دن تین رات (د) چار دن، چار رات

سوال نمبر 23: حیض کا اجماعی رنگ کیا ہے؟

(الف) سرخ اور پیلا (ب) سرخ اور کالا

(ج) کالا اور پیلا (د) سبز اور پیلا

سوال نمبر 24: معلمہ جب حائضہ ہو جائے تو ہر دو کلموں کے درمیان قطع کر کے پڑھائے، کس امام کا موقف ہے؟

(الف) امام کرخی (ب) امام طحاوی

(ج) مذکورہ دونوں کا (د) ان میں سے کسی کا نہیں

سوال نمبر 25: کسی عورت کو حیض کی ۷ دن کی عادت تھی اب اسے ۱۲ دن آئے تو کیا حکم ہے؟

(الف)۷ دن کے بعد ۵ دن استحاضہ (ب)۱۰ دن کے بعد ۲ دن استحاضہ

(ج) پورے ۱۲ دن حیض کے (د) پورے ۱۲ دن استحاضہ کے

حصہ دوم: انشائیہ

مختصر سوالات (ShortQuestions)

نوٹ: کل 15 سوالات کا حل مطلوب ہے، ہر سوال کے 3 نمبر ہیں۔(15 x3=45)

سوال نمبر 1: طہارۃ کو واحد لفظ کے ساتھ کیوں لایا گیا حالانکہ طہارت کی کئی قسمیں ہیں؟

سوال نمبر 2: مسح راس کے سلسلے میں امام شافعی، امام مالک اور احناف کا موقف بیان کریں۔

سوال نمبر 3: وضو کی کوئی 6 سنتیں بیان کریں۔

سوال نمبر 4: وضو میں تیامن کے مستحب ہونے پر وارد ہونے والے اعتراض و جواب تحریر کریں۔

سوال نمبر 5: بلغم کی قے سے وضو ٹوٹنے کا کیا حکم ہے؟ مع دلیل بیان کریں نیز امام ابو یوسف کا اختلاف واضح کریں۔

سوال نمبر 6: کون سی نیند ناقض وضو ہے اور قہقہہ کب ناقض وضو ہے؟

سوال نمبر 7: غسل کی کوئی تین سنتیں تفصیلاً بیان کریں۔

سوال نمبر 8: وضو کن کن پانیوں سے جائز ہے مع مثال واضح کریں۔

سوال نمبر 9: غدیر عظیم کسے کہتے ہیں؟ مع دلیل بیان کریں۔

سوال نمبر 10: کنواں میں کون سا جانور مر جائے تو ۴۰ سے ۶۰ ڈول اور کون سا جانور مر جائے تو ۲۰ سے ۳۰ ڈول پانی نکالا جائے گا نیز کون سا ڈول معتبر ہے؟

سوال نمبر 11: کتنے میل تک پانی نہ ہو تو تیمم جائز ہے نیز میل کسے کہتے ہیں؟ مع اختلاف بیان کریں۔

سوال نمبر 12: ہمارے نزدیک تیمم میں نیت کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کافر کا اسلام لانے کے لیے کئے ہوئے تیمم سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ مع اختلاف ائمہ ذکر کریں۔

سوال نمبر 13: ایک تیمم سے ایک سے زائد فرض پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ناقض تیمم اجمالا بیان کریں۔

سوال نمبر14: مسافر اپنی سواری میں پانی بھول گیا اور تیمم کر کے نماز ادا کر لی پھر وقت میں یاد آ گیا تو کیا حکم ہے؟ مع اختلاف ائمہ بیان کریں۔

سوال نمبر15: عمامہ اور ٹوپی پر مسح جائز ہے یا نہیں نیز مسح علی الخفین کے فرض کی مقدار کیا ہے؟

سوال نمبر16: حائضہ کے نماز اور روزہ کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر حائضہ آخری وقت میں پاک ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر17: حائضہ کا غلاف کے اوپر سے قرآن پاک چھونا کیسا ہے؟ نیز حائضہ اور نفساء سے اس کے غسل کرنے سے پہلے کب وطی کرنا حلال ہے اور کب نہیں؟

سوال نمبر18: مستحاضہ کے لیے نماز، روزہ اور وطی کا کیا حکم ہے؟ اور نماز کے لیے وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ بیان کریں ساتھ ہی امام شافعی کا اختلاف بھی ذکر کریں۔

سوال نمبر19: اعتبر وزن الدرهم بقدر مثقال فی الکثیف و مساحته بقدر عرض کف فی الرقیق المراد بعرض الکف عرض مقعر الکف وهو داخل مفاصل الاصابع۔۔۔ **مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔**

سوال نمبر20: مغرب کا وقت بیان کریں اور شفق کے سلسلے میں اقوال ائمہ بیان کریں۔

طویل سوالات (LongQuestions)

نوٹ: کل 3 سوالات کا حل مطلوب ہے، ہر سوال کے 10 نمبر ہیں۔ (3 x10=30)

سوال نمبر1: وضو میں نیت کے سلسلے میں احناف و شوافع کا اختلاف مع دلیل واضح کریں۔

سوال نمبر2: ”موجب انزال منی ذی وفق شهوة عند الانفصال ولو فی نوم“ عبارت کی کتاب کے مطابق توضیح کریں۔

سوال نمبر3: ”وقدرته علی ماء کاف لطهره“ اس عبارت میں مصنف نے ”کاف لطهره“ کا کیا فائدہ بیان کیا ہے مکمل وضاحت کریں۔

سوال نمبر4: حیض کی تعریف کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ حیض کی اقل مدت اور اکثر مدت میں ائمہ احناف کا کیا اختلاف ہے؟ نیز قول اصح کی دلیل بیان کریں۔

سوال نمبر5: مرد و عورت کے لیے گرمی اور ٹھنڈی میں پتھر سے استنجا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مفصل بیان کریں۔

ماخذ ومراجع (حوالہ جات)

نام کتاب: شرح الوقایہ مطبوعہ / ناشر: مجلسِ برکات

حصہ معروضی

سوال	صفحہ	سوال	صفحہ
سوال:1	ص51	سوال:14	ص76
سوال:2	ص55	سوال:15	ص78
سوال:3	ص112	سوال:16	ص80
سوال:4	ص121	سوال:17	ص82
سوال:5	ص59	سوال:18	ص136
سوال:6	ص123	سوال:19	ص86
سوال:7	ص64	سوال:20	ص90
سوال:8	ص129	سوال:21	ص93
سوال:9	ص66	سوال:22	ص96
سوال:10	ص132	سوال:23	ص100
سوال:11	ص70	سوال:24	ص103
سوال:12	ص72	سوال:25	ص109
سوال:13	ص74		

حصہ انشائیہ مختصر سوالات

سوال	صفحہ	سوال	صفحہ
سوال:1	ص54	سوال:11	ص97
سوال:2	ص60	سوال:12	ص101
سوال:3	ص64	سوال:13	ص105
سوال:4	ص70	سوال:14	ص109
سوال:5	ص75	سوال:15	ص115
سوال:6	ص78	سوال:16	ص130
سوال:7	ص81	سوال:17	ص133
سوال:8	ص85	سوال:18	ص137
سوال:9	ص89	سوال:19	ص142
سوال:10	ص94	سوال:20	ص149

طویل سوالات

سوال	صفحہ
سوال:1	ص66/67
سوال:2	ص83/84
سوال:3	ص105/106
سوال:4	ص122/123
سوال:5	ص144/145

بنیادی باتیں

سوال: فقہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: لغت میں فقہ کے معنی ہیں "کسی شے کا جاننا"، پھر یہ لفظ علم الشریعہ کے ساتھ خاص ہو گیا۔ علمائے اُصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے "جس میں احکامِ شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے"۔ اور فقہاء کے یہاں علم فقہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ "علم فقہ نام ہے احکامِ شرعیہ اور مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرکے ان کو حفظ کرلینا"۔ اور اہل حقیقت و معرفت نے علم فقہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ علم فقہ کا مطلب ہے "علم احکام شریعت کو عمل میں لانا"۔ بقول سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔ ("الدر المختار" و "رد المحتار"، المقدمة، ج۱، ص۱۰۰، ۹۷)

سوال: مسلمان کو فقہ کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟

جواب: فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ فقہ کا مطلب احکام و مسائل شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت فقہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔

سوال: علمِ فقہ حاصل کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا قیام اللیل (رات کی عبادت) سے بہتر ہے۔

("الدر المختار"، المقدمة، ج۱، ص۱۰۱)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "احیاء العلوم" میں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ "حکمت (یعنی تَفَقُّه فِي الدِّين) اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے اور اسے شاہوں کی مجلسوں میں بٹھا دیتی ہے۔" ("احیاء علوم الدین"، کتاب العلم، الباب الأول في فضل العلم ... إلخ، ج۱، ص۲۰)

اور یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے: لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَ الْأُمَرَاءُ ("الدر المختار"، المقدمة، ج۱، ص۱۰۶) اگر علماء نہ ہوتے تو امراء ہلاک ہو جاتے۔ مطلب یہ کہ امراء جب اپنی انانیت، امارت اور حکومت کے زعم میں اللہ و

رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی نافرمانی اور خواہش نفس کی پیروی میں کفر و ضلالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس وقت علمائے حق ہی انہیں اس سے روکتے ہیں اور عذاب آخرت سے انہیں بچاتے ہیں۔

سوال: علمائے محققین نے فقہ اور فقیہ کی کیا مثال بیان کی ہے؟

جواب: علمائے محققین فرماتے ہیں، فقہ کی کاشت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد علیہ الرحمۃ نے اس کا دانہ جدا کیا، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کو باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں اب تمام اُمت ان روٹیوں سے شکم سیر ہو رہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عظمت اور جلالت علم ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جیسے جامع صغیر ،جامع کبیر، مبسوط،زیادات اور النوادر وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق فقہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کی تعداد نو سو ۹۹۹ ننانوے ہے۔

(بہار شریعت جلد ۳ ص۱۰۳۹)

طبقات الفقہاء

سوال: فقہاء کے کتنے طبقات ہیں؟

جواب: علمائے ماہرین فقہ و شریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔

سوال: فقہاء کا پہلا طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا پہلا طبقہ: ''طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الشَّرْعِ'' ہے جیسے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) اور وہ لوگ جو قواعد اصول کی تاسیس میں نیز اَدِلہ اربعہ (قرآن، احادیث، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول و فروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔ ("مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج۱، ص۱۱)

سوال: فقہاء کا دوسرا طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا دوسرا طبقہ: ''طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْمَذْهَب'' ہے جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلہ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستخرجہ قواعد واُصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کر سکیں۔

("مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج۱، ص۱۱)

سوال: فقہاء کا تیسرا طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا تیسرا طبقہ: ''طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْمَسَائِل'' ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحبِ المذہب سے نہیں ملتی اپنے آئمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد واُصول کے مطابق کرتے ہیں جیسے علامہ خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ متوفی ۲۶۱ھ، علامہ ابو جعفر الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، حضرت ابو الحسن الکرخی متوفی ۳۴۰ھ، حضرت شمس الائمہ الحلوانی متوفی ۴۵۶ھ، حضرت شمس الائمہ السرخسی متوفی ۵۰۰ھ، حضرت فخر الاسلام بزدوی متوفی ۴۸۲ھ، علامہ فخر الدین قاضی خان متوفی ۵۹۳ھ وغیرہم، یہ حضرات نہ اصول میں نہ فروع میں کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

("مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج ۱، ص ۱۲)

سوال: فقہاء کا چوتھا طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا چوتھا طبقہ: "طَبَقَۃُ اَصْحَابِ التَّخْرِیْجِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ" ہے جیسے امام رازی متوفی ۳۷۰ھ وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد واُصول کا پورا علم اور مسائل و قواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ اسی سے اُمور کی تفصیل بیان کر دیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور اس میں دو ۲ صورتیں نکل رہی ہوں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہے اور وہ صاحبِ مذہب سے یا ان کے تلامذئہ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہے اس کی تشریح و تفصیل اُصول و قیاس اور امثال و نظائر کی روشنی میں بیان کر دیں صاحبِ ہدایہ نے جہاں کہیں کہا ہے کذا فی تخریج الکرخی، یا کذا فی تخریج الرازی، اس کا یہی مطلب ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔("مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج ۱، ص ۱۲)

سوال: فقہاء کا پانچواں طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا پانچواں طبقہ: "طَبَقَۃُ اَصْحَابِ التَّرْجِیْحِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ" ہے جیسے ابوالحسن قدوری متوفی ۴۲۸ھ، صاحب الہدایہ متوفی ۵۹۳ھ وغیرہما۔ ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر تفضیل دینے کی اہلیت رکھتے تھے جس سے وہ کسی روایت کی تفضیل میں فرماتے ہیں: ھذا أولیٰ، یاھذا أصح، یاھذا أوضح، یاھذا أوفق للقیاس وغیرہا۔("مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج ۱، ص ۱۲)

سوال: فقہاء کا چھٹا طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا چھٹا طبقہ: "طَبَقَۃُ الْمُقَلِّدِیْنَ الْقَادِرِیْنَ عَلَی التَّمْیِیْزِ" ہے جیسے صاحب کنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ، اور صاحب المجمع اور اصحاب المتون المعتبرۃ۔ ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف و مردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اور روایت نادرہ میں امتیاز و تمیز کرنے کے اہل ہیں۔("مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج ۱، ص ۱۲)

سوال: فقہاء کا ساتواں طبقہ کون سا ہے؟

جواب: فقہاء کا ساتواں طبقہ: ”طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الَّذِيْنَ لَايَقْدِرُوْنَ عَلَى مَاذُكِرَ“ ہے یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور و قوی اور دائیں بائیں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے یا ان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔("مجموعہ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج۱، ص۱۲)

خُطْبَةُ الْكِتَابِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔ وَبَعْدُ فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ الْمُتَوَسِّلُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِاَقْوَى الذَّرِيْعَةِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ تَاجِ الشَّرِيْعَةِ سَعَدَ جَدُّهٗ وَاَنْجَحَ جِدُّهٗ۔

ترجمه: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا، اور رحمتِ کاملہ نازل ہو اس کے رسول محمد ﷺ پر اور ان کی تمام اس آل پر جو ظاہری باطنی ہر اعتبار سے پاک ہیں۔ حمد و صلوۃ کے بعد پس کہتا ہے اللہ پاک کی جانب سب سے قوی ذریعے سے وسیلہ پکڑنے والا بندہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ، اس کے دادا نیک بخت ہوں اور ان کی کوشش کامیاب ہو۔

حلِّ لغات: سَعَدَ: جَدٌّ: اَنْجَحَ: جِدٌّ:

تشریح: علامہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ پاک کی اقتداء کرتے ہوئے اپنی کتاب کو بسملہ سے شروع فرمائی اور پھر تحمید بیان فرمائی، کیونکہ حدیثِ پاک میں وارد ہوا: كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَاْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ۔ یعنی ہر وہ ذیشان کام جو بسم اللہ سے شروع نہیں کیا جاتا وہ ادھورا اور نامکمل رہتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، ج۱، ص۲۷۷، رقم الحدیث:۲۴۸۷، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَاْ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ وَ اَجْزَمُ۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، ج۳، ص۱۰۷، رقم الحدیث:۶۴۵۹، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سوال: ان دونوں حدیث کے متعلق ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں بسملہ سے ابتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ دوسری حدیث میں حمد سے ابتدا کرنے کا حکم ہے پس اگر بسملہ سے ابتدا کرتے ہیں تو حمد سے ابتدا نہ ہو پائے گی اور اگر حمد سے کرتے ہیں تو بسملہ سے ابتدا نہ ہو پائے گی لہذا ایسے میں تطبیق کی کیا صورت ہو گی؟

جواب: اس اعتراض کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ بسملہ سے ابتدا کرنا ابتدائے حقیقی پر محمول ہے اور ابتداء بالتحمید ابتدائے اضافی یا ابتدائے عرفی پر محمول ہے۔

سوال: ابتدائے حقیقی، ابتدائے اضافی اور ابتدائے عرفی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ان تینوں کی تعریف درج ذیل ہے:

ابتدائے حقیقی: یہ ہے کہ کسی چیز کو سب سے پہلے ذکر کرنا کہ اس سے پہلے کوئی چیز مذکور نہ ہو۔

ابتدائے اضافی: یہ ہے کہ کسی چیز کو کسی چیز سے پہلے ذکر کرنا خواہ اس سے پہلے کوئی چیز ذکر کی گئی ہو یا نہ ذکر کی گئی ہو۔

ابتدائے عرفی: یہ ہے کہ جو مقصود سے مقدم ہو اگرچہ غیر مقصود سے مؤخر ہو۔

پس بسملہ ہر چیز سے مقدم ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز مذکور نہیں اور تحمید مقصود (یعنی اصل کتاب کی بحث) سے مقدم ہے اگرچہ اس سے قبل بسملہ کو ذکر کیا گیا ہے اور مقصود شروع فی العلم ہے۔

سوال: حمد کسے کہتے ہیں؟

جواب: اَلْحَمْدُ حمد کا معنی زبان سے کسی کی اختیاری خوبی پر بر سبیلِ تعظیم اس کی تعریف کرنا خواہ کسی نعمت کے بدلے میں ہو یا غیر نعمت کے بدلے میں ہو۔ اور شکر کسی نعمت کے بدلے منعِم کی تعظیم کے طور پر تعریف کرنا چاہے زبان سے ہو یا دل سے ہو یا جوارح کے ذریعے ہو۔

پس مورِد کے اعتبار سے حمد خاص ہے کہ وہ صرف زبان سے ہوتی ہے اور شکر عام ہے کہ وہ زبان، قلب اور اعضاء سے ہوتی ہے۔ اور متعلق کے اعتبار سے حمد عام ہے کہ چاہے نعمت کے مقابلے میں ہو یا غیر نعمت کے مقابلے میں ہو اور شکر خاص ہے کہ یہ صرف نعمت کے مقابلے میں ہوتا ہے۔

سوال: حمد پر الف لام کون سا ہے؟

جواب: حمد پر جو الف لام ہے وہ جنس کا بھی ہو سکتا ہے اور استغراق کا بھی، ان دونوں میں سے جو بھی لیں مآل کے اعتبار سے ایک ہی ہے کیونکہ معنی علی الاختصاص اور معنی علی اختصاص الجنس تمام افراد کی تخصیص کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

سوال: الصَّلَاةُ کا کیا معنی ہے؟

جواب: الصَّلَاةُ: اسم مصدر ہے جو ثناءِ تام اور رحمتِ کاملہ کے معنی میں ہے، اگر صلوۃ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہو تو اس کا معنی رحمت نازل کرنا ہے، اگر ملائکہ کی طرف ہو تو مؤمنین کے لئے استغفار کرنا ہے، اور بندوں کی طرف ہو تو دعا کرنا ہے، اور حیوانات کی طرف ہو تو تسبیح و تہلیل کرنا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں صلوۃ نام ہے ارکانِ مخصوصہ یعنی نماز کا۔

سوال: آل واحد ہے یا جمع نیز یہ لفظ کن پر بولا جاتا ہے؟

جواب: آل لفظ کے اعتبار سے مفرد سے ثابت ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے، اٰل کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے: (۱) لشکر اور اتباع کے معنی میں جیسے اٰل فرعون۔ (۲) نفس کے معنی میں جیسے اٰل موسی و اٰل ہارون (۳) اہل بیت پر خاص کر کے جیسے اٰلُ محمدٍ۔

اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ آل محمد سے مراد وہ اشخاص ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور مال غنیمت میں سے انکے لئے پانچواں حصہ کا خمس مقرر ہے، اور وہ امام اعظم کے نزدیک صرف بنو ہاشم ہیں، جبکہ روافض کے نزدیک اہل بیت سے مراد فاطمہ و علی و حسن حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

عند البعض اٰل کی اصل اَوَلٌ ہے کیونکہ اس کی تصغیر اُوَيْلٌ آتی ہے اَوَلٌ قَالَ والے قاعدہ کے تحت اٰل ہو گیا۔ اور عند البعض اٰل کا اصل اَهَلٌ ہے ہاء کو ہمزہ سے تبدیل کیا تو اَءَلٌ ہوا پھر اٰمَنَ والے قاعدہ کے تحت آل ہو گیا۔ اور تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ دونوں طرح صحیح ہے۔ اٰل اور اهل کے درمیان چار طرح کا فرق ہے (۱) اٰل کا استعمال صعف ذوی العقول کے لئے ہو گا جبکی اهل عام ہے (۲) اٰل ذوی العقول میں سے صعف مزکر کے لئے استعمال ہو گا جبکہ اهل عام ہے (۳) اٰل اشرف پر بولا جاتا ہے جبکہ اهل عام ہے (۴) اٰل کی اضافت ضمیر کی طرف کثیر ہے جبکہ اهل کی نادر ہے۔

سوال: "بَعْدُ" کی تحقیق بیان فرمائیں۔

جواب: اَمّا بَعْدُ: یہ اصل میں مَھْمَا یَکُنۡ مِنۡ شَیۡءٍ بَعْدَ الْحَمْدِ وَ الصّلٰوۃِ تھا۔ ایک قول کے مطابق مَھْمَا کو بمع اس کے متعلقات حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ اَمَّا کو لایا گیا ہے، جس طرح جملے کو حزف کر کے لفظ نَعَمْ لایا جاتا ہے، اور بعض کا قول ہے کہ فعل شرط کو بمع اس کے متعلقات حذف کر دیا گیا صرف مَھْمَا رہ گیا، پھر مَھْمَا کے ہاء کو ہمزہ سے بدلا پھر ہمزہ اور میم میں قلب مکانی کر دیا اور میم کا میم میں ادغام کر دیا تو اَمّاَ بن گیا۔ اور اَمّاَ معنیٔ شرط کو متضّمن ہوتا ہے اسی لیے اس کے جواب میں فاء لایا جاتا ہے۔ بَعْدُ مبنی بر ضم ہے کیونکہ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اور وہ حمد و صلوۃ ہے۔

هٰذَا حَلُّ الْمَوَاضِعِ الْمُغْلَقَةِ مِنْ وِقَايَةِ الرِّوَايَةِ فِي مَسَائِلِ الْهِدَايَةِ الَّتِيْ اَلَّفَهَا جَدِّيْ وَ اُسْتَاذِيْ مَوْلَانَا الْاَعْظَمِ اَسْتَاذُ عُلَمَاءِ الْعَالَمِ بُرْهَانُ الشَّرِيْعَةِ وَ الْحَقِّ وَ الدِّيْنِ مَحْمُوْدُ بْنُ صَدَرِ الشَّرِيْعَةِ جَزَاهُ اللهُ عَنِّيْ وَ عَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَآءِ لِاَجْلِ حِفْظِيْ وَ الْمَوْلَى الْمُؤَلِّفُ لَمَّا اَلَّفَهَا سَبَقاً سَبَقاً وَ كُنْتُ اَجْرِيْ فِيْ مَيْدَانِ حِفْظِهٖ طَلَقاً طَلَقاً حَتّٰى اِتَّفَقَ اِتْمَامُ تَالِيْفِهٖ مَعَ اِتْمَامِ حِفْظِيْ۔

ترجمہ: یہ (یعنی شرح الوقایہ) اس "وقایۃ الروایۃ" کے مغلق مقامات کا حل ہے جو ہدایہ کے مسائل میں ہے جس کو میرے دادا اور میرے استاد، بڑے مولانا، دنیا کے علماء کے استاد، شریعت اور حق اور دین کی دلیل محمود بن صدر الشریعہ (اللہ پاک میری اور تمام مسلمانوں کی جانب سے ان کو اچھا بدلہ عطا فرمائے) نے میرے یاد کرنے کے لیے تالیف کیا۔ اور مولی مؤلف نے جب اس کی تالیف سبق سبق کی اور میں بھی حفظ کے میدان میں قدم بقدم جاری (یعنی دوڑتا) رہا، یہاں تک کہ ان کی تالیف کا مکمل ہونا میرے یاد کرنے کے مکمل ہونے کے ساتھ متفق ہو گیا۔ (یعنی دونوں کا اختتام ایک ساتھ ہوا)

اِنْتَشَرَ بَعْضُ النُّسَخِ فِي الْاَطْرَافِ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ وَقَعَ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنَ التَّغَيُّرَاتِ وَ نَبْذٌ مِّنَ الْمَحْوِ وَ الْاِثْبَاتِ فَكَتَبْتُ فِيْ هٰذَا الشَّرْحِ الْعِبَارَةَ الَّتِيْ تَقَرَّرَ عَلَيْهَا الْمَتْنُ لِتَغَيُّرِ النُّسَخِ الْمَكْتُوْبَةِ اِلٰى هٰذَا النَّمَطِ۔

ترجمہ: بعض نسخے اطراف میں پھیل گئے، پھر اس کے بعد اس میں کچھ تغیرات اور محو و اثبات میں سے معمولی مقدار واقع ہو گئی، پس میں نے اس شرح میں وہ عبارت لکھی جس عبارت پر وقایہ کا متن بر قرار رہا، اس طور پر لکھے ہوئے نسخوں کے متغیر ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: النَّبْذُ: معمولی مقدار، تھوڑی چیز۔

وَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ لَمَّا شَاهَدَ فِي اَكْثَرِ النَّاسِ كَسَلاً عَنْ حِفْظِ الْوِقَايَةِ . اِتَّخَذْتُ عَنْهَا مُخْتَصَراً مُشْتَمِلاً عَلٰى مَا لَا بُدَّ لِطَالِبِ الْعِلْمِ مِنْهُ، فَاَفْتَحُ فِي هٰذَا الشَّرْحِ مُغْلَقَاتِهٖ اَيْضاً اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ: اور بندۂ ناتواں نے جب مشاہدہ کیا اکثر لوگوں میں سستی کا وقایہ کے حفظ کرنے کے متعلق تو میں نے وقایہ سے ایک مختصر (یعنی مختصر الوقایہ) جو مشتمل ہے ایسے مسائل پر جو طالبِ علم کے لیے ضروری ہیں۔ پس میں اس شرح میں اس (مختصر الوقایہ) کے مغلقات کو بھی کھولوں گا ان شاء اللہ۔

وَ قَدْ كَانَ الْوَلَدُ الْاَعَزُّ مَحْمُوْدٌ بَرَّدَ اللهُ مَضْجَعَهٗ بَعْدَ حِفْظِ الْمُخْتَصَرِ مُبَالِغاً فِي تَالِيْفِ شَرْحِ الْوِقَايَةِ بِحَيْثُ تَنْحَلُّ مِنْهُ مُغْلَقَاتُ الْمُخْتَصَرِ ، فَشَرَعْتُ فِي اِسْعَافِ مَرَامِهٖ فَتَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالٰى قَبْلَ اِتْمَامِهٖ، فَالْمَامُوْلُ مِنَ الْمُسْتَفِيْدِيْنَ مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ اَنْ لَّا يَنْسَوْهُ فِي دُعَائِهِمُ الْمُسْتَجَابِ، اَنَّهٗ مُيَسِّرٌ لِلصِّعَابِ وَ الْفَاتِحُ لِمُغْلَقَاتِ الْاَبْوَابِ۔

ترجمہ: اور (میرا) پیارا بیٹا محمود (اللہ پاک اس کی قبر کو ٹھنڈا کرے) مختصر الوقایہ کو یاد کرنے کے بعد وقایہ کی شرح لکھنے میں مبالغہ (یعنی اصرار) کرنے والا تھا، اس طور پر کہ اس شرح کے ذریعے مختصر الوقایہ کے مغلقات (یعنی مشکل مقامات) حل ہو جائیں۔ پس اس کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے میں نے (شرح لکھنا) شروع کر دیا، پس شرح کے مکمل ہونے سے پہلے اللہ پاک نے اس کو موت دے دی۔ پس میں اس کتاب سے نفع اٹھانے والوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ اس (یعنی محمود) کو اپنی مقبول دعاؤں میں نہیں بھولیں گے بیشک اللہ پاک ہی مشکل کو آسان کرنے والا ہے اور ابواب کے مغلقات کو کھولنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِيْفِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الشَّفِيْقِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله وَ عَلٰى اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ الله

كَلَامُ الْوِقَايَه

جلد اول اردو شرح

شَرْحُ الْوِقَايَه

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

☆...بَابُ الْوُضُوْءِ

☆...بَابُ الْغُسْلِ

☆...بَابُ التَّيَمُّم

☆...بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

☆...بَابُ الْحَيْضِ

☆...بَابُ الْاَنْجَاسِ

مصنف: علامہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ (سال وفات: ۷۴۷ھ)

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبۃ دار السنہ دہلی

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

اِكْتَفٰى بِلَفْظِ الْوَاحِدِ مَعَ كَثْرَةِ الطَّهَارَاتِ، لِاَنَّ الْاَصْلَ اَنَّ الْمَصْدَرَ لَا يُثَنّٰى وَ لَا يُجْمَعُ، لِكَوْنِهَا اِسْمَ جِنْسٍ يَشْمَلُ جَمِيْعَ اَنْوَاعِهَا وَاَفْرَادِهَا، فَلَا حَاجَةَ اِلٰى لَفْظِ الْجَمْعِ۔

ترجمہ: (ماتن نے) لفظ واحد پر اکتفاء کیا باوجود یکہ طہارتیں بہت ہیں، اس لیے کہ اصل (قاعدہ) یہ ہے کہ مصدر نہ تثنیہ لایا جاتا ہے اور نہ جمع لایا جاتا ہے، مصدر کے ایسے اسم جنس ہونے کی وجہ سے جو اپنے تمام انواع وافراد پر مشتمل ہوتا ہے، لہذا جمع کے لفظ کی جانب کوئی حاجت نہیں۔

سوال: کتاب کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: کتاب کا لغوی معنیٰ جمع کرنا ہے جیسے کَتَبْتُ الشَّیْءَ اَیْ جَمَعْتُہٗ، اور اصطلاح میں مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جن کو مستقل مان لیا گیا ہو خواہ وہ مختلف الانواع کو شامل ہوں جیسے کتاب الطہارۃ، کہ اس میں طہارتِ صغری جیسے وضو اور تہارتِ کبری جیسے غسل اور طہارت بالماء وبالتراب جیسے مختلف الانواع داخل ہیں، یا مختلف الانواع کو شامل نہ ہو جیسے کتاب الآباق، کتاب اللقطہ وغیرہ کہ نہ ان کے تحت کوئی باب ہے نہ کوئی فصل۔

سوال: جب طہارت میں مختلف قسم کی طہارتیں شامل ہیں تو لفظِ "طہارۃ" کو جمع لانا چاہیے تھا واحد کیوں لائیں؟

جواب: اس سوال کا جواب شارح علیہ الرحمہ نے "اِكْتَفٰى بِلَفْظِ الْوَاحِدِ مَعَ كَثْرَةِ الطَّهَارَاتِ" سے دیا اور فرمایا: اگرچہ طہارت مختلف قسم کی ہوتی ہے لیکن لفظِ "طہارۃ" اسم جنس ہے اور اسم جنس کی تثنیہ وجمع نہیں لائی جاتی کیوں کہ اسم جنس اپنے تمام انواع وافراد کو شامل ہوتا ہے لہذا جمع لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: صاحبِ ہدایہ نے تو اپنی کتاب ہدایہ میں ''کِتَابُ الطَّهَارَات'' فرمایا ہے، اس کا کیا جواب ہو گا؟

جواب: اس سوال کا جواب مجلسِ برکات کے مطبوعہ ''ہدایہ اولین'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ جس مصدر کے آخر میں ''ۃ'' آئے اس مصدر کی جمع لانا جائز ہے جیسے طَهَارَةٌ کی جمع طَهَارَات۔ رَحْمَةٌ کی جمع رَحَامَات، وغیرہ۔ نیز جمع لانے کا ایک مقصد صاحبِ ہدایہ کا یہ بھی ہے کہ طہارت کی مختلف اقسام کی جانب اشارہ ہو جائے کہ طہارت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً: بدن کی طہارت: وضو، غسل، تیمم۔ کپڑے کی طہارت۔ جگہ کی طہارت وغیرہ۔

سوال: طہارت کیا ہے اور اس پر مختلف اعراب آنے سے معنی میں کیا فرق پڑتا ہے؟

جواب: طہارت طاء کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے بمعنیٰ پاک ہونا، اور اگر طاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس صورت میں آلۂ طہارت مراد ہو گا جس سے طہارت حاصل کی جائے، اور اگر طاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ماءِ فضلہ ہے یعنی جو پانی طہارت حاصل کرنے کے بعد بچ جائے۔ اور اصطلاحِ شرع میں حَدَث یا خُبُث کے جاتے رہنے کو طہارت کہتے ہیں۔ طہارت نجاست کی ضد ہے۔

سوال: مصنف نے اپنی کتاب کو کتاب الطہارۃ سے شروع کیوں کیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نماز عبادت ہے اور اس کے لئے طہارت شرط ہے کہ بے طہارت نماز شروع ہی نہیں ہوتی۔ اور شرط، مشروط شے پر مقدم ہوتی ہے لہذا مصنف نے بھی طہارت کو عبادات خصوصاً صلوۃ پر مقدم فرمایا۔

سوال: طہارت نماز کے لئے کیوں ضروری ہے؟

جواب: نماز کے لئے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے کو علما کفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وُضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت۔

("المسند" لِلإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله، الحديث: ١٤٦٦٨، ج٥، ص١٠٣.)

"ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورۂ رُوم پڑھتے تھے اور متشابہ لگا، بعدِ نماز ارشاد فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انہیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہہ پڑتا ہے"۔("سنن النسائي"، كتاب الافتتاح، باب القراءة في الصبح بالروم، الحديث:٩٤٤، ص١٦٥.)

جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا یہ وبال ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی نحوست کا کیا پوچھنا۔ ایک حدیث میں فرمایا:"طہارت نصف ایمان ہے"۔("جامع الترمذي"، كتاب الدعوات، ٨٥۔ باب، الحديث:٣٥٢٨، ج٥، ص٣٠٧.)

سوال: "كِتَابُ الطَّهَارَةِ" کی ترکیب کیا ہے؟

جواب: "كِتَابُ الطَّهَارَةِ" مرکب اضافی ہے جو مبتدائے محذوف "هٰذَا" کی خبر بھی بن سکتا ہے لہٰذا تقدیری عبارت یوں ہوگی: "هٰذَا كِتَابُ الطَّهَارَةِ" یا پھر "كِتَابُ الطَّهَارَةِ" کو بترکیبِ اضافی مبتدا مان لیا جائے اور خبر "هٰذَا" محذوف مان لیا جائے لہٰذا تقدیری عبارت یوں ہوگی: "كِتَابُ الطَّهَارَةِ هٰذَا"۔ یا پھر "كِتَابُ الطَّهَارَةِ" کو کسی فعل محذوف کا مفعول مان لیا جائے جیسے۔ "خُذْ كِتَابَ الطَّهَارَةِ" یا "اِقْرَأْ كِتَابَ الطَّهَارَةِ"۔ یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔

فَرَائِضُ الْوُضُوْءِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔(پ٦، المائدہ،٦) **اَلْاٰيَةَ۔** اِفْتَتَحَ الْكِتَابَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ تَيَمُّناً، وَلِاَنَّ الدَّلِيْلَ اَصْلٌ وَ الْحُكْمُ فَرْعُهُ، وَ الْاَصْلُ مُقَدَّمٌ بِالرُّتْبَةِ عَلَى الْفَرْعِ۔ ثُمَّ لَمَّا كَانَتْ الْاٰيَةُ دَالَّةً عَلٰى فَرَائِضِ الْوُضُوْءِ، اَدْخَلَ فَاءَ التَّعْقِيْبِ فِي قَوْلِهٖ: **فَفَرْضُ الْوُضُوْءِ۔**

ترجمہ: **اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:** اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔ **الآیہ۔**(ماتن نے) اپنی کتاب کو اس آیت سے شروع کیا برکت حاصل کرنے کے لیے، اور اس لیے بھی کہ دلیل اصل ہے اور حکم اصل کی فرع ہے۔ اور اصل فرع پر مرتبہ کے اعتبار سے

مقدم ہوتا ہے۔ پھر جب کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے فرائضِ وضو پر تو ماتن نے تعقیب کے فاء کو داخل کیا اپنے قول " فَفَرْضُ الْوُضُوْءِ "میں۔

سوال: دعوی پہلے ہوتا ہے اور دلیل بعد میں ہوتی ہے اور فرائضِ وضو دعوی ہے جبکہ آیتِ وضو اس کی دلیل، لہذا قاعدے کے مطابق فرائضِ وضو کا بیان پہلے ہوتا اور آیتِ وضو کا بیان اس کے بعد۔ مصنف کے اس قاعدے سے خروج کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یقیناً بات ایسی ہی ہے جیسے اوپر بیان کیا گیا کہ دعوی پہلے اور دلیل اس کے بعد ہوتی ہے لیکن ماتن کے اس قاعدے سے خروج کرنے کی شارح نے دو وجہیں بیان کی ہیں:

(۱)۔۔۔ماتن نے یہاں جو آیت قرآنی (دلیل) سے اپنی کتاب کو شروع کیا ہے وہ بطور تبرک کے کیا ہے۔

(۲)۔۔۔اور اس وجہ سے بھی کہ دلیل اصل ہوتی ہے اور حکم اس کی فرع ہوتی ہے اور اصل فرع پر مقدم ہوتا ہے لہذا مصنف نے دلیل کو مقدم کیا ہے اور حکم جو کہ فرائضِ وضو ہے مؤخر کیا۔

سوال: شارح "اَدْخَلَ فَاءَ التَّعْقِيْبِ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فائے تعقیبیہ اپنے ما قبل کے مقدم ہونے اور ما بعد کے مؤخر ہونے پر دلالت کرتی ہے، پس ماتن نے اپنے قول "فَرْضُ الْوُضُوْءِ" پر فاء کو داخل کر کے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ فرائضِ وضو فرع ہونے کی حیثیت سے مؤخر ہے اور آیتِ وضو اصل ہونے کی حیثیت سے مقدم ہے۔ چوں کہ یہ آیت فرائضِ وضو پر دلالت کرتی ہے۔

سوال: وضو کے احکام کو غسل کے احکام پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: اس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں:

(۱)۔۔۔پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے وضو کو بیان فرمایا اور پھر غسل کو چنانچہ فرمایا، فاغسلوا وجوھکم، اور اس کے بعد وان کنتم جنباً فاطھروا، فرمایا۔

(۲)۔۔۔اور دوسری وجہ یہ کہ وضو کا محل غسل کے محل کا جز ہے اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے وضو کو غسل پر مقدم کیا گیا۔

(۳)۔۔۔اور تیسری وجہ یہ کہ وضو کی ضرورت غسل کے بہ نسبت زیادہ پیش آتی ہے۔

سوال: وضو کی لغوی تحقیق بیان کریں اور اصطلاحی معنی بھی۔

جواب: وضو بضم الواو باب کرم یکرم سے مصدر ہے پاکیزہ اور خوبصورت ہونے کے معنی میں، اور اصطلاح میں اعضائے ثلاثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا نام وضو ہے، اور وضو واو کے فتحہ کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جو وضو کے لئے مہیا کیا گیا ہو۔

فَفَرْضُ الْوُضُوْءِ: غَسْلُ الْوَجْهِ مِنَ الشَّعْرِ أَيْ قِصَاصِ شَعْرِ الرَّأْسِ، وَهُوَ مُنْتَهٰى مَنْبَتِ شَعْرِ الرَّأْسِ إِلَى الْأُذُنِ فَيَكُوْنُ مَا بَيْنَ الْعِذَارِ وَالْأُذُنِ دَاخِلاً فِي الْوَجْهِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ فَيُفْرَضُ غَسْلُهُ وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ مَشَائِخِنَا۔

ترجمہ: پس وضو کا فرض چہرہ کا دھونا ہے بالوں سے یعنی سر کے بالوں کے اگنے کی جگہ سے، اور وہ سر کے بال کے اگنے کی انتہا ہے۔ کانوں تک پس رخسار اور کانوں کے درمیان کا حصہ چہرہ میں داخل ہو گا جیسا کہ وہ امام ابو حنیفہ اور امامِ محمد کا مذہب ہے پس اس کا دھونا فرض قرار دیا جائے گا۔ اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں۔

تشریح: ماتن کی عبارت "غَسْلُ الْوَجْهِ مِنَ الشَّعْرِ" میں اجمال تھا اس لیے شارح نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ چہرے کا دھونا سر کے بال کے قصاص سے فرض ہے، اور قصاص کہتے ہیں سر کے بال کے اگنے کی انتہا کو، پس اب معنی ہو گا: "سر کے بال جہاں سے اگنا شروع ہوتے ہیں وہاں سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک چہرہ دھونا فرض ہے" یہ چہرے کی لمبائی کی حد ہے، اور چوڑائی میں چہرے کی حد ایک کان سے لے کر دوسرے کان تک۔ پھر شارح نے یہ بھی بتایا کہ عذار اور کانوں کے درمیان کا حصہ بھی چہرے کے دھونے میں داخل ہے۔

سوال: عذار کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے دھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اور عذار کہتے ہیں ڈاڑھی کے بال کی اس باریک لکیر کو جو کان کے قریب سے ہو کر سر کے بالوں سے جا کر مل جاتی ہے لہذا عذار اور کان کے درمیان میں جو تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے جس کو کنپٹی کہتے ہیں اس کا دھوتا بھی فرض ہو گا یہی طرفین اور ہمارے عام مشائخ کا مسلک ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: رُخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں اس کا دھونا فرض ہے ہاں! اس حصہ میں جتنی جگہ داڑھی کے گھنے بال ہوں وہاں بالوں کا اور جہاں بال نہ ہوں یا گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۲۸۹)

سوال: ارکان اور فرائض کی تحقیق بیان کریں۔

جواب: ارکان رکن کی جمع ہے اس کے لغوی معنی جانبِ قوی کے ہیں اور اصطلاح میں وہ اجزاء جن سے ماہیت یعنی حقیقت مرکب ہوتی ہے جیسے اعضائے ثلاثہ کے دھونے اور سر کا مسح کرنے سے وضو کی حقیقت ترتیب دی گئی ہے اس لئے یہ اس کے ارکان ہوئے اور یہی ارکان وضو کے فرائض ہیں۔

فرائض فرض کی جمع ہے اور اس کی دو قسمیں میں ہے: (۱) قطعی۔ (۲) ظنی۔

(۱)۔۔۔ فرض قطعی وہ ہے جو ایسی دلیلِ قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو، جیسے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث متواترہ (جو تاویل کا احتمال نہ رکھتی ہوں) اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق اور چھوڑنے والا سزا کا مستحق، جبکہ انکار کرنے والا کافر ہے۔

(۲)۔۔۔ فرضِ ظنی وہ ہے جو ایسی دلیلِ قطعی سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو، جیسے وہ آیات اور احادیث جن میں تاویل کی گئی ہو، اس کا حکم بھی فرضِ قطعی جیسا ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں ہو گا اور اس کو فرض عملی بھی کہتے ہیں۔

پھر فرض کی دو اور قسمیں ہیں، (۱) فرض عین۔ (۲) فرض کفایہ۔

(۱)۔۔۔ فرض عین: وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہو جیسے وضو، غسل اور نماز۔

(۲)۔۔۔ فرض کفایہ: وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری تو ہو لیکن اگر کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور اگر سب نے ترک کر دیا تو سب گناہ گار ہوں گے جیسے نماز جنازہ۔

سوال: فرض کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرض کا لغوی معنی مقدار مقرر کرنا ہے، اور فرض کو فرض اس لئے کہتے ہیں کہ شریعت میں اس کی ایک مقدار مقرر ہے جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں۔ اور اصطلاحِ شرع میں فرض وہ مامور بہ (یعنی جس کے کرنے کا حکم دیا گیا) ہے جو ایسی دلیلِ قطعی (یعنی یقینی) سے ثابت ہو جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔

فرض کا حکم: اور اس کا حکم یہ ہے کہ فرض پر عمل کرنا اور اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا دونوں ضروری ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوۃ وحج وغیرہ۔ (آسان فرض علوم ص ۳۱۰)

سوال: غَسل کی لغوی تحقیق اور اصطلاحی تعریف بیان کریں۔

جواب: غَسل غین کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے جس کا معنی دھونا ہے اور غین کے ضمہ کے ساتھ اسم ہے اور غین کے کسرہ کے ساتھ اس چیز کا نام ہے جس سے دھویا جائے جیسے صابون وغیرہ۔ اور اصطلاح میں غَسل کا مطلب یہ ہے کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے، بھیگ جانے یا تیل کی طرح چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو غَسل یعنی دھونا نہیں کہیں گے اور نہ اس طرح وضو ادا ہو گا اور نہ غسل۔ اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

وَذَكَرَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيُّ يَكْفِيهِ أَنْ يَبُلَّ مَا بَيْنَ الْعِذَارِ وَالْأُذُنِ وَلَا يَجِبُ إِسَالَةُ الْمَاءِ عَلَيْهِ بِنَاءً عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْمُصَلِّيَ إِذَا بَلَّ وَجْهَهُ وَأَعْضَاءَ وُضُوئِهِ وَلَمْ يَسِلِ الْمَاءُ عَنِ الْعُضْوِ جَازَ. لَكِنْ قِيلَ تَأْوِيلُهُ أَنَّهُ سَالَ مِنَ الْعُضْوِ قَطْرَةٌ أَوْ قَطْرَتَانِ وَلَمْ يَتَدَارَكْ وَأَسْفَلِ الذَّقَنِ فَتَمَّ حُدُودُ الْوَجْهِ مِنَ الْأَطْرَافِ الْأَرْبَعَةِ۔

ترجمہ: اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ وضو کرنے والے کو کافی ہے اس جگہ کو تر کر لینا جو رخسار اور کانوں کے درمیان ہے، اور متوضی پر پانی کا بہانا واجب نہیں ہے، بنا کرتے ہوئے اس بات پر جو امام ابو یوسف سے مروی ہے: کہ نمازی نے جب اپنے چہرے اور اعضائے وضو کو پانی سے تر کر لے اور پانی عضو سے نہ بہے تو جائز ہے۔ لیکن کہا گیا ہے

کہ اس کی تاویل یوں ہے کہ ایک قطرہ یا دو قطرہ عضو سے بہہ جائے اور (اگرچہ) مسلسل نہ بہے **اور ٹھوڑی کے نیچے تک** پس چاروں طرف سے چہرے کے حدود مکمل ہو گئے۔

سوال: شمش الائمہ حلوائی کا ''مَابَيْنَ الْعِذَارِ وَالْاُذُنِ'' کو دھونے کے متعلق کیا قول ہے؟

جواب: ''مَابَيْنَ الْعِذَارِ وَالْاُذُنِ'' کے تعلق سے ابھی طرفین اور ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک گذرا کہ وہ اس حصے کے دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ یہاں غسل سے مراد اس طرح دھونا ہے کہ اس پر سے پانی بہہ جائے، لیکن شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ ''مَابَيْنَ الْعِذَارِ وَالْاُذُنِ'' اگر صرف تر ہی ہو جائے تو کافی ہے اس پر پانی کا بہانا واجب نہیں ہے اس مسئلہ کی بنیاد شمس الائمہ حلوائی نے امام ابو یوسف کے اس قول پر رکھی ہے کہ امام ابو یوسف نے فرمایا ہے: کہ اگر مصلی اپنے چہرے اور اعضاء وضو کو تر کرلے اور عضو سے پانی نہ بہے تو بھی وضو صحیح ہو جائے گا۔

سوال: شمس الائمہ حلوائی کو کیا جواب دیا گیا؟

جواب: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شمس الائمہ کا امام ابو یوسف کے قول سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ امام ابو یوسف کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ پانی قطرہ دو قطرہ بہہ جائے اگرچہ مسلسل نہ بہے۔ یہ مراد نہیں کہ بالکل ہی قطرے نہ بہیں کیوں کہ امام ابو یوسف بھی دھونے میں تقاطر یعنی ٹپکنا شرط مانتے ہیں۔

سوال: **وَأَسْفَلِ الذَّقَنِ فَتَمَّ حُدُوْدُ الْوَجْهِ مِنَ الْأَطْرَافِ الْأَرْبَعَةِ۔** سے کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: ''وَاَسْفَلِ الذَّقَنِ'' ماتن کی عبارت ہے جس کا عطف ماتن کے قول ''اِلَى الْاُذُنِ'' پر ہے یعنی سر کے بال کے اگنے کی جگہ سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک دھونا فرض ہے۔ پھر شارح نے فرمایا کہ ماتن کی اس قول ''وَاَسْفَلِ الذَّقَنِ'' سے چاروں طرف سے چہرے کے حدود کی تکمیل ہو گئی، کہ چہرے کی حد طول میں سر کے بالوں کے اگنے کی انتہا سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک ہے اس تمام حصہ کا دھونا فرض ہے۔

سوال: وضو کے پہلے فرض چہرہ دھونے کے حوالے سے مفتی بہ قول کیا ہے؟

جواب: وضو میں چہرہ دھونے کے حوالے سے مفتی بہ قول یہ ہے کہ:

(۱)۔۔۔چہرہ دھونا: شروعِ پیشانی سے (یعنی جہاں سے بال جمنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک چہرہ ہے اس حد کے اندر جِلد کے ہر حصہ پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔ کنپٹی پر (یعنی رخسار اور کان کے بیچ میں) اگر گھنے بال ہوں تو بالوں کا ورنہ صرف کھال کا دھونا فرض ہے۔ مونچھوں یا بھوؤں یا بُچّی (یعنی نیچے کے ہونٹھ اور ٹھوڑی کے بیچ) کے بال (اگر ایسے) گھنے ہوں کہ (ان کے نیچے کی) کھال بالکل دکھائی نہ دے تو جِلد کا دھونا فرض نہیں (صرف) بالوں کا دھونا فرض ہے، اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جِلد کا دھونا بھی فرض ہے۔ اگر مونچھیں بڑھ کر لَبوں (یعنی ہونٹوں) کو چھپالیں تو اگرچہ گھنی ہوں، مونچھیں ہٹا کر لَب کا دھونا فرض ہے۔ داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گرد ے (یعنی حلقے) میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا ضروری نہیں اور اگر کچھ حصہ میں گھنے ہوں اور کچھ چَھدرے، تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۲۸۹،۲۸۸)

سوال: شمس الائمہ حلوائی کون ہیں؟ ان کا تعارف پیش کریں۔

جواب: اسم گرامی: عبد العزیز۔ کنیت: ابو محمد۔ لقب: شمس الائمہ حلوائی۔

سلسلہ نسب اس طرح ہے: شمس الائمہ عبد العزیز حلوائی بن احمد نصر بن صالح حلوائی بخاری۔ علیہم الرحمۃ والرضوان۔ (الاعلام، للزرکلی: ۱۳)

حلوائی نسبت: آپ مٹھائی و حلوہ کا کاروبار کرتے تھے۔ اس لئے حلوائی کہلاتے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کا تعلق قصبہ "حلوان" سے تھا۔ اس لئے علاقے کی نسبت سے حلوائی یا حلوانی کہلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء کو تجارت کرنا چاہیے، اور خود دار ہو کر یکسوئی کے ساتھ دین متین اور ملک وملت کی خدمت میں مصروف عمل ہو کر کردار ادا کرنا چاہیئے۔ (الاعلام، للزرکلی: ۱۳)

تحصیل علم: ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ فقہ آپ نے حسین ابی علی نسفی شاگرد ابی بکر محمد بن فضل تلمیذ عبد اللہ مونیس سے حاصل کی اور حدیث کو ابو شعیب صالح بن محمد بن صالح بن شعیب

اور ابو سہل احمد بن محمد بن مکی الانماطی اور ابو اسحق رازی اور اسمٰعیل بن محمد زاہد اور عبد اللہ بن محمد کلا باذی اور عبد اللہ بن حسین اور حافظ محمد بن احمد غنجار وغیرہ سے سنا اور روایت کیا اور امام طحطاوی کی شرح معانی الآثار ابو بکر محمد بن عمر بن حمدان سے روایت کیا۔ علم میں ذوق شوق اور محنت کی بدولت امام الاحناف، اور عظیم فقیہ بن گئے۔

(حدائق الحنفیہ:۲۲۱ / سیر اعلام النبلاء، ذکر شمس الائمہ)

سیرت و خصائص: شمس الائمہ، امام الحنفیہ، فقیہ، محدث، متکلم، مدرس، صاحبِ تصانیف مفیدہ، امام الکبیر، فاضل جلیل، حضرت شمس الائمہ عبد العزیز حلوائی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ علیہ الرحمہ پانچویں صدی ہجری کے فقہاءِ حنفیہ کے سر تاج ہیں۔ بخارا میں اپنے وقت کے امام الاحناف تھے۔

ان کے والد بہت مفلس اور تنگدست تھے اور مٹھائی بنا کر بیچا کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ اکثر و بیشتر فقہاءِ کرام کو مٹھائیاں وغیرہ بھیجتے رہتے تھے اور ان سے عرض کرتے کہ بس میرے بیٹے کیلئے دعا فرمایا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو علم دین کی دولت عطا کرے۔ ان کی سخاوت، حسنِ عقیدت اور گریہ وزاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے بیٹے شمس الائمہ نے علم کے اعلیٰ مدارج کو طے کیا اور وہ اپنے وقت کے مایہ ناز عالم ثابت ہوئے جو شمس الائمہ حلوائی، اور امام الاحناف کہلائے۔ ان کے شاگردوں میں شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی اور ان کے بھائی صدر الاسلام کا نام آتا ہے۔ (حدائق الحنفیہ:۲۲۱)

آپ کی تصانیف میں المبسوط، نوادر فی الفروع، فتاویٰ فی الفروع، اور شرح ادب القاضی مشہور ہیں۔

تاریخِ وصال: آپ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے تاہم ملا علی قاری نے اس قول کو راجح فرمایا ہے کہ آپ اخیر عمر میں بخارا سے شہر کش تشریف لے گئے، اور وہیں ۱۳ / شعبان المعظم ۴۴۸ھ، کو ہوا۔ آپ کی نعش کو وہاں سے بخارا میں منتقل کیا اور یہیں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر بخارا میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

ثُمَّ عَطَفَ عَلَى الْوَجْهِ قَوْلَهُ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ وَالْكَعْبَيْنِ خِلَافًا لِزُفَرَ فَإِنَّ عِنْدَهُ لَا يَدْخُلُ الْمِرْفَقَانِ وَالْكَعْبَانِ فِي الْغَسْلِ لِأَنَّ الْغَايَةَ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا وَنَحْنُ نَقُوْلُ إِنْ كَانَتِ الْغَايَةُ بِحَيْثُ لَوْلَمْ تَدْخُلْ فِيهَا كَلِمَةُ إِلَىٰ لَمْ يَتَنَاوَلْهَا صَدْرُ الْكَلَامِ لَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الْمُغَيَّا

كَاللَّيْلِ فِي الصَّوْمِ وَإِنْ كَانَتْ بِحَيْثُ يَتَنَاوَلُهَا صَدْرُ الْكَلَامِ كَالْمُتَنَازَعِ فِيْهِ تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا بِنَاءً عَلىٰ أَنَّ لِلنَّحْوِيِّيْنَ فِي إِلىٰ أَرْبَعَةَ مَذَاهِبَ۔ اَلْاَوَّلُ: دُخُوْلُ مَا بَعْدَهَا فِي مَا قَبْلَهَا إِلَّا مَجَازًا۔ وَالثَّانِي: عَدَمُ الدُّخُولِ إِلَّا مَجَازاً۔ وَ الثَّالِثُ: اَلْإِشْتِرَاكُ۔ وَالرَّابِعُ: الدُّخُوْلُ إِنْ كَانَ مَا بَعْدَهَا مِنْ جِنْسِ مَا قَبْلَهَا وَعَدَمُهُ إِنَّ لَمْ يَكُنْ فَهٰذَا الْمَذْهَبُ الرَّابِعُ يُوَافِقُ مَا ذَكَرْنَا فِي اللَّيْلِ وَالْمَرَافِقِ۔

ترجمه: پھر مصنف نے اپنے قول "اَلْوَجْهِ" پر اپنے قول "وَ الْيَدَيْنِ وَ الرِّجْلَيْنِ الخ" کا عطف کیا اور فرمایا: **اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کا کہنیوں اور ٹخنوں سمیت دھونا** (وضو میں فرض ہے) امام زفر کے بر خلاف (یعنی اس مسئلے میں امام زفر کا اختلاف ہے) کہ ان کہ نزدیک کہنیاں اور ٹخنے دھونے میں داخل نہیں ہیں، اس لیے کہ غایت مغیا کے تحت داخل نہیں ہوتی اور ہم کہتے ہیں کہ اگر غایت ایسی ہو کہ اس (غایت) میں کلمۂ اِلٰی داخل نہ ہو تو صدر کلام اس غایت کو شامل نہ ہو تو وہ غایت مغیا کے تحت داخل نہیں ہو گی جیسے کہ رات روزہ میں اور اگر غایت ایسی ہے کہ اس غایت کو صدر کلام شامل ہو جیسے کہ متنازع فیہ مسئلہ ہے تو غایت مغیا کے تحت داخل ہو گی، بنا رکرتے ہوئے اس بات پر کہ "اِلٰی" کے بارے میں نحویوں کے چار مذاہب ہیں، پہلا (مذہب یہ ہے کہ) "اِلٰی" کا مابعد "اِلٰی" کے ماقبل میں داخل ہو گا مگر مجازاً (داخل نہ ہو گا)۔ اور دوسرا (مذہب یہ ہے کہ) "اِلٰی" کا مابعد "اِلٰی" کے ماقبل میں داخل نہیں ہو گا مگر مجازاً (داخل ہو سکتا ہے)۔ تیسرا (مذہب) اشتراک ہے (یعنی داخل ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی) اور چوتھا (مذہب یہ ہے کہ) داخل ہونا ہے اگر "اِلٰی" کا مابعد "اِلٰی" کے ماقبل کی جنس سے ہو، اور اس کا داخل نہ ہونا ہے اگر ("اِلٰی" کا مابعد "اِلٰی" کے ماقبل کی جنس سے) نہ ہو۔ پس یہ چوتھا مذہب اس قول کی موافقت کرتا ہے جس کو ہم نے لیل اور مرافق (کے مسئلے) میں ذکر کیا ہے۔

سوال: دھونے میں کہنیوں اور ٹخنوں کے داخل ہونے یا نہ ہونے میں فقہا کا کیا اختلاف ہے ؟ مع دلائل بیان کریں۔

جواب: دھونے میں کہنیوں اور ٹخنوں کے داخل ہونے یا نہ ہونے میں ہمارے ائمہ ثلاثہ) اور امام زفر کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا موقف: ہمارے ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد فرماتے ہیں کہ دھونے میں کہنیاں اور ٹخنے داخل ہیں۔

امام زفر کا موقف: امام زفر فرماتے ہیں کہ دھونے میں کہنیاں اور ٹخنے داخل نہیں ہیں۔

امام زفر کی دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے اس دیوار سے اس دیوار تک یہ جگہ خریدلی تو اس میں دیوار داخل نہیں ہو گی اسی طرح "اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ" میں رات روزے میں داخل نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ غایت اگر مغیا کی جنس سے ہے یعنی "اِلٰی" کا مابعد "اِلٰی" کے ما قبل کی جنس سے ہو تو "اِلٰی" کا مابعد "اِلٰی" کے ما قبل میں داخل ہو گا۔ لہذا مرفقین یدین میں اور کعبین رجلین میں داخل ہوں گے۔ کیوں کہ ید کا اطلاق بغلوں تک ہوتا ہے جس میں کہنیاں بھی شامل ہوتی ہیں اور رجل کا اطلاق جانگوں تک ہوتا ہے، جس میں ٹخنے بھی داخل ہیں، اور اگر غایت مغیا کی جنس سے نہ ہو یعنی "اِلٰی" کا ما قبل "اِلٰی" کے مابعد کی جنس سے نہ ہو، تب غایت مغیا میں داخل نہ ہو گی جیسے "اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ" میں کہ لیل صوم میں داخل نہ ہو گی کیونکہ لیل صوم کی جنس میں سے نہیں ہے۔

سوال: غایت اور مُغَیَّا کسے کہتے ہیں؟

جواب: غایت کا معنی حد ہے، جہاں تک کسی کام کو کرنے کا حکم ہو۔ اور مغیا وہ چیز ہے جس کی حد مقرر کی گئی ہو۔ پس ہاتھ، پاؤں اور روزہ مغیا ہیں جبکہ کہنی، ٹخنے اور رات غایت ہیں۔

سوال: "اِلٰی" کے متعلق نحویوں کے چار مذاہب کا ذکر شارح نے کیوں کیا؟

جواب: "اِلٰی" کے متعلق نحویوں کے چار مذاہب سے ائمہ ثلاثہ کی تائید ہوتی ہے اس لئے شارح نے اس کو بیان فرمایا۔

سوال: ''اِلٰی'' کے بارے میں نحویوں کے چار مذاہب کون کون سے ہیں؟

جواب: ''اِلٰی'' کے بارے میں نحویوں کے چار مذاہب یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ ''اِلٰی'' کا مابعد ''اِلٰی'' کے ماقبل میں داخل ہو گا مگر مجازاً داخل نہیں ہو گا۔

(۲)۔۔۔ ''اِلٰی'' کا مابعد ''اِلٰی'' کے ماقبل میں داخل نہیں ہو گا مگر مجازاً داخل ہو سکتا ہے۔

(۳)۔۔۔ اشتراک یعنی داخل بھی ہو سکتا ہے اور داخل نہیں بھی ہو سکتا۔

(۴)۔۔۔ اگر ''اِلٰی'' کا مابعد ''اِلٰی'' کے ماقبل کی جنس سے ہو تو داخل ہو گا اور اگر ''اِلٰی'' کا مابعد ''اِلٰی'' کے ماقبل کی جنس سے نہ ہو تو داخل نہیں ہو گا۔ نحویوں کا چوتھا مذہب ہمارے مذہب کے موافق ہے۔

سوال: وضو کے دوسرے فرض ''کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونے'' کی مفتی بہ قول کے مطابق کیا وضاحت ہے؟

جواب: وضو کے دوسرے فرض ''کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونے'' کی مفتی بہ قول کے مطابق وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

(۲)۔۔۔ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا: ۞ اگر کُہنیوں سے ناخن تک کوئی جگہ ذَرّہ بھر بھی دھلنے سے رہ جائے گی وُضو نہ ہو گا۔ ۞ ہر قسم کے جائز، ناجائز گہنے، چھلّے، انگوٹھیاں، کنگن وغیرہ اتنی تنگ (یعنی ٹائٹ) ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اُتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہِلا کر دھونے سے پانی بہہ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈِھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہہ جائے گا تو کچھ ضروری نہیں۔ ۞ ہاتھ کی زائد انگلی کا دھونا بھی فرض ہے۔

(بہارِ شریعت ج۱، ص۲۹۰)

سوال: وضو کے چوتھے فرض ''ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونے'' کی مفتی بہ قول کے مطابق کیا وضاحت ہے؟

جواب: وضو کے چوتھے فرض ''ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونے'' کی مفتی بہ قول کے مطابق وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

(۴)۔۔۔ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا: جس چیز کی آدمی کو عُموماً یا خُصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کی نگہداشت و اِحتیاط (یعنی اس چیز سے اپنے جسم کو بچائے رکھنے میں) حَرَج ہو، ناخنوں کے اندر یا اُوپر یا اور کسی دھونے کی جگہ پر لگے رہ گئے اگرچہ جرم دار ہو، اگرچہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اگرچہ سَخْت چیز ہو وُضو ہو جائے گا، جیسے پکانے، گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم (یعنی جسم یا تہہ)، عورتوں کے لئے مہندی کا جرم، لکھنے والوں کے لئے روشنائی کا جرم، مزدور کے لئے گارا مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے (یعنی آنکھوں کے کنارے) یا پلک میں سُرمہ کا جرم، اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہا۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۹۲)

سوال: "پاؤں دھونا" وضو کا چوتھا فرض جو کے سر کے مسح کے بعد کیا جاتا ہے جبکہ ماتن نے اس کو تیسرے نمبر پر بیان کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یقیناً "پاؤں دھونا" وضو کا چوتھا فرض ہے جو کہ سر کے مسح کے بعد کیا جاتا ہے مگر ماتن نے اس کو چند وجہوں کی بنا پر پہلے بیان فرمایا:

(۱)۔۔۔ پاؤں دھونا اعضائے مغسولہ میں سے ہے لہٰذا اعضائے مغسولہ کو پہلے بیان کیا پھر ممسوحہ کو۔

(۲)۔۔۔ جو تفصیل کہنیوں تک ہاتھ دھونے کی ہے وہی تفصیل پاؤں دھونے کی ہے اس لئے دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا ورنہ تو دونوں کی الگ الگ تفصیل بیان کرنی پڑتی اور یوں بحث طویل ہو جاتی۔

وَأَمَّا الثَّلٰثَةُ الْأُوَلُ فَالْأَوَّلُ يُعَارِضُهُ الثَّانِي فَتَسَاوَيَا وَالثَّالِثُ أَوْجَبَ التَّسَاوِيْ أَيْضًا فَوَقَعَ الشَّكُّ فِي مَوَاقِعِ اسْتِعْمَالِ كَلِمَةِ إِلٰى .فَفِي مِثْلِ صُوْرَةِ اللَّيْلِ فِي الصَّوْمِ إِنَّمَا وَقَعَ الشَّكُّ فِي التَّنَاوُلِ وَالدُّخُوْلِ فَلَا يَثْبُتُ التَّنَاوَلُ بِالشَّكِّ وَفِي مِثْلِ صُوْرَةِ النِّزَاعِ إِنَّمَا وَقَعَ الشَّكُّ فِي الْخُرُوْجِ بَعْدَ مَاثَبَتَ تَنَاوُلُ صَدْرِ الْكَلَامِ وَالدُّخُوْلُ فِيْهِ فَلَا يَخْرُجُ بِالشَّكِّ وَمَاذَكَرُوْا أَنَّهَا غَايَةُ الْإِسْقَاطِ فَمَشْهُوْرٌ فِي الْكُتُبِ فَلَا نَذْكُرُهُ۔

ترجمہ: اور رہے شروع کے تین مذاہب تو پہلا مذہب: اس کے معارض دوسرا مذہب ہے پس دونوں برابر ہو گئے (یعنی کسی ایک کو ترجیح نہیں ہو سکتی) اور تیسرا مذہب بھی تساوی کو واجب کر رہا ہے پس (جس کی وجہ سے) کلمہ "اِلٰی"

کے استعمال کے مواقع میں شک واقع ہو گیا۔ لہٰذا ''اَللَّيْلُ فِي الصَّوْمِ'' کی صورت کے جیسے میں لیل کے شامل ہونے اور داخل ہونے میں شک واقع ہو گیا، پس شک کی وجہ سے (صوم میں) لیل کا شامل ہونا ثابت نہیں ہو گا۔ اور متنازع فیہ مسئلہ کی صورت کے جیسے میں کہنی اور ٹخنے کے خارج ہونے میں شک واقع ہو گیا ہے، صدر کلام (یعنی مغیا) کے غایت میں شامل اور داخل ہونے کے بعد۔ تو وہ شک کی وجہ سے خارج نہیں ہو گا اور وہ جس کو اصولیین نے ذکر کیا کہ یہ غایت اسقاط کی غایت ہے تو یہ کتابوں میں مشہور ہے لہٰذا اس کو ہم ذکر نہیں کرتے۔

تشریح: شارح نے اس عبارت میں ''اِلٰی'' کے متعلق نحویوں کے شروع کے تین مذہب سے استدلال کرنے کو باطل قرار دے کر چوتھے مذہب کا اثبات فرمایا ہے۔ نیز صوم میں لیل کے خارج ہونے اور مرفقین اور کعبین کا یدین اور رجلین میں داخل ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ اور ''**أَنَّهَا غَايَةُ الْإِسْقَاطِ**'' سے فقہا کے ایک اور استدلال کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ''**بَعْدَ مَا ثَبَتَ**'' میں ''مَا'' مصدریہ ہے جو کہ بعد کا مضاف الیہ ہے۔

سوال: ''**وَأَمَّا الثَّلٰثَةُ الْأُوَلُ**'' اس عبارت کو لانے کا کیا مقصد ہے؟

جواب: شارح کی یہ عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب کہ ''اِلٰی'' کے تعلق سے جو نحویوں کے چار مذاہب بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ہم نے چوتھے مذہب کو اختیار کیا ہے اس پر یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ آپ نے چوتھا ہی مذہب کیوں اختیار کیا شروع کے تین میں سے کوئی مذہب کیوں اختیار نہیں کیا؟ لہٰذا شارح نے جواب کے طور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ شروع کے تین مذاہب کو اختیار کرنے میں قباحت ہے۔

سوال: شروع کے تین مذاہب کو اختیار کرنے میں کون سی قباحت ہے؟

جواب: وہ قباحت یہ ہے کہ ان تین مذاہب میں سے پہلا دوسرے کے معارض ہے اور دوسرا پہلے کے معارض ہے، اگر پہلے پر عمل کریں تو دوسرے کے خلاف ہو گا اور اگر دوسرے پر عمل کریں تو پہلے کی مخالفت لازم آتی ہے اور دونوں میں وجہ ترجیح کوئی نہیں کیونکہ مشہور قاعدہ ہے ''اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ'' جب کسی چیز میں احتمال پیدا ہو جائے تو اس سے استدلال کرنا باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کسی ایک پر عمل کرنے کی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور رہا تیسرا مذہب جو کہ اشتراک ہے کہ ''اِلٰی'' کا مابعد ''اِلٰی'' کے ماقبل میں داخل ہو بھی سکتا ہے اور

داخل نہیں بھی ہو سکتا لہذا یہ خود کسی ایک بات کو واضح نہیں کرتا جس کی وجہ سے "اِلٰی" کے مواقع استعمال میں شک واقع ہو جائے گا اور شک سے کسی چیز کو ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

سوال: "فَفِي مِثْلِ صُوْرَةِ اللَّيْلِ فِي الصَّوْمِ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ صوم کا معنی مطلقا رکنے کے ہیں جو ایک ساعت رکنے میں بھی پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں لہذا جب "اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ" کہا گیا تو صوم میں رات کے داخل ہونے اور صوم میں رات کے شامل ہونے میں شک واقع ہوا، اور قاعدہ ہے کہ شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی لہذا رات صوم میں داخل نہیں ہو گی۔

سوال: "وَفِي مِثْلِ صُوْرَةِ النِّزَاعِ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ جس مسئلے میں جھگڑا چل رہا ہے (یعنی ہاتھ دھونے میں کہنیوں کا شامل ہونا اور پاؤں دھونے میں ٹخنے کا شامل ہونا) اس مسئلے میں کہنی اور ٹخنے کے داخل و شامل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ نحویوں کے بیان کردہ چوتھے قاعدے کے مطابق کہنی ہاتھ کی جنس اور ٹخنے پاؤں کی جنس سے ہیں لہذا دھونے میں داخل و شامل ہیں بلکہ شک تو ان کے خارج ہونے میں ہے کہ کیا ہاتھ دھونے میں کہنی اور پاؤں دھونے میں ٹخنے خارج ہیں یا نہیں؟ اور ہم بیان کر چکے کہ شک سے کوئی چیز نہ تو داخل ہوتی ہے اور نہ خارج ہوتی ہے لہذا کہنی اور ٹخنے دھونے میں داخل ہوں گے۔

سوال: صدرِ کلام سے کیا مراد ہے؟

جواب: صدرِ کلام سے مراد مغیا ہے جو کہ "اِلٰی" سے پہلے آتا ہے نیز جس کے متعلق کلام ہو رہا ہے۔

سوال: "وَمَا ذَكَرُوْا أَنَّهَا غَايَةُ الْإِسْقَاطِ فَمَشْهُوْرٌ فِي الْكُتُبِ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح نے بعض فقہا حضرات کے استدلال کے طریقے کو بیان فرمایا کہ بعض فقہا نے اس بات (یعنی دھلنے میں کہنیوں اور ٹخنوں کے داخل ہونے) کو اس طرح سے ثابت کیا ہے کہ غایت دو طرح کی ہوتی ہے: ایک غایتِ اثبات اور دوسری غایتِ اسقاط۔

(۱)۔۔۔ **غایتِ اثبات:** یہ ہے کہ صدر کلام یعنی مغیا غایت کو شامل نہ ہو اس صورت میں غایت مغیا کے حکم میں داخل نہ ہو گی جیسے " اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ "میں لیل صوم میں داخل نہ ہو گی۔ کیونکہ صوم کے معنی مطلقار کنے کے ہیں جو ایک ساعت رکنے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس حکم کو ایک مدت تک طویل کرنے کے لیے اس غایت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲)۔۔۔ **غایت اسقاط:** یہ ہے کہ صدر کلام غایت کو شامل ہو اور ماورار غایت (یعنی غایت کے علاوہ) کو ساقط کرنے کے لیے غایت لائی گئی ہو تو یہ غایت مغیا کے حکم میں داخل ہو گی جیسا کہ " اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ "میں غایت (یعنی مرافق) کو ماوراء مرافق کے نکالنے کے لیے لایا گیا ہے لہٰذا مرافق دھونے کے حکم میں باقی رہیں گے۔

پس شارح نے فقہا کے اس استدلال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فقہانے فرمایا ہے کہ " اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ " میں غایت، غایتِ اسقاط ہے جو کہ عام فقہ کی کتابوں میں مشہور و مسطور ہے لہٰذا ہم اس کو یہاں پر ذکر نہیں کرتے۔

ثُمَّ الْكَعْبُ فِي رِوَايَةِ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ الْمَفْصَلُ الَّذِيْ فِي وَسَطِ الْقَدَمِ عِندَ مَعْقَدِ الشِّرَاكِ لٰكِنَّ الْأَصَحَّ أَنَّهَا الْعَظْمُ النَّاتِي الَّذِيْ يَنْتَهِيْ إِلَيْهِ عَظْمُ السَّاقِ وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ تَعَالٰى إِخْتَارَ لَفْظَ الْجَمْعِ فِي أَعْضَاءِ الْوُضُوْءِ فَأُرِيْدَ بِمُقَابِلَةِ الْجَمْعِ بِالْجَمْعِ اِنْقِسَامُ الْاٰحَادِ بِالْاٰحَادِ وَاِخْتَارَ فِي الْكَعْبِ لَفْظَ الْمُثَنّٰى فَلَمْ يُمْكِنْ أَنْ يُرَادَ بِهِ اِنْقِسَامُ الْاٰحَادِ عَلَى الْاٰحَادِ فَتَعَيَّنَ أَنَّ الْمُثَنّٰى مُقَابِلٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ أَفْرَادِ الْجَمْعِ فَيَكُوْنُ فِي كُلِّ رِجْلٍ كَعْبَانِ وَهُمَا الْعَظْمَانِ النَّاتِيَانِ لَا مَعْقَدَ الشِّرَاكِ فَإِنَّهُ وَاحِدٌ فِي كُلِّ رِجْلٍ۔

ترجمہ: پھر ہشام کی روایت میں جو کہ امام محمد سے مروی ہے کعب وہ جوڑ ہے جو وسط قدم میں تسمہ باندھنے کی جگہ ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ (کعب) وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے جہاں پنڈلی کی ہڈی ختم ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ جمع استعمال کیا ہے وضو کے اعضاء میں، پس جمع کے مقابلہ میں جمع لا کر انقسام آحاد علی الاحاد مراد لیا گیا ہے اور (اللہ تعالیٰ) کعب میں تثنیہ کا لفظ لایا ہے، پس یہاں پر انقسام آحاد علی الآحاد مراد لینا ممکن نہیں ہے

پس یہ بات متعین ہو چکی ہے کہ (یہاں) افراد جمع میں سے ہر فرد کے مقابلہ میں تثنیہ ہے لہذا ہر پیر میں دو کتب ہوں گے اور وہ دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں نہ کہ تسمہ باندھنے کی جگہ، کیوں کہ وہ ہر پیر میں صرف ایک ہی ہے۔

سوال: کعب کس ہڈی کو کہتے ہیں؟

جواب: کعب کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ایک قول امام محمد کا ہے جس کو ہشام بن عبید اللہ رازی نے نقل کیا ہے کہ کعب اس جوڑ کو کہتے ہیں جو قدم کے درمیان میں تسمہ کی گرہ لگانے کی جگہ ہے۔ لیکن یہ قول درست نہیں ہے اور ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ میں علامہ عینی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امامِ محمد سے اس قول کو نقل کرنے میں ہشام سے سہو ہوا ہے کیونکہ امام محمد سے اس کے بر خلاف مروی ہے۔

(۲)۔۔۔دوسرا قول جو کہ صحیح قول ہے وہ یہ کہ کعب اس ابھری ہوئی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں جو پنڈلی کے ختم پر ہوتی ہیں۔

سوال: "**وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى إِخْتَارَ لَفْظَ الْجَمْعِ فِي أَعْضَاءِ الْوُضُوْءِ**" شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے "کعب ابھری ہوئی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں" کی دلیل بیان فرمارہے ہیں چنانچہ فرمایا:

کیوں کہ عرف میں جب جمع کے مقابلہ میں جمع لائی جاتی ہے تو اس سے آحاد کو آحاد پر تقسیم کرنا مراد ہوتا ہے مثلاً اگر کہا جائے: اِرْكَبُوْا فَرُوْسَهُمْ تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، بر خلاف جمع کے مقابلہ میں تثنیہ لانے کی صورت میں وہاں آحاد پر تقسیم کرنا مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ آحاد کے مقابلہ میں تثنیہ بھی مراد ہوتا ہے جیسا کہ اگر یوں کہا جائے "لَبِسُوْا ثَوْبَيْنِ" تو اس صورت میں مراد یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک نے دو دو کپڑے پہنے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ میں اللہ پاک نے "اَيْدِيَكُمْ" کے مقابلہ میں "مَرَافِق" ذکر فرمایا جو کہ دونوں جمع ہیں اس لیے یہاں تو انقسام آحاد علی الآحاد مراد ہوگا۔ جبکہ "اَرْجُلَكُمْ" کے مقابلہ میں "كَعْبَيْنِ" تثنیہ ذکر فرمایا، لہذا یہاں انقسام

آحاد علی الآحاد صحیح نہ ہو گا بلکہ ہر رجل میں دو کعب ہوں گے اور وہ وہی دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے ختم پر ہوتی ہیں نہ کہ معقد شراک (تسمہ باندھنے کی جگہ) کیوں کہ وہ تو ہر پیر میں ایک ہی ہوتی ہے۔

سوال: انقسامِ آحاد علی الآحاد کسے کہتے ہیں؟

جواب: "اِنْقِسَامُ الْآحَادِ عَلَى الْآحَادِ" ایک ایک پر ایک ایک تقسیم کرنے کو کہتے ہیں جیسے "اِرْكَبُوْا فُرُوْسَهُمْ" میں سے ہر فاعل کو ایک ایک گھوڑا تقسیم کیا گیا۔

وَمَسْحُ رُبُعِ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ الْمَسْحُ إِصَابَةُ الْيَدِ الْمُبْتَلَّةِ الْعُضْوَ إِمَّا بَلَلًا يَأْخُذُهُ مِنَ الْإِنَاءِ أَوْ بَلَلًا بَاقِيًا فِي الْيَدِ بَعْدَ غَسْلِ عُضْوٍ مِّنَ الْمَغْسُوْلَاتِ۔ وَلَا يَكْفِي الْبَلَلُ الْبَاقِيْ فِي يَدِهِ بَعْدَ مَسْحِ عُضْوٍ مِّنَ الْمَمْسُوْحَاتِ وَلَا بَلَلٌ يَأْخُذُهُ مِنْ بَعْضِ أَعْضَائِهِ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْعُضْوُ مَغْسُوْلًا أَوْ مَمْسُوْحًا وَكَذَا فِي مَسْحِ الْخُفِّ۔

ترجمہ: اور چوتھائی سر اور چوتھائی ڈاڑھی کا مسح کرنا (فرض ہے) مسح: تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنا ہے، اس تری کو مسح کرنے والے نے یا تو برتن سے لیا ہو، یا ایسی تری سے جو اعضاء مغسولہ میں سے کسی عضو کو دھونے کے بعد ہاتھ میں باقی رہ گئی ہو۔ اور کافی نہ ہو گی وہ تری جو اعضاء ممسوحہ میں سے کسی عضو کے مسح کرنے کے بعد اس کے ہاتھ میں باقی رہ گئی ہو اور نہ وہ تری (کافی ہو گی) جس کو اپنے بعض اعضاء سے لیا ہو، چاہے وہ عضو مغسولہ ہو یا ممسوحہ اور ایسے ہی خف کے مسح (یعنی جس تری سے سر کا مسح نہیں ہو سکتا اس تری سے خف کا مسح بھی نہیں ہو سکتا)۔

سوال: وضو کا تیسرا فرض کیا ہے؟

جواب: وضو کا تیسرا فرض چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے لیکن صاحبِ وقایہ (یعنی ماتن) نے چوتھائی ڈاڑھی کے مسح کو بھی فرض قرار دیا ہے۔

سوال: مسح کسے کہتے ہیں؟ نیز مسح کس قسم کی تری سے ہو جائے گا اور کس قسم کی تری سے نہیں ہو گا؟

جواب: مسح کے لغوی معنی کسی چیز پر ہاتھ کا پھیرنا ہے، اور شریعت میں عضو پر تری کا پہنچانا ہے۔

دو قسم کی تری سے مسح کرنا کافی ہے:

(۱)۔۔۔ جس تری کو مسح کرنے والے نے پانی کے برتن سے لیا ہو اس تری سے مسح کر سکتا ہے۔

(۲)۔۔۔ ایسی تری جو اعضاء مغسولہ میں سے کسی عضو کو دھونے کے بعد ہاتھ میں باقی رہ گئی ہو اس تری سے مسح کر سکتا ہے۔

دو قسم کی تری سے مسح کرنا کافی نہیں ہو گا:

(۱)۔۔۔ کسی عضو پر مسح کرنے کے بعد تری باقی رہ گئی ہو تو اس تری سے مسح کرنا کافی نہیں ہو گا کیونکہ مسح میں جب ہاتھ کو کسی عضو پر پھیر لیا جائے تو ہاتھ میں جو تری ہے وہ مستعمل ہو جاتی ہے۔

(۲)۔۔۔ اس تری سے بھی مسح کافی نہیں ہو گا جس تری کو اپنے بعض اعضاء سے لیا ہو، چاہے وہ عضو مغسولہ ہو یا ممسوحہ۔

سوال: "**وَكَذَا فِي مَسْحِ الْخُفِّ**" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ جس تری سے سر کا مسح ہو جاتا ہے اس تری سے موزوں کا مسح بھی ہو جاتا ہے اور جس تری سے سر کا مسح نہیں ہوتا اس تری سے موزوں کا مسح بھی نہیں ہو گا۔

سوال: وضو کے تیسرے فرض "چوتھائی سر کا مسح کرنے" کی مفتی بہ قول کے مطابق کیا وضاحت ہے؟

جواب: وضو کے تیسرے فرض "چوتھائی سر کا مسح کرنے" کی مفتی بہ قول کے مطابق وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

(۳)۔۔۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا: ۞ مسح کرنے کے لئے ہاتھ تَر ہونا چاہیئے، خواہ ہاتھ میں تَری اعضا کے دھونے کے بعد رہ گئی ہو یا نئے پانی سے ہاتھ تر کر لیا ہو۔ ۞ کسی عُضو کے مسح کے بعد جو ہاتھ میں تَری باقی رہ جائے گی وہ دوسرے عُضُو کے مسح کے لئے کافی نہ ہو گی۔ ۞ سر پر بال نہ ہوں تو جِلد کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چَوتھائی کا مسح فرض ہے۔ ۞ عمامے، ٹوپی، دُوپٹے پر مسح کافی نہیں۔ ہاں! اگر ٹوپی، دُوپٹا اتنا باریک ہو کہ تَری پُھوٹ کر چوتھائی سر کو تَر کر دے تو مسح ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۹۱)

وَأُعْلَمْ أَنَّ الْمَفْرُوْضَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ أَدْنٰى مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْمَسْحِ وَهُوَ شَعْرَةٌ أَوْثَلٰثُ شَعْرَاتٍ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ عَمَلًا بِإِطْلَاقِ النَّصِّ وَعِنْدَ مَالِكٍ اَلْإِسْتِيْعَابُ فَرْضٌ كَمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَعِنْدَنَا رُبُعُ الرَّأْسِ۔

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ سر کے مسح میں فرض کی ہوئی مقدار امام شافعی کے نزدیک کم سے کم وہ مقدار ہے جس پر مسح کا لفظ بولا جائے، اور وہ ایک یا تین بال ہیں، نص کے مطلق ہونے پر عمل کرتے ہوئے، اور امام مالک کے نزدیک استیعاب (یعنی پورے سر کا مسح کرنا) فرض ہے جیسا کہ اللہ پاک کے قول "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ" میں (پورے چہرے کا مسح فرض ہے) اور ہمارے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا (فرض ہے)۔

سوال: امام شافعی کے نزدیک سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: امام شافعی کے نزدیک ایک یا تین بال کا مسح کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں مسحِ راس بغیر کسی قید کے مطلق استعمال ہوا ہے اور اَلْمُطْلَقُ يَجْرِيْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ کے قاعدہ کے تحت مطلق سر کا مسح فرض ہو گا اور اس کی ادنیٰ مقدار ایک یا تین بال پر مسح کرنے سے فرض سے ادا ہو جائے گا۔

سوال: امام مالک کے نزدیک سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی کے قول "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ" میں پورے چہرے کا مسح کرنا (بالا اتفاق) فرض ہے اسی طرح یہاں بھی پورے سر کا مسح کرنا فرض ہو گا۔

سوال: احناف کے نزدیک سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ سر کے مقدار کے بارے میں آیت مجمل ہے اور مجمل بیان کا محتاج ہوتا ہے لہذا حضرتِ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کا بیان ہو گی، وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت مغیرہ ابن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وضو فرمایا اور مقدار ناصیہ پر مسح کیا اور مقدار ناصیہ ربع راس ہوتا ہے، لہذا ربع راس کا مسح فرض ہو گا یہ احناف کی مشہور دلیل ہے۔

وَقَدْ ذَكَرُوْا أَنَّهُ إِذَا قِيْلَ مَسَحْتُ الْحَائِطَ بِيَدِيْ يُرَادُ بِهِ كُلُّهُ وَإِذَا قِيْلَ مَسَحْتُ بِالْحَائِطِ يُرَادُ بِهِ بَعْضُهُ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْبَاءِ اَنْ تَدْخُلَ فِي الْوَسَائِلِ وَهِيَ غَيْرُ مَقْصُوْدَةٍ فَلَا يَثْبُتُ اِسْتِيْعَابُهَا بَلْ يَكْفِي مِنْهَا مَا يُتَوَسَّلُ بِهِ إِلَى الْمَقْصُوْدِ فَإِذَا دُخِلَ الْبَاءُ فِي الْمَحَلِّ شُبِّهَ الْمَحَلُ بِالْوَسَائِلِ فَلَا يَثْبُتُ اِسْتِيْعَابُ الْمَحَلِّ۔

ترجمہ: اور علماء احناف نے بطور دلیل کے یہ بات ذکر کی ہے کہ جب "مَسَحْتُ الْحَائِطَ بِيَدِيْ"(میں نے اپنے ہاتھ سے دیوار کا مسح کیا) کہا جاتا ہے تو اس سے پوری دیوار مراد ہوتی ہے۔ اور جب "مَسَحْتُ بِالْحَائِطِ"(میں نے دیوار سے مسح کیا) کہا جائے تو اس سے دیوار کا کچھ حصہ مراد ہوتا ہے۔ اس لیے کہ باء میں اصل وسائل پر داخل ہونا ہے اور وسائل غیر مقصود ہوتے ہیں لہذا وسائل کا استیعاب ثابت نہ ہو گا بلکہ وسائل سے اتنا ہی حصہ کافی ہو گا جس سے مقصود حاصل ہو جائے۔ پس جب باء کو محل میں داخل کیا گیا تو محل کو وسائل سے تشبیہ دی گئی، لہذا محل کا استیعاب ثابت نہ ہو گا۔

سوال: "**وَقَدْ ذَكَرُوْا أَنَّهُ إِذَا قِيْلَ**" اس عبارت سے شارح کا ذکر کر رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح احناف کی عقلی دلیل ذکر کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا: کہ جب "مَسَحْتُ الْحَائِطَ بِيَدِيْ"(میں نے اپنے ہاتھ سے دیوار کا مسح کیا) کہا جائے تب تو اس سے پوری دیوار کا مسح مراد ہوتا ہے اور ہاتھ کا بعض۔ اور اگر "مَسَحْتُ بِالْحَائِطِ"(میں نے دیوار سے مسح کیا) کہا جائے تو اس سے پوری دیوار مراد نہیں ہوتی بلکہ یہ معنی ہوتا ہے کہ میں نے دیوار کے بعض حصے سے فلاں چیز کا مسح کیا۔ کیوں کہ حرفِ جر "باء" میں اصل یہ ہے کہ وہ وسائل (یعنی آلات) پر داخل ہوتی ہے اور وسائل چوں کہ غیر مقصود ہوتے ہیں لہذا ان کا استیعاب مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ اتنا ہی حصہ مراد ہوتا ہے جس سے مقصود کا حصول ممکن ہو۔ اور جب "باء" محل پر داخل ہو تو اس صورت میں محل وسائل کی طرح ہو جائے گا جس کی وجہ سے محل کا استیعاب ثابت نہ ہو گا بلکہ بعض ثابت ہو گا جو حدیث مشہورہ کی بناء پر مقدار ناصیہ یعنی ربع راس ہو گا۔

سوال: آیتِ وضو میں محل اور وسیلہ یعنی آلہ کون سی چیز ہے؟

جواب: آیتِ وضو میں سر محل ہے کہ اسی کا مسح کرنا ہے اور ہاتھ وسیلہ یعنی آلہ ہے کہ اس سے مسح کیا جاتا ہے پس "وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ" میں باء "رُءُوْس" پر داخل ہے جو کہ مسح کا محل ہے پس محل کو آلہ سے تشبیہ دے دی گئی لہذا اب آلہ کی طرح اس کا بھی بعض حصہ مراد ہو گا۔

لٰكِنْ يَشْكُلُ هٰذَا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَيُمْكِنُ أَنْ يُّجَابَ عَنْهُ بِأَنَّ الْإِسْتِيْعَابَ فِي التَّيَمُّمِ لَمْ يَثْبُتْ بِالنَّصِّ بَلْ بِالْأَحَادِيْثِ الْمَشْهُوْرَةِ وَبِأَنَّ مَسْحَ الْوَجْهِ فِي التَّيَمُّمِ قَائِمٌ مَقَامَ غَسْلِهٖ فَحُكْمُ الْخَلْفِ فِي الْمِقْدَارِ حُكْمُ الْأَصْلِ كَمَا فِي مَسْحِ الْيَدِيْنِ فَلَوْ كَانَ النَّصُّ دَالًّا عَلَى الْإِسْتِيْعَابِ لَلَزِمَ مَسْحُ الْيَدَيْنِ إِلَى الْإِبْطَيْنِ فِي التَّيَمُّمِ لِأَنَّ الْغَايَةَ لَمْ تُذْكَرْ فِي التَّيَمُّمِ وَأَيْضًا الْحَدِيْثُ الْمَشْهُوْرُ وَهُوَ حَدِيْثُ الْمَسْحِ عَلَى النَّاصِيَةِ دَلَّ عَلٰى أَنَّ الْإِسْتِيْعَابَ غَيْرُ مُرَادٍ فَانْتَفٰى قَوْلُ مَالِكٍ۔

ترجمہ: لیکن اس پر اشکال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ" سے اور ممکن ہے اس کا جواب دینا اس طور پر کہ تیمم میں استیعاب نص (قرآنی آیت) کے ذریعہ ثابت نہیں ہے بلکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور (یہ بھی جواب دیا جا سکتا ہے) کہ تیمم چہرے کا مسح (وضو میں) چہرے کے دھونے کے قائم مقام ہے پس نائب کا حکم مقدار میں اصل کے حکم کی طرح ہو گا جیسا کہ ہاتھوں کے مسح میں ہے۔ پس اگر نص (یعنی آیت) استیعاب پر دلالت کرنے والی ہوتی تو ضرور ہاتھوں کا مسح ابطین (بغل) تک لازم ہوا اس لیے کہ تیمم میں غایت ذکر نہیں کی گئی ہے۔ اور حدیث مشہور جو کہ "اَلْمَسْحُ عَلَى النَّاصِيَةِ" والی حدیث ہے (یہ) بھی اس بات پر دلالت کیا ہے کہ استیعاب مراد نہیں ہے۔ پس امام مالک کے قول کی نفی ہو گئی۔

سوال: "**لٰكِنْ يَشْكُلُ هٰذَا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى**" سے شارح کس چیز کو بیان فرما رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح امام مالک کی جانب سے احناف پر کیے جانے والے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں چنانچہ: ما قبل میں جو بات بیان کی گئی تھی کہ "باء" اگر محل پر داخل ہو تو اس سے بعض مراد ہوتا ہے۔ تو اس پر اشکال ہوا کہ آیتِ تیمم میں اللہ تعالیٰ کے قول "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ" میں بھی "باء" محل پر داخل ہے، حالاں کہ یہاں

بالا تفاق بعض چہرے کا مسح مراد نہیں ہے بلکہ پورے چہرے کا مسح مراد ہے اور اسی کو استیعاب کہتے ہیں، لہذا جس طرح آیتِ تیمم میں استیعاب مراد و فرض ہے اسی طرح آیتِ وضو میں پورے سر کا استیعاب مراد و فرض ہو گا۔ شارح نے اس اعتراض کے چار جواب دیے ہیں:

(۱)۔۔۔ پہلا جواب یہ ہے کہ تیمم میں چہرے کا استیعاب نص یعنی آیت سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔

(۲)۔۔۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تیمم میں چہرے کا مسح وضو میں چہرہ دھونے کا قائم مقام ہے لہذا مقدار میں نائب کا وہی حکم ہو گا جو اصل یعنی وضو کا ہے اور وضو میں پورا چہرہ دھونا فرض ہے۔

(۳)۔۔۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ تیمم میں پورے چہرے کا مسح نص یعنی آیت سے ہی ثابت ہو رہا ہے تو پھر ہاتھوں میں بغلوں تک مسح کرنا لازم آئے گا (حالانکہ آپ بھی اس کے قائل نہیں ہیں) کیونکہ آیتِ تیمم میں فرمایا گیا "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ "(اپنے چہروں کا مسح کرو اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرو) اور ہاتھ انگلیوں سے لے کر بغل تک کو کہتے ہیں اور آیت میں کسی حد کو بیان بھی نہیں کیا گیا یعنی "اَيْدِيْكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ "نہیں فرمایا گیا۔ پس اگر چہرے کا استیعاب آیت سے ثابت ہے تو بغلوں تک ہاتھوں کا استیعاب بھی آیت سے ثابت ہے، لہذا آپ بغلوں تک ہاتھوں کا مسح کیجیے۔

(۴)۔۔۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ "اَلْمَسْحُ عَلَى النَّاصِيَةِ" والی حدیث بھی اس پر دلالت کر رہی ہے کہ استیعاب مراد نہیں ہے۔ اگر استیعاب فرض ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی مقدار ناصیہ پر اکتفاء نہ کرتے پس ثابت ہوا کہ مسح راس میں استیعاب فرض نہیں ہے۔ پس ان چاروں دلائل سے امام مالک کے قول کی نفی ہو گئی۔

وَاَمَّا نَفْيُ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ فَمَبْنِيٌّ عَلٰى أَنَّ الْاٰيَةَ مُجْمَلَةٌ فِي حَقِّ الْمِقْدَارِ لَا مُطْلَقَةٌ كَمَا زَعَمَ لِاَنَّ الْمَسْحَ فِي اللُّغَةِ اِمْرَارُ الْيَدِ الْمُبْتَلَّةِ وَلَا شَكَّ أَنَّ مُمَاسَّةَ الْاَنْمُلَةِ شَعْرَةً اَوْثَلٰثًا لَا تُسَمّٰى مَسْحَ الرَّأْسِ وَاِمْرَارُ الْيَدِ يَكُوْنُ لَهُ حَدٌّ وَهُوَ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ فَيَكُوْنُ مُجْمَلًا وَلِاَنَّهُ إِذَا قِيْلَ مَسَحْتُ

بِالْحَائِطِ يُرَادُ بِهِ الْبَعْضُ وَفِي قَوْلِهِ تعَالىٰ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ الْكُلُّ فَيَكُوْنُ الْآيَةُ فِي الْمِقْدَارِ مُجْمَلَةً فَفِعْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ مَسَحَ عَلىٰ نَاصِيَتِهِ يَكُوْنُ بَيَاناً لَهُ۔

ترجمہ: اور رہی امام شافعی کے مذہب کی نفی تو وہ مبنی ہے اس بات پر کہ آیتِ وضو مقدارِ مسح کے حق میں مجمل ہے نہ کہ مطلق جیسا کہ امام شافعی نے گمان کیا ہے۔ اس لیے کہ لغت میں مسح تر ہاتھ کو پھیرنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انگلیوں سے ایک بال یا تین بالوں کو چھو لینے کو مسحِ راس سے موسوم نہیں کیا جاتا۔ لہذا امر ارید (ہاتھ پھیرنے) کی ایک حد ہونی چاہیے اور وہ معلوم نہیں ہے، پس آیت مجمل ہوئی۔ اور اس لیے بھی کہ جب "مَسَحْتُ بِالْحَائِطِ" کہا جائے تو اس سے بعض مراد ہوتا ہے۔ اور (بر خلاف) اللہ تعالیٰ کے قول "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ" میں (کہ یہاں) کل مراد ہے (جس کی وجہ بیان ہو چکی) پس یہ آیت وضو کے مسحِ راس کی مقدار میں مجمل ہو گی اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا فعل "کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی پیشانی کی مقدار مسح کیا اس (مجمل) کا بیان ہو گا۔

سوال: امامِ شافعی کے مذہب کی نفی کیسے ہو گی؟

جواب: امامِ شافعی کے مذہب کی نفی دو طرح سے ہو گی:

(۱)۔۔۔پہلا یہ کہ امام شافعی نے آیتِ وضو کو مطلق مان کر ایک بال یا تین بالوں پر مسح کو فرض قرار دیا ہے تو ان کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ آپ کا آیت کو مطلق ماننا غلط ہے، بلکہ یہ آیت مقدار مسح میں مجمل ہے نہ کہ مطلق۔ اس وجہ سے کہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ انگلی سے ایک بال یا تین بالوں کو چھو لینا مسح نہیں کہلاتا، کیوں کہ مسح تو "اِمْرَارُ الْيَدِ" یعنی ہاتھ پھیرنے کا نام ہے۔ لیکن ہاتھ پھیرنے کی ایک حد ہونا ضروری ہے اور وہ معلوم نہیں کہ آیت میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے۔ لہذا یہ آیت مجمل ہوئی نہ کہ مطلق پس نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا عمل کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مقدار ناصیہ پر مسح کیا اس مجمل کا بیان ہو جائے گا۔

(۲)۔۔۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک بال یا تین بالوں پر مسح کافی ہوتا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زندگی میں کبھی تو اس پر عمل کر کے صحابہ کو دکھلاتے۔ لیکن مقدار ناصیہ سے کم پر مسح کرنے کی کوئی روایت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مروی نہیں ہے۔

وَأَمَّا اللِّحْيَةُ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ مَسْحُ رُبُعِهَا فَرْضٌ لِأَنَّهُ لَمَّا سَقَطَ غَسْلُ مَاتَحْتَهَا مِنَ الْبَشَرَةِ صَارَ كَالرَّأْسِ وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ مَسْحُ كُلِّهَا فَرْضٌ لِأَنَّهُ لَمَّا سَقَطَ غَسْلُ مَا تَحْتَهَا مِنَ الْبَشَرَةِ أُقِيمَ مَسْحُهَا مَقَامَ غَسْلِ مَا تَحْتَهَا فَيُفْرَضُ مَسْحُ الْكُلِّ بِخِلَافِ الرَّأْسِ فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ عَارِيًا عَنِ الشَّعْرِ لَا يَجِبُ غَسْلُ كُلِّهِ وَلَا مَسْحُ كُلِّهِ۔

ترجمہ: اور رہا داڑھی (کے مسح کا مسئلہ) تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے چوتھائی حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ جب اس کے نیچے کی کھال کے دھونے کا حکم ساقط ہو گیا تو وہ سر کی طرح ہو گیا۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک پوری داڑھی کا مسح فرض ہے۔ اس لیے کہ جب داڑھی کے نیچے کی کھال کے دھونے کا حکم ساقط ہو گیا تو داڑھی کے مسح کو داڑھی کے نیچے کی کھال کو دھونے کے قائم مقام کر دیا گیا۔ پس تمام داڑھی کے مسح کو فرض قرار دیا جائے گا، بر خلاف سر کے کہ سر جب بالوں سے خالی ہو تو بھی نہ تو تمام سر کا دھونا واجب ہے اور نہ تمام سر کا مسح کرنا۔

سوال: امامِ اعظم کے نزدیک داڑھی کے کتنے حصے کا مسح کرنا فرض ہے؟ نیز اس کی علت کیا ہے؟

جواب: امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور یہ اس لیے کہ بال اگنے کے بعد یہ سر کی طرح ہو گیا ہے کیونکہ اب بالوں کے نیچے کی کھال کا دھونا ساقط ہو گیا۔ لہذا جس طرح چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اسی طرح چوتھائی داڑھی کا مسح فرض ہو گا۔

سوال: امامِ ابو یوسف کے نزدیک داڑھی کے کتنے حصے کا مسح کرنا فرض ہے؟ نیز اس کی علت کیا ہے؟

جواب: امام ابو یوسف کے نزدیک پوری داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور یہ اس لیے کہ جب داڑھی کے نیچے کی کھال کے دھونے کا حکم ساقط ہو گیا تو داڑھی کے مسح کو داڑھی کے نیچے کی کھال کو دھونے کے قائم مقام کر دیا گیا، اور نائب کا حکم اصل کے حکم کی طرح ہوتا ہے کیونکہ وہ اصل کے تابع ہے لہذا جس طرح اصل کے پورے حصے کا دھونا فرض ہے اسی طرح اس کے نائب کے پورے حصے کا دھونا فرض ہو گا۔

سوال: "بِخِلَافِ الرَّأْسِ" اس عبارت سے شارح کس چیز کو بتا رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے امام ابو یوسف کی جانب سے امام اعظم کے استدلال پر کیے جانے والے اعتراض کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ داڑھی کے مسح کو سر کے مسح پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ سر اگر بالوں سے خالی ہو تب بھی سر کے مسح کا ہی حکم ہے نہ کہ سر کو دھونے کا، بر خلاف داڑھی کے کہ وہاں اگر بال نہ ہوں تو دھونے کا حکم ہوتا ہے اور جب بال ہوں تو مسح کا حکم ہوتا ہے۔

سوال: چہرے کے کون سے بال داڑھی میں شمار ہوتے ہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: داڑھی تین جگہوں پر:

(۱)۔۔۔ قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں، (۲)۔۔۔ جبڑوں، (۳)۔۔۔ ٹھوڑی پر جمتی ہے۔ اور عَرضاً اس کا بالائی حِصّہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ جس طرح بعض لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارِج ہیں، یوں ہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخِل نہیں یہ بال قدرتی طور پر مُوئے رِیش (یعنی داڑھی کے بالوں) سے جُدا و مُمتاز ہوتے ہیں اس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مَخروطی شکل پر جانبِ ذَقن (یعنی ٹھوڑی کی طرف) جاتا ہے یہ بال اس راہ سے جُدا ہوتے ہیں نہ ان میں مُوئے مَحاسِن (یعنی داڑھی کے بالوں) کے مِثل قوّتِ نامِیہ (یعنی بڑھنے کی قوّت) ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پَرورش باعِثِ تشویہِ خَلق وتَقبِیحِ صورت (یعنی مخلوق کی تشویش اور چہرے کی بد صورتی کا سبب) ہوتی ہے جو شرعاً ہر گز پسندیدہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۵۹۶)

وَقَدْ ذُكِرَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالرُّبُعِ رُبُعُ مَا يُلَاقِي بَشَرَةَ الْوَجْهِ مِنْهَا إِذْ لَا يَجِبُ إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلىٰ مَا اِسْتَرْسَلَ مِنَ الذَّقَنِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ كَذَا فِي الْإِيْضَاحِ وَفِي أَشْهَرِ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ مَسْحُ مَا يَسْتُرُ الْبَشَرَةَ فَرْضٌ وَهُوَ الْأَصَحُّ الْمُخْتَارُ. كَذَا فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِقَاضِي خَان وَإِذَا مَسَحَ الرَّأْسَ ثُمَّ حَلَقَ الشَّعْرَ لَا تَجِبُ الْإِعَادَةُ، وَكَذَا إِذَا تَوَضَّأَ ثُمَّ قَصَّ الْأَظْفَارَ.

ترجمہ: اور ذکر کیا جاچکا ہے کہ ربع سے مراد وہ ربع ہے جو داڑھی میں سے چہرے کی کھال سے ملا ہوا ہے اس لیے کہ ان بالوں تک پانی پہنچانا واجب نہیں ہے جو تھوڑی سے نیچے لٹکے ہوئے ہیں۔ بر خلاف امام شافعی کے۔ اسی طرح ایضاح

نامی کتاب میں مذکور ہے اور امام ابو حنیفہ سے مروی دو روایتوں میں سے مشہور روایت میں یہ مذکور ہے) کہ داڑھی کے اس حصہ کا مسح کرنا جو کھال کو چھپاتا ہے، فرض ہے۔ اور یہی قول زیادہ صحیح و مختار ہے۔ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسی طرح لکھا ہے۔ اور جب کسی نے سر کا مسح کیا پھر بال کو مونڈ دیا تو مسح کا اعادہ واجب نہ ہو گا، اور ایسے ہی جب کسی نے وضو کیا پھر ناخن تراشا (تو بھی اعادہ واجب نہ ہو گا)۔

سوال: "وَقَدْ ذُكِرَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالرُّبُعِ" سے شارح کس چیز کی وضاحت فرما رہے ہیں؟

جواب: " وَقَدْ ذُكِرَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالرُّبُعِ " اس عبارت سے شارح اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ داڑھی کے ربع اور کل کے مسح کا جو اختلاف امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مابین ہے وہ اختلاف داڑھی کے اس حصہ میں ہے جس کھال کے اوپر بال اگے ہوئے ہیں نہ کہ لٹکے ہوئے ہوئے بالوں کے حصہ میں۔ اس لیے کہ تھوڑی کے نیچے لٹکے ہوئے بالوں تک پانی پہنچانا واجب ہی نہیں ہے لہذا مسح بھی واجب نہیں ہو گا۔

سوال: "خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ" کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ذکر کیے ہوئے مسئلے میں امام شافعی کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک اگر داڑھی گھنی ہو تو پورے ظاہری حصے کا (مع لٹکے ہوئے بالوں کے) دھونا فرض ہے اور اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو ظاہری و باطنی (یعنی کھال اور بال) دونوں حصوں کا دھونا فرض ہے، ایسے ہی ایضاح نامی کتاب میں مذکور ہے۔

سوال: "وَفِي أَشْهَرِ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ" سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتلا رہے ہیں کہ ماقبل میں جو امام ابو حنیفہ کا مذہب نقل کیا گیا ہے کہ چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے وہ ان کی ایک روایت ہے لیکن امام ابو حنیفہ سے ہی ایک دوسری روایت بھی ہے جو کہ اصح و مختار ہے وہ یہ کہ داڑھی کے اس تمام حصہ کا (جو کہ کھال سے ملا ہوا ہے) مسح کرنا فرض ہے یہاں تک کہ لٹکے ہوئے بالوں کا بھی۔ پس امامِ اعظم کا یہ قول امام ابو یوسف کے قول کی طرح ہے بس فرق یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے

یہاں لٹکے ہوئے بالوں کا مسح فرض نہیں جبکہ امام ابو حنیفہ کے یہاں فرض ہے۔ نیز یہ قول امام شافعی کے قول کے مشابہ بھی ہے۔ اور ایسے ہی قاضی خان کی کتاب **"شرح جامع صغیر"** میں مذکور ہے۔

سوال: وضو کے بعد سر منڈوایا یا ناخن کٹوایا یا مونچھے کٹوائیں تو کیا پھر سے جلد کا دھونا اور مسح کرنا فرض ہے؟

جواب: اگر کسی نے وضو کرتے وقت سر کا مسح کیا پھر وضو کے بعد سر منڈوایا یا جنابت سے غسل کرنے کے بعد منڈوایا تو پھر سے مسح کرنا یا دھونا لازم نہ ہو گا، اسی طرح وضو کرنے کے بعد ناخن تراشے یا مونچھیں کتروائیں تو دوبارہ ناخن کے نیچے کے حصے کا دھونا اور مونچھ کی جلد کا دھونا لازم نہیں ہے۔

سوال: داڑھی کے مسح کے متعلق مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: اب مفتی بہ قول نہ تو داڑھی کے ربع کا مسح کرنا ہے اور نہ کل کا مسح کرنا۔ بلکہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ:

۞ داڑھی یا مونچھوں یا بھوؤں یا بُچّی (یعنی نیچے کے ہونٹھ اور ٹھوڑی کے بیچ) کے بال (اگر ایسے) گھنے ہوں کہ (ان کے نیچے کی) کھال بالکل دکھائی نہ دے تو جِلد کا دھونا فرض نہیں (صرف) بالوں کا دھونا فرض ہے، اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جِلد کا دھونا بھی فرض ہے۔ ۞ اگر مونچھیں بڑھ کر لَبوں (یعنی ہونٹوں) کو چھپالیں تو اگرچہ گھنی ہوں، مونچھیں ہٹا کر لَب کا دھونا فرض ہے۔ ۞ داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے (یعنی حلق) میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا ضروری نہیں اور اگر کچھ حصہ میں گھنے ہوں اور کچھ چَھدرے، تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۲۸۹، ۲۸۸)

سوال: وضو میں صرف چار چیزوں کو فرض قرار دینے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: وضو میں اعضائے اربعہ (یعنی چہرہ، کہنی سمیت دونوں ہاتھ، سر اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں) کو اس لئے خاص کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو جنت میں ممنوعہ درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا مگر اس منع کے باوجود حضرتِ آدم علیہ السلام نے اسے کھا لیا، اس کھانے میں آپ علیہ السلام کے چار اعضاء کی شمولیت تھی:

(۱)۔۔۔**دونوں پاؤں:** کہ آپ علیہ السلام ان کے ذریعے چل کر اس درخت کے پاس گئے۔

(۲)۔۔۔**دونوں ہاتھ:** کہ آپ علیہ السلام نے ان کے ذریعے اس کو پکڑا۔

(۳)۔۔۔**چہرہ:** کہ آپ علیہ السلام چہرے کے ذریعے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

(۴)۔۔۔جب آپ علیہ السلام نے جانا کہ مجھ سے تو لغزش ہو گئی کہ اللہ تعالی نے اس کے قریب جانے سے منع فرمایا تھالہذا آپ علیہ السلام غم زدہ ہو گئے اور اسی غم کی حالت میں آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو سر پر رکھا۔

پس اللہ تعالی نے ان چاروں اعضاء کو وضو میں دھلنا متعین کر دیا تاکہ ان سے وہ لغزش زائل ہو جائے جو ان سے ہوئی تھی۔(البنایہ شرح الہدایہ جلد۔۱۔ص۱۴۲)

سوال: تب تو مناسب تھا کہ کلی کرنے کو بھی فرض قرار دیا جائے کیونکہ منہ کے ذریعے ہی کھایا گیا ہے۔

جواب اوّل: وضو میں کلی کرنا فرض قرار نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو کھانے کی ممانعت نہ تھی بلکہ قریب جانے کی ممانعت تھی جیسے کہ فرمانِ باری تعالی ہے:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔ترجمۂ کنز الایمان: مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا۔(پ۱البقرۃ۳۵)

پس منہ سے قربت نہ پائی گئی بخلاف اعضائے مذکورہ کے۔

جوابِ ثانی: کہا گیا ہے کہ وضو میں منہ کا دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ منہ کا فعل قربت کے فعل کے بعد ہوا ہے۔

جوابِ ثالث: کہا گیا ہے کہ وضو میں منہ کو دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ بدن کی پاکی سے منہ کی پاکی بھی حاصل ہو جاتی ہے، نیز منہ کو پاک کرنے والی چیز کلمۂ طیبہ ہے اور اسی وجہ سے سارے اعضاء کی طہارت منہ اور زبان سے ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب تک کوئی کافر کلمۂ طیبہ نہ پڑھے اس وقت تک اس کو نجس سے موسوم کیا جاتا ہے اور جیسے کہ فرمانِ ربُّ العباد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! مشرک نِرے ناپاک ہیں۔ (پ۱۰التوبۃ۲۸)

اور جیسے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کا سارا بدن پاک ہو جاتا ہے۔

سُنَنُ الْوُضُوْءِ

وَسُنَّتُهُ لِلْمُسْتَيْقِظِ غَسْلُ يَدَيْهِ إِلىٰ رُسْغَيْهِ ثَلٰثًا قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءَ هٰذَا الْغَسْلُ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ سُنَّةٌ قَبْلَ الْإِسْتِنْجَاءِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ بَعْدَهُ وَعِنْدَ الْبَعْضِ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ جَمِيْعًا وَكَيْفِيَّةُ الْغَسْلِ إِنَّهُ إِذَا كَانَ الْإِنَاءُ صَغِيْرًا بِحَيْثُ يُمْكِنُ رَفْعُهُ يَرْفَعُهُ بِشِمَالِهِ وَيَصُبُّهُ عَلىٰ كَفِّهِ الْيُمْنٰى وَيَغْسِلُهَا ثَلٰثاً ثُمَّ يَصُبُّهُ بِيَمِيْنِهِ عَلىٰ كَفِّهِ الْيُسْرٰى كَمَا ذَكَرْنَا وَإِنْ كَانَ كَبِيْرًا بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ رَفْعُهُ فَإِنْ كَانَ مَعَهُ إِنَاءٌ صَغِيْرٌ يَرْفَعُ الْمَاءَ بِهِ وَيَغْسِلُهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ يُدْخِلُ أَصَابِعَ يَدِهِ الْيُسْرٰى مَضْمُوْمَةً فِي الْإِنَاءِ وَلَا يُدخِلُ الْكَفَّ وَيَصُبُّ الْمَاءَ عَلىٰ يَمِيْنِهِ وَيَدْلُكُ الْاصَابِعَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ يَفْعَلُ هٰكَذَا ثَلٰثًا ثُمَّ يُدْخِلُ يُمْنَاهُ فِي الْإِنَاءِ بَالِغًا مَّا بَلَغَ۔

ترجمہ اور وضو کی سنت نیند سے بیدار ہونے والے کے لیے یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے، ان (دونوں ہاتھوں) کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے۔ یہ دھونا بعض مشائخ کے نزدیک استنجا سے پہلے سنت ہے۔ اور بعض کے نزدیک استنجا کے بعد سنت ہے اور بعض کے نزدیک استنجا سے پہلے اور بعد دونوں مرتبہ سنت ہے۔ اور دونوں ہاتھوں کو دھونے کی کیفیت (یعنی طریقہ) یہ ہوگی کہ جب برتن چھوٹا ہو، اس طور پر کہ اس کو اٹھانا ممکن ہو تو اس کو اپنے بائیں ہاتھ سے اٹھائے اور اپنی دائیں ہتھیلی پر پانی بہائے اور اس کو تین مرتبہ دھولے، اور پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہتھیلی پر اسی طرح پانی بہائے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اور اگر برتن بڑا ہو اس طور پر کہ اس کو اٹھانا ممکن نہ ہو تو اگر اس کے ساتھ چھوٹا برتن ہو تو اس چھوٹے برتن سے پانی لے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کو دھولے جس طرح ہم نے ماقبل میں ذکر کیا، اور اگر چھوٹا برتن نہ ہو تو اپنی بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر برتن میں داخل کرے البتہ ہتھیلی نہ داخل کرے اور اپنے دائیں ہاتھ پر پانی بہائے اور انگلیوں کو ایک دوسرے سے مل لے اسی طرح تین مرتبہ کرے، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو برتن میں داخل کرے اتنا مبالغہ کرتے ہوئے جتنے حصے کو پانی پہنچا ہے۔

تشریح: مصنف وضو کے فرائض سے فارغ ہونے کے بعد اس کی سنتوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر آدمی نیند سے بیدار ہوا ہو تو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے اس کو گٹوں تک دھولینا سنت ہے۔ البتہ اس

بارے میں مختلف روایتیں ہیں کہ ہاتھ کب دھوئے استنجا سے پہلے یا بعد میں۔ بعض مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ استنجا سے پہلے ہی دھولے۔ بعض یہ فرماتے ہیں کہ استنجا کے بعد وضو سے پہلے دھوئے اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ استنجا سے پہلے اور بعد دونوں مرتبہ دھونا چاہیے، اور یہی زیادہ صحیح قول ہے۔

سوال: ہاتھوں کو دھونے کے متعلق مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: ہاتھوں کے دھونے کے متعلق بہارِ شریعت میں لکھا ہے کہ جب سو کر اُٹھے تو پہلے ہاتھ دھوئے، اِستنجے کے قبل بھی اور بعد بھی۔(بہارِ شریعت، ج۱، ص۲۹۴)

سوال: ہاتھ دھونے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: ہاتھ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پانی چھوٹے برتن میں ہو یا پانی بڑے برتن میں ہو مگر اس سے پانی نکالنے کے لیے چھوٹا برتن بھی موجود ہو تو اس سے پانی نکال کر پہلے تین بار اپنے داہنے ہاتھ کو دھوئے پھر بائیں ہاتھ کو دھوئے۔

اور اگر پانی بڑے برتن میں ہو اور کوئی چھوٹا برتن بھی نہیں کہ اس میں پانی اونڈیل کر ہاتھ دھوئے، تو اسے چاہیئے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے، ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں نہ پڑے اور پانی نکال کر دہنا ہاتھ گٹے تک تین بار دھوئے پھر دہنے ہاتھ کو جہاں تک دھویا ہے بلا تکلّف پانی میں ڈال سکتا ہے اور اس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئے۔("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الطہارۃ، مطلب في دلالۃ المفهوم، ج۱، ص۲۴۶)

یہ اس صورت میں ہے کہ ہاتھ میں کوئی نجاست نہ لگی ہو ورنہ کسی طرح ہاتھ ڈالنا جائز نہیں، ہاتھ ڈالے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔("الفتاوى الهندية"، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الثاني، ج۱، ص۶)

اور اگر چھوٹے برتن میں پانی ہے یا پانی تو بڑے برتن میں ہے مگر وہاں کوئی چھوٹا برتن بھی موجود ہے اور اس نے بے دھویا ہاتھ پانی میں ڈال دیا بلکہ اُنگلی کا پَورا یا ناخن ڈالا تو وہ سارا پانی وُضو کے قابل نہ رہا مائے مُستَعمَل ہو گیا۔

("الفتاوى الرضوية"، ج۲، ص۱۱۳)(بہارِ شریعت، ج۱، ص۲۹۳)

کیوں کہ آپ میم سے بھی اسی طرح منقول ہے اس کے بعد شارح نے غسل ید کی کیفیت بیان فرمائی ہے جو کہ واضح ہے۔

سوال: سنت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: سنت کے لغوی معنی طریقہ اور عادت کے ہیں اور اصطلاح میں دین اسلام کے اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب کئے بغیر عمل کیا ہو۔

سوال: سنت کی اقسام اور ان کی تعریف بیان فرمائیں۔

جواب: سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنتِ مؤکدہ۔ (۲) سنتِ غیر مؤکدہ۔

(۱)۔۔۔ سنتِ مؤکدہ: وہ سنت ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے لئے کبھی ترک بھی فرمایا ہو، یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا ترک اساءت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاقِ عذاب جیسے، اذان، اقامت، جماعت،

(۲)۔۔۔ سنتِ غیر مؤکدہ: وہ سنت ہے جو نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے، عام ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجبِ عتاب نہیں۔

وَالنَّهْيُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا إِذَا كَانَ الْإِنَاءُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا وَمَعَهُ إِنَاءٌ صَغِيْرٌ، أَمَّا إِذَا كَانَ الْإِنَاءُ كَبِيْرًا وَلَيْسَ مَعَهُ إِنَاءٌ صَغِيْرٌ يُحْمَلُ عَلَى الْإِدْخَالِ بِطَرِيْقِ الْمُبَالَغَةِ۔ كُلُّ ذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ عَلٰى يَدِهِ نَجَاسَةً، أَمَّا إِذَا عَلِمَ فَإِزَالَةُ النَّجَاسَةِ عَلٰى وَجْهٍ لَا يُفْضِي إِلٰى تَنْجِيْسِ الْإِنَاءِ أَوْ غَيْرِهِ فَرْضٌ۔

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ کے قول: "**فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ**" (چاہیے کہ اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے) میں جو نہی ہے وہ محمول ہے اس بات پر کہ برتن چھوٹا ہو یا بڑے برتن کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن بھی ہو۔ رہا اس وقت جب برتن بڑا ہو اور اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن نہ ہو تو (اس نہی کو) بطریق مبالغہ داخل کرنے پر محمول کیا جائے گا، اور یہ تمام (حکم) اس صورت میں ہے جب کہ وہ جانتا نہ ہو کہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست ہے۔ اور رہا اس وقت جب وہ جان

لے کہ (اس کے ہاتھ پر نجاست ہے) تو نجاست کو ایسے طریقے پر زائل کرنا فرض ہے جو برتن وغیرہ کے ناپاک کرنے کی جانب نہ لے جائے۔

سوال: " **وَالنَّهْيُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام** " سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: ماقبل میں ہاتھوں کو دھونے کا جو طریقہ بیان کیا گیا کہ اگر برتن اتنا بڑا ہو کہ اس کو اٹھانا ممکن نہ ہو اور اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن بھی نہ ہو جس سے پانی لے سکے تو اس صورت میں اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ایک ساتھ ملالے اور ان کو برتن میں اس طرح داخل کرے کہ ہتھیلی داخل نہ ہو اور صرف انگلیوں سے پانی لے کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور اس کو دھولے۔ تو اس طریقے پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ صورت حدیث کے خلاف ہے۔ کیوں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: (چاہیے کہ اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے)۔ جس سے مطلقاً ہاتھ داخل کرنے کی نہی معلوم ہوتی ہے جب کہ آپ یہاں ہاتھ داخل کرنے کی اجازت دے رہے۔

پس شارح نے " **وَالنَّهْيُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام** " سے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے قول: " **فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ** " (چاہیے کہ اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے) میں جو نہی ہے وہ محمول ہے اس بات پر کہ برتن چھوٹا ہو یا بڑے برتن کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن بھی ہو۔ رہا اس وقت جب برتن بڑا ہو اور اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن نہ ہو تو (اس نہی کو) بطریق مبالغہ داخل کرنے پر محمول کیا جائے گا

سوال: " **كُلُّ ذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ عَلٰى يَدِهِ نَجَاسَةً** " کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ چھوٹے برتن کے معدوم ہونے کے وقت برتن میں ہاتھ داخل کرنے کی جو اجازت ہے یہ اسی صورت میں ہے کہ ہاتھ میں کوئی نجاست نہ لگی ہو ورنہ کسی طرح ہاتھ ڈالنا جائز نہیں، ہاتھ ڈالے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پس اگر ہاتھ میں کوئی نجاست وغیرہ لگی ہو تو ہاتھ کو ایسے طریقے سے دھونا فرض ہو گا جس سے برتن وغیرہ ناپاک نہ ہوں۔

وَتَسْمِيَةُ اللهِ تَعَالٰى اِبْتِدَاءً وَالسِّوَاكُ وَالْمَضْمَضَةُ بِمِيَاهٍ وَالْإِسْتِنْشَاقُ بِمِيَاهٍ وَإِنَّمَا قَالَ بِمِيَاهٍ وَلَمْ يَقُلْ ثَلٰثًا لِيَدُلَّ عَلٰى أَنَّ الْمَسْنُوْنَ اَلتَّثْلِيْثُ بِمِيَاهٍ جَدِيْدَةٍ وَإِنَّمَا كَرَّرَ قَوْلَهُ بِمِيَاهٍ لِيَدُلَّ عَلٰى تَجْدِيْدِ

الْمَاءِ لِكُلِّ مِنْهُمَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فَإِنَّ الْمَسْنُوْنَ عِنْدَهُ أَنْ يُمَضْمِضَ وَيَسْتَنْشِقَ بِغُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ هٰكَذَا ثُمَّ هٰكَذَا۔

ترجمہ: اور (وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنا اور مسواک کرنا اور چند پانیوں سے کلی کرنا اور چند پانیوں سے ناک میں پانی پہنچانا۔ اور ماتن نے ''بِمِيَاهٍ'' (چند پانیوں سے) فرمایا ''ثَلٰثاً'' نہیں فرمایا۔ تاکہ (کلام) اس بات پر دلالت کرے کہ تثلیث جو مسنون ہے وہ نئے پانیوں سے ہے، اور اپنے قول ''بِمِيَاهٍ'' کو مکرر لائے تاکہ وہ (مضمضہ اور استنشاق) میں سے ہر ایک کے لیے پانی کے نئے ہونے پر دلالت کرے۔ بر خلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا سنت ہے، پھر اسی طرح (یعنی دوسری مرتبہ) پھر اسی طرح (یعنی تیسری مرتبہ)۔

سوال: وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اس کی کچھ وضاحت فرمائیں۔

جواب: وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، اور سلف سے یہ الفاظ منقول ہیں: بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں اور وضو کے شروع میں پڑھنے کا اعتبار ہے پس اگر ابتداء میں بھول گیا پھر بعض اعضاء دھونے کے بعد یاد آیا اور اس نے پڑھ لی تو سنت ادا نہ ہوگی بخلاف کھانے کے کہ وہاں درمیان میں پڑھنے سے سنت ادا ہو جائے گی، اور یہ اس لئے ہے کہ وضو پورا ایک فعل ہے جبکہ کھانا پورا ایک فعل نہیں بلکہ اس کا ہر ہر لقمہ ایک نیا فعل ہے کہ کھانا کہیں سے بھی روک سکتا ہے چاہے ایک لقمے پر یا دو لقمے پر، جبکہ وضو تام اسی وقت ہوگا جب سارے افعال پورے کر لئے گئے ہوں۔

سوال: وضو میں کلی کرنا سنت ہے اس کی کچھ وضاحت کر دیں۔

جواب: مضمضہ مصدر ہے جس کے لغوی معنی حرکت دینا ہے، اور اصطلاح میں پانی کا پورے منہ کو گھیر لینا ہے یعنی کلی کرنا ہے یہ سنت مؤکدہ ہے، اور کلی اس طرح کرے کہ منہ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑھ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے، اکثر لوگ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے کو کلی کہتے ہیں اگرچہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہ پہنچے، یوں کلی کی سنت ادا نہ ہوگی اور تین دفعہ کلی کرنا اور ہر بار نیا پانی لینا مسنون ہے پس اگر ایک بار چلو

میں پانی لیکر اس میں سے تین دفعہ منہ سے پانی اٹھائے اور تین کلیاں کرلے تو اس سے کلی کرنے کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن ہر دفعہ نیا پانی لینے کی سنت ادا نہیں ہو گی۔

سوال: وضو میں ناک میں پانی پہنچانا سنت ہے اس کی کچھ وضاحت کر دیں۔

جواب: استنشاق بہ نشق سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی سونگھنے کے ہیں، اور اصطلاح میں ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا یہ بھی سنت مؤکدہ ہے، ناک میں پانی ڈالتے وقت سانس کے ساتھ ناک میں پانی کھینچنا شرط نہیں اور اشتنشاق کی سنت تب ادا ہو گی جب تین چلو سے ناک میں پانی ڈالے پس اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اسی کو تین بار ناک میں کھینچے تو استنشاق کی سنت ادا نہ ہو گی۔

سوال: ماتن نے "وَالْمَضْمَضَةُ ثَلَاثًا وَالْاِسْتِنْشَاقُ ثَلٰثاً" کی جگہ " وَالْمَضْمَضَةُ بِمِيَاهٍ وَ الْاِسْتِنْشَاقُ بِمِيَاهٍ" کیوں فرمایا؟

جواب: شارح نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: مضمضہ و استنشاق میں تثلیث جو مسنون ہے وہ ہر مرتبہ نئے پانی سے ہے اور ثلثا کہنے میں یہ بات صاف طور پر واضح نہیں ہوتی اس لیے ماتن نے "ثَلٰثاً" کی جگہ "بِمِيَاهٍ" کہا کیوں کہ میاہ جمع ہے اور جمع کے افراد متغایر ہوتے ہیں جس سے ہر مرتبہ نئے پانی کا ہونا سمجھ میں آجاتا ہے۔

سوال: ماتن نے "بِمِيَاهٍ" کو دوبار کیوں ذکر کیا حالانکہ ایک ہی سے کام چل سکتا تھا؟

جواب: شارح نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: مضمضہ و استنشاق کے ساتھ میاہ کو اس لیے مکرر لائے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ مضمضہ کے لیے الگ پانی ہو اور استنشاق کے لیے الگ پانی ہو دونوں ایک ہی پانی سے نہ ہوں۔ جیسا کہ امام شافعی کے نزدیک مسنون یہ ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی پہنچائے اور اسی طرح تین مرتبہ کرے۔

وَتَخْلِيْلُ اللِّحْيَةِ وَالْاَصَابِعِ وَتَثْلِيْثُ الغَسْلِ وَمَسْحُ كُلِّ الرَّأْسِ مَرَّةً خِلَافًا لِلشَّافِعِيّ فَإِنَّ عِنْدَهُ تَثْلِيْثَ الْمَسْحِ سُنَّةٌ۔ وَقَدْ أَوْرَدَ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ أَنَّ عَلِيّاً تَوَضَّأَ فَغَسَلَ أَعْضَاءَهُ ثَلٰثًا وَمَسَحَ

رَأْسَهُ مَرَّةً وَقَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَفِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ مِثْلُ هٰذَا۔ وَالْأُذُنَيْنِ بِمَائِهِ أَيْ بِمَاءِ الرَّأْسِ خِلَافًا لَهُ فَإِنَّ تَجْدِيْدَ الْمَاءِ لِمَسْحِ الْأُذُنَيْنِ سُنَّةٌ عِنْدَهُ۔

ترجمہ: اور داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا اور دھونے کو تین بار کرنا (یعنی ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا) اور تمام سر کا ایک مرتبہ میں مسح کرنا (سنت ہے) بر خلاف امام شافعی کے۔ پس امام شافعی کے نزدیک مسح میں بھی تثلیث مسنون ہے، اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو اپنے اعضاء کو تین تین مرتبہ دھویا اور ایک مرتبہ سر کا مسح کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وضو اسی طرح تھا۔ اور صحیح بخاری میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ اور دونوں کانوں کا مسح کرنا اس کے پانی ہے۔ یعنی سر کے پانی سے، بر خلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینا سنت ہے۔

سوال: داڑھی میں خلال کرنے کی وضاحت فرمادیں۔

جواب: داڑھی میں خلال کرنے کا وقت تین بار چہرہ دھونے کے بعد ہے، اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں چلو میں پانی لے کر تھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کی ہاتھ کی ہتھیلی گردن کی طرف ہو، پھر داڑھی کے بالوں میں انگلیوں کو داخل کر کے اوپر کی طرف لائے۔

سوال: انگلیوں کے خلال کرنے کی وضاحت کیجیے۔

جواب: دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے، ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے، اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی دائیں پاؤں کی چھنگلی میں داخل کر کے اوپر کی طرف کھینچے اور یوں ہی یک بعد دیگر کرتا ہوا انگوٹھے پر ختم کردے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک کرلے۔

سوال: "تَثْلِيْثُ الْغَسْل" کی وضاحت فرمادیں۔

جواب: وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان اعضاء کو تین تین بار دھونا سنت ہے، ایک بار پوری طرح دھونا فرض ہے اس کے بعد دو مرتبہ اور دھونا صحیح مذہب کے مطابق سنتِ مؤکدہ ہے، اور یہاں پر دھونے میں تین بار کی قید لگائی گئی ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک مسح میں تکرار سنت نہیں ہے۔

سوال: "مَسْحُ كُلِّ الرَّأْسِ مَرَّةً" کی وضاحت فرمادیں۔

جواب: ایک بار پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے، اور اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سِرا دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سِرے سے ملا کر پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہوا واپس لائے اور کلمے کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصے کا مسح کرے اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے بیرونی سطح کا اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔

سوال: امام شافعی کا کس چیز میں اختلاف ہے؟ اور ان کے اختلاف کا کیا جواب ہے؟

جواب: سر کے مسح کرنے میں امام شافعی کا اختلاف ہے وہ مسح کو غسل پر قیاس کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مسح میں بھی تثلیث مسنون ہے۔

امامِ شافعی کے اس اختلاف کا جواب حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور اسی کے مثل امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت علی نے وضو فرمایا اور تمام اعضاء کو تین تین مرتبہ دھویا اور ایک مرتبہ سر کا مسح کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

سوال: کانوں کے مسح کرنے کی وضاحت کیجیے۔ نیز اس میں کس کا اور کیا اختلاف ہے؟

جواب: کانوں کے مسح کا طریقہ سر کے مسح میں بیان ہو چکا ہے، ہاں کان کے مسح کے لئے الگ سے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سر کے مسح کے بعد جو تری ہے اسی سے مسح کر لینے سے سنت ادا ہو جائے گی، البتہ پہلی تری کے باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لینا اچھا ہے۔

کانوں کا مسح کس پانی سے کیا جائے؟ سر کے پانی سے یا نئے پانی سے اس کے بارے میں امام شافعی کے نزدیک نئے پانی سے مسح کرنا سنت ہے جبکہ احناف کے یہاں سر کے پانی سے کرنا سنت ہے۔

وَالنِّيَّةُ وَتَرْتِيْبٌ نُصَّ عَلَيْهِ۔ أَيْ اَلتَّرْتِيْبُ الْمَذْكُوْرِ فِيْ نَصِّ الْقُرْآنِ وَكِلَاهُمَا فَرْضَانِ عِنْدَهُ أَمَّا النِّيَّةُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ وَجَوَابُنَا اَنَّ الثَّوَابَ مَنُوْطٌ بِالنِّيَّةِ اِتِّفَاقًا فَلَا بُدَّ أَنْ يُّقَدَّرَ الثَّوَابُ أَوْ يُقَدَّرَ شَيْءٌ يَشْمَلُ الثَّوَابَ نَحْوَ حُكْمُ الأَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ. فَإِنْ قُدِّرَ الثَّوَابُ فَظَاهِرٌ وَإِنْ قُدِّرَ الْحُكْمُ فَهُوَ نَوْعَانِ دُنْيَوِيٌّ كَالصِّحَّةِ وَأُخْرَوِيٌّ كَالثَّوَابِ وَالْأُخْرَوِيُّ مُرَادٌ بِالْإِجْمَاعِ فَإِذَا قِيْلَ حُكْمُ الْأَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ وَيُرَادُ بِهِ الثَّوَابُ صَدَقَ الكَلَامُ فَلَا دَلَالَةَ لَهُ عَلَى الصِّحَّةِ۔

ترجمہ: اور نیت کرنا اور اس ترتیب سے وضو کرنا جس پر نص (یعنی آیتِ وضو) وارد کی گئی ہے سنت ہے۔ یعنی وہ ترتیب جو نص قرآنی میں مذکور ہے اور یہ دونوں (یعنی نیت اور ترتیب) امام شافعی کے نزدیک فرض ہیں، بہر حال نیت کا فرض ہونا تو وہ نبی کریم ﷺ کے قول "**إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**" (بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) کی وجہ سے ہے۔ اور ہمارا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ثواب نیت سے متعلق ہوتا ہے بالاتفاق، پس ضروری ہے کہ (حدیث میں لفظ) ثواب کو مقدر مانا جائے یا کوئی ایسا لفظ مقدر مانا جائے جو ثواب کو شامل ہو جیسا کہ "حُكْمُ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّات" اب اگر ثواب کو مقدر مانا جائے تب تو بالکل ظاہر ہے، اور اگر حکم و مقدر مانا جائے تو حکم کی دو قسمیں ہوں گی، ایک دنیوی جیسے کہ صحت اور دوسری اخروی جیسے کہ ثواب اور بالاجماع اخروی ہی مراد ہے۔ پس جب "حُكْمُ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّات" کہا جائے اور اس سے ثواب مراد لیا جائے تو کلام صادق آجائے گا اور صحت پر اس حدیث کی کوئی دلالت نہ ہوگی۔

سوال: نیت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: نیت کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہے جبکہ اصطلاح میں کسی کام کے کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرنے کو کہتے ہیں اور نیت اس طرح کرے کہ میں حکم الٰہی بجالانے اور پاکی حاصل کرنے کے لئے وضو کر رہا ہوں، اور نیت کا محل دل ہے لہٰذا دل سے نیت کرے مگر دل میں نیت ہوتے ہوئے زبان سے بھی کہہ لینا افضل ہے۔

نیت کا بیان آخر میں آیا حالانکہ نیت شروع میں ہوتی ہے، اور وضو کی ابتداء نیت، بسم اللہ اور ہاتھ دھونے میں سے ہر ایک سے کرنا سنت ہے، اور یہ تینوں ایک ساتھ ابتداء میں ادا ہو سکتے ہیں وہ یوں کہ نیت دل سے کی جاتی ہے اور بسم اللہ زبان سے پڑھی جاتی ہے اور دھونا ہاتھوں سے تعلق رکھتا ہے پس یہ تینوں بیک وقت ادا ہو سکتے ہیں۔

سوال: ترتیب کی وضاحت کیجیے۔

جواب: ترتیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جس کا ذکر پہلے کیا اس کو پہلے ادا کرنا جیسے فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ پس پہلے چہرہ دھوئے، پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔

سوال: نیت کے بارے میں امام شافعی کا کیا اختلاف ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: وضو میں نیت کرنا امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، امام شافعی کی طرف سے نیت کے فرض ہونے پر نبی کریم ﷺ کا فرمان: "**إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**" بطور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث اس بات کا متقاضی ہے کہ کوئی بھی عمل بغیر نیت کے نہ پایا جائے۔

سوال: احناف نے امامِ شافعی کو کیا جواب دیا؟

جواب: احناف نے امامِ شافعی کو یہ جواب دیا کہ یہ بات تو سب ہی مانتے ہیں کہ ثواب صرف نیت پر ہی مرتب ہوتا ہے، بغیر نیت کے ثواب نہیں ملتا، لہذا یہاں ثواب کو مقدر ماننا چاہیے، یعنی "ثَوَابُ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ" تو اس صورت میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ حدیث عبادت کی صحت کے لیے نیت کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرے گی ، بلکہ حصول ثواب کے لیے نیت شرط ہونے پر دلالت کرے گی، اور یہی ہماری مراد ہے، یا پھر ایسے لفظ کو مقدر ماننا چاہیے جو ثواب کے معنی کو شامل ہو، جیسے "حُكْمُ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ" اور حکم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک دنیوی، جیسے صحت، اور دوسرا اخروی جیسا کہ ثواب۔ اور اخروی حکم (یعنی ثواب) سب ہی کے نزدیک بالا تفاق مراد ہے، لہذا ثواب کا مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہوگا اور اس صورت میں کلامِ حدیث بھی مکمل طور پر صادق آجائے گا۔ اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ ہو گی، لہذا جب حکم سے حکم اخروی (یعنی ثواب) مراد لے لیا گیا تو حکم سے حکم دنیوی (یعنی

صحت) کے مراد ہونے پر یہ حدیث دلالت نہیں کرے گی۔ لہذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ وضو کی صحت کے لیے نیت فرض نہ ہو گی البتہ بغیر نیت کے وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔

فَإِنْ قِيْلَ مِثْلُ هَذَا الْكَلَامِ يَتَأَتّٰى فِي جَمِيْعِ الْعِبَادَاتِ فَلَا دَلَالَةَ لَهُ عَلٰى اِشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِي الْعِبَادَاتِ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَإِنَّ الْمُتَمَسَّكَ فِي اِشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِي الْعِبَادَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثُ قُلْتُ نُقَدِّرُ الثَّوَابَ لٰكِنَّ الْمَقْصُوْدَ فِي الْعِبَادَاتِ الْمَحْضَةِ الثَّوَابُ فَإِذَا خَلَتْ عَنِ الْمَقْصُوْدِ لَا يَكُوْنُ لَهَا صِحَّةٌ لِأَنَّهَا لَمْ تُشْرَعْ إِلَّا مَعَ كَوْنِهَا عِبَادَةً بِخِلَافِ الْوُضُوْءِ إِذْ لَيْسَ هُوَ عِبَادَةً مَقْصُوْدَةً بَلْ شُرِعَ شَرْطًا لِجَوَازِ الصَّلٰوةِ فَإِذَا خَلَا عَنِ الثَّوَابِ اِنْتَفٰى كَوْنُهُ عِبَادَةً لٰكِنْ لَا يَلْزَمُ مِنْ هٰذَا اِنْتِفَاءُ صِحَّتِهِ إِذْ لَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ اَنَّهُ لَمْ يُشْرَعْ إِلَّا عِبَادَةً فَيَبْقٰى صِحَّتُهُ بِمَعْنٰى اَنَّهُ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ كَمَا فِي سَائِرِ الشَّرَائِطِ كَتَطْهِيْرِ الثَّوْبِ وَالْمَكَانِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ فَإِنَّهُ لَا تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ فِي شَيْءٍ مِّنْهَا۔

ترجمہ: پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بات تو تمام عبادتوں میں حاصل (صادق آتی) ہے۔ پس اس صورت میں حدیث کے لیے کسی بھی عبادت میں نیت کے شرط ہونے پر دلالت نہیں ہو گی۔ حالانکہ یہ باطل ہے، کیوں کہ عبادتوں میں نیت کے شرط ہونے پر اس حدیث کو دلیل بنایا جاتا ہے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ہم ثواب ہی کو مقدر مانتے ہیں لیکن چوں کہ عبادات محضہ میں ثواب ہی مقصود ہوتا ہے پس جب وہ (عبادتیں) مقصود سے خالی ہو گئیں تو ان کی صحت کا حکم بھی نہیں ہو گا۔ کیوں کہ ان کو صرف عبادت ہونے کی حیثیت سے ہی مشروع کیا گیا ہے۔ برخلاف وضو کے کیوں کہ وہ (وضو) عبادت مقصودہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کو بطور شرط کے جواز صلوۃ کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ پس اگر یہ ثواب سے خالی رہ جائے تو اس کے عبادت ہونے کی نفی تو ہو جائے گی لیکن اس سے صحت کی نفی لازم نہیں آئے گی۔ کیوں کہ وضو پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ اس کو صرف عبادت ہی کے طور پر مشروع کیا گیا ہو، پس اس کی صحت باقی رہے گی۔ اس معنی کر کہ وہ (وضو) مفتاح الصلوۃ ہو گا۔ جیسا کہ تمام شرائط (صلوۃ) میں جیسے کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا، اور ستر عورت کہ ان میں سے کسی میں بھی نیت شرط نہیں ہے۔

سوال: ''**اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ**'' والی حدیث میں ثواب یا حکم کو مقدر ماننے کی صورت میں شوافع کی جانب سے کیا اعتراض کیا گیا؟

جواب: سابقہ تقریر (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں یا تو ثواب یا حکم اخروی کو مقدر مانا جائے تو اس صورت میں وضو میں نیت نہ ہو تو ثواب کی تو نفی ہو گی لیکن صحت کی نفی نہیں ہو گی) پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ بات تو تمام عبادتوں پر صادق آتی ہے۔ دوسری عبادتوں میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر نیت نہ ہو تو ثواب نہ ملے گا لیکن عبادت تو صحیح ہو جائے گی۔ چناں چہ یہ حدیث کسی بھی عبادت میں نیت کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرے گی۔ حالاں کہ یہ باطل ہے۔ کیوں کہ سب ہی (جس میں آپ بھی شامل ہیں) اسی حدیث کو دلیل بنا کر دوسری عبادتوں میں نیت کو شرط قرار دیتے ہیں۔

سوال: شوافع کے اس اعتراض کا احناف نے کیا جواب دیا؟

جواب: شوافع کے اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ وضو میں نیت کے شرط نہ ہونے سے دوسری عبادتوں میں نیت کا شرط نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ دوسری عبادتوں میں نیت شرط ہو گی۔ کیوں کہ عبادتیں دو طرح کی ہیں۔ ایک تو عبادات مقصودہ ہیں جو مقصود بالذات ہوتی ہیں اور ان کی غرض صرف حصول ثواب ہوتی ہے جیسے کہ نماز روزہ وغیرہ۔ اور دوسری عبادات غیر مقصودہ ہیں، جو مقصودہ بالذات نہیں ہوتی ہیں بلکہ کسی اور عبادت کی صحت کے لیے شرط ہوتی ہیں جیسے وضو، جگہ اور کپڑوں وغیرہ کی پاکی۔ اور ان کی اصل غرض تو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ ہونا ہوتی ہے اور ساتھ میں ثواب بھی مقصود ہوتا ہے۔ اب جب کہ ہم نے حدیث میں ثواب کو مقدر مانا تو اگر عبادت مقصودہ میں نیت نہ ہو تو حدیث کی رو سے ثواب کی نفی ہو جائے گی۔ اور جب ثواب کی نفی ہوئی تو صحت کی بھی نفی ہو جائے گی۔ کیوں کہ صحت نام ہے۔ ''اِتْیَانُ الشَّیْءِ حَسْبُ مَا شُرِعَ لَہٗ'' کا اور عبادات مقصودہ ثواب ہی کے لیے مشروع ہوئی ہیں تو جب ثواب نہ ہو گا تو صحت کا حکم بھی نہ لگے گا۔ لہٰذا عبادات مقصودہ کی صحت کے لیے نیت شرط ہو گی۔ اور عبادات غیر مقصودہ نیت کے نہ ہونے کی بناء پر اگر ثواب سے خالی بھی ہوں تب بھی ان کی صحت کے حکم

میں کوئی خلل واقع نہ ہو گا، جیسا کہ وضو ہے کہ اگر نیت نہ ہو تو ثواب نہ ملے گا۔ لیکن مفتاح صلوۃ ہونے کے اعتبار سے صحیح ہو گا۔

وَأَمَّا التَّرْتِيْبُ فَلِقَوْلِهٖ تَعَالىٰ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ فَيَفْرُضُ تَقْدِيْمُ غَسْلِ الْوَجْهِ فَيَفْرُضُ تَقْدِيْمُ الْبَاقِيْ مُرَتَّباً لِاَنَّ تَقْدِيْمَ غَسْلِ الْوَجْهِ مَعَ عَدَمِ التَّرْتِيْبِ فِي الْبَاقِيْ خِلَافُ الْإِجْمَاعِ قُلْنَا الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهٗ حَرْفُ الْوَاوِ فَالْمُرَادُ فَاغْسِلُوْا هٰذَا الْمَجْمُوْعَ فَلَا دَلَالَةَ لَهٗ عَلىٰ تَقْدِيْمِ غَسْلِ الْوَجْهِ وَإِنْ سُلِّمَ فَمَتٰى اِسْتَدَلَّ الْمُجْتَهِدُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ لَمْ يَكُنِ الْإِجْمَاعُ مُنْعَقِداً فَاِسْتِدْلَالُهٗ بِهَا عَلىٰ تَرْتِيْبِ الْبَاقِيْ اسْتِدْلَالٌ بِلَا دَلِيْلٍ وَتَمَسُّكٌ بِمُجَرَّدِ زَعْمِهٖ لَا بِالْإِجْمَاعِ۔

ترجمہ: اور ترتیب (یعنی امام شافعی کے نزدیک ترتیب کا فرض ہونا) تو اللہ تعالیٰ کے قول "**فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ**" کی وجہ سے ہے، کیوں کہ جب غسل وجہ کو مقدم کرنا فرض ہو گا تو باقی اعضاء کا بھی ترتیب وار مقدم کرنا فرض ہو گا۔ اس لیے کہ غسل وجہ کی تقدیم کو مان لینا اور باقی اعضاء میں ترتیب کو نہ ماننا اجماع کے خلاف ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس (یعنی غسل وجہ کے حکم) کے بعد حرف واؤ مذکور ہے۔ پس اس سے مراد "**فَاغْسِلُوْا هٰذَا الْمَجْمُوْعَ**" (پس اس تمام مجموعہ کو دھو) ہے۔ پس (اس آیت کی) تقدیم غسلِ وجہ پر کوئی دلالت نہ ہو گی اور اگر یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے (کہ آیت تقدیم غسل وجہ پر دلالت کرتی ہے) تو جب امام شافعی نے اس آیت سے استدلال کیا اس وقت اجماع منعقد نہ تھا پس امام شافعی کا اس آیت سے بقیہ اعضاء کی ترتیب پر استدلال کرنا بغیر دلیل کے استدلال کرنا ہے۔ اور محض اپنے گمان سے تمسک (یعنی دلیل پکڑنا) ہے نہ کہ اجماع سے۔

سوال: ترتیب کے متعلق امام شافعی کا کیا مذہب ہے؟ اور ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: امام شافعی ترتیب کو بھی وضو میں فرض قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ" فرمایا ہے اور فاء تعقیب کے لیے آتا ہے اور تعقیب ترتیب کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ پس آیت میں ارادۂ قیام الی الصلوۃ اور غسل وجہ میں ترتیب ثابت ہوئی۔ اور جب غسل وجہ میں ترتیب ثابت ہوئی تو باقی اعضاء میں بھی ترتیب ثابت ہو گی، کیوں کہ غسل وجہ میں ترتیب کو ماننا اور باقی اعضاء میں ترتیب کو نہ ماننا،

خلاف اجماع ہے، کیوں کہ اس صورت میں وضو کے اعضاء غسل میں فصل لازم آئے گا، اور فصل کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

سوال: وضو میں ترتیب کے فرض نہ ہونے پر احناف کی کیا دلیل ہے؟ نیز امام شافعی کو کیا جواب دیں گے؟

جواب: ہماری یعنی احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ" میں واؤ مذکور ہے اور اہلِ لغت کا اس پر اجماع ہے کہ واؤ مطلق جمع کے لیے آتا ہے پس یہ مراد ہو گا کہ اس تمام کے مجموعہ کو دھوؤ پس اگر فاء کے ذریعہ سے ترتیب ثابت بھی ہو گی تو ارادہ صلوٰۃ اور اس مجموعہ کے غسل کے درمیان ہو گی۔ اعضائے مغسولہ کے درمیان ترتیب اس سے ثابت نہ ہو گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (پ۲۸، الجمعہ، ۹)

میں کوئی بھی سعی الی ذکر اللہ اور ترک بیع میں ترتیب کو فرض قرار نہیں دیتا۔

سوال: "وَإِن سُلِّمَ فَمَتٰى اِسْتَدَلَّ الْمُجْتَهِدُ" سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: "وَاِنْ سُلِّمَ" سے شارح امام شافعی کے استدلال کا جواب دیں رہے ہیں کہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ تسلیم ہی نہیں ہے کہ یہاں ترتیب ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن بفرض محال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تقدیم غسل وجہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔ لیکن پھر اس پر ہمارا اور شوافع کا اجماع تو منعقد نہیں ہوا۔ لہذا یہ کہنا کہ غسل وجہ کو مقدم ماننا اور بقیہ اعضاء میں ترتیب کو نہ ماننا خلاف اجماع ہے غلط ہے۔ لہذا امام شافعی کا یہ استدلال بلا دلیل ہے۔ اجماع سے نہیں بلکہ محض اپنے گمان سے ہے۔

وَقَدْ رَأَيْتُ فِيْ كُتُبِهِمُ الْاِسْتِدْلَالَ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا وُضُوْءٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى الصَّلٰوةَ اِلَّا بِهٖ، وَقَدْ كَانَ هٰذَا الْوُضُوْءُ مُرَتَّبًا فَيَفْرُضُ التَّرْتِيْبُ، وَقَدْ سَنَحَ لِيْ جَوَابٌ حَسَنٌ وَهُوَ أَنَّهٗ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى الصَّلٰوةَ اِلَّا بِهٖ فَهٰذَا الْقَوْلُ يَرْجِعُ اِلَى الْمَرَّةِ فَحَسْبُ لَا اِلَى الْأَشْيَاءِ الْأُخَرِ لِأَنَّ هٰذَا الْوُضُوْءَ لَا يَخْلُوْا اِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ اِبْتِدَاءُهٗ مِنَ الْيَمِيْنِ أَوِ الْيَسَارِ وَأَيْضًا اِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى سَبِيْلِ الْمُوَالَاةِ أَوْ عَدَمِهَا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا وُضُوْءٌ الخ، اِنْ أُرِيْدَ بِهٖ هٰذَا الْوُضُوْءُ بِجَمِيْعِ أَوْصَافِهٖ يَلْزَمُ فَرْضِيَّةُ الْمُوَالَاةِ أَوْضِدِّهَا أَوِ التَّيَامُنِ أَوْضِدِّهٖ وَاِنْ لَّمْ يُرَدْ بِجَمِيْعِ أَوْصَافِهٖ لَا يَدُلُّ عَلٰى فَرْضِيَّةِ التَّرْتِيْبِ۔

ترجمہ: اور میں نے شوافع کی کتابوں میں (ترتیب کی فرضیت پر) نبی کریم ﷺ کے قول (**هٰذَا وُضُوْءٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى الصَّلٰوةَ اِلَّا بِهٖ**) سے استدلال کرنا دیکھا ہے (اس طور پر کہ) یہ وضو (جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا) ترتیب وار تھا۔ لہذا ترتیب فرض ہوگی۔ (شارح فرماتے ہیں کہ) مجھے اس کا ایک بہترین جواب سوجھا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ایک بار وضو فرمایا (یعنی ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا) اور فرمایا کہ یہ ایسا وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالی نماز کو قبول نہیں کرتا۔ پس یہ قول صرف "مَرَّةً" کی طرف راجع ہے (یعنی حدیث میں "هٰذَا" کا مشار الیہ "مَرَّةً" ہے نہ کہ دیگر اشیاء کی طرف۔ کیوں کہ یہ وضو اس بات سے خالی نہیں ہے کہ اس کی ابتدا یا تو داہنی جانب سے ہوئی ہوگی یا بائیں جانب سے اور نیز یہ وضو بطور موالات کے (یعنی پے درپے) ہوگا یا بطور موالات کے نہ ہوگا۔ بس نبی کریم ﷺ کے قول (**هٰذَا وُضُوْءٌ** الخ) سے مراد اس وضو کا اگر اپنے تمام اوصاف کے ساتھ ہونا ہے۔ تب تو موالات یا عدم موالات کی فرضیت لازم آئے گی، نیز تیامن یا عدم تیامن کی فرضیت لازم آئے گی (حالاں کہ آپ بھی ان کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں) اور اگر اس وضو کو تمام اوصاف کے ساتھ نہ مراد لیا جائے تو پھر آپ ﷺ کا یہ قول وضو کی ترتیب کے فرضیت پر بھی دلالت نہیں کرے گا۔

سوال: شارح نے شوافع کی کتابوں میں کیا دیکھا ہے؟

جواب: شارح وقایہ فرماتے ہیں کہ میں نے ترتیب کی فرضیت پر شوافع کی کتابوں میں ایک اور دلیل دیکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ وضو فرمایا اور پھر فرمایا کہ یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالی نماز کو قبول نہیں فرماتا۔ اس پر شوافع فرماتے ہیں کہ یہ وضو جس پر آپ ﷺ نے نماز کی صحت و قبولیت کو موقوف کیا وہ وضو باترتیب تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ اگر وضو باترتیب نہ ہو تو اس وضو سے جو نماز پڑھی جائے وہ قبول نہیں ہوتی۔ جس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ وضو میں ترتیب ضروری ہے بغیر ترتیب کے وضو صحیح نہ ہو گا۔ اور صحت وعدم صحت کا دارو مدار چوں کہ فرضیت پر ہوتا ہے۔ لہذا ترتیب فرض ہو گی۔

سوال: شوافع کے اس استدلال کا شارح نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: شوافع کے اس استدلال کا شارح نے یہ جواب دیا:

کہ آپ کا یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ کے قول (**هٰذَا وُضُوْءٌ** الخ) کا مرجع ترتیب ہے درست نہیں ہے۔ کیوں کہ جب آپ پوری حدیث پر غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد ترتیب نہیں ہے۔ کیوں کہ پوری حدیث اس طرح سے ہے کہ: حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو کو دھو کر فرمایا: یہ وُضو ہے جس کے بغیر اللہ تَعَالٰی نماز کو قبول نہیں کرتا اور آپ نے دو دو مرتبہ اَعضائے وضو کو دھو کر فرمایا کہ جس نے دو دو مرتبہ اَعضائے وضو کو دھویا اسے دُہرا ثواب ملے گا اور آپ نے تین تین مرتبہ اعضائے وُضو کو دھویا اور فرمایا: میرا، مجھ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء کا اور ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کا وضو ہے جو خلیل اللہ ہیں۔

(ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب ماجاء في الوضوء مرة۔۔۔الخ، ۱/۲۵۱، الحديث ۴۲۰ بدون ذكر ابراهيم عليه السلام)

پس اس حدیث میں آپ ﷺ کے قول (**هٰذَا وُضُوْءٌ**) کا مرجع اور مشار الیہ "مَرَّةً مَرَّةً" ہے۔ جیسا کہ سیاق حدیث اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اگر بالفرض "هٰذَا" کا مرجع "مَرَّةً مَرَّةً" کو نہ مانا جائے بلکہ وضو کو ہی مان لیا جائے تو پھر اس وضو کو اپنے تمام صفات کے ساتھ فرض ماننا ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وضو اگر بالترتیب ہو تب بھی یا تو داہنے جانب سے شروع ہوا ہو گا یا بائیں جانب سے اور یہ وضو پے در پے ہو گا یا پے در پے نہ ہو گا۔ اب اگر یمین سے شروع ہوا ہو تو تیامن فرض ہو گا اور اگر بطور موالات (یعنی پے در پے) ہو گا۔ تو موالات فرض ہو گا حالاں کہ آپ بھی ان

چیزوں کے فرضیت کے قائل نہیں ہیں لہذا ثابت ہوا کہ یہ وضو اپنے تمام صفات کے ساتھ فرض نہیں ہے تو ترتیب بھی فرض نہ ہو گی۔

وَالْوِلَاءُ أَيْ غَسْلُ الْأَعْضَاءِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّعَاقُبِ بِحَيْثُ لَا يَجُفُّ الْعُضْوُ الْأَوَّلُ وَعِنْدَ مَالِكٍ هُوَ فَرْضٌ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى كَوْنِ الْأُمُوْرِ الْمَذْكُوْرِ سُنَّةً مُوَاظَبَةُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ عَلٰى فَرْضِيَّتِهَا۔

ترجمہ: اور ولاء یعنی اعضاء کو تعاقب کے طور پر (یکے بعد دیگرے) دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہو جائے اور یہ (یعنی ولاء) امام مالک کے نزدیک فرض ہے اور امور مذکورہ کے سنت ہونے پر دلیل نبی کریم ﷺ کا مواظبت فرمانا(یعنی ہمیشہ کرنا) ہے ان امور کے فرضیت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

سوال: ''وِلَاءٌ'' کسے کہتے ہیں؟ نیز اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ''وِلَاءٌ'' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے دھوئے ہوئے عضو کی تری خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضو کو دھونا شروع کر دینا، ہاں اگر ہوا تیز چل رہی ہو یا گرمی زیادہ ہو کہ پانی عضو پر ڈالتے ہی سوکھ جاتا ہے تو اس کو ولاء ترک کرنے والا نہیں کہیں گے۔

''وِلَاءٌ'' کا حکم ہمارے نزدیک سنت ہے۔ اور امام مالک اس کو فرض قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کے پیر میں کچھ حصہ سوکھا رہ گیا ہے۔ جہاں پانی نہیں پہنچا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے، اس پر استدلال کرتے ہوئے امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا وضو اور نماز دونوں کے اعادہ کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ''وِلَاءٌ'' وضو میں فرض ہے۔ ورنہ آپ ﷺ صرف پیر دھونے کا حکم دیتے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے کسی چیز کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے سنت کے اہتمام کی وجہ سے اعادہ کا حکم دیا ہو۔ اور ایک دوسری حدیث بھی ''وِلَاءٌ'' کے عدم فرضیت پر دلالت کرتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر نے وضو کیا اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو دھویا اور سر پر مسح کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے تو ان سے

نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کہا گیا تو آپ نے اپنے موزے پر مسح کیا پھر نماز جنازہ پڑھی، ظاہر ہے کہ اگر "وِلَاءٌ" فرض ہوتا تو حضرت ابن عمر ایسا کبھی نہ کرتے۔

سوال: "**وَالدَّلِيْلُ عَلٰى كَوْنِ الْأُمُوْرِ الْمَذْكُوْرِ سُنَّةً**" سے شارح کیا بتارہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح مذکورہ (یعنی گٹوں تک ہاتھ دھونا، بسم اللہ پڑھنا، مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی پہنچانا، داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا، پورے سر کا مسح کرنا، کانوں کا مسح کرنا، نیت کرنا، ترتیب قائم رکھنا اور پے در پے وضو کرنا) چیزوں کے سنت ہونے کی دلیل بیان فرمارہے ہیں کہ ان چیزوں کے سنت ہونے پر دلیل نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ان چیزوں پر مواظبت فرمانا (یعنی ہمیشہ کرنا) ہے نیز ان امور کے فرضیت کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے لہذا یہ سنت ہوں گی۔

مُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءِ

وَمُسْتَحَبُّهُ اَلتَّيَامُنُ أَيِ الْإِبْتِدَاءُ بِالْيَمِيْنِ فِي غَسْلِ الْأَعْضَاءِ فَإِنْ قُلْتَ لَا شَكَّ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاظَبَ عَلَى التَّيَامُنِ فِي غَسْلِ الْأَعْضَاءِ وَلَمْ يَرْوِ أَحَدٌ أَنَّهُ بَدَأَ بِالشِّمَالِ فَيَنْبَغِيْ أَنْ يَكُوْنَ سُنَّةً۔ قُلْتُ السُّنَّةُ مَاوَاظَبَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ مَعَ التَّرْكِ أَحْيَانًا فَإِنْ كَانَتِ الْمُوَاظَبَةُ الْمَذْكُوْرَةُ عَلٰى سَبِيْلِ الْعِبَادَةِ فَسُنَنُ الْهُدٰى وَإِنْ كَانَتْ عَلٰى سَبِيْلِ الْعَادَةِ فَسُنَنُ الزَّوَائِدِ كَلُبْسِ الثِّيَابِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ وَتَقْدِيْمِ الرِّجْلِ الْيُمْنٰى فِي الدُّخُوْلِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَكَلَامُنَا فِي الْأَوَّلِ وَمُوَاظَبَةُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى التَّيَامُنِ كَانَتْ مِنْ قَبِيْلِ الثَّانِي۔ وَيُفْهَمُ هٰذَا مِنْ تَعْلِيْلِ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ التَّيَامُنَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى التَّنَعُّلِ وَالتَّرَجُّلِ **وَمَسْحُ الرَّقَبَةِ** لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَسَحَ عَلَيْهَا۔

ترجمہ: اور وضو کا مستحب تیامن ہے۔ یعنی اعضاء کے دھونے میں دائیں جانب سے ابتدا ر کرنا۔ پس اگر تو کہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعضاء کے دھونے میں تیامن پر مواظبت (یعنی ہمیشگی) کی ہے اور کسی نے بھی یہ روایت نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے بائیں جانب سے شروع کیا ہو۔ لہذا مناسب ہے تیامن کا سنت ہونا (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ سنت وہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو کبھی چھوڑنے کے ساتھ۔ پس اگر ذکر کی گئی مواظبت بطور عبادت کے ہو تو یہ سنن ہدی ہے اور اگر یہ مواظبت بطور عادت کے ہو تو وہ سنن زوائد (یعنی مستحب) ہے۔ جیسا کہ کپڑا پہنا اور سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا۔ اور (مسجد وغیرہ میں) داخل ہونے میں دایاں پیر مقدم کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ہمارا کلام پہلی صورت کے بارے میں ہے (جو کہ بطور عبادت کے ہو اور وہ سنت ہے) اور نبی کریم ﷺ کی تیامن پر مواظبت وہ دوسری قسم کی قبیل سے ہے (یعنی بطور عادت کے ہے) اور یہ بات (یعنی مستحب ہونا) صاحب ہدایہ کے نبی کریم ﷺ کے قول "بیشک اللہ پاک ہر چیز میں سیدھی جانب کو پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتے پہننا اور کنگھی کرنا" سے علت بیان کرنے سے سمجھی جاتی ہے (کہ تیامن مستحب ہے) **اور گردن کا مسح کرنا** کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے گردن پر مسح کیا ہے۔

سوال: مستحب کسے کہتے ہیں؟اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مُستَحب: وہ مامور بہ ہے جو نظرِ شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندیدگی نہ ہو، خواہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کِرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۲۸۳)

مستحب کا حکم: اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۲۸۳)

سوال: تیامن کے مستحب ہونے پر کیا اعتراض ہوتا ہے؟

جواب: تیامن کے مستحب ہونے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کو سنت ہونا چاہیے، کیوں کہ تیامن پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے۔ اور اس بارے میں ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بائیں جانب سے شروع کیا ہو۔

سوال: شارح نے اس اعتراض کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: شارح نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ جن افعال پر کبھی کبھی ترک کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ہے وہ دو طرح کے ہیں:

(۱)۔۔۔ایک تو وہ جو بطور عبادت کے ہیں۔ ان کو سنن ہدی کہا جاتا ہے۔ یعنی سنت مؤکدہ جن کا کرنا مطلوب ہوتا ہے اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاقِ عذاب ہے۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۲۸۳)

(۲)۔۔۔دوسرے وہ جو بطور عادت کے ہوں کہ ان کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۲۸۳) اور ان کو سنن زوائد کہا جاتا ہے اور مستحبات بھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی تیامن پر مواظبت اسی دوسری قسم کی قبیل سے ہے جو کہ مستحب ہے نہ کہ سنتِ مؤکدہ۔

سوال: "**وَكَلَامُنَا فِي الْأَوَّلِ**" سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ فرمارہے ہیں کہ تیامن سے پہلے والے معنی (سننِ ہدی میں سے ہونے) کی نفی کرنا مقصود ہے نہ کہ دوسرا والا (جو کہ سنن زوائد ہے) یعنی تیامن سنن زوائد میں سے ہے نہ کہ سنن ہدی میں سے۔

سوال: "**وَيُفْهَمُ هٰذَا مِنْ تَعْلِيْلِ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ**" سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ نے دائیں جانب سے شروع کرنے کے مستحب ہونے پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے علت بیان فرمائی ہے: ''بیشک اللہ پاک ہر چیز میں سیدھی جانب کو پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتے پہننا اور کنگھی کرنا'' لہذا صاحبِ ہدایہ کا اس حدیث سے دلیل پیش کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تیامن مستحب ہے نہ کہ سنت۔

سوال: گردن کے مسح کرنے کی کچھ وضاحت فرمادیں۔

جواب: دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا مستحب ہے، گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے۔

نَوَاقِضُ الْوُضُوْءِ

وَنَاقِضُهُ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ سَوَاءٌ كَانَ مُعْتَادًا أَوْ غَيْرَ مُعْتَادٍ كَالدُّوْدَةِ وَالرِّيْحِ الْخَارِجَةِ مِنَ الْقُبُلِ وَالذَّكَرِ وَفِيْهِ اِخْتِلَافُ الْمَشَائِخِ۔

ترجمہ: اور وضو کو توڑنے والی چیز وہ ہے جو سبیلین (یعنی قبل ودبر) سے نکلے۔ چاہے وہ معتاد ہو یا غیر معتاد ہو۔ جیسے کیڑا اور وہ ہوا جو قبل (یعنی عورت کی آگے کی شرمگاہ) یا ذکر (یعنی مرد کی شرمگاہ) سے نکلے۔ اور اس میں مشائخ (حنفیہ) کا اختلاف ہے۔

سوال: توڑی تو وہ چیز جاتی ہے جس کا جسم ہو، وضو کا تو کوئی جسم ہی نہیں ہے پھر کیسے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: آپ نے صحیح کہا مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جب نقض کی اضافت کسی معنوی شے (یعنی وضو، غسل وغیرہ) کی طرف ہو تو اس کے معنی مطلوب کے قائم کرنے سے نکل جانا ہے یعنی وضو سے جو مطلوب تھا (یعنی نماز قائم کرنا) اب وہ مطلوب قائم نہیں ہو سکتا۔

سوال: "**سَوَاءٌ كَانَ مُعْتَادًا أَوْ غَيْرَ مُعْتَادٍ**" کی وضاحت فرما دیں۔

جواب: پہلی شے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سبیلین یعنی مرد و عورت کے پیشاب یا پاخانے کے مقام سے کوئی چیز نکلے خواہ وہ عادت کے طور پر ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، ریح وغیرہ، یا عادت کے طور پر نکلنے والی نہ ہو جیسے کیڑا، پتھر کنکر وغیرہ۔

سوال: جو ریح قبل ودبر سے نکلے کیا اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جو ریح مرد و عورت کے آگے (یعنی پیشاب) کے مقام سے نکلے اس کے بارے میں شارح نے کہا کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض وضو ٹوٹنے کا قول کرتے ہیں اور بعض نہ ٹوٹنے کا قول مگر صحیح مذہب کے مطابق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ یہ حقیقت میں ریح نہیں ہے بلکہ اس عضو کا پھڑکنا ہے لیکن امام محمد نے پیچھے کے مقام کی ریح پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ قبل کے ہوا سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ بہار شریعت میں ہے: مرد یا عورت کے آگے سے ہَوا نکلی یا پیٹ میں ایسا زخم ہو گیا کہ جھلّی تک پہنچا، اس سے ہَوا نکلی تو وُضو نہیں جائے گا۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۰۴)("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الطہارة، مطلب: نواقض الوضوء، ج۱، ص۲۸۷)

سوال: قبل اور دبر کا نام سبیلین کیوں رکھا گیا؟

جواب: قبل اور دبر کا نام سبیلین اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دونوں نکلنے والی شے کے لئے راستے ہیں، کیونکہ سبیل کا معنی راستہ ہوتا ہے اور سبیلین تثنیہ کا صیغہ ہے۔

أَوْ مِنْ غَيْرِهِ إِنْ كَانَ نَجِسًا سَالَ إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ أَيْ إِلىٰ مَوْضِعٍ يَجِبُ تَطْهِيْرُهُ فِي الْجُمْلَةِ إِمَّا فِي الْوَضُوْءِ أَوْ فِي الْغُسْلِ۔ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ اَلْخَارِجُ مِنْ غَيْرِ السَّبِيْلَيْنِ لَا يُنْقِضُ الْوُضُوءَ۔

ترجمہ: یا سبیلین کے علاوہ سے نکلے اگر وہ ناپاک ہو اور ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جس کو پاک کیا جاتا ہو۔ یعنی ایسی جگہ کی طرف بہہ جائے جس کا پاک کرنا فی الجملہ وضو یا غسل میں واجب ہو۔ اور امام شافعی کے نزدیک غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز وضو نہیں توڑتی۔

سوال: غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز کے ناقضِ وضو ہونے میں کیا شرط ہے؟

جواب: غیر سمیلین سے نکلنے والی چیز اس شرط کے ساتھ ناقض وضو ہوگی کہ وہ ناپاک ہو اور ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جس کا وضو یا غسل میں دھونا ضروری ہوتا ہو

سوال: غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز کے ناقضِ وضو ہونے کے بارے میں امام شافعی کا کیا موقف ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی کوئی بھی چیز وضو کو نہیں توڑے گی ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پچھنا لگوایا پھر نماز پڑھ لی اور نماز پڑھنے سے پہلے نہ وضو کیا نہ پچھنا لگوانے کی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ کو دھویا۔ اور حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قے کی پھر وضو کیا تو میں نے کہا کہ کیا قے سے وضو فرض ہو جاتا ہے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر قے سے وضو فرض ہوتا ہے تو تو اس کو قرآن میں پاتا۔

سوال: امام شافعی کی دلیل کا کیا جواب ہے؟

جواب: امام شافعی کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی کی پیش کردہ دونوں احادیث کی سند ضعیف ہے لہذا یہ دلیل کے قابل نہیں اس کے بالمقابل ہمارے نزدیک بخاری اور اصحاب سنن کی حدیث ہے کہ فاطمہ بنت حبیش نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ مجھے حیض آتا ہی رہتا ہے، میں پاک نہیں ہوتی ہوں، کیا میں نماز کو چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں یہ تو عرق (یعنی رگوں) کا خون ہے یہ حیض نہیں ہے پس جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دے اور جب حیض بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ لے۔ اور ہر وقت نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کر، یہاں تک کہ دوسرا وقت آئے۔ چناں چہ آپ ﷺ کا قول **"یہ عرق ہے"** اشارہ کرتا ہے اس بات کی طرف کے وضو توڑنے میں عرق ہے، (یعنی رگوں کے خون کو بھی دخل ہے)۔

سوال: غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز سے وضو ٹوٹنے کی کچھ مثالیں بیان فرمائیں۔

جواب: سبیلین کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے خون پیپ وغیرہ نجاست کے نکل کر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس اگر بدن میں سوئی یا کانٹا چبھ جانے سے کچھ خون نکلے اور وہ اپنی جگہ سے نہ بڑھے تو وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہہ جائے جس کو وضو یا غسل میں دھونا یا مسح کرنا فرض یا مستحب ہے پس اگر کسی کے آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے اندر ہی بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا کہ آنکھ کے اندرونی حصے کا دھونا نہ وضو میں اور نہ غسل میں فرض و مستحب ہے ہاں اگر خون دماغ سے اتر کر ناک کی ہڈی تک آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وضو میں اس حصے تک پانی پہنچانا سنت اور غسل میں فرض ہے۔

وَقَوْلُهُ إِن كَانَ نَجِسًا مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ أَوْمِنْ غَيْرِهِ وَالرِّوَايَةُ النَجَسِ بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَهُوَ عَيْنُ النَّجَاسَةِ وَأَمَّا بِكَسْرِ الْجِيْمِ فَمَالَا يَكُوْنُ طَاهِرًا هٰذَا فِي اِصْطِلَاحِ الْفُقَهَاءِ وَأَمَّا فِي اللُّغَةِ فَيُقَالُ نَجِسَ الشَّيْءُ يَنْجَسُ فَهُوَ نَجَسٌ وَنَجِسٌ وَإِنَّمَا قَالَ سَالَ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَخْرَجَ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ عِنْدَنَا وَيَنْقُضُ عِنْدَ زُفَرَ وَكَذَا إِذَا عُصِرَ الْقُرْحَةُ فَتَجَاوَزَ وَكَانَ بِحَالٍ لَوْلَمْ يُعْصَرْ لَمْ يَتَجَاوَزْهُ وَكَذَا إِذَاعَضَّ شَيْئًا أَوْ خَلَّلَ أَسْنَانَهُ أَوْ أَدْخَلَ إِصْبَعَهُ فِي اَنْفِهِ فَرَأَى أَثَرَ الدَّمِ أَوْاِسْتَنْثَرَ

فَخَرَجَ مِنْ اَنْفِهِ الدَّمُ عَلَقًا عَلَقًا مِثْلَ الْعَدَسِ لَا يَنقُضُ عِندَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَوَجْهُهُ أَنَّ خُرُوجَ النَّجَاسَةِ مُؤَثِّرٌ فِي زَوَالِ الطَّهَارَةِ كَالسَّبِيْلَيْنِ وَنَحْنُ نَقُوْلُ نَعَمْ لٰكِنَّ الْقَلِيْلَ بَادٍ لَا خَارِجٌ وَالنَّجَاسَةُ الْمُسْتَقِرَّةُ فِي مَوْضِعِهَا لَا تَنْقُضُ۔

ترجمہ: اور ماتن کا قول "**إِن كَانَ نَجِسًا**" متعلق ہے ماتن کے قول "**أَوْمِنْ غَيْرِهِ**" سے اور "نَجَسٌ" کی روایت جیم کے فتحہ کے ساتھ تو وہ عین نجاست ہے (جیسے پیشاب پاخانہ خون وغیرہ) اور رہا جیم کے کسرہ کے ساتھ تو (مراد) وہ چیز ہے جو پاک نہیں ہے۔ یہ فقہا کی اصطلاح میں ہے اور رہا لغت میں تو کہا جاتا ہے "**نَجِسَ الشَّيْءُ يَنْجَسُ فَهُوَ نَجَسٌ وَنَجِسٌ**" (یعنی معنت میں بفتح الجیم اور بکسر الجیم دونوں کا ایک ہی معنی ہے) اور ماتن نے "سَالَ" (بہے) کہا اس لیے کہ جب وہ مخرج سے تجاوز نہ کرے تو ہمارے نزدیک وضو کو نہیں توڑے گا اور امام زفر کے نزدیک وضو کو توڑ دے گا اور اسی طرح جب پھوڑے کو نچوڑا جائے تو وہ تجاوز کر جائے اور وہ پھوڑا اس حال میں تھا کہ اگر نہ نچوڑا جاتا تو مخرج سے تجاوز نہ کرتا۔ (تو وضو کو نہیں توڑے گا) اور اسی طرح جب کسی نے کوئی چیز دانتوں سے کاٹی یا اپنے دانتوں کا خلال کیا یا اپنی انگلی اپنے ناک میں داخل کی اور خون کا اثر دیکھا یا ناک جھاڑی تو اس کی ناک سے خون کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مسور کی دال کی طرح نکلے تو ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا، بر خلاف امام زفر کے (کہ ان کے نزدیک ٹوٹ جائے گا) اس کی وجہ (یعنی امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ) بیشک نجاست کا نکلنا طہارت کے زائل ہونے میں اثر کرنے والا ہے جیسے کہ سبیلین۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں ہاں! (یعنی قاعدہ یہی ہے کہ خروج نجاست زوال طہارت میں مؤثر ہے) لیکن قلیل (نجاست) بادی (یعنی ظاہر ہونے والی) ہوتی ہے خارج (یعنی نکلنے والی) نہیں اور وہ نجاست جو اپنی جگہ پر مستقر (یعنی ٹھہری) ہو وہ وضو کو نہیں توڑتی۔

سوال: "**وَقَوْلُهُ إِن كَانَ نَجِسًا مُتَعَلِّقٌ**" اس عبارت کی شرح کریں۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ ماتن کا قول "**إِن كَانَ نَجِسًا**" متعلق ہے ماتن کے قول "**أَوْمِنْ غَيْرِهِ**" سے، لہذا معنی یہ ہوں گے کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز اسی وقت وضو کو توڑے گی جب کہ وہ نجس ہو اور اگر نجس نہ ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا جیسے کہ قلیل قے، بلغم کی قے وغیرہ کہ یہ نجس نہیں۔

سوال: "وَالرِّوَايَةُ النَّجَسِ بِفَتْحِ الْجِيْمِ" سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فقہائے کرام نے لفظِ "نَجَسٌ" اور "نَجِسٌ" میں فرق کیا ہے کہ "نَجَسٌ" عینِ نجاست کو کہتے ہیں جیسے پاخانہ، پیشاب، گوبر، لید، خون وغیرہ اور "نَجِسٌ" اس چیز کو کہتے ہیں جو پہلے پاک ہو پھر کسی نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہو جیسے پاک کپڑا، جب اس میں پاخانہ یا پیشاب وغیرہ لگ جائے تو اب اس کپڑے کو "نَجِس" کہیں گے۔

لیکن اہلِ لغت "نَجَسٌ" اور "نَجِسٌ" کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ "نَجَسٌ۔نَجِسٌ" دونوں ایک ہی "نَجِسَ، يَنْجَسُ" فعل کے مصدر ہیں جس کا معنی ناپاک اور گندہ ہونا ہے۔

سوال: ماتن میں غیرِ سبیلین سے نکلنے والی چیز میں "سَالَ" کی قید کیوں لگائی ہے؟

جواب: ماتن نے غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز کے ناقضِ وضو ہونے میں "سَالَ" یعنی بہنے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر وہ نہ بہے تو ناقضِ وضو نہیں۔ یہاں تک کہ اگر بدن میں سوئی یا کانٹا چبھ جانے سے کچھ خون نکلے اور وہ اپنی جگہ سے نہ بڑھے تو وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہہ جائے جس کو وضو یا غسل میں دھونا یا مسح کرنا فرض یا مستحب ہے پس اگر کسی کے آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے اندر ہی بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا کہ آنکھ کے اندرونی حصے کا دھونا نہ وضو میں اور نہ غسل میں فرض و مستحب ہے ہاں اگر خون دماغ سے اتر کر ناک کی ہڈی تک آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وضو میں اس حصے تک پانی پہنچانا سنت اور غسل میں فرض ہے۔

اسی طرح جب پھوڑے کو نچوڑا جائے تو وہ تجاوز کر جائے اور وہ پھوڑا اس حال میں تھا کہ اگر نہ نچوڑا جاتا تو مخرج سے تجاوز نہ کرتا۔ (تو وضو کو نہیں توڑے گا) اور اسی طرح جب کسی نے کوئی چیز دانتوں سے کاٹی یا اپنے دانتوں کا خلال کیا یا اپنی انگلی اپنے ناک میں داخل کی اور خون کا اثر دیکھا یا ناک جھاڑی تو اس کی ناک سے خون کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مسور کی دال کی طرح نکلے تو ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز کے ناقضِ وضو ہونے یا نہ ہونے میں امام زفر کا کیا موقف ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز کے ناقض وضو ہونے میں امام زفر مطلقاً خروج نجاست کو ناقض مانتے ہیں چاہے وہ بہے یا نہ بہے لہذا اوپر ذکر کی ہوئی تمام صورتوں میں امام زفر کے یہاں وضوٹوٹ جائے گا جبکہ ہمارے یہاں نہیں ٹوٹے گا۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ خروجِ نجاست زوالِ طہارت میں اثر انداز ہوتا ہے جیسے کہ سبیلین سے مطلقا نجاست کا خروج زوال طہارت میں اثر انداز ہے چاہے وہ نجاست کم ہو یا زیادہ بہے یا نہ بہے۔

سوال: امامِ زفر کی دلیل کا کیا جواب ہے؟

جواب: امام زفر کی دلیل کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز اگر قلیل ہو اور وہ نہ بہے تو اس کو ظاہر ہونے والی تو کہا جا سکتا ہے، خارج ہونے والی نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ بدن کے ہر حصہ میں کھال کے نیچے نجاست ہے اور وہ نجاست جب تک کہ اپنی جگہ پر بر قرار ہے ناقضِ وضو نہیں ہے اور جب وہ نجاست ظاہر ہوئی اور بہی نہیں تو اس صورت میں وہ اپنی جگہ بر قرار ہے خارج نہیں لہذا ناقض وضو نہ ہو گی۔ بر خلاف سبیلین کے کہ سبیلین نجاست کی جگہ نہیں بلکہ نجاست کی جگہ پیٹ ہے لہذا جب سبیلین میں نجاست ظاہر ہوئی تو وہ خارج ہے کہ پیٹ سے چل کر آئی ہے اور خروجِ نجاست سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

قُلْتُ هٰذَا الدَّلِيْلُ غَيْرُ تَامٍّ لِأَنَّهُ لَا يَشْمَلُ مَا إِذَا غُرِزَتْ إِبْرَةٌ فَارْتَقَى الدَّمُ عَلٰى رَأْسِ الْجُرْحِ لٰكِنْ لَمْ يَسِلْ فَإِنَّ الْخُرُوْجَ هُنَاكَ مَحْسُوْسٌ وَمَعَ ذٰلِكَ لَا يَنْقُضُ عِنْدَنَا وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِيْ وَجْهٌ حَسَنٌ وَ هُوَ أَنَّهُ لَمْ يَتَحَقَّقْ خُرُوْجُ النَّجَاسَةِ لِأَنَّ هٰذَا الدَّمَ غَيْرُ نَجِسٍ بَلِ النَّجِسُ هُوَ الدَّمُ الْمَسْفُوْحُ وَهٰكَذَا فِي الْقَيْءِ الْقَلِيْلِ وَسَيَأْتِيْ فِيْ هٰذِهِ الصَّفْحَةِ۔

ترجمہ: (شارح فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ دلیل تام نہیں ہے اس لیے کہ یہ اس صورت کو شامل نہیں ہے کہ جب سوئی چبھوئی جائے تو خون زخم کے سرے پر چڑھ آئے لیکن بہے نہیں تو بیشک خروج یہاں محسوس ہوا اور اس کے باوجود

ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور میرے دل میں (اس کی) ایک اچھی وجہ آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ (اس صورت میں بھی) خروج نجاست نہیں پایا گیا اس لیے کہ یہ خون نجس نہیں ہے بلکہ نجس تو دم مسفوح (یعنی بہنے والا خون) ہے اور ایسے ہی (یعنی یہی صورت) قلیل قے میں ہے، جس کا بیان ان ہی صفحات میں آرہا ہے۔

سوال: "**قُلْتُ هٰذَا الدَّلِيْلُ غَيْرُ تَامٍّ**" کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ شارح فرماتے ہیں کہ ما سبق میں احناف کی جانب سے جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ غیر تام ہے مکمل نہیں کیوں کہ اس میں یہ صورتیں شامل نہیں ہوتی ہیں مثلا اگر کسی کو سوئی چبھو دی گئی یا کسی کے کانٹا وغیرہ چبھ گیا تو اس صورت میں زخم کے سرے پر خون نکل آتا ہے، اب اگر وہ خون نہ بہے تو ہمارے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے حالاں کہ یہاں خروج دم ہر کوئی محسوس کرلیتا ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ یہاں جو وضو کے ٹوٹنے کا حکم نہیں لگا اس کی ایک بہترین وجہ میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل میں خروج نجاست کو ناقض وضو مانا گیا ہے اور یہاں خروج نجاست نہیں پایا گیا کیوں کہ یہ جو خون نکلا ہے وہ دم مسفوح یعنی بہنے والا خون نہیں ہے لہذا یہ پاک ہے کیوں کہ دم مسفوح ہی ناپاک ہوتا ہے اور دم غیرِ مسفوح ناپاک نہیں ہوتا۔

اسی طرح قے قلیل بھی ناپاک نہیں ہوتی لہذا اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: "**وَسَيَأْتِيْ فِيْ هٰذِهِ الصَّفْحَةِ**" سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دم مسفوح اور غیر مسفوح میں فرق، اسی طرح قلیل قے اور کثیر قے میں جو فرق ہے ان شاء اللہ اسی صفحے میں آرہا ہے (اسی صفحے سے مراد شارح کے نسخے کا صفحہ ہے) اور ہماری کتاب میں آئندہ صفحات میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

وَقَوْلُهٗ إِلٰى مَا يُطَهَّرُ اِحْتِرَازٌ عَمَّا إِذَا قَشَرَتْ نِفْطَةٌ فِي الْعَيْنِ فَسَالَ الصَّدِيْدُ بِحَيْثُ لَمْ يَخْرُجْ مِنَ الْعَيْنِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ لِاَنَّ دَاخِلَ الْعَيْنِ لَا يَجِبُ تَطْهِيْرُهٗ أَصْلًا لَا فِي الْوُضُوْءِ وَلَا فِي الْغُسْلِ إِذْ لَيْسَ لَهٗ حُكْمُ ظَاهِرِ الْبَدَنِ فَالْمُعْتَبَرُ الْخُرُوْجُ إِلٰى مَاهُوَ ظَاهِرُ الْبَدَنِ شَرْعًا۔

ترجمہ: اور ماتن کا قول "**إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ**" احتراز کرنا ہے اس صورت سے جب کہ آنکھ میں کوئی آبلہ پھوٹ جائے تو اس سے پیپ اس طرح بہہ پڑے کہ آنکھ سے باہر نہ نکلے تو یہ وضو کو نہیں توڑے گا، اس لیے کہ آنکھ کے اندرونی حصہ کا پاک کرنا کسی بھی صورت میں واجب نہیں ہے نہ تو وضو میں اور نہ غسل میں اس لیے کہ اس کے لیے ظاہر بدن کا حکم نہیں ہے اور معتبر اس جگہ کی طرف خروج ہے جو شرعا ظاہر بدن ہو۔

سوال: ماتن کے "**إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ**" ذریعہ کس چیز سے احتراز کرنا ہے؟

جواب: شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے "**إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ**" جو کہا ہے تو اس سے اس صورت سے احتراز کرنا مقصود ہے جب کہ کوئی آبلہ آنکھ کے اندر پھوٹ پڑے اور اس سے پیپ اس طرح بہہ پڑے کہ وہ آنکھ سے باہر نہ نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ آنکھ کا اندرونی حصہ واجب تطہیر نہیں ہے نہ تو وضو میں اور نہ ہی غسل میں کیوں کہ وہ باطن جسم کے حکم میں ہے ظاہر جسم کے حکم میں نہیں ہے۔ اور ماتن نے جو "**إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ**" کی قید لگائی ہے اس سے اس کی جانب خروج معتبر ہے جو شرعاً بدن کا ظاہری حصہ ہو۔

وَاعْلَمْ أَنَّ قَوْلَهُ إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ يَجِبُ أَنْ يَّكُوْنَ مُتَعَلِّقًا بِقَوْلِهِ مَا خَرَجَ لَا بِقَوْلِهِ سَالَ فَإِنَّهُ إِذَا فَصَدَ وَخَرَجَ دَمٌ كَثِيْرٌ وَسَالَ بِحَيْثُ لَمْ يَتَلَطَّخْ رَأْسُ الْجُرْحِ فَإِنَّهُ لَا شَكَّ فِي الْانْتِقَاضِ عِنْدَنَا مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَسِلْ إِلىٰ مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيْرِ بَلْ خَرَجَ إِلىٰ مَوْضِعٍ لَا يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيْرِ ثُمَّ سَالَ فَالْعِبَارَةُ الْحَسَنَةُ أَنْ يُّقَالَ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ إِلَى مَا يُطَهَّرُ إِنْ كَانَ نَجَسًا سَالَ۔

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ ماتن کے قول "**إِلىٰ مَا يُطَهَّرُ**" کو ماتن کے قول "**مَا خَرَجَ**" سے متعلق کرنا واجب ہے نہ کہ ماتن کے قول "**سَالَ**" سے، اس لیے کہ جب کوئی فصد لگائے اور بہت سارا خون نکل آئے اور وہ بہا اس طور پر کہ زخم کا سرا آلودہ نہ ہو تو (اس صورت میں) ہمارے نزدیک وضو کے ٹوٹنے میں کوئی شک نہیں ہے باوجود اس کے کہ وہ خون ایسی جگہ کی طرف نہیں بہا جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے بلکہ وہ نکلا ہے ایسی جگہ کی طرف جس کو حکم تطہیر لاحق نہیں ہوتا ہے پھر بہا۔ پس بہترین عبارت یہ کہنا ہے: "**مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ إِلَى مَا يُطَهَّرُ إِنْ كَانَ نَجَسًا**

سَالَ"کہ جو چیز سبیلین یا غیر سبیلین سے نکلے ایسی جگہ کی طرف جس کو پاک کیا جاتا ہوا گر وہ ناپاک ہو اور بہہ پڑے (تو وہ ناقض وضو ہو گی)۔

سوال: ماتن کے قول" **إِلَىٰ مَا يُطَهَّرُ** "کو کس سے متعلق کرنا واجب ہے؟

جواب: شارح اس کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ ماتن کے قول" **إِلَىٰ مَا يُطَهَّرُ** "کو کس سے متعلق مانیں گے کیونکہ اس میں دو احتمالات ہیں ایک تو یہ کہ اس کو"مَا خَرَجَ" سے متعلق مانا جائے یا"سَالَ" سے متعلق مانا جائے لیکن "سَالَ" سے متعلق ماننے کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جس کو پاک کیا جاتا ہو جس میں یہ صورت داخل نہیں ہو سکتی کہ اگر کسی آدمی نے فصد لگوایا جس کی وجہ سے بہت سارا خون نکلا لیکن اس سے زخم کا سرا آلودہ نہیں ہوا (اس طرح کے خون فوارہ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہو) تو اس صورت میں وضو کے ٹوٹنے میں کوئی شک نہیں ہے حالاں کہ ایسی جگہ کی طرف نہیں بہا ہے جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہو لہذا ضروری ہے کہ" **إِلَىٰ مَا يُطَهَّرُ** "کو" **مَا خَرَجَ** "سے متعلق مانا جائے جس میں یہ صورت بھی داخل ہو گی اور مطلب یہ ہو گا کہ وہ چیز ناقض وضو ہو گی جو سبیلین یا اس کے علاوہ سے نکلے ایسی جگہ کی طرف جس کی تطہیر ضروری ہے اگر وہ نکلنے والی چیز ناپاک ہو اور بہہ پڑے (تو ناقض وضو ہو گی)۔

وَالْقَيْءُ عَطْفٌ عَلَىٰ قَوْلِهِ مَا خَرَجَ فَارَادَ أَنْ يُفَصِّلَ أَنْوَاعَهُ لِأَنَّ الْحُكْمَ مُخْتَلَفٌ فِيْهَا فَقَالَ دَماً رَقِيْقًا إِنْ سَاوَى الْبُزَاقَ حَتّٰى إِذَا كَانَ الْبُزَاقُ أَكْثَرَ لَا يَنْقُضُ وَلَمَّا ذُكِرَ حُكْمُ الْمُسَاوَاةِ عُلِمَ حُكْمُ الْغَلَبَةِ بِالطَّرِيْقِ الْأَوْلَىٰ فَقَالُوْا إِذَا اِصْفَرَّ الْبُزَاقُ مِنَ الدَّمِ فَلَا يَجِبُ الْوُضُوْءُ وَإِنْ اِحْمَرَّ يَجِبُ۔

ترجمہ: **اور قے** اس کا ماتن کا قول"مَا خَرَجَ" پر عطف ہے، پس ماتن نے قے کے انواع کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اس لیے کہ حکم اس میں مختلف ہیں پس ماتن نے فرمایا: **پتلا خون اگر تھوک کے برابر ہو** (تو ناقض وضو ہو گا) یہاں تک کہ جب تھوک زیادہ ہو تو ناقض وضو نہ ہو گا اور جب مساواۃ (یعنی برابر ہونے) کا حکم ذکر کیا گیا تو (تھوک پر خون کے) غلبہ کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا پس فقہا نے فرمایا ہے کہ جب تھوک خون کے ملنے سے زرد (یعنی پیلا) ہو جائے تو وضو واجب نہ ہو گا اور اگر تھوک سرخ ہو جائے تو واجب ہو گا۔

سوال: ماتن کے قول "**وَالْقَيْءُ**" کا عطف کس پر ہے؟ اور ماتن کیا بیان کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح فرمارہے ہیں کہ ماتن کے قول "**وَالْقَيْءُ**" کا عطف ماتن کے قول "مَا خَرَجَ" پر عطف ہے، اور ماتن اب یہاں سے قے کے انواع کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں اس لیے کہ قے کا حکم مختلف ہے۔

"**مُخْتَلَفٌ**" کو اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے، پس جب اسمِ فاعل پڑھیں گے تو معنی ہوگا "قے میں حکم مختلف ہے" اور جب اسمِ مفعول پڑھیں گے تو معنی ہوگا "قے کے حکم میں اختلاف کیا ہوا ہے"۔

سوال: منہ سے خون نکلا تو کب ناقضِ وضو ہوگا اور کب ناقضِ وضو نہیں ہوگا؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ پتلا خون جو دانتوں کے درمیان سے نکلا ہے اگر وہ تھوک کے برابر ہے تو وضو کو توڑ دے گا۔

(۲)۔۔۔ اور اگر تھوک سے زیادہ ہے تو درجۂ اولی وضو کو توڑ دے گا۔

(۳)۔۔۔ اور اگر تھوک سے کم ہے تو وضو کا نہیں توڑے گا۔

اس کے پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ اگر تھوک کا رنگ سرخ ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک کا رنگ پیلا ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وضو کے ٹوٹنے میں تھوک کے رنگ کا اعتبار ہے اور روزے کے ٹوٹنے میں مزہ کا اعتبار ہے، اگر حلق میں نمکین سا محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔

ثُمَّ عَطَفَ عَلٰى قَوْلِهٖ دَمًا قَوْلَهٗ أَوْ مِرَّةً أَوْ طَعَامًا أَوْ مَاءً أَوْ عَلَقًا إِنْ كَانَ مِلْأَ الْفَمِ لَا بَلْغَمًا أَصْلًا سَوَاءٌ كَانَ نَازِلًا مِنَ الرَّأْسِ اَوْ صَاعِدًا مِنَ الْجَوْفِ وَسَوَاءٌ كَانَ قَلِيْلًا أَوْ كَثِيْرًا لِأَنَّهٗ لِلَزُوْجَتِهٖ لَا يَتَدَاخَلُهُ النَّجَاسَةُ وَيَنْقُضُ صَاعِدُهٗ مِلْءَ الْفَمِ عِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ لٰكِنَّ النَّازِلَ مِنَ الرَّأْسِ لَا يَنْقُضُ عِنْدَهٗ أَيْضًا۔

ترجمہ: پھر ماتن نے اپنے قول "دَمًا" پر اپنے قول "اَوْ مِرَّةً" کا عطف کیا ہے **یا صفرہ یا کھانا یا پانی یا جمے ہوئے خون (کی قے) اگر منہ بھر کر ہو (تو وضو کو توڑ دے گی) نہ کہ خالص بلغم** چاہے وہ (یعنی بلغم) سر سے اترنے والا ہو یا پیٹ سے چڑھنے والا ہو اور چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ وضو کو نہیں توڑے گا) اس لئے کہ اس کی چکناہٹ کی وجہ سے اس میں نجاست داخل نہیں ہوتی **اور امام ابو یوسف کے نزدیک پیٹ سے چڑھنے والا بلغم وضو کو توڑ دے گا جبکہ منہ بھر ہو** لیکن سر سے اترنے والا ان کے نزدیک بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

سوال: اور کن کن چیزوں کی قے وضو کو توڑ دیتی ہے؟

جواب: اگر کسی صفراء یعنی کڑوے پانی، کھانے یا پانی یا جمے ہوئے خون یا پت کی قے منہ بھر کر ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کوئی چیز کھانے یا پینے کے فوراً بعد اسی وقت اس کی قے ہوئی ہو یا دیر میں ہوئی ہو بشر طیکہ منہ بھر ہو۔ اور اگر منہ بھر سے کم ہوئی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: منہ بھر قے کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو قے تکلّف کے بغیر نہ روکی جا سکے اسے منہ بھر قے کہتے ہیں اور یہ پیشاب کی طرح ناپاک ہوتی ہے، اس کے چھینٹوں سے اپنے کپڑے اور بدن کو بچانا ضروری ہے۔ (نماز کے احکام صفحہ نمبر ۲۹)

سوال: بلغم کی قے ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ نیز اس میں کس کا اور کیا اختلاف ہے؟

جواب: اگر خالص بلغم کی قے ہو تو طرفین کے نزدیک ناقض وضو نہ ہو گی چاہے پیٹ سے چڑھی ہو چاہے سر سے اتری ہو، چاہے قلیل ہو یا کثیر۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بلغم ایک چکنی چیز ہے جس میں نجاست داخل نہیں ہو سکتی اور اگر کچھ نجاست بلغم کے ساتھ متصل بھی ہو تو وہ قلیل ہو گی اور قلیل ناقض نہیں ہے۔

امام ابو یوسف سر سے اترنے والی بلغم میں تو طرفین کے ساتھ ہیں یعنی وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن پیٹ سے چڑھنے والی کو ناقض وضو کہتے جبکہ وہ منہ بھر ہو۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ پیٹ نجاست کی جگہ ہے لہذا جو بلغم پیٹ سے چڑھے گا وہ اتصالِ نجاست کی وجہ سے نجس ہو گا۔

سوال: بلغم کی قے میں مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: بلغم کی قے میں مفتی بہ قول طرفین کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: بلغم کی قے وُضو نہیں توڑتی جتنی بھی ہو۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۳۰۶)

وَهُوَ يَعْتَبِرُ الْإِتِّحَادَ فِي الْمَجْلِسِ وَمُحَمَّدٌ فِي السَّبَبِ فَيُجْمَعُ مَا قَاءَ قَلِيْلًا قَلِيْلًا فَقَوْلُهُ وَهُوَ يَعْتَبِرُ اَلضَّمِيْرُ يَرْجِعُ إِلٰى أَبِي يُوسُفَ وَهٰذَا ابْتِدَاءُ مَسْأَلَةٍ صُوْرَتُهَا إِذَا قَاءَ قَلِيْلًا قَلِيْلًا بِحَيْثُ لَوْ جُمِعَ يَبْلُغُ مِلْءَ الْفَمِ فَأَبُوْ يُوْسُفَ يَعْتَبِرُ إِتِّحَادَ الْمَجْلِسِ أَيْ إِذَا كَانَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ يُجْمَعُ فَيَكُوْنَ نَاقِضًا وَمُحَمَّدٌ يَعْتَبِرُ اِتِّحَادَ السَّبَبِ وَهُوَ الْغَثَيَانُ فَإِنْ كَانَ بِغَثَيَانٍ وَاحِدٍ يُجْمَعُ فَيَكُوْنُ نَاقِضًا فَحَصَلَ أَرْبَعُ صُوَرٍ اِتِّحَادُ الْمَجْلِسِ وَالْغَثَيَانِ فَيُجْمَعُ اِتِّفَاقًا وَاخْتِلَافُهُمَا فَلَا يُجْمَعُ اِتِّفَاقًا وَاِتِّحَادُ الْمَجْلِسِ مَعَ اِخْتِلَافِ الْغَثَيَانِ فَيُجْمَعُ عِندَ أَبِي يُوْسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ وَاخْتِلَافُ الْمَجْلِسِ مَعَ اِتِّحَادِ الْغَثَيَانِ فَيُجْمَعُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لِأَبِي يُوْسُفَ۔

ترجمہ: اور وہ (یعنی امام ابو یوسف) اعتبار کرتے ہیں اتحاد مجلس کا اور امام محمد اعتبار کرتے ہیں اتحاد سبب کا پس جمع کیا جائے گا اس قے کو جو تھوڑی تھوڑی کی ہو پس ماتن کا قول "وَهُوَ يَعْتَبِرُ" میں ضمیر امام ابو یوسف کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ (یعنی یہاں سے) ایک نئے مسئلہ کی ابتدا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ جب کسی نے تھوڑی تھوڑی قے کی اس طور پر کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو منہ بھر کو پہنچ جائے تو امام ابو یوسف اتحاد مجلس کا اعتبار کرتے ہیں یعنی جب وہ (یعنی تھوڑی تھوڑی قے) ایک ہی مجلس میں ہو تو اس کو جمع کیا جائے گا (اگر وہ منہ بھر کی مقدار ہو) تو ناقض وضو ہو گی اور امام محمد اعتبار کرتے ہیں اتحاد سب کا اور وہ متلی ہے پس اگر وہ قے ایک ہی متلی سے ہو تو اس کو جمع کیا جائے گا (اگر وہ منہ بھر کی مقدار ہو) تو ناقض وضو ہو گی۔ پس (اس مسئلہ کی) چار صورتیں حاصل ہوئیں (۱) اتحاد مجلس اور اتحاد غثیان تو بالاتفاق جمع کیا جائے گا۔ (۲) اختلاف مجلس اور اختلاف غثیان تو بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔ (۳) اتحاد مجلس مع اختلاف غثیان تو (اس صورت میں) امام ابو یوسف کے نزدیک جمع کیا جائے گا بر خلاف امام محمد کے (یعنی ان کے نزدیک

جمع نہیں کیا جائے گا)۔ (۴) اختلاف مجلس مع اتحاد غثیان (تو اس صورت میں) امام محمد کے نزدیک جمع کیا جائے گا بر خلاف امام ابو یوسف کے (کہ ان کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا)۔

سوال: "وَهُوَ يَعْتَبِرُ" کی ضمیر کس کی طرف لوٹ رہی ہے؟

جواب: "وَهُوَ يَعْتَبِرُ" کی ضمیر امام ابو یوسف کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ اس سے قبل ان ہی کا نام آیا ہے۔

سوال: اگر تھوڑی قے چند بار ہوئی تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: اگر تھوڑی قے چند بار ہوئی اور قے کا سبب ایک ہے تو امام محمد کے نزدیک متفرق قے کو اندازے سے جمع کیا جائے گا، پس اگر جمع کرنے سے منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا (اور یہی قول اصح ہے) اور سبب ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار متلی ہو کر قے آئی اور وہ متلی ابھی دور نہیں ہوئی بلکہ اسی متلی کی حالت میں دوبارہ قے آئی تو ان دونوں مرتبہ کی قے کا سبب ایک ہے اور ان دونوں قے کو اندازے سے جمع کیا جائے گا اور اگر پہلی بار کی قے کی متلی ختم ہونے کے بعد دوبارہ قے آئی تو اس کا سب مختلف ہے۔

اور امام ابو یوسف کے یہاں مجلس کے متحد ہونے کا اعتبار ہے پس اگر تھوڑی تھوڑی قے ایک ہی مجلس میں چند بار آئی اگرچہ ان سب قے کا سبب مختلف ہو، تو اُن کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال: سبب اور مجلس کے متحد و مختلف ہونے کے اعتبار سے کتنی اور کون کون سی صورتیں ہوں گی؟ مع حکم بیان فرمادیں۔

جواب: سبب اور مجلس کے متحد و مختلف ہونے کے اعتبار سے چار صورتیں ہوں گی:

(۱)۔۔۔ دونوں قے کا سبب اور مجلس ایک ہو، اس صورت میں بالاتفاق قے کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲)۔۔۔ دونوں قے کا سبب بھی مختلف ہو اور مجلس بھی متعدد ہو تو اس صورت میں بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔

(۳)۔۔۔ دونوں قے کا سبب ایک ہو اور مجلس متعدد ہوں تو اس صورت میں امام محمد کے نزدیک قے کو جمع کیا جائے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔

(۴)۔۔۔ دونوں قے کا سبب مختلف ہو اور مجلس متحد ہو تو اس صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک جمع کیا جائے گا جبکہ امام محمد کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔

سوال: مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول امامِ محمد ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: اگر تھوڑی تھوڑی چند بار قے آئی کہ اس کا مجموعہ منہ بھر ہے تو اگر ایک ہی متلی سے ہے تو وُضو توڑدے گی اور اگر متلی جاتی رہی اور اس کا کوئی اثر نہ رہا پھر نئے سرے سے متلی شروع ہوئی اور قے آئی اور دونوں مرتبہ کی علیٰحدہ علیٰحدہ منہ بھر نہیں مگر دونوں جمع کی جائیں تو منہ بھر ہو جائے تو یہ ناقضِ وُضو نہیں، پھر اگر ایک ہی مجلس میں ہے تو وُضو کر لینا بہتر ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۰۶۔۳۰۷)

وَمَا لَيْسَ بِحَدَثٍ لَيْسَ بِنَجِسٍ بِكَسْرِ الْجِيْمِ فَيَلْزَمُ مِنْ انْتِفَاءِ كَوْنِهٖ حَدَثًا إِنْتِفَاءُ كَوْنِهٖ نَجِسًا فَالدَّمُ إِذَا لَمْ يَسِلْ عَنْ رَأْسِ الْجُرْحِ طَاهِرٌ وَكَذَا الْقَيْءُ الْقَلِيْلُ وَعَنْ مُحَمَّدٍ فِيْ غَيْرِ رِوَايَةِ الْأُصُوْلِ أَنَّهٗ نَجِسٌ لِاَنَّهٗ لَا أَثَرَ لِلسَّيَلَانِ فِي النَّجَاسَةِ فَإِذَا كَانَ السَّائِلُ نَجِسًا فَغَيْرُ السَّائِلِ يَكُوْنُ كَذٰلِكَ وَلَنَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى (قُلْ لَّا أَجِدُ فِيْمَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا إِلٰى قَوْلِهٖ أَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا) فَغَيْرُ الْمَسْفُوْحِ لَا يَكُوْنُ مُحَرَّمًا فَلَا يَكُوْنُ نَجِسًا وَالدَّمُ الَّذِي لَمْ يَسِلْ عَنْ رَأْسِ الْجُرْحِ دَمٌ غَيْرُ مَسْفُوْحٍ فَلَا يَكُوْنُ نَجِسًا۔

ترجمہ: اور جو حدث (یعنی وضو توڑنے والا) نہ وہ نجس بھی نہیں ہے (نجس) جیم کے کسرہ کے ساتھ لہٰذا کسی چیز کے حدث ہونے کی نفی کرنے سے اس چیز کے نجس ہونے کی نفی کرنا لازم ہو گا، پس خون جب زخم کے سرے سے نہ بہے

پاک ہے، اسی طرح کے تقلیل قے (بھی پاک ہے) اور امام محمد سے غیر اصول (یعنی نوادر) کی روایت میں ہے کہ وہ (یعنی جو خون نہ بہے) نجس ہے اس لیے کہ نجاست میں سیلان (بہنے) کو کوئی اثر نہیں ہے پس جب بہنے والا خون نجس ہے تو نہ بہنے والا بھی ایسے ہی ہو گا (یعنی نجس ہو گا) اور ہمارے لیے (یعنی ہماری دلیل) اللہ پاک کا فرمان "قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا" (تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مُردار ہو یا رگوں کا بہتا خون) ہے پس غیر مسفوح حرام نہیں ہو تا لہٰذا نجس بھی نہ ہو گا اور وہ خون جو زخم کے سرے سے نہ بہے غیر مسفوح (یعنی نہ بہنے والا) خون ہے لہٰذا ناپاک بھی نہ ہو گا۔

سوال: "وَمَا لَيْسَ بِحَدَثٍ لَيْسَ بِنَجِسٍ" سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح ایک قاعدۂ کلیہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ وہ چیز جو حدث یعنی ناقض وضو نہ ہو وہ ناپاک بھی نہ ہو گی لہٰذا اگر قے قلیل اور دم غیر مسفوح کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر نماز درست ہو جائے گی۔

سوال: "فَيَلْزَمُ مِنْ انْتِفَاءِ كَوْنِهٖ حَدَثًا" کی وضاحت فرمادیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی چیز سے اس کے حدث ہونے کی نفی کر دی جاتی ہے تو اس سے اس چیز کے ناپاک ہونے کی بھی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو مستلزم ہیں کہ جو حدث ہو گی وہ ناپاک ہو گی اور جو حدث نہیں وہ ناپاک بھی نہیں۔ پس وہ خون جو اپنی جگہ سے نہ بہے اور وہ قے جو منہ بھر نہ ہو ان دونوں سے وضو نہیں ٹوٹتا لہٰذا یہ دونوں ناپاک بھی نہیں ہوں گے۔

سوال: دم غیر مسفوح کے بارے میں امام محمد کا کیا قول ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: شارح فرماتے ہیں کہ امام محمد سے نوادر کی روایت میں یہ منقول ہے کہ دم غیر مسلوح بھی ناپاک ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ بہنے نہ بہنے کا ناپاکی سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا دم مسفوح ناپاک ہے تو دم غیر مسفوح بھی ناپاک ہو گا۔ یہی قول امام شافعی کا ہے اور بعض علمائے احناف کا بھی یہی قول ہے جیسے کہ ابو جعفر، ابو بکر وغیرہ۔

سوال: شارح نے امام محمد کو کیا جواب دیا ہے؟

جواب: شارح نے شیخین کی طرف سے امام محمد کو جواب کے طور پر یہ آیت پیش کی ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۵) (پ۸، الانعام، ۱۴۵)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مُردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت کہ وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطعومات (یعنی کھائی جانے والی چیزون) میں حرمت کو صرف چار چیزوں کے ساتھ خاص کیا ہے (۱) مردار (۲) دم مسفوح (۳) خنزیر (۴) غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ۔ اس آیت میں دم مسفوح کو محرمات میں شامل کیا ہے لہذا دم غیر مسفوح حرام نہ ہو گا اور جب حرام نہیں ہے تو ناپاک بھی نہ ہو گا کیوں کہ جو ناپاک ہے وہ حرام ہے۔ اور وہ خون جو زخم کے سرے سے نہ بہے غیر مسفوح (یعنی نہ بہنے والا) خون ہے لہذا ناپاک بھی نہ ہو گا۔

فَإِنْ قِيْلَ هٰذَا فِيْمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ فَظَاهِرٌ وَأَمَّا فِيْمَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ كَالْآدَمِيِّ فَغَيْرُ الْمَسْفُوْحِ حَرَامٌ أَيْضًا فَلَا يُمْكِنُ الْإِسْتِدْلَالُ بِحِلِّهِ عَلٰى طَهَارَتِهِ۔ قُلْتُ لَمَّا حُكِمَ بِحُرْمَةِ الْمَسْفُوْحِ بَقِيَ غَيْرُ الْمَسْفُوحِ عَلٰى أَصْلِهِ وَهُوَ الحِلُّ وَيَلْزَمُ مِنْهُ الطَّهَارَةُ سَوَاءٌ كَانَ فِيْمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ أَوْلَا لِإِطْلَاقِ النَّصِّ۔ ثُمَّ حُرْمَةُ غَيْرِ الْمَسْفُوْحِ فِي الْآدَمِيِّ بِنَاءً عَلٰى حُرْمَةِ لَحْمِهِ وَحُرْمَةُ لَحْمِهِ لَا تُوْجِبُ نَجَاسَتَهُ إِذْ هٰذِهِ الْحُرْمَةُ لِلْكَرَامَةِ لَا لِلنَّجَاسَةِ فَغَيْرُ الْمَسْفُوْحِ فِي الْآدَمِيِّ يَكُوْنُ عَلٰى طَهَارَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ مَعَ كَوْنِهِ مُحَرَّمًا۔

ترجمہ: پس اگر (اعتراض کے طور پر) یہ کہا جائے کہ یہ (کلام) ماکول اللحم میں تو ظاہر ہے رہا غیر ماکول اللحم میں جیسے کہ آدمی، تو (اس میں) غیر مسفوح بھی حرام ہو گا، پس اس کی حلت کے ساتھ اس کی طہارت پر استدلال کرنا ممکن نہ

ہو گا۔ (اس کے جواب میں) میں کہوں گا کہ جب دم مسفوح کی حرمت کا حکم لگایا گیا تو غیر مسفوح اپنی اصلی حالت پر باقی رہا، اور وہ حلال ہونا ہے اور اس (یعنی حلال ہونے) سے (اس کا) پاک ہونا لازم آتا ہے، چاہے وہ (دم غیر مسفوح) ماکول اللحم میں ہو یا غیر ماکول اللحم میں، نص کے مطلق ہونے کی وجہ سے۔ پھر آدمی میں دم غیر مسفوح کی حرمت اس کے گوشت کے حرام ہونے پر مبنی ہے اور اس (یعنی آدمی) کے گوشت کی حرمت اس کی نجاست کو واجب نہیں کرتی اس لیے کہ یہ حرمت کرامت کی وجہ سے ہے نہ کہ نجاست کی وجہ سے، پس آدمی میں دم غیر مسفوح اپنی طہارت اصلیہ پر باقی رہے گا اس کے حرام ہونے کے باوجود۔

سوال: "**فَإِنْ قِيْلَ**" سے کون سا اعتراض ذکر کیا جا رہا ہے؟

جواب: سابقہ تقریر جو دم غیر مسفوح کی حلت پر کی گئی ہے اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے، لہذا شارح اسی اعتراض کو "**فَإِنْ قِيْلَ**" سے نقل کر رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی یہ تقریر ماکول اللحم میں تو واضح ہے کہ ان کے حلال ہونے سے ان کے پاک ہونے پر استدلال کیا جائے لیکن غیر ماکول اللحم جیسے انسان کہ اس کے گوشت وغیرہ سے کسی بھی طرح کا فائدہ اٹھانا حرام ہے لہذا اس کا دم غیر مسفوح بھی حرام ہو گا اور ناپاک ہو گا لہذا غیر ماکول اللحم میں حلت پر طہارت کا استدلال درست نہ ہو گا۔

سوال: شارح نے اس اعتراض کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: شارح اس کے جواب میں فرما رہے ہیں کہ آیت میں مطلقاً دم مسفوح کو حرام قرار دیا گیا ہے اس میں ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی کوئی قید نہیں ہے جس سے دم غیر مسفوح کا مطلق حلال ہونا سمجھ میں آتا ہے ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم میں کوئی فرق نہ ہو گا کیوں کہ اصل اشیاء میں حلال اور مباح ہونا ہے۔

سوال: "**ثُمَّ حُرْمَةُ غَيْرِ الْمَسْفُوْحِ فِي الْآدَمِيِّ**" کی وضاحت کریں۔

جواب: "**ثُمَّ حُرْمَةُ غَيْرِ الْمَسْفُوْحِ فِي الْآدَمِيِّ**" سے شارح ایک اور اعتراض کو دفع کر رہے ہیں اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ آیت میں اگرچہ دم مسفوح کی مطلقاً حرمت بیان کی گئی ہے لیکن پھر بھی آدمی کا دم غیر مسفوح حرام ہی ہو گا کیوں کہ آدمی کی ہر چیز حرام ہے لہذا آدمی کا دم مسفوح جس طرح ناپاک ہے غیر مسفوح بھی ناپاک ہو گا۔

اس اعتراض کے جواب میں شارح فرمارہے ہیں کہ حرمت دو طرح کی ہے۔(۱) حرمت بسبب نجاست جیسے شراب خنزیر وغیرہ کی حرمت یہ حرمت نجاست پر دلالت کرتی ہے۔(۲) دوسری حرمت بسبب کرامت جیسے کہ آدمی کی حرمت یہ حرمت کرامت و شرافت کی بنیاد پر ہے نجاست کی بناء پر نہیں ہے لہذا آدمی کا دم غیر مسفوح بھی اپنی طہارت اصلیہ پر ہو گا حرام ہونے کے باوجود۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَسْفُوْحِ وَغَيْرِهِ مَبْنِيٌّ عَلٰى حِكْمَةٍ غَامِضَةٍ وَهِيَ أَنَّ غَيْرَ الْمَسْفُوحِ دَمٌ اِنْتَقَلَ عَنِ الْعُرُوْقِ وَانْفَصَلَ عَنِ النَّجَاسَاتِ وَحَصَلَ لَهُ هَضْمٌ آخَرُ فِي الْأَعْضَاءِ فَصَارَ مُسْتَعِدًّا لِاَنْ يَّصِيْرَ عُضْوًا فَاَخَذَ طَبِيْعَةَ الْعُضْوِ فَأَعْطَاهُ الشَّرْعُ حُكْمَهُ بِخِلَافِ دَمِ الْعُرُوْقِ فَإِنَّهُ إِذَا سَالَ عَنْ رَأْسِ الْجُرْحِ عُلِمَ أَنَّهُ دَمٌ اِنْتَقَلَ مِنَ الْعُرُوْقِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَهُوَ الدَّمُ النَّجِسُ أَمَّا إِذَا لَمْ يَسِلْ عُلِمَ اَنَّهُ دَمُ الْعُضْوِ هٰذَا فِي الدَّمِ وَاَمَّا فِي الْقَيْءِ فَالْقَلِيْلُ هُوَ الْمَاءُ الَّذِي كَانَ فِي أَعْلَى الْمِعْدَةِ وَهِيَ لَيْسَتْ مَحَلَّ النَّجَاسَةِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرِّيْقِ۔

ترجمہ: اور دم مسفوح اور دم غیر مسفوح کے درمیان فرق ایک دقیق حکمت پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ دم غیر مسفوح وہ خون ہے جو رگوں سے منتقل ہو گیا ہے اور نجاستوں سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے لیے اعضاء میں سے ایک دوسرا ہضم حاصل ہو گیا ہے پس وہ کوئی عضو بن جانے کے قابل ہو گیا ہے، پس اس نے عضو کی طبیعت لے لی تو شریعت نے بھی اس کو عضو کا حکم دے دیا، بر خلاف رگوں کے خون کے کہ وہ جب زخم کے سرے سے بہا تو جانا گیا کہ وہ ایسا خون ہے جو ابھی رگوں سے منتقل ہوا ہے اور وہ نجس خون ہے، رہا اس وقت جب وہ نہ بہے تو جانا گیا کہ یہ عضو کا خون ہے۔ یہ (تفصیل) خون کے بارے میں ہے۔ اور بہر حال قے کے بارے میں تو قلیل قے وہ پانی ہے جو معدہ کے اوپر تھا اور وہ (معدے کا اوپری حصہ) نجاست کی جگہ نہیں ہے لہذا اس کا حکم تھوک کی طرح ہو گا۔

سوال: دمِ مسفوح اور دم غیر مسفوح کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: شارح نے دم مسفوح اور دم غیر مسفوح کے فرق کو ایک دقیق و باریک حکمت پر مبنی بتلایا ہے اس کو سمجھنے کے لیے پہلے ہضم کے تعلق سے علم طب میں جو تفصیل آتی ہے اس کو جاننا ضروری ہے اہل طب کہتے ہیں کہ انسان جو غذا کھاتا ہے اس پر ہضم کے پانچ دور گزرتے ہیں:

(۱)۔۔۔ پہلا ہضم اس وقت ہوتا ہے جب وہ منہ میں لے کر اس کو چباتا ہے تو چبانے میں اس غذا کے ساتھ لعاب ملتا جاتا ہے جس سے وہ غذا ایک تیسری چیز کا روپ دھار لیتی ہے۔

(۲)۔۔۔ دوسرا ہضم معدے میں پہنچ کر ہوتا ہے کہ جب غذا منہ سے اتر کر معدے میں پہنچتی ہے تو یہاں یہ غذا مکمل طور پر ہضم ہو جاتی ہے معدہ میں یہ غذا اور پیے ہوئے مشروبات کے ملنے سے ایک بہنے والا پتلا مادہ پیدا ہوتا ہے جس میں سے ایک لطیف حصہ جگر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو معدے کے دائیں جانب ہوتا ہے اور ثقیل حصہ انتڑیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو بول و براز کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے۔

(۳)۔۔۔ تیسرا ہضم جگر میں ہوتا ہے جگر میں جو لطیف بہنے والا پتلا مادہ پہنچتا ہے وہ وہاں اور لطیف ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں چار اخلاط یعنی خون، بلغم، صفراء، سوداء تیار ہوتے ہیں جس میں سے اکثر فضلات پیشاب کے ساتھ خارج ہوتے ہیں، اور پھر وہاں سے یہ خون بقیہ اخلاط کے ساتھ مل کر حسب ضرورت رگوں میں پہنچتا ہے۔

(۴)۔۔۔ پھر چوتھا ہضم، رگوں میں ہوتا ہے کہ رگوں میں پہنچ کر اس خون کے دو حصے بنتے ہیں ایک لطیف اور ایک ثقیل، پھر لطیف حصہ رگوں سے نکل کر اعضاء سے جاملتا ہے۔

(۵)۔۔۔ اور پانچواں ہضم یہاں ہوتا ہے کہ اعضاء اس خون سے اپنا اپنا حصہ لے لیتے ہیں اور آخر کار وہ خون شکل بدل کر اعصاء کا روپ دھار لیتا ہے اور ان کے ساتھ مکمل طور پر مل جاتا ہے۔ علمِ طب کی مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے سگِ عطار (یعنی شارح) کی کتاب **"تسلیم التوقیت"** کا مطالعہ کیجیے جو کہ چار علوم پر مشتمل ہے: (۱) علمِ توقیت (۲) علمِ تقویم (۳) علمِ ہیئت (۴) علمِ طب۔

اب جاننا چاہیے کہ دم سفوح یا دم سائل وہ خون ہے جو ابھی چوتھے ہضم میں ہے اور رگوں میں ہے۔ لہذا وہ ناپاک ہوگا اور دم غیر مسفوح یا غیر سائل وہ خون ہے جو پانچویں ہضم میں ہے اور رگوں سے نکل کر تمام نجاستوں سے

جدا ہو کر اعضا میں داخل ہو گیا ہے اور عضو بننے کے قابل ہو گیا ہے لہذا اس کو عضو کا حکم دیا گیا ہے اور عضو کا حکم پاک ہونا ہے۔

سوال: قلیل قے کے پاک ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قلیل قے کے پاک ہونے پر یہ دلیل ہے کہ قلیل قے وہ پانی ہے جو معدہ کے اوپر تھا اور معدے کا اوپری حصہ نجاست کی جگہ نہیں ہے لہذا اس کا حکم تھوک کی طرح ہو گا۔ جس طرح تھوک پاک ہوتا ہے اسی طرح قلیل قے بھی پاک ہو گی۔

وَنَوْمُ مُضْطَجِعٍ وَمُتَّكِيءٍ وَمُسْتَنِدٍ إِلٰى مَا لَوْ أُزِيْلَ لَسَقَطَ لَا غَيْرُ أَيْ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ نَوْمٌ غَيْرَ مَا ذُكِرَ وَهُوَ النَّوْمُ قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا أَوْ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا وَالْإِغْمَاءُ وَالْجُنُوْنُ عَلٰى أَيِّ هَيْأَةٍ كَانَا. وَيَدْخُلُ فِي الْإِغْمَاءِ السَّكْرُ وَحَدُّهُ هُنَا أَنْ يَّدْخُلَ فِي مَشْيَتِهٖ تَحَرُّكٌ وَهُوَ الصَّحِيْحُ وَكَذَا فِي الْيَمِيْنِ حَتّٰى لَوْ حَلَفَ أَنَّهُ سَكْرَانُ يُعْتَبَرُ هٰذَا الْحَدُّ۔

ترجمہ: (وضو کو توڑ دیتی ہے) کروٹ پر سونے والے کی نیند اور ٹیک لگا کر سونے والے کی نیند اور کسی ایسی چیز کے سہارے سونے والے کی نیند کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو سونے والا گر پڑے نہ کہ اس کے علاوہ کی نیند یعنی وضو کو نہیں توڑے گی ایسی نیند جو ذکر کی گئی نیند کے علاوہ ہے اور وہ کھڑے ہونے کی حالت اور بیٹھنے کی حالت اور رکوع کرنے کی حالت اور سجدہ کرنے کی حالت کی نیند ہے اور (وضو کو توڑ دیتا ہے) بے ہوشی اور جنون یہ دونوں چاہے جس حالت میں ہو۔ اور بے ہوشی میں نشہ بھی داخل ہے اور نشہ کی حد یہ ہے کہ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ شامل ہو جائے اور یہی صحیح قول ہے۔ اور ایسے ہی قسم میں یہاں تک کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ نشہ میں ہے تو اسی حد کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: نیند سے وضو ٹوٹنے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: نیند سے وُضو ٹوٹنے کی دو شرطیں ہیں:

(۱)۔۔۔ دونوں سُرین اچّھی طرح جمے ہوئے نہ ہوں۔

(۲)۔۔۔ ایسی حالت پر سویا جو غافِل ہو کر سونے میں رُکاوٹ نہ ہو۔ جب دونوں شَرطیں جمع ہوں یعنی سُرین بھی اچّھی طرح جمے ہوئے نہ ہوں نیز ایسی حالت میں سویا ہو جو غافِل ہو کر سونے میں رُکاوٹ نہ ہو تو ایسی نیند سے وُضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر ایک شَرط پائی جائے اور دوسری نہ پائی جائے تو وُضو نہیں ٹوٹے گا۔ (نماز کے احکام ص ۳۵)

سوال: کون سی نیند وضو کو توڑ دیتی ہے؟

جواب: پہلو کے بل لیٹ کر یا چت لیٹ کر یا تکیہ لگا کر یا کسی چیز کا سہارا لے کر سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

کہ ان صورتوں میں سرین زمین سے جمی ہوئی نہیں ہوتی اور غافل ہو کر سونے سے کوئی چیز رکاوٹ بھی نہیں ہوتی اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں۔

میرے شیخِ طریقت، امیر اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی زِیْدَ مَجْدُہٗ وَ شَرْفُہٗ وَعِلْمُہٗ وَعَمَلُہٗ نے اپنی مایہ ناز تصنیف بنام **"نماز کے احکام"** میں سونے سے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کے بیس انداز بیان فرمائے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

سونے کے وہ دس انداز جن سے وُضو نہیں ٹوٹتا

{۱} اس طرح بیٹھنا کہ دونوں سرین زمین پر ہوں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلائے ہوں۔ (کُرسی، ریل اور بس کی سیٹ پر بیٹھنے کا بھی یہی حکم ہے)۔

{۲} اس طرح بیٹھنا کہ دونوں سُرین زمین پر ہوں اور پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے لے خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر یا سر گُھٹنوں پر رکھ لے۔

{۳} چار زانو یعنی پالتی (چوکڑی) مار کر بیٹھے خواہ زمین یا تَخت یا چارپائی وغیرہ پر ہو۔

{۴} دوزانو سیدھا بیٹھا ہو۔

{۵} گھوڑے یا خَچَّر وغیرہ پر زِین رکھ کر سُوار ہو۔

{۶} ننگی پیٹھ پر سُوار ہو مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہو یا راستہ ہَموار ہو۔

{۷} تکیہ سے ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھا ہو کہ سُرین جمے ہوئے ہوں اگرچِہ تکیہ ہٹانے سے یہ گر پڑے۔

{۸} کھڑا ہو۔

{۹} رُکوع کی حالت میں ہو۔

{۱۰} سنّت کے مطابِق جس طرح مرد سجدہ کرتا ہے اِس طرح سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں اور بازو پہلوؤں سے جُدا ہوں۔ مذکورہ صورتیں نَماز میں واقِع ہوں یا علاوہ نَماز، وُضو نہیں ٹوٹے گا اور نَماز بھی فاسِد نہ ہوگی اگرچِہ قصداً سوئے، البتّہ جو رُکن بِالکل سوتے ہوئے ادا کیا اُس کا اِعادہ (یعنی دوبارہ ادا کرنا) ضَروری ہے اور جاگتے ہوئے شروع کیا پھر نیند آ گئی تو جو حصّہ جاگتے ادا کیا وہ ادا ہو گیا بَقِیّہ ادا کرنا ہوگا۔

سونے کے وہ دس انداز جن سے وُضو ٹوٹ جاتا ہے

{۱} اُکڑوں یعنی پاؤں کے تلووں کے بَل اِس طرح بیٹھا ہو کہ دونوں گُھٹنے کھڑے رہیں۔

{۲} چِت یعنی پیٹھ کے بَل لیٹا ہو۔

{۳} پَٹ یعنی پیٹ کے بَل لیٹا ہو۔

{۴} دائیں یا بائیں کروٹ لیٹا ہو۔

{۵} ایک کُہنی پر ٹیک لگا کر سو جائے۔

{۶} بیٹھ کر اِس طرح سویا کہ ایک کروَٹ جھکا ہو جس کی وجہ سے ایک یا دونوں سرین اُٹھے ہوئے ہوں۔

{۷} ننگی پیٹھ پر سُوار ہو اور جانور پستی (یعنی نچان) کی جانب اُتر رہا ہو۔

{۸} پیٹ رانوں پر رکھ کر دوزانو اِس طرح بیٹھے سَویا کہ دونوں سرین جَمے نہ رہیں۔

{۹} چار زانُو یعنی چَوکڑی مار کر اِس طرح بیٹھے کہ سر رانوں یا پِنڈلیوں پر رکھا ہو۔

{۱۰} جس طرح عورَت سَجدہ کرتی ہے اس طرح سَجدہ کے انداز پر سویا کہ پیٹ رانوں اور بازو پہلوؤں سے ملے ہوئے ہوں یا کلائیاں بچھی ہوئی ہوں۔ مذکورہ صورَتیں نَماز میں واقِع ہوں یا نَماز کے علاوہ وُضو ٹوٹ جائے گا۔ پھر اگر ان صورَتوں میں قصدًا سویا تو نَماز فاسِد ہو گئی اور بِلاقَصد سویا تو وُضو ٹوٹ جائے گا مگر نَماز باقی ہے۔ بعدِ وُضو

(مخصوص شرائط کے ساتھ) بقیّہ نماز اسی جگہ سے پڑھ سکتا ہے جہاں نیند آئی تھی۔ شرائط نہ معلوم ہوں تو نئے سرے سے پڑھ لے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ مخرّجہ ج ۱ ص ۳۶۵ تا ۳۶۷)(نماز کے احکام ص ۳۴-۳۶)

سوال: کس حالت پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: کھڑے، بیٹھے، رکوع و سجود کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ غفلت والی نیند نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو گیا اور سونے کی حالت میں آگے کو جھک گیا جس کی وجہ سے اس کی سرین زمین سے اٹھ گئی، پس اگر اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کی سرین زمین سے اٹھ گئی تو ظاہر روایت کے مطابق اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر سرین کے اٹھنے سے پہلے بیدار ہو گیا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

سوال: کیا بے ہوشی اور جنون یعنی پاگل ہونے سے وضو ٹاٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! بے ہوش ہونے سے وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس میں قوت زائل ہو جاتی ہے اور عقل مستور ہو جاتی ہے۔ اور جنون یعنی پاگل پن ایسا مرض ہے جس میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور قوت زائل ہو جاتی ہے، اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: سکر کسے کہتے ہیں؟ اور کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: سکر اس سرور کا نام ہے جو کسی نشہ لانے والی چیز کے استعمال کرنے سے عقل پر غالب ہو جائے، اس کی وجہ سے انسان عقل کے موافق کام نہیں کر سکتا، لیکن اس کی عقل زائل نہیں ہوتی اس لئے وہ شریعت کے خطاب کے قابل رہتا ہے، اسی لئے شرابی کی طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، پس یہ نشہ بھی وضو کو توڑ دیتا ہے۔

سوال: نشے کی وہ حد کتنی ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نشے کی وہ حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مرد و عورت میں تمیز نہ کر سکے اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ لڑکھڑاتا اور جھومتا ہوا چلے۔

سوال: "وَكَذَا فِي الْيَمِينِ حَتّٰى لَوْ حَلَفَ اَنَّهُ سَكْرَانَ" کی وضاحت فرمادیں۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کوئی شخص نشے میں تھا اور اس سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم نے نشہ کیا ہے تو اس نے کہا: ''اللہ پاک کی قسم میں نشے میں نہیں ہوں'' اب اگر نشہ کی وجہ سے اس کے پاؤں لڑکھڑا تے ہوں تو وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے اور اگر چلنے میں حرکت نہیں ہے تو وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔

وَقَهْقَهَةُ مُصَلٍّ بَالِغٍ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ حَتّٰى لَا يَنقُضَ الْوُضُوْءَ قَهْقَهَةُ الصَّبِيِّ وَشَرْطُهُ أَنْ يَّكُوْنَ فِي الصَّلَاةِ ذَاتَ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ حَتّٰى لَوْ قَهْقَهَ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ أَوْ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ بَلْ يَبْطُلُ مَاقَهْقَهَ فِيْهِ وَإِنَّمَا شُرِطَ مَاذُكِرَ لِأَنَّ اِنْتِقَاضَ الْوُضُوْءِ بِهَا ثَبَتَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ فَيُقْتَصَرُ عَلٰى مَوْرِدِهِ ثُمَّ الْقَهْقَهَةُ إِنَّمَا تَنْقُضُ الْوُضُوْءَ إِذَا كَانَ يَقْظَانَ حَتّٰى لَوْ نَامَ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى أَيِّ هَيْأَةٍ فَقَهْقَهَتُهُ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءُ بِالْقَهْقَهَةِ وَحَدُّهَا أَنْ تَكُوْنَ مَسْمُوْعَةً لَهُ وَلِجِيْرَانِهِ وَالضِّحْكُ أَنْ يَّكُوْنَ مَسْمُوْعًا لَهُ لَا لِجِيْرَانِهِ وَيُبْطِلُ الصَّلَاةَ لَا الْوُضُوْءَ وَالتَّبَسُّمُ أَنْ لَّا يَكُوْنَ مَسْمُوْعًا أَصْلًا وَهُوَ لَا يُبْطِلُ شَيْئًا۔

ترجمہ: **اور (وضو کو توڑ دیتا ہے) بالغ نمازی کا قہقہہ لگانا جو رکوع وسجدہ کرتا ہو** یہاں تک کہ وضو کو نہیں توڑے گا بچے کا قہقہہ لگانا، اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی نماز میں ہو جو رکوع وسجدہ والی ہو یہاں تک کہ اگر کسی نے نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو (یہ قہقہہ) وضو کو نہیں توڑے گا بلکہ جس میں قہقہہ لگایا وہ چیز باطل ہو جائے گی۔ اور شرط لگائی گئی ہے اس چیز کی جو ذکر کی گئی اس لیے وضو کا ٹوٹنا قہقہہ کے ذریعے حدیث سے خلاف قیاس ثابت ہے لہذا اقتصار کیا جائے گا اس کے مورد پر، پھر قہقہہ لگانا وضو کو توڑ دیتا ہے جب کہ نمازی بیدار ہو، یہاں تک کہ اگر وہ نماز میں سو گیا تو چاہے کسی حالت پر ہو اس کا قہقہہ وضو کو نہیں توڑے گا اور امام شافعی کے نزدیک قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے، اور قہقہہ کی حد یہ ہے کہ وہ خود کو بھی سنائی دے اور پاس والے کو بھی، اور ضحک (کی حد یہ ہے کہ) وہ خود کو سنائی دے لیکن پاس والے کو سنائی نہ دے اور یہ نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ وضو کو اور تبسم (یعنی مسکراہٹ کی حد یہ ہے کہ) وہ کسی کو بھی بالکل سنائی نہ دے اور یہ کسی چیز کو باطل نہیں کرتا۔

سوال: قہقہہ کے ناقضِ وضو ہونے میں شرطیں کیوں لگائی گئی ہیں؟ اور کیا شرطیں ہیں؟

جواب: قہقہہ کے ناقض وضو ہونے میں جو شرطیں بیان کی گئی ہیں وہ اس وجہ سے ہیں کہ قہقہہ کا ناقض وضو ہونا، حدیث سے خلاف قیاس ثابت ہے حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی جس کی نگاہ کمزور تھی آیا اور گڑھے میں گر پڑا جسے دیکھ کر لوگ ہنسنے لگے نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قہقہہ لگایا ہو وہ وضو اور نماز دہرائے۔ اس حدیث کی بنا پر نماز میں قہقہہ کو ناقض وضو مانا گیا ہے جو کہ خلاف قیاس ہے اور جو حکم خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد پر ہی منحصر ہوتا ہے اس کے آگے قیاس درست نہیں ہوتا اور چوں کہ اس حدیث کا مورد بالغوں کی رکوع سجدہ والی نماز ہے لہذا اس حکم کو اس شرط پر منحصر رکھا جائے گا لہذا بچہ اگر نماز میں قہقہہ لگائے یا کوئی بالغ نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: قہقہہ کے متعلق امام شافعی کا کیا قول ہے؟ اور امام شافعی کی دلیل کا کیا جواب ہے؟

جواب: امام شافعی قہقہہ کو ناقض وضو نہیں مانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قہقہہ میں نجاست کا خروج نہیں ہوتا ہے حالاں کہ خروج نجاست ہی ناقض وضو ہے اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور حدیث مشہور کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

سوال: قہقہہ، ضحک اور تبسم کی حد کیا ہے؟ نیز ان کا حکم کیا ہے؟

جواب: **قہقہہ** کی حد یہ ہے کہ وہ خود کو بھی سنائی دے اور پاس والے کو بھی، اگر جاگتے میں رکوع سجدہ والی نماز میں ہو وُضوٹوٹ جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

ضحک کی حد یہ ہے کہ وہ خود کو سنائی دے لیکن پاس والے کو سنائی نہ دے اور یہ نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ وضو کو۔

تبسم یعنی مسکراہٹ کی حد یہ ہے کہ وہ کسی کو بھی بالکل سنائی نہ دے اور یہ کسی چیز کو باطل نہیں کرتا۔ مسکرانے میں آواز بالکل نہیں ہوتی صرف دانت ظاہر ہوتے ہیں (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۰۹،۳۰۸)

وَالْمُبَاشَرَةُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَهِيَ أَنْ يُمَاسَّ بَدَنُهُ بَدَنَ الْمَرْأَةِ مُجَرَّدَيْنِ وَانْتَشَرَ اٰلَتُهُ وَتَمَاسَّ الْفَرْجَانِ۔

ترجمہ: اور مباشرۃِ فاحشہ (وضو کو توڑ دیتی ہے) مگر امام محمد کے نزدیک (نہیں توڑتی) اور وہ (یعنی مباشرۃ فاحشہ) یہ ہے کہ مرد اپنے بدن کو عورت کے بدن سے مس کرے اس حال میں کہ دونوں برہنہ ہوں اور مرد کا آلہ تناسل منتشر ہو جائے اور ذکر اور فرج (ایک دوسرے سے) مل جائیں۔

لغت: یُمَاسُّ: باب مفاعلہ سے فعلِ مضارع ہے بمعنی کسی کو ہاتھ لگانا، چھونا، ٹچ کرنا۔ تَمَاسَّ: باب تفاعل سے فعلِ ماضی ہے بمعنی دو جسموں کا باہم ملنا۔

سوال: مباشرۃِ فاحشہ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرد کا ذکر استادگی کی حالت میں عورت کی فرج کو کسی حائل کے بغیر مس کرے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی کا نام مباشرت فاحشہ ہے۔ مگر امام محمد کے نزدیک مباشرۃِ فاحشہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر مذی نکلی تو پھر ٹوٹ جائے گا۔

یہاں پر فرج کی قید اتفاقی ہے اسی لئے اگر ذکر سے عورت کی دبر کو چھوا یا دو مردوں نے یا دو عورتوں نے شہوت کے ساتھ اپنی شرمگاہ کو ملایا تب بھی ان کا وضو ٹوٹ جائے، اور یہاں پر بلا حائل کی قید لگائی، پس اگر کوئی چیز حائل ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) حائل ہونے والی چیز موٹا کپڑا ہو جو جسم کی حرارت کو مانع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر حائل ہونے والی چیز باریک ہو جو جسم کی حرارت کو مانع نہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے۔

لَا دُوْدَةٌ خَرَجَتْ مِنْ جُرْحٍ لِاَنَّهَا طَاهِرَةٌ وَمَا عَلَيْهَا مِنَ النَّجَاسَةِ قَلِيْلَةٌ فَأَمَّا الْخَارِجَةُ مِنَ الدُّبُرِ فَتَنقُضُ لِاَنَّ خُرُوْجَ الْقَلِيْلِ مِنْهُ نَاقِضٌ وَمِنَ الْإِحْلِيْلِ لَا لِأَنَّهَا خَارِجَةٌ مِنْ جُرْحٍ، وَمِنْ قُبُلِ الْمَرْأَةِ فِيهِ اِخْتِلَافُ الْمَشَائِخِ وَلَحْمٌ سَقَطَ مِنْهُ أَيْ مِنْ جُرْحٍ وَمَسُّ الْمَرْأَةِ وَالذَّكَرِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ۔

ترجمہ: اور نہیں (توڑتا ہے وضو کو) وہ کیڑا جو زخم سے نکلا ہو اس لیے کہ وہ پاک ہے اور اس پر جو نجاست ہوتی ہے وہ قلیل ہوتی ہے اور رہا وہ کیڑا جو دبر (یعنی پیچھے کے مقام) سے نکلے وہ (وضو کو) توڑ دے گا اس لیے کہ دبر سے قلیل مقدار کا نکلنا بھی ناقضِ وضو ہے۔ اور احلیل (یعنی ذکر کے سوراخ) سے نکلنے والا (کیڑا وضو کو نہیں توڑے گا) اس لئے کہ وہ زخم سے نکلنے والا ہے۔ اور عورت سے قبل سے جو کیڑا نکلے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ **اور (وضو کو نہیں توڑتا ہے) وہ گوشت جو اس سے** یعنی زخم سے گرے۔ **اور عورت کو چھونا اور ذکر کو چھونا بھی وضو کو نہیں توڑتا ہے** بر خلاف امام شافعی کے۔

سوال: جو کیڑا زخم یا دبر یعنی پیچھے کے مقام سے نکلے تو کیا وہ ناقضِ وضو ہے؟

جواب: زخم یا کان یا ناک سے کیڑے کا نکلنا بھی ناقص وضو نہیں ہے، کیونکہ وہ نجس نہیں ہوتا اور اگر اس کیڑے پر کوئی رطوبت لگی بھی ہو تب بھی وہ رطوبت قلیل مقدار میں ہوتی ہے، بر خلاف اس کیڑے کے جو پاخانے کے مقام سے نکلے کہ اس میں وضو ٹوٹ جائے گا کہ اس کا خروج نجاست سے ہوا ہے نیز دبر سے قلیل نجاست کا نکلنا بھی ناقضِ وضو ہے۔

سوال: مرد کے عضوِ تناسل کے سوراخ یا عورت کے آگے کی شرمگاہ سے نکلنے والے کیڑے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ''اِحْلِیْل'' کہتے ہیں مرد کے عضوِ تناسل کے سوراخ کو پس اگر اس سوراخ سے کوئی کیڑا نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وہ زخم سے نکلنے والے کیڑے کی طرح ہے۔

اور جو کیڑا عورت کے قبل یعنی آگے کی شرمگاہ سے نکلے اس کے ناقضِ وضو ہونے یا نہ ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ بعض ناقضِ وضو ہونے کے قائل ہیں اور بعض عدمِ ناقضِ وضو کے قائل ہیں۔

سوال: زخم سے گوشت کٹ کر گرا تو کیا حکم ہے؟

جواب: خون کے بہے بغیر گوشت کا گرنا، یہ بھی ناقص وضو نہیں ہے۔ اور گوشت کا گرنا ایک بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے جس کو عربی میں عرق مدنی اور فارسی میں رشتہ کہتے ہیں۔

سوال: عرق مدنی کون سی بیماری ہے؟

جواب: عرق مدنی ایک بیماری ہے جو چمڑی کے اوپر پھنسی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ پھنسی رگ سے پھوٹتی ہے اور اس میں کیڑے کی مانند کوئی شے نکلتی رہتی ہے اور اس کی نسبت مدینۂ منورہ کی طرف اس لئے کر دی گئی ہے کہ یہ بیماری وہاں زیادہ پائی جاتی ہے۔ لہذا اس طرح زخم وغیرہ سے خون کے بہے بغیر گوشت کے گرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: عورت اور عضوِ تناسل کو چھونے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ محرم ہو یا غیر محرم اور حدیث میں جہاں عورت کو چھونے سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں چھونے سے مراد جماع ہے۔

مرد کا اپنے پیشاب کے مقام کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہاں ذکر کی قید اتفاقی ہے احترازی (یعنی کسی کو خارج کرنے کے لئے) نہیں ہے، پس دبر کو اور فرج کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا، اور ذکر کا چھونا مطلق ہے خواہ اپنا چھوئے یا کسی دوسرے کا، شہوت سے چھوئے یا بغیر شہوت کے، باطن کف سے چھوئے یا کسی اور چیز سے بہر حال وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: عورت اور ذکر کو چھونے کے متعلق امام شافعی کا کیا مذہب ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: امام شافعی کے نزدیک عورت کو اگر بغیر حائل ہوئے کپڑے کے چھولے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے:

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

ترجمہ کنزالایمان: یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا، یا تم نے عورتوں کو چھوا۔ (پ۵، النساء، ۴۳)

اور ہماری دلیل حدیث عائشہ ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا بوسہ لیا اور بغیر وضو کے نماز کو چلے گئے اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اس میں لمس کے ذریعہ جماع سے کنایہ ہے۔

اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ذکر کو بغیر حائل کے چھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کی دلیل رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قول "مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ" (جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو چاہیے کہ وہ وضو کرے) ہے۔ اور ہماری دلیل

حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی اپنے ذکر کو چھولے تو کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "هَلْ هُوَ اِلَّا بُضْعَةٌ مِّنْكَ" کہ وہ تیرے بدن کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

فَرَائِضُ الْغُسْلِ

وَفَرْضُ الْغُسْلِ الْمَضْمَضَةُ وَالْإِسْتِنْشَاقُ وَهُمَا سَنَّتَانِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَلَنَا أَنَّ الْفَمَ دَاخِلٌ مِنْ وَجْهٍ وَخَارِجٌ مِنْ وَجْهٍ حِسًّا عِنْدَ اِنْطِبَاقِ الْفَمِ وَانْفِتَاحِهِ وَحُكْمًا فِي اِبْتِلَاعِ الصَّائِمِ الرِّيْقَ وَدُخُوْلِ شَيْءٍ فِي فَمِهِ فَجُعِلَ دَاخِلًا فِي الْوُضُوْءِ خَارِجًا فِي الغُسْلِ لِاَنَّ الْوَارِدَ فِيْهِ صِيْغَةُ الْمُبَالَغَةِ وَهِيَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ''فَاطَّهَّرُوْا'' وَفِي الْوُضُوْءِ غَسْلُ الْوَجْهِ وَكَذٰلِكَ الْأَنْفُ إِذَا تَمَضْمَضَ وَقَدْ بَقِيَ فِي أَسْنَانِهِ طَعَامٌ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔

ترجمہ: **اور غسل کے فرض کلی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا ہے** اور یہ دونوں امام شافعی کے نزدیک سنت ہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ منہ ایک اعتبار سے داخلِ جسم ہے اور ایک اعتبار سے خارجِ جسم ہے، حسی طور پر منہ کے بند کرنے اور کھولنے کے وقت اور حکمی طور پر روزہ دار کے تھوک کو نگلنے میں اور کسی چیز کے اس کے منہ میں داخل ہونے میں، پس منہ کو وضو میں داخل بنایا(یعنی مان لیا) گیا اور غسل میں خارج اس لیے کہ غسل میں مبالغہ کا صیغہ وارد ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول **''فَاطَّهَّرُوْا''** ہے اور وضو میں صرف چہرہ دھونے کا حکم ہے اور اسی طرح ناک (کہ وہ من وجہ داخل جسم ہے اور من وجہ خارج جسم ہے) اور جب اس نے کلی کی اس حال میں کہ اس کے دانتوں میں کھانا باقی رہ گیا تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: غسل کی لغوی واصطلاحی تحقیق بیان فرمادیں۔

جواب: غسل لغت کے اعتبار سے غین کے ضمہ کے ساتھ اغتسال کا اسم ہے اور اس کا معنی پورے جسم کا دھونا ہے اور یہ لفظ لغت میں اس پانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس سے غسل کیا جائے، غسل لغت میں غین کے فتحہ اور ضمہ دونوں سے صحیح ہے لیکن غین کے فتحہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، جبکہ فقہاء اور ان کی اکثریت میں غسل غین کے ضمہ کے ساتھ مستعمل ہے، اور اصطلاح میں غسل سے مراد پورے بدن کو دھونا ہے۔

سوال: کلی کرنے اور ناک میں پانی پہنچانے کے متعلق اختلاف مع دلائل بیان کریں۔

جواب: **احناف کا موقف:** غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

احناف کی دلیل: منہ ایک اعتبار سے داخلِ جسم ہے اور ایک اعتبار سے خارجِ جسم ہے حساً اور حکماً دونوں طرح، حسی طور پر اس طرح کہ جب منہ کو بند کریں تو داخلِ جسم ہے اور جب کھولیں تو ظاہری جسم ہے۔

اور حکمی طور پر اس طرح کہ روزہ دار کے تھوک کو نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لہذا پتا چلا کہ منہ داخلِ جسم ہے ورنہ روزے کو ٹوٹ جانا چاہیے تھا اور اگر کوئی چیز باہر سے منہ میں داخل ہو کر پیٹ میں چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہذا پتا چلا کہ منہ ظاہری جسم ہے تبھی تو روزہ ٹوٹ رہا ہے۔

پس ان دونوں شبہوں کی بنیاد پر منہ کو ضو میں داخل جسم مان لیا گیا اور غسل میں خارج جسم اس لیے کہ غسل میں مبالغہ کا صیغہ وارد ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ''**فَاطَّهَّرُوْا**'' (کہ خوب خوب پاکی حاصل کرو) ہے، جبکہ وضو میں صرف ''فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ'' میں اپنے چہروں کو دھونے کا حکم ہے۔ اور اسی طرح ناک (کہ وہ من وجہ داخل جسم ہے اور من وجہ خارج جسم ہے)

شوافع کا موقف: غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا سنت ہے۔

شوافع کی دلیل: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: {عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ} أَیْ مِنَ السُّنَّةِ وَذَكَرَ مِنْهَا الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ۔ دس چیزیں فطرت (یعنی سنت) سے ہیں اور ان دس چیزوں میں کلی کرنے اور ناک میں پانی پہنچانے کو بیان فرمایا۔ نیز اسی حدیث کی وجہ سے یہ دونوں وضو میں سنت ہیں۔

سوال: ''**إِذَا تَمَضْمَضَ وَقَدْ بَقِيَ فِي أَسْنَانِهِ طَعَامٌ**'' سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: ماتن اس عبارت سے یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ اگر کسی نے کلی کی لیکن دانتوں میں کھانے وغیرہ کے اجزاء رہ جائیں جب بھی کوئی حرج نہیں ہے ان کو نکالنا کوئی ضروری نہیں ہے کیوں کہ وہ پانی کے پہنچنے سے مانع نہیں ہوتے ہیں۔

سوال: کلی کرنے اور ناک میں پانی پہنچانے کے متعلق وضاحت فرمادیں۔

جواب: **(۱)۔۔۔ کُلّی کرنا:** منہ میں تھوڑا سا پانی لے کر پچ کر کے ڈال دینے کا نام کُلّی نہیں بلکہ منہ کے ہر پُرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ **اِسی** طرح داڑھوں کے پیچھے گالوں کی تہہ میں

،دانتوں کی کِھڑکیوں اور جڑوں اور زَبان کی ہر کروَٹ پر بلکہ حَلق کے کَنارے تک پانی بہے۔ روزہ نہ ہو تو غَرغَرہ بھی کر لیجئے کہ سنَّت ہے۔ دانتوں میں چھالیہ کے دانے یا بوٹی کے رَیشے وغیرہ ہوں تو ان کو چھُڑانا ضَروری ہے۔ ہاں! اگر چُھڑانے میں ضَرر (یعنی نقصان) کا اندیشہ ہو تو مُعاف ہے، غسل سے قبل دانتوں میں ریشے وغیرہ محسوس نہ ہوئے اور رَہ گئے نماز بھی پڑھ لی بعد کو معلوم ہونے پر چُھڑا کر پانی بہانا فرض ہے، پہلے جو نَماز پڑھی تھی وہ ہو گئی۔ (بہارِ شریعت ج۱ص۳۱۶)

(۲)۔۔۔ناک میں پانی چڑھانا: جلدی جلدی ناک کی نوک پر پانی لگالینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ جہاں تک نَرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شُروع تک دُھلنا لازِمی ہے۔ اور یہ یوں ہو سکے گا کہ پانی کو سُونگھ کر اُوپر کھینچئے۔ یہ خیال رکھئے کہ بال برابر بھی جگہ دُھلنے سے نہ رَہ جائے ورنہ غسل نہ ہو گا۔ ناک کے اندر اگر رِینٹھ سُوکھ گئی ہے تو اس کا چھُڑانا فرض ہے، نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج ا ص ۴۴۳-۴۴۲)

وَغَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ أَيْ جَمِيْعِ ظَاهِرِ الْبَدَنِ حَتّٰى لَوْ بَقِيَ الْعَجِيْنُ فِي الظُّفُرِ فَاغْتَسَلَ لَا يُجْزِئُ وَفِي الدَّرَنِ يُجْزِئُ اِذْ هُوَ مُتَوَلِّدٌ مِنْ هُنَاكَ وَكَذَا الطِّيْنُ لِأَنَّ الْمَاءَ يَنْفُذُ فِيْهِ وَكَذَا الصَّبْغُ بِالْحِنَّاءِ فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي هٰذَا الْحَرَجُ۔

ترجمه: اور تمام بدن کا دھونا یعنی تمام ظاہری بدن کا دھونا یہاں تک کہ اگر گوندھا ہوا آٹا ناخن میں رہ جائے اور وہ غسل کرے تو کافی نہیں ہو گا اور میل میں (یعنی اگر ناخن کے اندر میل رہ جائے اور غسل کر لے تو) کافی ہو گا (یعنی غسل ہو جائے گا) اس لیے کہ وہ وہیں پیدا ہونے والا (یعنی پیداوار) ہے اور اسی طرح مٹی اس لیے کہ پانی اس میں پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح مہندی سے رنگنا پس حاصل یہ ہے کہ غسل میں حرج کا اعتبار ہو گا۔

اَلظُّفُرُ: ناخن۔ ج اَظْفَارٌ۔ اَلدَّرَنُ: میل کچیل۔ نَفَذَ يَنْفُذُ نُفُوْذاً وَ نِفَاذاً: فِيْهِ کے صلہ کے ساتھ: آر پار ہونا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا۔ صَبَغَ يَصْبُغُ صَبْغاً: رنگنا۔ اَلْحِنَّاءُ: مہندی کے پتے۔

سوال: غسل کے تیسرے فرض کی وضاحت فرما دیں۔

جواب:(۳)۔۔۔تمام ظاہری بدن پر پانی بہانا: سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر پُرزے اور ہر ہر رُونگٹے پر پانی بہہ جانا ضَروری ہے، جسم کی بعض جگہیں ایسی ہیں کہ اگر احتیاط نہ کی تو وہ سُوکھی رَہ جائیں گی اور غسل نہ ہو گا۔(بہارِ شریعت ج ا ص ۳۱۷)

سوال: ناخن میں آٹا لگا ہے تو اس کو دھونے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بدن پر ایسی کوئی چیز ہو جو پانی کے سرایت کرنے سے مانع ہو تو غسل صحیح نہیں ہو گا جیسا کہ ناخن میں آٹا لگا ہے اور غسل کر لیا تو کافی نہیں کیوں کہ گوندا ہوا آٹا جب سوکھ جاتا ہے تو اس میں پانی سرایت نہیں کرتا ہے اور اگر کوئی ایسی چیز لگی رہ جائے جس میں پانی سرایت کر جاتا ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے کہ میل، مٹی وغیرہ۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ غسل میں حرج کا اعتبار ہے یعنی اگر بدن پر کوئی ایسی چیز لگی ہو جس کو دفع کرنے میں حرج ہو تو اس میں حرج کا اعتبار کرتے ہوئے اس چیز کو دور کرنا ضروری نہ ہو گا اور اگر اس کو دفع کرنے میں کوئی حرج نہ ہو اور وہ پانی کے سرایت کرنے سے مانع بھی ہو تو اس کو دور کرنا ضروری ہو گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: پکانے والے کے ناخن میں آٹا، لکھنے والے کے ناخن وغیرہ پر سیاہی کا جرم، عام لوگوں کے لیے مکّھی مچھر کی بیٹ اگر لگی ہو تو غُسل ہو جائے گا۔ہاں بعد معلوم ہونے کے جدا کرنا اور اس جگہ کو دھونا ضروری ہے پہلے جو نماز پڑھی ہو گئی۔(بہارِ شریعت، ج ا، ص ۳۱۹)

وَإِذَا إِدَّهَنَ فَأَمَرَّ الْمَاءَ فَلَمْ يَصِلْ يُجْزِئُ وَأَمَّا ثُقْبُ الْقُرْطِ فَإِنْ كَانَ الْقُرْطُ فِيهَا فَإِنْ غَلَبَ فِي ظَنِّهِ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَصِلُ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيكٍ فَلَا بُدَّ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْقُرْطُ فِيهَا فَإِنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّ الْمَاءَ يَصِلُ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ لَا يَتَكَلَّفُ وَإِنْ غَلَبَ أَنَّهُ لَا يَصِلُ إِلَّا بِتَكَلُّفٍ يَتَكَلَّفُ وَإِنْ انْضَمَّ الثُّقْبُ بَعْدَ نَزْعِهِ وَصَارَ بِحَالٍ إِنْ أَمَرَّ عَلَيْهَا الْمَاءَ يَدْخُلُهَا وَإِنْ غَفَلَ لَا يَدْخُلُ أَمَرَّ الْمَاءَ وَلَا يَتَكَلَّفُ فِي إِدْخَالِ شَيْءٍ سِوَى الْمَاءِ مِنْ خَشَبٍ أَوْ نَحْوِهِ۔

ترجمہ: اور جب (جسم پر) تیل لگایا، پھر (جسم پر) پانی بہایا، پس (جسم میں) پانی نہیں پہنچا، کافی ہے (یعنی غسل ہو جائے گا) اور رہا بالی کا سوراخ پس اگر بالی اس سوراخ میں ہو پس اگر اس کے گمان میں غالب ہے (یعنی اس کو غالب گمان ہے) کہ بغیر حرکت دیئے ہوئے پانی (اس سوراخ میں) نہیں پہنچے گا تو حرکت دینا ضروری ہو گا اور اگر سوراخ میں بالی نہ ہو، پس اگر اس کو غالب گمان ہے کہ پانی بغیر تکلف کے پہنچ جائے گا تو تکلف نہ کرے اور اگر غالب ہو کہ بغیر تکلف کے نہیں پہنچے گا تو تکلف کرے، اور اگر بالی نکالنے کے بعد سوراخ مل (یعنی بند ہو) جائے اور وہ سوراخ اس حال میں ہو کہ اگر اس پر پانی بہائے تو پانی داخل ہو جائے گا اور اگر غفلت برتی تو داخل نہیں ہو گا تو (اچھی طرح سے) پانی بہائے اور تکلف نہ کرے پانی کے علاوہ کسی اور چیز کے داخل کرنے میں جیسے لکڑی یا اسی کے جیسے۔

سوال: غسل سے پہلے جسم میں تیل لگایا پھر غسل کیا تو کیا غسل ہو جائے گا؟

جواب: اگر کسی نے سر میں یا داڑھی یا بدن کے کسی اور حصہ پر تیل لگایا جس کی وجہ سے بال اور بدن پانی کو قبول نہیں کر رہے ہیں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ صابن وغیرہ کے ذریعہ تیل کو دفع کیا جائے کیوں کہ اس میں حرج ہو گا) بلکہ صرف پانی بہا دینا کافی ہو گا۔

سوال: بالی کے سوراخ میں پانی پہنچانے کے متعلق کیا حکم ہے؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: اگر سوراخ میں بالی ہو اور غالب گمان یہ ہے کہ بغیر حرکت دیئے ہوئے پانی اس سوراخ میں نہیں پہنچے گا تو حرکت دینا ضروری ہو گا اور اگر سوراخ میں بالی نہ ہو اور غالب گمان یہ ہے کہ پانی بغیر تکلف کے پہنچ جائے گا تو تکلف نہ کرے اور اگر غالب یہ ہے کہ بغیر تکلف کے نہیں پہنچے گا تو تکلف کرے، اور اگر بالی نکالنے کے بعد سوراخ بند ہو گیا اور وہ سوراخ اس حال میں ہو کہ اگر اس پر پانی بہائے تو پانی داخل ہو جائے گا اور اگر غفلت برتی تو داخل نہیں ہو گا تو (اچھی طرح سے) پانی بہائے ہاں! اس سوارخ میں لکڑی وغیرہ کسی چیز کو داخل نہ کرے بلکہ صرف پانی بہانے پر اکتفاء کرے۔

بہار شریعت میں ہے: ہر قسم کے جائز، ناجائز گہنے، چھلّے، انگوٹھیاں، پُہنچیاں (ے)، کنگن، کانچ، لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھّے وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اُتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہِلا کر دھونے

سے پانی بہہ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈِھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہہ جائے گا تو کچھ ضروری نہیں۔(بہار شریعت، ج۱، ص۲۹۰)

مزید بہارِ شریعت میں ہے: نَتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔(بہار شریعت، ج۱، ص۲۹۰)

وَإِنْ كَانَ فِي إِصْبَعِهِ خَاتَمٌ ضَيِّقٌ يَجِبُ تَحْرِيكُهُ لِيَصِلَ الْمَاءُ تَحْتَهُ وَيَجِبُ عَلَى الْأَقْلَفِ إِدْخَالُ الْمَاءِ دَاخِلَ الْقُلْفَةِ وَإِنْ نَزَلَ الْبَوْلُ إِلَيْهَا وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهَا نَقَضَ الْوُضُوءَ هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ فَلَهَا حُكْمُ الظَّاهِرِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يَجِبُ إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلَيْهَا فِي الْغُسْلِ مَعَ أَنَّهُ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ إِذَا نَزَلَ الْبَوْلُ إِلَيْهَا فَلَهَا حُكْمُ الْبَاطِنِ فِي الْغُسْلِ وَحُكْمُ الظَّاهِرِ فِي إِنْتِقَاضِ الْوُضُوْءِ۔ لَا دَلْكُهُ۔

ترجمہ: اور اگر اس کی انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو تو اس (انگوٹھی) کو حرکت دینا واجب ہے تاکہ پانی اس کے نیچے پہنچ جائے اور اقلف (یعنی قلفہ والے) پر واجب ہے پانی کو داخل کرنا قلفہ کے اندرونی حصہ میں، اور اگر پیشاب قلفہ میں اتر آئے اور قلفہ سے باہر نہیں نکلا تو وہ وضو کو توڑ دے گا، یہ (مسئلہ) بعض مشائخ کے نزدیک ہے پس قلفہ کے لیے ہر اعتبار سے ظاہر بدن کا حکم ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک قلفہ میں پانی پہنچانا واجب نہیں ہے غسل میں، باوجودیکہ وہ (پیشاب کا قلفہ میں اتر آنا) وضو کو توڑ دیتا ہے جب پیشاب قلفہ میں اتر آئے، پس قلفہ کے لیے غسل میں باطنی جسم کا حکم ہے اور وضو کے ٹوٹنے میں ظاہری بدن کا حکم ہے۔ (غسل میں) **بدن کو رگڑنا فرض نہیں ہے۔**

سوال: انگلی میں انگوٹھی پہنی ہے تو غسل میں اس کو اتارنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: انگلی میں انگوٹھی پہنی ہے تو وضو اور غسل دونوں میں اَنگوٹھی کو حَرَکت دینا مستحب ہے جب کہ ڈِھیلی ہو اور یہ یقین ہو کہ اِس کے نیچے پانی بہہ گیا ہے، اگر سخت ہو تو حَرَکت دے کر انگوٹھی کے نیچے پانی بہانا **فرض** ہے۔(نماز کے احکام ص۱۴)

سوال: اقلف اور قلفہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اقلف جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو اور قلفہ اس کھال کو کہتے ہیں جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے۔

سوال: قلفہ کے بارے میں مشائخ کا کیا اختلاف ہے؟

جواب: قلفہ کے اندرونی حصے کے بارے میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے:

(۱)۔۔۔ بعض کے نزدیک اس کو ہر طریقے سے ظاہر جسم کا حکم ہے غسل میں بھی اور وضو کے توڑنے میں بھی لہذا غسل میں قلفہ کے اندر پانی داخل کرنا واجب ہے اور اگر پیشاب قلفہ میں اتر آتا ہے اگر چہ اس کے باہر نہ نکلے جب بھی وضوٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ ظاہری جسم کا حصہ ہے۔

(۲)۔۔۔ جبکہ بعض مشائخ اس کو ایک طریقے سے باطنِ جسم اور ایک طریقے سے ظاہر جسم مانتے ہیں لہذا غسل میں باطن جسم مانتے ہیں اسی وجہ سے قلفہ میں پانی پہنچانے کو واجب قرار نہیں دیتے ہیں اور وضو کے ٹوٹنے میں ظاہر جسم مانتے ہیں لہذا پیشاب اگر قلفہ میں اتر آتا ہے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

جبکہ بہار شریعت میں ہے: جس کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے۔(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۱۸)

سوال: ''**لَا دَلْكُهُ**'' سے ماتن کیا فرمانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: ''**لَا دَلْكُهُ**'' سے امام ابو یوسف کے قول سے احتراز کرنا مقصود ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ غسل میں بدن کو ملنا ضروری ہے کیوں کہ غسل میں تطہیر کے لیے مبالغہ کا حکم ہے اور وہ ملنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

لیکن ہمارے اصحاب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تعلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ پاک مٹی مسلم کا وضو ہے اگر چہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب پانی پالے تو اپنے چمڑے سے لگالے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن پر پانی بہانا تو فرض ہے بدن کا ملنا فرض نہیں ہے۔ اس کی تقدیری عبارت یوں ہے: ''لَا يُفْتَرَضُ دَلَكُ الْبَدَنِ فِي الْغُسْلِ'' غسل میں بدن کو رگڑنا فرض قرار نہیں دیا جائے گا۔

شارق الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے: دلک کہتے ہیں اعضاء کو دھونے کے ساتھ اس پر ہاتھ پھیرنا، پس پہلی بار جب پانی ڈالے تو تمام اعضاء پر ہاتھ پھیرے تا کہ باقی دو دفعہ میں پورے جسم پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے بالخصوص سردیوں میں کہ جلد خشک ہوتی ہے، پس غسل میں بدن کو ملنا سنت ہے واجب نہیں، لیکن امام ابو یوسف کی ایک روایت میں بدن کو ملنا واجب ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۱۰)

سوال: ختنہ نہ کروانے سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔

جواب: اس سے کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن میں بڑی خرابی نماز کا چھوڑنا ہے کیونکہ غیرِ مختون کا استنجا صحیح نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ حشفہ (یعنی آلہ تناسل کے سر) کو نہیں دھوتا جو قُلفہ (یعنی بغیر ختنہ کئے ہوئے عضوِ تناسُل کی بڑھی ہوئی کھال) کے اندر رہوتا ہے اور جب قلفہ کو زائل کرنا ضروری ہے تو اس کے نیچے کا حصہ بھی ظاہر کے حکم میں ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔ اکثر اوقات غیرِ مختون اس میں سستی کرتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے، لہٰذا ان کی نمازیں صحیح نہیں ہوتیں۔ گویا اسے گناہِ کبیرہ قرار دینے والے نے اسی علّت کو پیشِ نظر رکھا۔

(جہنم میں لے جانے والے اعمال، ج ۲، ص ۵۸۶)

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۱۹۷ صَفحات پر مشتمل کتاب، "***بہارِ شریعت***" جلد سوم صَفْحہ ۵۸۹ پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ختنہ سنت ہے اور یہ شعارِ اسلام ہے کہ مسلم و غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لیے عرفِ عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں۔

سُنَنُ الْغُسْلِ

وَسُنَنُهُ أَنْ يَّغْسِلَ يَدَيْهِ إِلىٰ رُسْغَيْهِ وَفَرْجَهُ وَيُزِيلَ نَجَسًا إِنْ كَانَ أَيْ إِنْ كَانَ النَّجَسُ أَيِ النَّجَاسَةُ عَلىٰ بَدَنِهِ **ثُمَّ يَتَوَضَّأُ إِلَّا رِجْلَيْهِ** إِسْتِثْنَاءٌ مُتَّصِلٌ أَيْ يَغْسِلُ أَعْضَاءَ الْوُضُوْءِ إِلَّا رِجْلَيْهِ **ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلىٰ كُلِّ بَدَنِهِ ثَلَاثًا ثُمَّ يَغْسِلُ رِجْلَيْهِ اِلَّا فِي مَكَانِهِ** أَيْ إِذَا كَانَ مَكَانُ الْغُسْلِ مُجْتَمَعَ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ حَتّٰى إِذَا اِغْتَسَلَ عَلىٰ لَوْحٍ أَوْ حَجَرٍ يَغْسِلُ رِجْلَيْهِ هُنَاكَ۔

ترجمہ: **اور غسل کی سنتیں (تو وہ یہ ہیں) اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا اور اپنی شرمگاہ کو دھونا اور نجاست کو دور کرنا اگر ہو** یعنی اگر نجاست ہو یعنی نجاست اس کے بدن پر ہو۔ **پھر وضو کرے مگر اپنے پیر (نہ دھوئے)** یہ استثنائے متصل ہے یعنی اعضاء وضو کو دھوئے مگر اپنے پیروں کو (نہ دھوئے) **پھر اپنے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔ پھر اپنے پیر دھوئے مگر اپنی جگہ میں** یعنی جب غسل کی جگہ مائے مستعمل کے جمع ہونے کی جگہ ہو یہاں تک کہ جب غسل کرے کسی تختہ یا پتھر پر تو اپنے پیر وہیں پر دھوئے۔

سوال: غسل کی سنتیں بیان فرمادیں۔

جواب: (۱) نیت کرنا۔ ماتن نے اگرچہ اس کو نہیں بیان کیا مگر بہارِ شریعت میں اس کو سنت قرار دیا ہے۔ اور نیت یہ کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں جنابت کو دور کرنے کے لئے غسل کر رہا ہوں۔

(۲) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔ اور برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھولے۔

(۳) اگر جسم پر کسی جگہ نجاست جیسے منی وغیرہ لگی ہو تو وضو اور غسل سے پہلے اس کو دھونا سنت ہے، تاکہ پانی لگنے سے وہ اور زیادہ نہ پھیلے۔

(۴) مرد و عورت کا غسل سے پہلے اپنے پیشاب کی جگہ کو دھونا سنت ہے اگرچہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔

(۵) جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کرنا، پس وضو کے تمام مستحبات، سنن، فرائض ادا کرے مثلاً جس جس عضو کا دھونا فرض ہے ان کو تین تین بار دھوئے اور ظاہر روایت کے مطابق سر کا مسح بھی کرے اور ایک

قول کے مطابق سر کا مسح نہ کرے، اور اگر وہ شخص ایسی جگہ میں غسل کر رہا ہے جہاں پر پانی جمع ہوتا ہے تو پاؤں کو نہ دھوئے بلکہ آخر میں دھوئے، کہ گندا پانی پاؤں میں لگے گا، اور اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر غسل کر رہا ہے تو اسی وضو میں پاؤں بھی دھولے۔

(٦) پورے بدن پر تین بار پانی بہانا سنت ہے اور اگر تین بار میں پورے بدن پر پانی نہیں پہنچا تو چوتھی یا پانچویں بار پانی ڈالے یہاں تک کہ سارے بدن پر پانی پہنچ جائے۔

سوال: "**اِسْتِثْنَاءٌ مُتَّصِلٌ**" سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ماتن کا قول "**ثُمَّ يَتَوَضَّأُ إِلَّا رِجْلَيْهِ**" استثنائے متصل ہے نہ کہ منقطع کیونکہ اس کی تقدیری عبارت یوں ہوگی "**يَغْسِلُ أَعْضَاءَ الْوُضُوْءِ إِلَّا رِجْلَيْهِ**" پس "**رِجْلَيْهِ**" جو کہ مستثنیٰ ہے مستثنیٰ منہ جو کہ "**أَعْضَاءَ الْوُضُوْءِ**" ہے میں داخل ہے۔

وَلَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ نَقْضُ ضَفِيْرَتِهَا وَلَا بَلُّهَا إِذَا ابْتَلَّ أَصْلُهَا خَصَّ الْمَرْأَةَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأُمِّ سَلَمَةَ يَكْفِيْكِ إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أُصُوْلَ شَعْرِكِ وَيَجِبُ عَلَى الرَّجُلِ نَقْضُهَا وَقِيْلَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مُضَفَّرَ الشَّعْرِ كَالْعَلَوِيَّةِ وَالْأَتْرَاكِ لَا يَجِبُ وَالْأَحْوَطُ أَنْ يَّجِبَ وَقَوْلُهُ وَلَا بَلُّهَا قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا تَبُلُّ ذَوَائِبَهَا وَتَعْصِرُهَا لٰكِنِ الْأَصَحُّ عَدَمُ وُجُوْبِهِ وَهٰذَا إِذَا كَانَتْ مَفْتُوْلَةً أَمَّا إِذَا كَانَتْ مَنْقُوْضَةً يَجِبُ إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلٰى أَثْنَاءِ الشَّعْرِ كَمَا فِي اللِّحْيَةِ لِعَدَمِ الْحَرَجِ۔

ترجمہ: اور عورت پر اپنے بالوں کی چوٹی کا کھولنا اور اس کو تر کرنا ضروری نہیں ہے جب کہ اس کی جڑیں تر ہو جائیں۔

ماتن نے عورت کو خاص کیا ہے حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے جو ام سلمہ سے فرمایا تھا کہ "کافی ہے تجھ کو جب کہ پانی تیرے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے"۔ اور مرد پر چوٹی کا کھولنا واجب ہے، اور کہا گیا ہے کہ جب مرد گندھے ہوئے بالوں والا ہو جیسے کہ علوی اور ترکی (تو اس پر بالوں کا تر کرنا) واجب نہیں ہے اور زیادہ احتیاط واجب ہونا ہے۔ اور ماتن کا قول "وَلَا بَلُّهَا" ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے گیسوؤں کو تر کرے اور اس کو نچوڑے لیکن

زیادہ صحیح اس کا عدم وجوب ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورت بٹے ہوئے بالوں والی ہو اور رہا اس وقت جب کھلے ہوئے بالوں والی ہو تو بالوں کے درمیان میں پانی کا پہنچانا واجب ہو گا جیسا کہ داڑھی میں، حرج کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

سوال: کیا عورتوں کو غسل کے وقت اپنی چوٹی کو کھولنا ضروری ہے؟

جواب: عورتوں پر غسل کے وقت اپنی بندھی ہوئی چوٹیوں کا کھولنا واجب نہیں ہے حدیث ام سلمہ کی بنا پر لیکن اگر مرد کی چھوٹی گندھی ہوئی ہے تو اس پر اپنی چوٹی کو کھولنا واجب ہو گا لیکن بعض مشائخ یوں فرماتے ہیں کہ اگر مرد گندھے ہوئے بالوں والا ہو علوی اور ترکوں کی طرح تو عورتوں پر قیاس کرتے ہوئے ان پر بھی چوٹی کا کھولا اور اس کو بھگونا واجب نہ ہو گا لیکن ماتن فرماتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ واجب ہو۔

اور ہمارے بعض مشائخ عورت کے بارے میں بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس پر اپنے بالوں کو تر کرنا ضروری ہے حسن ابن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے لیکن زیادہ صحیح قول وہی ہے جو اوپر گزرا۔ یہ اختلاف اس صورت میں تھا جب کہ عورت کی چوٹی بندھی ہوئی ہو اور اگر اس کے بال کھلے ہوں تو پھر سبھی کے نزدیک بالوں کے درمیان پانی پہنچانا واجب ہو گا داڑھی کی طرح کیوں کہ اس صورت میں عورتوں پر کچھ حرج نہ ہو گا۔

سوال: علوی اور ترکی کسے کہتے ہیں؟

جواب: علوی وہ حضرات ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں لیکن حضرت فاطمہ کی اولاد میں نہ ہوں اور ترکی سے مراد ملکِ ترکی کے رہنے والے۔ کہ یہ حضرات عورتوں کی طرح بڑے بڑے بال رکھتے ہیں۔

سوال: مفتی بہ قول کیا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول یہ ہے کہ: مرد کے سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر چوٹی اتنی سَخْت گُندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۱۷)

ہاں! بال میں گرہ پڑ جائے تو گرہ کھول کر اس پر پانی بہانا ضروری نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۱۸)

مُوْجِبُ الْغُسْلِ

وَمُوْجِبُهٗ إِنْزَالُ مَنِيٍّ ذِيْ دَفْقٍ وَشَهْوَةٍ عِنْدَ الْاِنفِصَالِ حَتّٰى لَوْ اَنْزَلَ بِلَا شَهْوَةٍ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ ثُمَّ الشَّهْوَةُ شَرْطٌ وَقْتَ الْإِنْفِصَالِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَوَقْتَ الْخُرُوْجِ عِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ حَتّٰى إِذَا اِنْفَصَلَ عَنْ مَكَانِهٖ بِشَهْوَةٍ وَأَخَذَ رَأْسَ الْعُضْوِ حَتّٰى سَكَنَتْ شَهْوَتُهٗ فَخَرَجَ بِلَاشَهْوَةٍ يَجِبُ الْغُسْلُ عِنْدَهُمَا لَا عِنْدَهٗ وَإِنْ اِغْتَسَلَ قَبْلَ أَنْ يَّبُوْلَ ثُمَّ خَرَجَ بَقِيَّةُ الْمَنِيِّ يَجِبُ الْغُسْلُ ثَانِيًا عِنْدَ هُمَا لَا عِنْدَهٗ۔

ترجمہ: اور غسل کو واجب کرنے والا ایسی منی کا نکلنا ہے جو کودنے والی اور شہوت والی ہو اپنے موضع سے جدا ہوتے وقت یہاں تک کہ اگر انزال بغیر شہوت کے ہوا تو ہمارے نزدیک غسل واجب نہیں ہو گا، بر خلاف امام شافعی کے۔ پھر شہوت شرط ہے جدا ہونے کے وقت امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک خارج ہوتے وقت یہاں تک کہ جب منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی اور اس (شخص) نے اپنے ذکر کے سرے کو پکڑا یہاں تک کہ اس کی شہوت ختم ہو گئی پس منی بغیر شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہو گا (جبکہ) امام ابو یوسف کے نزدیک واجب نہیں ہو گا۔ اور اگر اس نے پیشاب کرنے سے پہلے غسل کر لیا پھر بقیہ منی نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسری مرتبہ غسل واجب ہو گا (جبکہ) امام ابو یوسف کے نزدیک واجب نہیں ہو گا۔

سوال: کیا منی کے نکلنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟ نیز منی کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ مع اختلافِ ائمہ بیان کریں۔

جواب: غسل کو واجب کرنے والی چیزوں میں سے ایک منی کا نکلنا ہے مگر ہر منی سے نہیں بلکہ اس کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

(۱)۔۔۔ مَنی کا اپنی جگہ سے جدا ہونا۔ **(۲)**۔۔۔ شَہوت کے ساتھ جدا ہونا۔ **(۳)**۔۔۔ عُضْوْ سے نکلنا۔ یہاں تک کہ اگر شَہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی تو غُسل واجب نہیں ہاں! وُضو جاتا رہے گا۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰)

اور امام شافعی کے نزدیک اگر منی بغیر شہوت کے نکل آئے تو بھی غسل واجب ہو گا۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ" پانی پانی سے ہے یعنی غسل واجب ہو جاتا ہے منی کے نکلنے سے۔ پس اس حدیث کے اطلاق کی بنیاد پر منی کسی بھی طریقے سے نکلے غسل کو واجب کر دے گی۔ اور ہم امام شافعی کی دلیل کا جواب اس طور پر دیتے ہیں کہ یہ حدیث شہوت کے ساتھ منی کے نکلنے پر محمول ہے۔

سوال: شہوت وقتِ انفصال شرط ہے یا وقتِ خروج؟

جواب: اس بارے میں طرفین اور امام ابو یوسف کا اختلاف ہے چنانچہ:

طرفین رضی اللہ عنہما کے نزدیک اپنی جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت کا ہونا شرط ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک نکلتے وقت شہوت کا ہونا شرط ہے۔

اس اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہو گا، کہ اگر کسی شخص کی منی شہوت کے ساتھ اپنے مستقر سے جدا ہو، اور وہ اپنے ذکر کے سرے کو مضبوطی سے پکڑے اس طرح کہ منی خارج نہ ہوا اور شہوت کے ختم ہو جانے کے بعد وہ ذکر کو چھوڑ دے، اور منی بغیر شہوت کے خارج ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہ ہو گا، جبکہ طرفین کے نزدیک واجب ہو گا۔

سوال: مفتی بہ قول کن کا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول طرفین کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: اگر اپنے ظرف سے شَہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہو سکی، پھر جب شَہوت جاتی رہی چھوڑ دیا اب مَنی باہر ہوئی تو اگر چہ باہر نکلنا شَہوت سے نہ ہوا مگر چونکہ اپنی جگہ سے شَہوت کے ساتھ جدا ہوئی لہٰذا غُسل واجب ہوا اسی پر عمل ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۱)

سوال: "وَإِنْ اِغْتَسَلَ قَبْلَ أَنْ يَّبُوْلَ" کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ: اگر کسی شخص کو انزال ہوا لیکن کچھ منی ذکر میں رہ گئی اور اس نے پیشاب کرنے سے پہلے غسل کر لیا، اور غسل کرنے کے بعد پیشاب کیا جس سے بقیہ منی نکل آئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک پھر سے غسل کرنا واجب نہ ہو گا، جبکہ طرفین کے نزدیک اس پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہو گا۔

سوال: مذکورہ مسئلے میں مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: مذکورہ مسئلے میں مفتی بہ قول طرفین کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: اگر مَنی کچھ نکلی اور قبل پیشاب کرنے یا سونے یا چالیس قدم چلنے کے نہا لیا اور نماز پڑھ لی اب بقیہ مَنی خارج ہوئی تو غُسل کرے کہ یہ اسی مَنی کا حصہ ہے جو اپنے محَل سے شَہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی اور پہلے جو نماز پڑھی تھی ہو گئی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر چالیس قدم چلنے یا پیشاب کرنے یا سونے کے بعد غُسل کیا پھر مَنی بلا شَہوت نکلی تو غُسل ضروری نہیں اور یہ پہلی کا بقیّہ نہیں کہی جائے گی۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۱)

سوال: منی، مذی اور ودی کی پہنچان مع حکم بیان کریں۔

جواب: <u>**منی:**</u> منی موجبِ غسل ہے، مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے، یہ بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور لمبائی میں پھیلتی ہے، اس کے نکلنے کے بعد عضو مخصوص سست ہو جاتا ہے، اور عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے۔

<u>**مذی:**</u> یہ موجبِ وضو ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے جو شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے یا شہوانی خیالات و تصورات کے آنے سے بغیر کودے اور بغیر لذت کے نکلتی ہے، اس کے نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

<u>**ودی:**</u> یہ موجبِ وضو ہے، ودی منی کی مانند گاڑھی رطوبت والی ہوتی ہے، یہ پیشاب کے بعد بغیر شہوت نکلتی ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۰۱)

وَلَوْ فِيْ نَوْمٍ وَلَا فَرْقَ فِيْ هٰذَا بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَرُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ فِيْ غَيْرِ رِوَايَةِ الْأُصُوْلِ إِذَا تَذَكَّرَتِ الْإِحْتِلَامَ وَالْإِنْزَالَ وَالتَّلَذُّذَ وَلَمْ تَرَ بَلَلًا كَانَ عَلَيْهَا الْغُسْلُ قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَائِيُّ لَا يُؤْخَذُ بِهٰذِهِ الرِّوَايَةِ۔

ترجمہ: **اگرچہ (یہ انزال) نیند میں ہو** اور کوئی فرق نہیں ہے اس میں مرد اور عورت کے درمیان اور اصول کی روایت کے علاوہ (یعنی نوادر) میں امام محمد سے روایت کیا جاتا ہے کہ جب عورت کو احتلام اور انزال اور تلذذ یاد ہو حالانکہ اس نے (بدن، کپڑے بستر وغیرہ پر) تری نہ دیکھے (تب بھی) اس پر غسل واجب ہے، شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو نہیں لیا گیا(یعنی قبول نہیں کیا گیا)۔

سوال: کیا احتلام سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! احتلام سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور اس میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں یعنی اگر مرد و عورت نیند سے بیدار ہوں اور کپڑے یا بستر وغیرہ پر تری دیکھی تو ان پر غسل واجب ہو گا چاہے ان کو احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔ لیکن نوادر میں امام محمد سے ایک روایت منقول ہے کہ اگر عورت کو احتلام و انزال یاد ہو لیکن وہ تری کو نہ پائے تب بھی اس پر غسل واجب ہو گا لیکن شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کے اس پر عمل نہیں ہے۔

سوال: مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول یہ ہے کہ اگر اِحتِلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں تو غُسل واجب نہیں۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۱)

مزید بہارِ شریعت میں ہے: اِحتِلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے مَنی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غُسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ مَنی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا وَدی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ اِحتِلام یاد ہو اور لذّتِ اِنزال خیال میں ہو غُسل واجب نہیں اور اگر مَنی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں اِحتِلام ہونا یاد نہیں تو غُسل نہیں ورنہ ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۱)

اگر سونے سے پہلے شَہوت تھی آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور اِحتِلام یاد نہیں تو غُسل واجب نہیں، جب تک اس کے مَنی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر سونے سے پہلے شَہوت ہی نہ تھی یا تھی

مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارِج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو مَنی کے ظنِ غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمالِ مَنی سے غُسل واجب ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ کثیرُ الوُقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔اس کا خیال ضرور چاہیے۔(بہار شریعت،ج۱،ص۳۲۲)

وَغَيْبَةُ حَشْفَةٍ فِي قُبُلٍ أَوْ دُبُرٍ عَلَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ بِهٖ وَرُؤْيَةُ الْمُسْتَيْقِظِ الْمَنِيَّ وَالْمَذِيَّ وَإِنْ لَمْ يَحْتَلِمْ وَأَمَّا فِي الْمَنِيِّ فَظَاهِرٌ وَأَمَّا فِي الْمَذِيِّ فَلِاحْتِمَالِ كَوْنِهٖ مَنِيًّا رَقَّ بِحَرَارَةِ الْبَدَنِ وَفِيْهِ خِلَافُ أَبِي يُوْسُفَ۔

ترجمہ: اور حشفہ کا غائب ہونا قبل یا دبر میں (غسل کو واجب کرتا ہے) فاعل اور مفعول بہ پر اور بیدار ہونے والے کا منی یا مذی کو دیکھنا اگرچہ اس کو احتلام نہ ہوا ہو (اس نے خواب نہ دیکھا ہو)، بہر حال منی میں (غسل کا واجب ہونا) تو ظاہر ہے اور رہا مذی میں تو اس کے منی ہونے کے احتمال کی وجہ سے (کہ وہ منی ہو جو) پتلی ہو گئی ہو بدن کی گرمی سے اور اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

سوال:"قبل یا دبر میں حشفہ کا غائب ہونا" اس کی وضاحت فرمادیں۔

جواب:اس کی وضاحت یہ ہے کہ حَشفہ یعنی سرِ ذَکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غُسل واجب کرتا ہے، شَہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت، اِنزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلّف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غُسل فرض نہیں مگر غُسل کا حکم دیا جائے گا، مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ ہے اور عورت بالغہ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔(بہار شریعت،ج۱،ص۳۲۳)

اور اگر حَشفہ کاٹ ڈالا ہو تو باقی عضوِ تناسل میں کا اگر حَشفہ کی قدر داخل ہو گیا جب بھی وہی حکم ہے جو حَشفہ داخل ہونے کا ہے۔(بہار شریعت،ج۱،ص۳۲۳)

سوال:ماتن کے قول "**وَرُؤْيَةُ الْمُسْتَيْقِظِ الْمَنِيَّ وَالْمَذِيَّ وَإِنْ لَمْ يَحْتَلِمْ**" کی وضاحت کیجیے۔

جواب: ماتن کی اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ اِحتِلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے مَنی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غُسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ مَنی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا وَدی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ اِحتِلام یاد ہو اور لذّتِ اِنزال خیال میں ہو غُسل واجب نہیں اور اگر مَنی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں اِحتِلام ہونا یاد نہیں تو غُسل نہیں ورنہ ہے۔
(بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۱)

سوال: "وَأَمَّا فِي الْمَنِيِّ فَظَاهِرٌ وَأَمَّا فِي الْمَذِيِّ" شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ جب بیدار ہونے والے نے اپنے جسم یا کپڑے پر منی دیکھی تو اس صورت میں غسل کے فرض ہونے میں کوئی شک نہیں وہ تو ظاہر سی بات ہے کیونکہ ما قبل میں بتایا جا چکا ہے کہ منی کا نکلنا موجبِ غسل ہے۔ اور رہا اس صورت میں جب اس نے مذی کو دیکھا تو اس صورت میں بھی اس پر غسل فرض ہے کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ یہ مذی اصل میں منی ہی تھی مگر جسم کی حرارت کی وجہ سے وہ پتلی ہو گئی ہو جسے اب یہ مذی خیال کرتا ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

سوال: امام ابو یوسف کا کس چیز میں اختلاف ہے؟

جواب: امام ابو یوسف کا مذی والی صورت میں اختلاف ہے، وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس پر غسل واجب نہ ہو گا یہاں تک کہ اس کو منی ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔

مفتی بہ قول: مفتی بہ قول وہی ہے جو متن میں گزرا نہ کہ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا۔

سوال: حشفہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حشفہ ذکر کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو ختنہ کے بعد کلی کے مانند نظر آتا ہے عرف میں اس کو سپاری کہتے ہیں۔

سوال: ماتن نے "غَيْبَةُ حَشْفَةٍ" فرمایا تو کیا قبل و دبر میں کوئی اور چیز داخل کرنے سے غسل فرض نہیں ہو گا؟

جواب: جی ہاں! قبل و دبر میں انگلی یا کوئی لکڑی وغیرہ ذکر کی مانند بنا کر داخل کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہو۔ پس انزال ہونے کی صورت میں فرض ہوگا۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۰۲)

وَانْقِطَاعُ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ عَلٰى قِرَاءَةِ التَّشْدِيْدِ وَلَمَّا كَانَ الْإِنْقِطَاعُ سَبَبًا لِلْغُسْلِ فَإِذَا انْقَطَعَ ثُمَّ أَسْلَمَتْ لَا يَلْزَمُهَا الْإِغْتِسَالُ إِذْ وَقْتُ الْإِنْقِطَاعِ كَانَتْ كَافِرَةً وَهِيَ غَيْرُ مَامُوْرَةٍ بِالشَّرَائِعِ عِنْدَنَا وَمَتٰى أَسْلَمَتْ لَمْ يُوْجَدِ السَّبَبُ وَهُوَ الْإِنْقِطَاعُ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَجْنَبَتِ الْكَافِرَةُ ثُمَّ أَسْلَمَتْ حَيْثُ يَجِبُ عَلَيْهَا غُسْلُ الْجَنَابَةِ لِأَنَّ الْجَنَابَةَ أَمْرٌ مُسْتَمِرٌّ فَتَكُوْنُ جُنُبًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ وَالْإِنْقِطَاعُ غَيْرُ مُسْتَمِرٍّ فَافْتَرَقَا۔ **لَا وَطْئُ بَهِيْمَةٍ بِلَا اِنْزَالٍ۔**

ترجمہ: **اور حیض اور نفاس کا منقطع ہو جانا** (موجبِ غسل ہے) اللہ تعالیٰ کے قول "وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ" (اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں) تشدید کی قرآۃ پر، اور جب انقطاعِ دم سبب ہے غسل کا تو جب خون منقطع ہو جائے پھر وہ (عورت) اسلام لے آئے تو اس کو غسل کرنا لازم نہیں ہو گا اس لیے کہ انقطاع کے وقت وہ کافرہ تھی اور کافرہ احکام شریعت کی مامور نہیں ہے ہمارے نزدیک اور جب وہ اسلام لائی تو سبب جو کہ انقطاعِ دم ہے نہیں پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ جب کافرہ جنبی ہوئی پھر اسلام لے آئی تو اس پر جنابت کا غسل واجب ہو گا اس لیے کہ جنابت امر مستمر ہے پس وہ جنبی ہو گی اسلام لانے کے بعد بھی اور انقطاعِ دم غیر مستمر ہے لہٰذا دونوں جدا ہو گئے۔ **کسی جانور کے ساتھ بغیر انزال کے وطی کرنا** (غسل کو واجب نہیں کرتا)۔

سوال: کیا حیض و نفاس موجبِ غسل ہیں؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: حیض و نفاس کا آنا موجبِ غسل نہیں ہے بلکہ موجبِ غسل حیض و نفاس کا انقطاع ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: حَیض سے فارغ ہونا۔ نِفاس کا ختم ہونا (غسل کو واجب کر دیتا ہے)۔ (بہار شریعت، ج۱، ص ۳۲۴)

اس کی دلیل اللہ پاک کا فرمان:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (پ۲، البقرہ، ۲۲۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

پس "يَطْهُرْنَ" میں دو قراءت ہیں ایک تشدید کے ساتھ "يَطَّهَّرْنَ" ہے جس کی تفسیر مفسرین نے "حَتّٰى يَغْتَسِلْنَ" سے کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غسل سے پہلے وطی حرم ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ یہ وطی شوہر کے اپنے ملک میں تصرف ہے پس اگر غسل کرنا صرف جائز یا مباح ہوتا تو شوہر کو وطی سے نہ روکا جاتا، پس شوہر کو وطی سے روکا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ غسل واجب ہے۔

اور دوسری قراءت "يَطْهُرْنَ" تخفیف کے ساتھ ہے جس کی تفسیر انقطاع دم سے کی جاتی ہے اس صورت میں وطی سے قبل غسل واجب نہ ہو گا اسی وجہ سے ہم نے دونوں قراءتوں پر عمل کرتے ہوئے، یہ حکم لگایا کہ اگر انقطاع دم اکثر مدت (یعنی دس دن) پر ہوا ہو تب تو غسل سے پہلے وطی جائز ہے اور اگر انقطاع دم دس دن سے پہلے ہوا ہو تو غسل سے پہلے جائز نہ ہو گی۔

سوال: انقطاعِ حیض و نفاس تو خود طہارت ہے پھر کس طرح سے موجب غسل ہو سکتے ہیں؟

جواب: انقطاعِ حیض خود طہارت نہیں بلکہ طہارت حاصل کرنے کی نشانی ہے کہ اب طہارت حاصل کی جائے تو حاصل ہو جائے گی کیونکہ جب تک حیض کا خون جاری ہے اس مدت میں عورت چاہے ہزار بار غسل کرے پاک نہیں ہو سکتی۔ اور مکمل طہارت تو غسل سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

سوال: "**وَلَمَّا كَانَ الْإِنْقِطَاعُ سَبَبًا لِلْغُسْلِ**" شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت کو ذکر کر کے اس پر ایک مسئلے کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں، پس فرمایا: جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ غسل کے واجب ہونے کا سبب انقطاعِ دم ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے اس مسئلے کو سمجھنا دشوار نہیں ہو گا کہ:

جب کوئی کافرہ عورت حائضہ ہوئی اور انقطاع دم کے بعد وہ مسلمان ہو جائے تو اس پر غسل واجب نہ ہو گا کیونکہ جب انقطاعِ دم پایا گیا تھا تب وہ کافرہ تھی اور جب وہ مسلمان ہوئی اس کے بعد غسل کا سبب (یعنی انقطاعِ دم) نہیں پایا گیا۔ بر خلاف اس صورت کے کہ جب کافرہ عورت جنبی ہوئی اور اس کے بعد وہ اسلام لے آئی تو اس صورت میں اس پر غسل واجب ہو گا کیونکہ جنابت امر مستمر (یعنی جس کا اثر قائم رہتا ہو ایسا امر) ہے تو وہ اسلام کے بعد بھی جنبیہ رہے گی لہذا اس پر غسل واجب ہو گا) اور انقطاع دم کا اثر باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ امر مستمر نہیں ہے اس لحاظ سے دونوں کے حکم میں فرق ہو گیا۔

سوال: حائضہ کافرہ جو مسلمان ہوئی اس کے غسل کرنے کے متعلق مفتی بہ قول کیا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: کافر مرد یا عورت جنب ہے یا حَیض ونِفاس والی کافرہ عورت اب مسلمان ہوئی اگرچہ اسلام سے پہلے حَیض ونِفاس سے فراغت ہو چکی، صحیح یہ ہے کہ ان پر غُسل واجب ہے۔ ہاں اگر اسلام لانے سے پہلے غُسل کر چکے ہوں یا کسی طرح تمام بدن پر پانی بہ گیا ہو تو صرف ناک میں نَرم بانسے تک پانی چڑھانا کافی ہو گا کہ یہی وہ چیز ہے جو کفار سے ادا نہیں ہوتی۔ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ پینے سے کُلّی کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر یہ بھی باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی بجالائیں غرض جتنے اعضا کا دھلنا غُسل میں فرض ہے جماع وغیرہ اسباب کے بعد اگر وہ سب بحالتِ کفر ہی دُھل چکے تھے تو بعد اسلام اعادہ غُسل ضرور نہیں، ورنہ جتنا حصہ باقی ہو اتنے کا دھولینا فرض ہے اور مستحب تو یہ ہے کہ بعد اسلام پورا غُسل کرے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۴)

سوال: "**لَا وَطْئُ بَهِيْمَةٍ بِلَا اِنْزَالٍ**" ماتن کے قول کی وضاحت کیجیے۔

جواب: ماتن کے اس قول کی یہ وضاحت ہے کہ اگر کسی شخص نے چوپائے جانور سے وطی کی تو اس پر غسل اسی صورت میں واجب ہو گا جبکہ منی نکلے، صرف حشفہ کے غائب ہو جانے سے غسل واجب نہ ہو گا۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: اگر چوپایہ یا مردہ یا ایسی چھوٹی لڑکی سے جس کی مثل سے صحبت نہ کی جا سکتی ہو، وطی کی تو جب تک اِنزال نہ ہو غُسل واجب نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۴) کیونکہ ان سب صورتوں میں سبب ناقص ہے۔

اَلْأَشْيَاءُ الَّتِيْ يُسَنُّ لَهَا الْاِغْتِسَالُ

وَسُنَّ لِلْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْإِحْرَامِ وَعَرَفَةَ فَغُسْلُ الْجُمُعَةِ سُنَّ لِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ هُوَ الصَّحِيْحُ۔

ترجمہ: **اور غسل کرنا سنت قرار دیا گیا ہے جمعہ کے لیے، عیدین کے لیے، احرام کے لیے اور عرفہ کے لیے۔** پس جمعہ کا غسل جمعہ کی نماز کے لیے سنت قرار دیا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

سوال: کتنی اور کون کون سی چیزوں کے لئے غسل کرنا سنت ہے؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: چار چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے غسل کرنا سنت ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا صحیح مذہب کے مطابق سنت ہے، اس لئے کہ نماز وقت سے افضل ہے، جمعہ کے غسل میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے دن کی وجہ سے غسل مسنون ہے یا نمازِ جمعہ کی وجہ سے غسل مسنون ہے، پس حسن بن زیاد کا قول: جمعہ کے دن کی وجہ سے سنت ہے جبکہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کی وجہ سے سنت ہے، شارح نے امام ابو یوسف کے قول کو صحیح کہا ہے۔

(۲) عیدین کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہے، کہ عیدین کا دن بمنزلۂ جمعہ کے ہے کیونکہ اس میں بھی لوگوں کا اجماع ہوتا ہے، پس غسل کی وجہ سے پسینہ وغیرہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہیں ہوگی۔ اور حسن بن زیاد اور امام ابو یوسف کا یہاں پر بھی وہی اختلاف ہے جو جمعہ کے غسل کے بارے میں ہے۔

(۳) حج یا عمرہ کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے، اور یہ غسل صفائی کے لئے ہے پاکی کے لئے نہیں ہے، اس لئے عورت حج کا احرام باندھتے ہوئے حیض و نفاس کی حالت میں ہو تب بھی اس کے لئے غسل کرنا سنت ہے تاکہ صفائی حاصل ہو جائے کیونکہ حیض و نفاس کے جاری ہونے کی وجہ سے پاکی تو حاصل نہیں ہو سکتی۔

(۴) حاجی کے لئے عرفات کے میدان میں وقوفِ عرفہ کے لئے زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے، پس حاجی کے علاوہ کسی دوسرے لوگوں کے لئے عرفہ کے دن غسل کرنا سنت نہیں ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۱۲۔۱۱۳)

نیز بہارِ شریعت میں ہے: جمعہ، عید، بقر عید، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت نہانا سنّت ہے۔ اور وقوفِ عرفات و وقوفِ مزدلفہ و حاضریٔ حرم و حاضریٔ سرکارِ اعظم و طواف و دُخولِ منیٰ اور جَمروں پر کنکریاں مارنے کے لیے تینوں دن اور شبِ برات اور شبِ قدر اور عَرفہ کی رات اور مجلسِ میلاد شریف اور دِیگر مجالسِ خیر کی حاضری کے لیے اور مردہ نہلانے کے بعد اور مجنون کو جنون جانے کے بعد اور غشی سے افاقہ کے بعد اور نشہ جاتے رہنے کے بعد اور گناہ

سے توبہ کرنے اور نیا کپڑا پہننے کے لیے اور سفر سے آنے والے کے لیے، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، نماز کسوف و خسوف و اِستِسقاء اور خوف و تاریکی اور سَخت آندھی کے لیے اور بدن پر نَجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لیے غُسل مستحب ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۴۔۳۲۵)
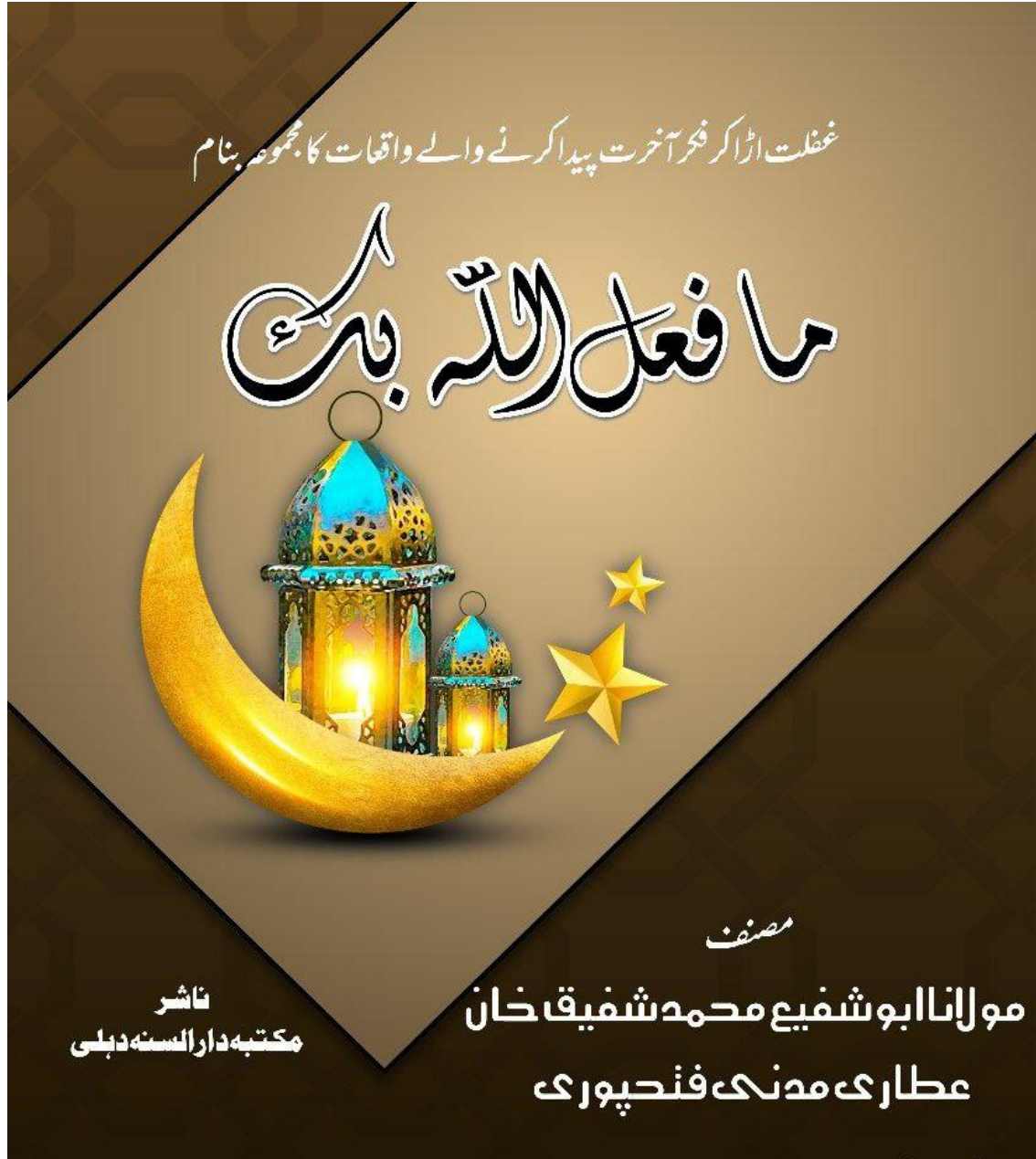
بَيَانُ الْمَاءِ

وَيَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِمَاءِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَالمَطَرِ وَالْعَيْنِ وَأَمَّا مَاءُ الثَّلْجِ فَإِنْ كَانَ ذَائِبًا بِحَيْثُ يَتَقَاطَرُ يَجُوْزُ وَإِلَّا فَلَا۔

ترجمہ: **اور جائز ہے وضو رآسمان اور زمین کے پانی سے جیسے بارش اور چشمہ** اور رہا برف کا پانی تو اگر وہ پگھل رہا ہو بایں طور کہ قطرے ٹپک رہے ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

اَلْمَطَرُ: بارش، ج اَمْطَارٌ۔ اَلثَّلْجُ: برف، ج ثُلُوْجٌ۔

سوال: کن پانیوں سے وضو کرنا جائز ہے؟

جواب: ماتن نے یہاں پر صرف دو پانیوں کا ذکر فرمایا ہے (۱) آسمان کا پانی جیسے بارش۔ (۲) زمین کا پانی جیسے چشمہ۔ حالانکہ اس کے علاوہ اور بھی ایسے پانی ہیں جن سے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ شارق الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے: سات قسم کے پانیوں سے پاکی حاصل کرنا جائز اور درست ہے: (۱) آسمان کا پانی، جس کو بارش کہتے ہیں۔ (۲) سمندر کا پانی، خواہ میٹھا ہو یا کھارا۔ (۳) نہر کا پانی، دریا کی شاخ یا بڑی نالی جو آب پاشی کے لئے کھودی جائے اسے نہر کہتے ہیں۔ (۴) کنواں کا پانی، جو زمین کھود کر نکالا جاتا ہے۔ (۵) برف کا پگھلا ہوا پانی۔ (۶) اولے کا پگھلا ہوا پانی۔ (۷) زمین یا پتھر سے جاری چشمے کا پانی۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۳۳۔۳۴)

سوال: ماتن نے ان دونوں ہی کو کیوں بیان کیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جن پانیوں سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے وہ دو ہی طرح کے ہوتے ہیں یعنی ان کی اصل دو ہی ہے: (۱)۔۔۔ یا تو وہ زمین سے نکلے ہوں گے۔ (۲)۔۔۔ یا آسمان سے نازل ہوئے ہوں گے۔ پس ماتن کا قول اصل کو بیان کر رہا ہے۔

سوال: ماتن نے یہاں پر وضو کو ہی کیوں خاص کیا؟ حالانکہ جس پانی سے وضو جائز ہے اس سے غسل بھی جائز ہوتا ہے۔

جواب: آپ کا سوال کرنا بجا ہے بہتر یہ تھا کہ ماتن "وَيَجُوْزُ الطَّهَارَةُ" کہتے کہ اس طرح وضو، غسل، بدن، کپڑے وغیرہ سب کو شامل ہو جاتا۔ لیکن ماتن نے صرف وضور پر اس لیے اکتفار کیا ہو کہ اس کا وقوع بکثرت ہے اور اس کے ذیل میں غسل، بدن، کپڑا وغیرہ بھی داخل ہو جاتے ہیں جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس پانی سے وضور جائز ہے تو غسل اور کپڑے وغیرہ کے دھونے کا حکم بھی معلوم ہو جائے گا۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: جس پانی سے وُضو جائز ہے اس سے غُسل بھی جائز اور جس سے وُضو ناجائز غُسل بھی ناجائز۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ص۳۲۹)

سوال: شارح نے پگھلنے کی قید ثلج میں کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ برف سے وضو اسی صورت میں ہو گا جب یہ پگھل کر پانی بن جائے کیونکہ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان اعضاء کے ہر ہر حصّے پر پانی کے کم اَز کم دو قطرے بہہ جانا ضروری ہے۔ اور جو برف جمی ہوئی ہو تو اس میں بہنا نہیں پایا جائے گا اور یوں وضو و غسل نہ ہو گا۔

(محیط البرہانی، ج۱، ص۱۲۹، ردالمحتار علیٰ در مختار، ج۱، ص۲۱۷ ماخوذاً)

نوٹ: جن پانیوں سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں اس کی ۱۶۰ قسمیں بیان کی ہیں۔

وَإِنْ تَغَيَّرَ بِطُوْلِ الْمُكْثِ أَوْغَيَّرَ اَحَدَ أَوْصَافِهٖ أَىْ الطَّعْمَ أَوِ اللَّوْنَ أَوِ الرِّيْحَ **شَيْءٌ طَاهِرٌ كَالتُّرَابِ وَالْأُشْنَانِ وَالصَّابُوْنِ وَالزَّعْفَرَانِ** إِنَّمَا عَدَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ لِيُعْلَمَ أَنَّ الْحُكْمَ لَا يَخْتَلِفُ بِأَنْ كَانَ الْمَخْلُوْطُ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ كَالتُّرَابِ أَوْشَيْئًا يُقْصَدُ بِخَلْطِهِ التَّطْهِيْرُ كَالْأُشْنَانِ وَالصَّابُوْنِ أَوْشَيْئًا آخَرَ كَالزَّعْفَرَانِ وَعِندَ أَبِي يُوْسُفَ إِنْ كَانَ الْمَخْلُوْطُ شَيْئًا يُقْصَدُ بِهِ التَّطْهِيْرُ يَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ إِلَّا أَنْ يَّغْلِبَ عَلَى الْمَاءِ حَتّٰى يَزُوْلَ طَبْعُهٗ وَهُوَ الرِّقَّةُ وَالسَّيَلَانُ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا لَا يُقْصَدُ بِهِ التَّطْهِيْرُ فَفِي رِوَايَةٍ يُشْتَرَطُ لِعَدَمِ جَوَازِ التَّوَضِّي بِهٖ غَلَبَتُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَفِي رِوَايَةٍ لَا يُشْتَرَطُ وَمَا لَيْسَ مِنْ جِنسِ الْأَرْضِ فَفِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ۔

ترجمہ: **اگرچہ پانی بدل جائے لمبی مدت تک ٹھہرنے کی وجہ سے یا پانی کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدل دیا ہو** یعنی مزہ یا رنگ یا بو (میں سے کسی ایک وصف کو) **کسی پاک چیز نے جیسے کہ مٹی اور اشنان اور صابون اور زعفران** اور ماتن نے ان چیزوں کو شمار (یعنی بیان) کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ (طہارت کے جائز ہونے کا) حکم نہیں بدلتا ہے اس چیز سے کہ مخلوط (یعنی پانی میں ملی ہوئی چیز) زمین کی جنس (یعنی قسم) میں سے ہو جیسے کہ مٹی یا ایسی کوئی چیز ہو جس کے ملنے سے تطہیر کا قصد کیا جاتا ہو جیسا کہ اشنان اور صابون یا کوئی دوسری (پاک) چیز جیسا کہ زعفران۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شے مخلوط ایسی چیز ہو جس سے تطہیر کا ارادہ کیا جاتا ہو تو اس سے وضو جائز ہو گا، مگر یہ کہ (یعنی اس صورت میں جائز نہ ہو گا) اس کا وہ پانی پر غالب ہونا، یہاں تک کہ پانی کی طبیعت زائل ہو جائے اور وہ (یعنی پانی کی طبیعت) رقت وسیلان ہے، اور اگر شے مخلوط ایسی چیز ہو جس سے تطہیر کا ارادہ نہیں کیا جاتا ہے تو ایک روایت میں اس سے وضو کے عدم جواز کے لیے اس چیز کا پانی پر غالب ہونے کی شرط لگائی جائے گی اور ایک روایت میں غالب ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی اور جو (مخلوط شے) زمین کی جنس سے نہ ہو اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔

مَكَثَ يَمْكُثُ مُكْثًا وَ مَكَثًا وَ مُكُوْثًا: ٹھہرنا، قیام کرنا۔ اَلطَّعْمُ: ذائقہ، مزہ۔

سوال: "**وَإِنْ تَغَيَّرَ بِطُوْلِ الْمُكْثِ**" سے ماتن کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: ماتن کے اس قول میں "وَاِنْ" وصلیہ، اور "اِنْ" وصلیہ کا اردو ترجمہ "اگرچہ" ہوتا ہے۔ ماتن یہاں سے پانی کے تغیر کے احکام بتلانا چاہ رہے ہیں کہ پانی کے تغیر کی مختلف صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ یا تو پانی کا متغیر ہونا کسی چیز کے ملے بغیر ایک عرصہ تک ٹھہرنے کی وجہ سے ہو گا۔

(۲)۔۔۔ یا پانی کا متغیر ہونا کسی چیز کے ملنے سے ہو گا۔ اگر پانی کسی چیز کے ملنے سے متغیر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کسی پاک چیز کے ملنے سے متغیر ہو گا۔ پس اگر پانی کا تغیر کسی پاک چیز کے ملنے سے ہو، چاہے وہ زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی۔ یا زمین کی جنس سے نہ ہو، چاہے اس سے پاکی کا ارادہ کیا جاتا ہو جیسے اشنان، صابون۔ یا پاکی کا ارادہ

نہ کیا جاتا ہو جیسے زعفران۔ ہمارے نزدیک اس سب سے وضو کرنا جائز ہے۔ اگرچہ ان پاک چیزوں کے ملنے سے پانی کے اوصاف میں سے ایک بدل گیا ہو۔ اور پانی کے اوصاف تین ہیں:(۱) مزہ۔(۲) رنگ۔(۳) بو۔

(۲) یا ناپاک چیز کے ملنے سے متغیر ہو گا۔ اگر پانی کسی نجاست کے ملنے سے متغیر ہو جائے تو اس سے عدم جواز میں کوئی شک نہیں۔

سوال: "**إِنَّمَا عَدَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ لِيُعْلَمَ**" شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ماتن نے جو متعدد چیزوں کے نام شمار کئے ہیں مثلاً مٹی، اشنان، صابون، زعفران وغیرہ وہ اس لئے شمار کئے ہیں تا کہ جان لیا جائے کہ ان سب کا ایک ہی حکم ہے مختلف حکم نہیں ہے۔

سوال: امام ابو یوسف کا اس بارے میں کیا قول ہے؟

جواب: اس بارے میں امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اگر شے مخلوط ایسی چیز ہو جس سے تطہیر کا ارادہ کیا جاتا ہو جیسے اشنان اور صابون تو اس سے وضو جائز ہو گا، مگر اس صورت میں جائز نہیں ہو گا جبکہ وہ پاک چیز پانی پر غالب ہو کر پانی کی طبیعت کو زائل کر دے یعنی پانی کے رقت و سیلان کو ختم کر دے۔

اور اگر شے مخلوط ایسی چیز ہو جس سے تطہیر کا ارادہ نہیں کیا جاتا ہے تو ایک روایت میں اس سے وضو کے عدم جواز کے لیے اس چیز کا پانی پر غالب ہونے کی شرط لگائی جائے گی اور ایک روایت میں یہ ہے اس سے مطلقاً وضو جائز نہیں ہے یعنی غالب ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔

سوال: اس مسئلے میں مفتی بہ قول کیا ہے؟

جواب: بہار شریعت میں ہے: اور اگر کوئی پاک چیز ملی جس سے رنگ یا بو یا مزے میں فرق آ گیا مگر اس کا پتلا پَن نہ گیا جیسے ریتا، چونا یا تھوڑی زعفران تو وُضو جائز ہے اور جو زعفران کا رنگ اتنا آ جائے کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وُضو جائز نہیں۔ یوہیں پڑیا کا رنگ اور اگر اتنا دودھ مل گیا کہ دودھ کا رنگ غالب نہ ہوا تو وُضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ غالب مغلوب کی پہچان یہ ہے کہ جب تک یہ کہیں کہ پانی ہے جس میں کچھ دودھ مل گیا تو وُضو جائز ہے اور جب

اسے لسّی کہیں تو وُضو جائز نہیں اور اگر پتے گرنے یا پُرانے ہونے کے سبب بدلے تو کچھ حَرَج نہیں مگر جب کہ پتے اسے گاڑھا کر دیں۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۲۹)

سوال: امام شافعی کا ہم سے کس چیز میں اختلاف ہے؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک اگر ملنے والی پاک چیز زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی تب تو اس پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے اور اگر زمین کی جنس سے نہ ہو جیسے اشنان، صابون، زعفران تو اس پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ان چیزوں کے ملنے سے پانی مقید ہو جاتا ہے جبکہ طہارت تو مائے مطلق سے ہی حاصل ہوتی ہے اگر مائے مطلق نہ ہو تو حکم تیمم کی جانب پھر جائے گا۔ جبکہ ہمارے نزدیک ان سب سے جائز ہے جب تک غلبہ حاصل نہ کرلیں۔

وَبِمَاءٍ جَارٍ فِيْهِ نَجَسٌ لَمْ يُرَ اَثَرُهٗ أَيْ طَعْمُهٗ أَوْ لَوْنُهٗ أَوْرِيْحُهٗ۔ اِخْتَلَفُوْا فِي حَدِّ الْجَارِيْ فَالْحَدُّ الَّذِي لَيْسَ فِي دَرْكِهٖ حَرَجٌ مَا يَذْهَبُ بِتِبْنَةٍ اَوْ وَرَقٍ۔ فَإِذَا سُدَّ النَّهْرُ مِنْ فَوْقٍ وَبَقِيَّةُ الْمَاءِ تَجْرِيْ مَعَ ضُعْفٍ يَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ إِذْ هُوَ مَاءٌ جَارٍ وَكُلُّ مَاءٍ ضَعِيْفُ الْجِرْيَانِ إِذَا تَوَضَّأَ بِهٖ يَجِبُ أَنْ يَّجْلِسَ بِحَيْثُ لَا يَسْتَعْمِلُ غُسَالَتَهٗ اَوْ يَمْكُثُ بَيْنَ الْغُرْفَتَيْنِ مِقْدَارَ مَا يَذْهَبُ غُسَالَتُهٗ وَإِذَا كَانَ الْحَوْضُ صَغِيْرًا يَدْخُلُ فِيْهِ الْمَاءُ مِنْ جَانِبٍ وَيَخْرُجُ مِنْ جَانِبٍ اٰخَرَ يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ فِي جَمِيْعِ جَوَانِبِهٖ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ بَيْنَ أَنْ يَّكُوْنَ أَرْبَعًا فِي أَرْبَعٍ أَوْ أَقَلَّ فَيَجُوْزُ أَوْ أَكْثَرَ فَلَا يَجُوْزُ۔

ترجمہ: **(اور وضو کرنا جائز ہے) ایسے مائے جاری (یعنی بہتے ہوئے پانی) سے جس میں کوئی ایسی نجاست ہو جس کا اثر (اس پانی میں) دیکھا نہ گیا ہو** یعنی اس کا مزہ یا اس کا رنگ یا اس کی بو (یعنی یہ نہ بدلی ہوں)۔ فقہا نے جاری کی حد میں اختلاف کیا ہے، پس وہ حد جس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہے یہ ہے کہ وہ کسی تنکے یا پتے کو بہالے جائے۔ پس جب نہر کو روک دیا جائے اوپر سے اور بقیہ پانی بہہ رہا ہو (نیچے سے) آہستگی کے ساتھ تو اس (پانی) سے وضو کرنا جائز ہے اس

لیے کہ وہ مائے جاری ہے اور ہر وہ پانی جو ضعیف الجریان (یعنی آہستہ آہستہ بہنے والا) ہو جب اس سے وضو کرے تو واجب ہے کہ اس طرح سے بیٹھے کہ اپنا غسالہ (یعنی مائے مستعمل پھر سے) استعمال نہ کرے یا دو چلوؤں کے درمیان اتنی دیر ٹھہرا رہے کے اس کا غسالہ بہہ جائے اور جب کہ حوض چھوٹا ہو کہ اس میں ایک جانب سے پانی داخل ہوتا ہو اور دوسری جانب سے نکل جاتا ہو تو اس کے تمام جوانب سے وضو کرنا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے بغیر اس تفصیل کے کہ وہ چار در چار ہو یا اس سے کم ہو تب تو جائز ہے یا زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

سوال:" **وَبِمَاءٍ جَارٍ فِيْهِ نَجَسٌ لَمْ يُرَ اَثَرُهٗ** "اس عبارت سے ماتن کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ماتن مائے جاری (یعنی بہتے ہوئے پانی) کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ اگر مائے جاری میں کوئی نجاست گر گئی ہو لیکن اس کا اثر پانی میں نہ پایا جائے یعنی اس نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس نجاست کی وجہ سے پانی کا مزہ بدل جائے یا رنگ بدل جائے یا بو بدل جائے تو پھر اس پانی سے وضو کرنا جائز نہ ہو گا۔

سوال: مائے جاری کی حد کیا ہے یعنی کس کو مائے جاری کہیں گے؟

جواب: اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض تو یہ کہتے ہیں کہ مائے جاری وہ ہے جو ایک چلو پانی لینے کے بعد دوسرا چلو لینے سے پہلے نجاست کو بہالے جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس کو عرف عام میں جاری شمار کیا جائے وہ جاری ہو گا، ایک قول وہ ہے جس کو شارح نے اختیار کیا ہے جس کو ہر کوئی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ مائے جاری ہے جو تنکے یا پتے وغیرہ کو بہالے جائے۔ اور یہی قول مفتی بہ ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہالے جائے پاک اور پاک کرنے والا ہے، نَجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہو گا جب تک وہ نجس اس کے رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے، اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا تو ناپاک ہو گیا، اب یہ اس وقت پاک ہو گا کہ نَجاست تہہ نشین ہو کر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں یا پاک پانی اتنا ملے کہ نَجاست کو بہالے جائے یا پانی کے رنگ، مزہ، بُو ٹھیک ہو جائیں اور اگر پاک چیز نے رنگ، مزہ، بُو کو بدل دیا تو وُضو غُسل اس سے جائز ہے جب تک چیز دیگر نہ ہو جائے۔
(بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۳۰)

سوال:" **فَإِذَا سُدَّ النَّهْرُ مِنْ فَوْقٍ** "شارح کی اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ جب کسی نہر کو اوپر کی جانب سے روک دیا جائے اور بقیہ پانی آہستہ آہستہ نیچے سے بہہ رہا ہو تو وہ بھی مائے جاری ہی ہے اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

سوال: " **وَكُلُّ مَاءٍ ضَعِيفُ الْجِرْيَانِ** " کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے آہستگی کے ساتھ بہنے والے مائے جاری سے وضو کرنے کا طریقہ اور احتیاط بیان کر رہے ہیں کہ اگر پانی جاری تو ہو لیکن اس کے بہنے کی رفتار بہت ہی کم ہو تو اس صورت میں وضو کرتے وقت اس طرح بیٹھنا چاہیے کہ استعمال کیا ہوا پانی پھر سے استعمال میں نہ آئے۔ یا دو چلوؤں کے درمیان اتنی دیر ٹھہرا رہے جتنی دیر میں مستعمل پانی بہہ جائے۔

سوال: " **وإِذَا كَانَ الْحَوْضُ صَغِيرًا** " اس عبارت کی ایسی تشریح کیجیے کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

جواب: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کوئی حوض چھوٹا ہو یعنی دہ در دہ سے کم ہو اور اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہو اور دوسری طرف سے نکلتا ہو تو اس میں ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے جبکہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اربع فی اربع یعنی چار گز چوڑا اور چار گز لمبا یا اس سے کم ہو تو جس طرف سے چاہے وضو کر سکتا ہے لیکن اگر اس سے بڑا ہو تو ہر طرف سے وضو نہیں کر سکتا ہے صرف داخل ہونے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہی وضو کر سکتا ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا أَنْتَنَ الْمَاءُ فَإِنْ عُلِمَ أَنَّ نَتْنَهُ لِلنَّجَاسَةِ لَا يَجُوْزُ وَإِلَّا يَجُوْزُ حَمْلًا عَلٰى أَنَّ نَتْنَهُ بِطُوْلِ الْمُكْثِ۔ وَإِذَا سَدَّ كَلْبٌ عَرْضَ النَهْرِ وَيَجْرِى الْمَاءُ فَوْقَهُ إِنْ كَانَ مَا يُلَاقِي الْكَلْبَ أَقَلَّ مِمَّا لَا يُلَاقِيْهِ يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ فِي الْأَسْفَلِ وَإِلَّا لَا قَالَ الْفَقِيْهُ أَبُوْ جَعْفَرَ عَلٰى هٰذَا أَدْرَكْتُ مَشَائِخِيْ وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ لَا بَأْسَ بِالْوُضُوْءِ بِهٖ إِذَا لَمْ يَتَغَيَّرْ أَحَدُ أَوْصَافِهٖ۔

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ جب پانی بدبودار ہو جائے تو اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا بدبودار ہونا نجاست کی وجہ سے ہے تو (اس سے وضو بنانا) جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے محمول کرتے ہوئے اس بات پر کہ اس کا بدبودار ہونا طول مکث کی وجہ

سے ہو۔ اور جب کتا نہر کی چوڑائی کو روک لے اور پانی اس کے اوپر سے بہہ رہا ہو، اگر وہ (پانی) جو کتے سے مل کر آرہا ہے کم ہو اس (پانی) سے جو اس سے نہیں مل رہا ہے تو نچلے حصہ میں اس سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ میں نے اسی بات پر اپنے مشائخ کو پایا ہے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اس سے وضو بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس (پانی) کے اوصاف سے کوئی ایک وصف نہ بدلا ہو۔

سوال: جب پانی بدبو دار ہو جائے تو کیا اس سے وضو بنانا جائز ہے؟

جواب: جب پانی بدبو دار ہو جائے تو اگر متوضی کو کسی طرح خبر ہو جائے یا علامات کی وجہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بدبو نجاست کے گرنے کی وجہ سے ہے تب تو اس سے وضو کرنا جائز نہ ہو گا اور اگر نجاست کی وجہ سے بدبو کا ہونا معلوم نہ ہو تو اس بدبو کو طول مکث (یعنی لمبی مدت تک ٹھہرے رہنے) پر محمول کیا جائے گا اور اس پانی سے وضو کرنا جائز ہو گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی ہے اور اس میں نَجاست پڑنا معلوم نہیں تو اس سے وُضو جائز ہے۔ کافر کی خبر کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک مانی نہ جائے گی، دونوں صورتوں میں پاک رہے گا کہ یہ اس کی اصلی حالت ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص ۳۳۴)

سوال: "**وَإِذَا سَدَّ كَلْبٌ عَرْضَ النَّهْرِ وَيَجْرِي الْمَاءُ فَوْقَهُ**" اس مسئلے کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی نہر کے عرض یعنی چوڑائی میں کوئی مرا ہوا کتا پڑا ہو تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس سے لگ کر جو پانی آرہا ہے وہ اس پانی کے مقابلے میں جو کتے سے مس نہیں ہو رہا ہے کم یا زیادہ اگر کتے سے مس ہو کر آنے والا پانی کم ہے تو نچلے حصہ میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر کتے سے مس ہو کر آنے والا پانی زیادہ ہے تو جائز نہ ہو گا۔ امام فقیہ ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ کو اسی قول پر عمل پیرا پایا ہوں۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلا ہو تو ہر صورت میں جائز ہے۔ صاحبِ فتح القدیر نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

سوال: مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول امامِ ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: مردہ جانور نہر کی چوڑائی میں پڑا ہے اور اس کے اوپر سے پانی بہتا ہے تو عام ازیں کہ جتنا پانی اس سے مل کر بہتا ہے اس سے کم ہے جو اس کے اوپر سے بہتا ہے یا زائد ہے یا برابر مطلقاً ہر جگہ سے وُضو جائز ہے یہاں تک کہ موقع نجاست سے بھی جب تک نَجاست کے سبب کسی وصف میں تغیّر نہ آئے یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۰)

وَبِمَاءٍ مَاتَ فِيْهِ حَيَوَانٌ مَائِيُ الْمَوْلَدِ كَالسَّمَكِ وَالضِّفْدِعِ بِكَسْرِ الدَّالِ وَإِنَّمَا قَالَ مَائِيُ الْمَوْلَدِ حَتّٰى لَوْ كَانَ مَوْلَدُهٗ فِيْ غَيْرِ الْمَاءِ وَهُوَ يَعِيْشُ فِي الْمَاءِ يَفْسُدُ الْمَاءُ بِمَوْتِهٖ فِيْهِ۔

ترجمہ: اور ایسے پانی سے (بھی وضو کرنا جائز ہے) جس میں کوئی ایسا جانور مر گیا ہو جس کی پیدائش پانی کی ہو جیسے مچھلی اور مینڈک (اَلضِّفْدِعُ) دال کے کسرہ کے ساتھ ہے اور ماتن نے ''مَائِی الْمَوْلَدِ'' فرمایا یہاں تک کہ اگر اس کی پیدائش پانی میں
نہ ہو (بلکہ خشکی میں ہو) اور وہ پانی میں رہتا ہو (اگر وہ پانی میں مر جائے) تو اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔

سوال: جو جانور پانی میں پیدا ہوتے ہیں وہ پانی میں مر جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو جانور پانی میں پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ مچھلی مینڈک وغیرہ اگر وہ پانی میں مر جائیں تو پانی ناپاک نہ ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: پانی کا جانور یعنی وہ جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اگر کوئیں میں مر جائے یا مرا ہوا اگر جائے تو ناپاک نہ ہو گا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو مگر پھٹ کر اس کے اجزا پانی میں مل گئے تو اس کا پینا حرام ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۰)

سوال: بعض جانور ایسے بھی ہیں جو خشکی میں پیدا ہوتے ہیں لیکن رہتے پانی میں ہیں تو ان کے مرنے میں کیا حکم ہو گا؟

جواب: بعض جانور ایسے بھی ہیں جو خشکی میں پیدا ہوتے ہیں لیکن رہتے پانی میں ہیں جیسے بطخ، مرغابی وغیرہ یہ اگر پانی میں مرتے ہیں تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ بہار شریعت میں ہے: جس کی پیدائش پانی کی نہ ہو مگر پانی میں رہتا ہو جیسے بط، اس کے مر جانے سے پانی نجس ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۰)

سوال: ماتن نے "مَائِيِّ الْمَوْلِدِ" کیوں کہا؟

جواب: ماتن نے یہ قید غیر مائی المولد کو نکالنے کے لئے بیان کی ہے جیسا کہ مابعد کی عبارت سے واضح ہے۔

سوال: خشکی اور پانی کے مینڈک کے بارے میں مفتی بہ قول کیا ہے؟

جواب: اس بارے میں بہار شریعت میں ہے: خشکی اور پانی کے مینڈک کا ایک حکم ہے یعنی اس کے مرنے بلکہ سڑنے سے بھی پانی نجس نہ ہو گا، مگر جنگل کا بڑا مینڈک جس میں بہنے کے قابل خون ہوتا ہے اس کا حکم چوہے کی مثل ہے۔

سوال: خشکی اور پانی کے مینڈک میں فرق کیسا ہو گا؟

جواب: پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے اور خشکی کے نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۰)

أَوْ مَالَيْسَ لَهُ دَمٌ سَائِلٌ كَالْبَقِّ وَالذُّبَابِ لِاَنَّ النَّجَسَ هُوَ الدَّمُ الْمَسْفُوْحُ كَمَا ذَكَرْنَا وَلِحَدِيْثِ وُقُوْعِ الذُّبَابِ فِي الطَّعَامِ وَفِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ۔

ترجمہ: یا (ایسا جانور گر کر مر گیا ہو) جس کے لئے دم سائل (یعنی بہتا خون) نہ ہو جیسے کے مچھر اور مکھی۔ اس لیے کہ ناپاک تو وہ دم مسفوح (یعنی بہتا خون) ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور کھانے میں مکھی گر جانے والی حدیث کی وجہ سے اور اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔

سوال: جن جانوروں میں بہتا خون نہیں ہوتا اگر وہ پانی میں مر جائیں تو کیا پانی ناپاک ہو جائے گا؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: پانی میں مکھی مچھر یا ایسا جانور جس میں دم سائل نہ ہو مر جائے تو اس سے پانی ناپاک نہ ہو گا، اور اس سے وضو کرنا جائز ہو گا۔ اس کی دو دلیلیں ہیں:

(۱)۔۔۔ جانوروں میں ناپاک چیز جس کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے وہ بہنے والا خون ہے جبکہ ان میں بہنے والا خون ہوتا ہی نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی وغیرہ، ان کے مرنے سے پانی نجس نہ ہو گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۸)

(۲)۔۔۔ دوسری دلیل حدیث ہے چنانچہ:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً فَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيهِ الدَّاء فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّه۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو (اور پھینک دو) کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے۔ اور دوسرے میں شفا ہے اور اسی بازو سے اپنے کو بچاتی ہے جس میں بیماری ہے (تو وہ کھانے میں پہلے پڑ جاتا ہے) لہذا اسے پوری ڈبو دو۔

(سنن أبی داود"، کتاب الأطعمة، باب فی الذباب یقع فی الطعام، الحدیث: ۳۸۴۴، ج۳، ص۵۱۱)

احیاء العلوم میں امام غزالی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: کیونکہ بعض اوقات کھانا گرم ہوتا ہے تو ان کیڑوں کی موت کا سبب بن جاتا ہے، لہذا اگر کھانے میں چیونٹی یا مکھی گر جائے تو کھانے کو بہا دینا واجب نہیں کیونکہ ان کا جسم قابل نفرت ہونے کی وجہ سے ناپاک ہے، یہ ناپاکی ایسی نہیں کہ کھانا حرام ہو جائے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی حرمت نفرت کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگر ہانڈی میں مردہ آدمی کا کوئی عضو گر جائے اگرچہ ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) ہو تو اس کا کھانا حرام ہے لیکن یہ حرمت اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آدمی موت سے ناپاک نہیں ہوتا، نہ اس لئے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے بلکہ شرف انسانی کی وجہ سے ہے۔

(احیاء العلوم مترجم، ج۲، ص۳۵۷۔ مکتبۃ المدینہ دعوتِ اسلامی)

سوال: امام شافعی کا کس مسئلے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکھی مچھر وغیرہ کے مرنے سے بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔

لَا بِمَا أُعْتُصِرَ اَلرِّوَايَةُ بِقَصْرِ مَا مِنْ شَجَرٍ أَوْ ثَمَرٍ أَمَّا مَا يَقْطُرُ مِنَ الشَّجَرِ فَيَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ وَلَا بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُهُ بِغَلَبَةِ غَيْرِهِ أَجْزَاءً اَلْمُرَادُ بِهِ أَنْ يُّخْرِجَهُ مِنْ طَبْعِ الْمَاءِ وَهُوَ الرِّقَّةُ وَالسَّيْلَانُ أَوْ بِالطَّبْخِ كَالْأَشْرِبَةِ وَالْخَلِّ نَظِيْرُ مَا أُعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ فَشَرَابُ الرِّيْبَاسِ مُعْتَصَرٌ مِّنَ الشَّجَرِ وَشَرَابُ التُّفَّاحِ وَنَحْوُهُ مُعْتَصَرٌ مِّنَ الثَّمَرِ وَمَاءِ الْبَاقِلِّي نَظِيْرُ مَاءٍ غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ أَجْزَاءً وَالْمَرَقِ نَظِيْرُ مَاءٍ غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ بِالطَّبْخِ۔ وَأَمَّا الْمَاءُ الَّذِى تَغَيَّرَ بِكَثْرَةِ الْأَوْرَاقِ الْوَاقِعَةِ فِيْهِ حَتّٰى إِذَا رَفَعَ فِي الْكَفِّ يَظْهَرُ فِيْهِ لَوْنُ الْأَوْرَاقِ فَلَا يَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ لِاَنَّهُ كَمَاءِ الْبَاقِلِّي۔

ترجمہ: **اور (وضو) جائز نہیں ہے ایسی چیز سے جس کو نچوڑا گیا ہو** (ایک روایت ما کے قصر کے ساتھ ہے) **کسی درخت یا پھل سے** رہا وہ (پانی) جو درخت سے ٹپکتا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے **اور ایسے پانی سے (وضو کرنا) جائز نہیں ہے جس کی طبیعت اس کے غیر کے غلبہ سے ختم ہو چکی ہو** اجزاء کے اعتبار سے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے اور وہ رقت اور سیلان ہے، **یا (پانی کی طبیعت زائل ہو چکی ہو) پکانے سے جیسا کہ شربت اور سرکہ** یہ مثال ہے اس چیز کی جس کو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو پس ریباس کا شربت درخت سے نچوڑی ہوئی چیزوں میں شامل ہے اور سیب یا اس جیسی چیزوں کا شربت پھل سے نچوڑی ہوئی چیزوں میں شامل ہے **اور لوبیا کا پانی** یہ مثال ہے اس پانی کی جس پر اس کا غیر اجزاء کے اعتبار سے غالب آ چکا ہو **اور شوربہ** یہ مثال ہے اس پانی کی جس پر اس کا غیر پکانے سے غالب آ گیا ہو۔ اور رہا وہ پانی جو بدل گیا ہو ان پتوں کی زیادتی کی وجہ سے جو اس میں گر گئے ہوں یہاں تک کہ جب وہ (اس پانی کو) ہتھیلی میں اٹھائے تو اس میں پتوں کا رنگ ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہ ہو گا اس لیے کہ وہ لوبیا کے پانی کی طرح ہے۔

سوال: ''**اَلرِّوَايَةُ بِقَصْرِ مَا**'' کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ فرما رہے ہیں کہ ماتن کا قول ''**لَا بِمَا أُعْتُصِرَ**'' میں دو روایتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ ''مَا'' کے قصر کے ساتھ یعنی بغیر مد کے لہذا اس صورت میں ''مَا'' موصولہ ہو گا اور معنی یہ ہو گا کہ وضو جائز نہیں ہے اس سے جو درخت یا پھل وغیرہ سے نچوڑا گیا ہو۔

(۲)۔۔۔ ”مَا“ کے مد کے ساتھ یعنی ”بِمَآءٍ“ بھی پڑھنا درست ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا اور اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے جو درخت یا پھل وغیرہ سے نچوڑا گیا ہو۔

سوال: ”**لَا بِمَا أُعْتُصِرَ**“ سے کون سا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: ماتن یہاں سے ایسے پانی کا ذکر فرما رہے ہیں جس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ فرمایا: جس کو کسی درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ پانی مائے مطلق نہیں کہلاتا اور اس کا نام بھی بدل جاتا ہے جیسا کہ گنے سے نچوڑا ہوا پانی ہوتا ہے اس کو گنے کا رس کہتے ہیں اور پھلوں وغیرہ سے جو پانی نکالا جاتا ہے اس کو جوس یا شربت کہتے ہیں۔ ہاں! اگر درخت سے خود بخود ٹپکا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

بہار شریعت میں ہے: کسی درخت یا پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وُضو جائز نہیں جیسے کیلے کا پانی یا انگور اور انار اور تربُز کا پانی اور گنّے کا رس۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۴)

سوال: ”**وَلَا بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُهُ بِغَلَبَةِ غَيْرِهِ**“ سے کون سا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: ماتن اس عبارت سے پانی سے وضو کے جائز نہ ہونے کی دوسری صورت بیان فرما رہے ہیں کہ اگر مائے مطلق کے ساتھ کوئی چیز مل جائے اور اس پر اجزاء کے اعتبار سے غالب آجائے اور وہ پانی کی طبیعت (جو کہ بہنا اور پتلا پن ہے) کو بھی ختم کر دے جیسا کہ لوبیا کا پانی یا پکانے کی وجہ سے اس کی صفت ختم ہو جائے جیسا کہ شوربہ وغیرہ تو اس سے وضو جائز نہ ہو گا۔

سوال: ”اشربہ، خل، مائے باقلی، مرق“ یہ کن چیزوں کی مثالیں ہیں؟

جواب: ماتن نے متن میں چار مثالیں پیش کی ہیں جن کی تعیین شارح نے کی ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ ”اشربہ“ یہ درخت سے نچوڑے ہوئے پانی کی مثال ہے۔ اسی میں ریباس کا شربت بھی شامل ہے۔

(۲)۔۔۔ ”خل“ یہ پھل سے نچوڑے ہوئے پانی کی مثال ہے۔ اسی میں سیب وغیرہ پھلوں کا جوس بھی شامل ہے۔

(۳)۔۔۔ ”مائے باقلی“ جس پانی پر غیر نے اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کر لیا ہو اس کی مثال ہے۔

(۴)۔۔۔"مرق" جس پانی پر غیر نے پکانے کی وجہ سے غلبہ کر لیا ہو اس کی مثال ہے۔

سوال: جو پانی درخت کے پتوں کے گرنے کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو پانی درخت کے کثیر پتوں کے گرنے کی وجہ سے بدل گیا ہو یہاں تک کہ جب اس پانی کو ہتھیلی میں اٹھایا جائے تو پانی میں پتوں کا رنگ ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہ ہو گا اس لیے کہ وہ لوبیا کے پانی کی طرح ہے اور لوبیا کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔

وَلَا بِمَاءٍ رَاكِدٍ وَقَعَ فِيْهِ نَجَسٌ إِلَّا إِذَا كَانَ عَشَرَةً أَذْرُعٍ فِي عَشَرَةٍ أَذْرُعٍ وَلَا يَنحَسِرُ أَرْضُهُ بِالْغُرْفِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمَاءِ الْجَارِي فَإِنْ كَانَتِ النَّجَاسَةُ مَرْئِيَّةً لَا يَتَوَضَّأُ مِنْ مَوْضِعِ النَّجَاسَةِ بَلْ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ مَرْئِيَّةٍ يَتَوَضَّأُ مِنْ جَمِيْعِ الْجَوَانِبِ وَكَذَا مِنْ مَوْضِعِ غُسَالَتِهِ۔

ترجمہ: اور (وضو کرنا جائز نہیں ہے) ٹھہرے ہوئے پانی سے جس میں نجاست گر گئی ہو مگر جب کہ وہ دس گز چوڑا دس گز لمبا ہو اور اس کی زمین (یعنی تہہ) چلو لینے سے نہ کھلتی ہو تو اس کا حکم مائے جاری کا حکم ہو گا۔ پس اگر نجاست مرئیہ ہو تو اس نجاست کی جانب سے وضو نہ کرے بلکہ دوسری جانب سے وضو کرے، اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو تمام جوانب سے وضو کر سکتا ہے، اسی طرح اپنے غسالہ گرنے کی جگہ سے بھی (وضو کر سکتا ہے)۔

سوال: ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو بنانے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: ٹھہرا ہوا پانی اگر قلیل ہے یعنی دہ در دہ نہیں ہے تو اس میں اگر نجاست گر گئی تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے چاہے نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ۔ جبکہ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاہے پانی قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست گرنے سے وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہو گا جب تک کہ اس کے اوصاف میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو جائے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: "اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ إِلَّا مَا غَيَّرَ لَوْنَهُ أَوْ طَعْمَهُ أَوْ رِيْحَهُ"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بیر بضاعہ کے بارے میں ہے اور بیر بضاعہ کا پانی جاری تھا اس سے پانچ یا سات باغ سیراب کئے جاتے تھے لہذا یہ حکم مائے جاری کا ہوا مائے راکد کا نہیں۔

سوال: ''إِلَّا إِذَا كَانَ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ فِي عَشَرَةِ أَذْرُعٍ'' ماتن اس عبارت سے کیا بیان کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: ماتن اس عبارت سے مذکورہ مائے راکد جو کہ قلیل ہو اس سے استثناء کر رہے ہیں کہ اگر ٹھہرا ہوا پانی دہ در دہ ہو یعنی مائے کثیر ہو تو پھر اس کا حکم مائے جاری کی طرح ہوتا ہے یعنی نجاست کے گرنے سے وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جب تک کہ پانی کا کوئی وصف نہ بدل جائے۔

سوال: مائے کثیر ہونے کی مقدار کیا ہے؟

جواب: مائے کثیر کی مقدار میں اختلاف ہے چنانچہ: احناف کے یہاں اس کی مقدار میں کئی قول ہیں کہ (۱) کسی نے یہ کہا کہ اگر ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرے کنارے پر حرکت نہ ہو تو وہ کثیر ہے۔ (۲) بعض نے یہ کہا کہ اگر ایک کنارے پر زعفران ڈالی جائے اگر اس کا اثر دوسرے کنارے پر پہنچ جائے تو وہ قلیل ہے ورنہ کثیر ہے (۳) اور بعض نے مساحت کا اعتبار کیا ہے کہ اگر وہ دہ دردہ ہو تو وہ کثیر اور اگر اس سے کم ہے تو قلیل، ماتن نے آسانی کی وجہ سے آخری قول کو اختیار کیا ہے اور اکثر مشائخ احناف کا اسی پر عمل ہے۔ اور اب مفتی بہ قول بھی یہی ہے صاحب بہار شریعت نے یہی قول نقل کیا ہے: دس ہاتھ لنبا، دس ہاتھ چوڑا جو حوض ہو اسے دَہ در دَہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۱)

جبکہ شوافع کے یہاں دو قلے یا اس سے زائد ہونا ہے ان کی دلیل حضور ﷺ کا یہ قول ہے: ''إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخُبُثَ'' کہ جب پانی دو قلے کو پہنچ جائے تو ناپاکی کو نہیں اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔

سوال: دہ در دہ کی حد بیان کیجیے۔

جواب: دس ہاتھ لمبا، دس ہاتھ چوڑا جو حوض ہو اسے دَہ در دَہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔ یوہیں بیس ۲۰ ہاتھ لمبا، پانچ ہاتھ چوڑا، یا پچیس ہاتھ لمبا، چار ہاتھ چوڑا، غرض کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو۔ اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو اور سو ہاتھ لمبائی نہ ہو تو چھوٹا حوض ہے اور اس کے پانی کو تھوڑا کہیں گے اگرچہ کتنا ہی گہرا ہو۔

("الفتاوی الرضویة"، ج۲، ص۲۸۷،۲۷۴)

حوض کے بڑے چھوٹے ہونے میں خود اس حوض کی پیمائش کا اعتبار نہیں، بلکہ اس میں جو پانی ہے اس کی بالائی سطح دیکھی جائے گی، تو اگر حوض بڑا ہے مگر اب پانی کم ہو کر دَہ در دَہ نہ رہا تو وہ اس حالت میں بڑا حوض نہیں کہا جائے گا، نیز حوض اسی کو نہیں کہیں گے جو مسجدوں، عید گاہوں میں بنا لیے جاتے ہیں بلکہ ہر وہ گڑھا جس کی پیمائش سو ۱۰۰ ہاتھ ہے بڑا حوض ہے اور اس سے کم ہے تو چھوٹا۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب:لو دخل الماء من اعلی...إلخ، ج۱، ص۳۷۸)

دَہ در دَہ حوض میں صرف اتنا دَل درکار ہے کہ اتنی مساحت میں زمین کہیں سے کھلی نہ ہو اور یہ جو بہت کتابوں میں فرمایا ہے کہ لَپ یا چُلّو میں پانی لینے سے زمین نہ کُھلے اس کی حاجت اس کے کثیر رہنے کے لیے ہے کہ وقتِ استعمال اگر پانی اُٹھانے سے زمین کُھل گئی تو اس وقت پانی سو ۱۰۰ ہاتھ کی مساحت میں نہ رہا ایسے حوض کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے، نَجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہو گا جب تک نَجاست سے رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے اور ایسا حوض اگرچہ نَجاست پڑنے سے نجس نہ ہو گا مگر قصداً اس میں نَجاست ڈالنا منع ہے۔ بڑے حوض کے نجس نہ ہونے کی یہ شرط ہے کہ اس کا پانی متصل ہو۔("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲، ص۲۷۴)(بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۱)

سوال: نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: نجاست مرئیہ وہ نجاست ہے جو سوکھنے کے بعد دکھائی دے جیسے خون، پاخانہ۔ نجاست غیر مرئیہ وہ نجاست ہے جو سوکھنے کے بعد دکھائی نہ دے جیسے پیشاب، شراب۔(شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۵۹)

سوال: نجاستِ مرئیہ یا غیر مرئیہ مائے کثیر میں گر گئی تو وضو کس جانب سے بنایا جائے؟

جواب: بڑے حوض میں ایسی نَجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے جیسے شراب، پیشاب تو اس کی ہر جانب سے وُضو جائز ہے اور اگر دیکھنے میں آتی ہو جیسے پاخانہ، یا کوئی مَرا ہوا جانور، تو جس طرف وہ نَجاست ہو اس طرف وُضو نہ کرنا بہتر ہے دوسری طرف وُضو کرے۔(بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۱۔۳۳۲) اسی طرح اپنے غسالہ گرنے کی جگہ سے بھی وضو کر سکتا ہے۔

قَالَ مُحِيُّ السُّنَّةِ التَّقْدِيْرُ بِعَشْرٍ فِي عَشْرٍ لَا يَرْجِعُ إِلىٰ أَصْلٍ شَرْعِيٍّ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ أَقُوْلُ أَصْلُ الْمَسْئَلَةِ أَنَّ الْغَدِيرَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا يَتَحَرَّكُ اَحَدُ طَرْفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرْفِ الْآخَرِ إِذَا وَقَعَتِ النَّجَاسَةُ فِي أَحَدِ جَوَانِبِهٖ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ ثُمَّ قُدِّرَ هٰذَا بِعَشْرٍ فِي عَشْرٍ وَإِنَّمَا قُدِّرَ بِهٖ بِنَاءً عَلىٰ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ حفَرَ بِيْرًا فَلَهٗ حَوْلُهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا فَيَكُوْنُ لَهَا حَرِيْمُهَا مِنْ كُلِّ جَانِبٍ عَشَرَةٌ فَفُهِمَ مِنْ هٰذَا أَنَّهٗ إِذَا أَرَادَ آخَرُ أَنْ يَّحْفِرَفِي حَرِيْمِهَا بِيْرًا يُمْنَعُ مِنْهُ لِاَ نَّهٗ يَنْجَذِبُ الْمَاءَ إِلَيْهَا وَيَنْقُصُ الْمَاءُ فِي الْبِيْرِ الْأُوْلىٰ وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَحْفِرَ بِيْرَ بَالُوْعَةٍ يُمْنَعُ أَيْضًا لِسِرَايَةِ النَّجَاسَةِ إِلَى الْبِيْرِ الْأُوْلىٰ وَتَنْجِسُ مَائَهَا وَلَا يُمْنَعُ فِي مَاوَرَاءَ الْحَرِيْمِ وَهُوَعَشْرٌ فِي عَشْرٍ فَعُلِمَ أَنَّ الشَّرْعَ إِعْتَبَرَ الْعَشْرَ فِي الْعَشْرِ فِي عَدَمِ سِرَايَةِ النَّجَاسَةِ حَتّٰى لَوْ كَانَتِ النَّجَاسَةُ تَسْرِيْ يُحْكَمُ بِالْمَنْعِ ثُمَّ الْمُتَأَخِّرُوْنَ وَسَّعُوا الْأَمْرَ عَلَى النَّاسِ وَجَوَّزُوا الْوُضُوْءَ فِي جَمِيْعِ جَوَانِبِهٖ۔

ترجمہ: محی السنہ (یعنی ابو محمد الحسین ابن مسعود البغوی) نے فرمایا ہے کہ (مائے کثیر کو) وہ دردہ کے ساتھ اندازہ کرنا(مقید کرنا) کسی اصل شرعی کی طرف نہیں لوٹتا ہے (یعنی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے) جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ (شارح فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ غدیر عظیم (یعنی بڑا حوض) یہ ہے کہ اس کی ایک جانب حرکت نہ کرے دوسری جانب کو حرکت دینے سے، جب اس (یعنی غدیر عظیم) کے دونوں کناروں میں سے ایک کنارے میں نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے پھر اس کو اندازہ کیا گیا دہ دردہ (کی مقدار) سے اور اس (غدیز عظیم) کو دہ دردہ کے ساتھ اندازہ کیا جانا مبنی ہے رسول اللہ ﷺ کے قول پر، کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص کنواں کھودے تو اس کے لیے کنویں کے ارد گرد چالیس گز ہے، پس کنویں کے لیے کنواں کا حریم ہر جانب سے دس دس گز ہو گا، پس اس (حدیث) سے سمجھا گیا کہ جب کوئی دوسرا شخص اس (کنواں) کے حریم میں کنواں کھودنے کا ارادہ کرے تو اس کو اس سے روکا جائے گا اس لیے کہ دوسرا کنواں (پہلے کنویں کے) پانی کو اپنی طرف جذب کر لے گا، (یوں) پہلے کنویں میں پانی کم ہو جائے۔ اور اگر کوئی نالی کا گڑھا کھودنے کا ارادہ کرے تب بھی اس کو منع کر دیا جائے گا پہلے کنویں کی طرف نجاست کے سرایت کرنے کی وجہ سے، اور نالی کا گڑھا کنویں کے پانی کو ناپاک کر دے گا۔ البتہ اس

میں منع نہیں کیا جائے جو حریم کے باہر ہو۔ اور وہ دہ دردہ ہے پس جانا گیا کہ شریعت نے نجاست کے سرایت نہ کرنے میں دہ دردہ کا اعتبار کیا ہے یہاں تک کہ اگر (دہ دردہ) میں نجاست سرایت کرتی تو اس سے بھی منع کرنے کا حکم دیا جاتا۔ پھر متاخرین علما نے لوگوں پر معاملہ کی وسعت کر دی اور (اس غدیر عظیم کے جس میں نجاست گری ہو) تمام جوانب میں وضو کرنے کو جائز قرار دیا۔

سوال: "**قَالَ مُحِيُّ السُّنَّةِ التَّقْدِيْرُ بِعَشْرٍ فِيْ عَشْرٍ لَا يَرْجِعُ**" سے شارح کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: یہاں سے شارح مائے کثیر کو دہ دردہ پر اندازہ کرنے کی صورت میں واقع ہونے والے ایک اعتراض اور اس کا جواب نقل فرما رہے ہیں۔

سوال: وہ اعتراض کس نے کیا اور کیا کیا؟ نیز اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: وہ اعتراض امام محی السنہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی نے کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

اعتراض: غدیرِ عظیم کے مسئلہ میں دہ دردہ کی جو مقدار متعین کی گئی ہے اس کی کوئی اصل قرآن وحدیث و اجماع میں نہیں ہے لہذا یہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

جواب: اس کے جواب میں شارح فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اس کی اصل حدیث میں موجود ہے اور وہ یوں کہ غدیر عظیم (یعنی بڑا حوض) یہ ہے کہ جب اس کی ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب حرکت نہ کرے، پس جب غدیر عظیم کے دونوں کناروں میں سے ایک کنارے میں نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے پھر اس کو دہ دردہ کی مقدار سے اندازہ کیا گیا، مزید غدیز عظیم کو دہ دردہ کے ساتھ اندازہ کیا جانا رسول اللہ ﷺ کے قول پر مبنی ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص کنواں کھودے تو اس کے لیے کنویں کے ارد گرد چالیس گز ہے، پس کنویں کے لیے کنواں کا حریم ہر جانب سے دس دس گز ہو گا، پس اس حدیث سے سمجھا گیا کہ جب کوئی دوسرا شخص اس کنویں کے حریم میں کنواں کھودنے کا ارادہ کرے تو اس کو اس سے روکا جائے گا اس لیے کہ دوسرا کنواں پہلے کنویں کے پانی کو اپنی طرف جذب کر لے گا، یوں پہلے کنویں میں پانی کم ہو جائے۔ اور اگر کوئی نالی کا گڑھا کھودنے کا ارادہ کرے تب بھی اس کو منع کر دیا جائے گا پہلے کنویں کی طرف نجاست کے سرایت کرنے کی وجہ سے، اور نالی کا گڑھا کنویں کے پانی کو ناپاک کر دے گا۔ البتہ اس میں منع نہیں کیا جائے جب حریم کے باہر کھودے

اور حریم دہ دردہ ہے پس جانا گیا کہ شریعت نے نجاست کے سرایت نہ کرنے میں دہ دردہ کا اعتبار کیا ہے یہاں تک کہ اگر دہ دردہ میں نجاست سرایت کرتی تو اس سے بھی منع کرنے کا حکم دیا جاتا۔

سوال: "**ثُمَّ الْمُتَأَخِّرُوْنَ وَسَّعُوا الْأَمْرَ عَلَى النَّاسِ**" سے شارح کیا بیان کر رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ متأخرین علمانے لوگوں پر معاملہ کی وسعت اور آسانی کر دی اور اس غدیر عظیم کے جس میں نجاست گری ہو تمام جوانب میں وضو کرنے کو جائز قرار دیا۔

نوٹ: شارح کی اس عبارت میں کسی نجاست کی قید نہیں ہے جبکہ بہارِ شریعت میں مفتی بہ قول یوں مذکور ہے:

بڑے حوض میں ایسی نَجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے جیسے شراب، پیشاب تو اس کی ہر جانب سے وُضو جائز ہے اور اگر دیکھنے میں آتی ہو جیسے پاخانہ، یا کوئی مَرا ہوا جانور، تو جس طرف وہ نَجاست ہو اس طرف وُضو نہ کرنا بہتر ہے دوسری طرف وُضو کرے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۳۱۔۳۳۲)

بَيَانُ مَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ

وَلَا بِمَاءٍ أُسْتُعْمِلَ لِقُرْبَةٍ أَوْرَفْعِ حَدَثٍ۔ إِعْلَمْ أَنَّ فِي الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ اِخْتِلَافَاتٍ۔

ترجمہ: اور نہ اس پانی سے (وضو کرنا جائز ہے) جو قربت یا رفع حدث کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ جان لیجیے! کہ مائے مستعمل میں بہت سارے اختلافات ہیں:

اَلْاَوَّلُ فِي اَنَّهُ بِأَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ مُسْتَعْمَلًا فَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ بِاِزَالَةِ الْحَدَثِ وَأَيْضًا بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فَإِذَا تَوَضَّأَ الْمُحْدِثُ وُضُوْءً غَيْرَ مَنْوِيٍّ يَصِيْرُ مُسْتَعْمَلًا وَلَوْ تَوَضَّأَ غَيْرُ الْمُحْدِثِ وُضُوْءً مَنْوِيًّا يَصِيْرُ مُسْتَعْمَلًا أَيْضًا وَعِنْدَمُحَمَّدٍ بِالثَّانِي فَقَطْ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ بِاِزَالَةِ الْحَدَثِ لٰكِنْ اِزَالَةُ الْحَدَثِ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ عِنْدَهُ بِنَاءً عَلٰى اِشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِي الْوُضُوْءِ۔

ترجمہ: پہلا اختلاف یہ ہے کہ پانی کس چیز سے مستعمل ہوتا ہے؟ تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کے زائل کرنے اور قربت کی نیت سے بھی (استعمال کرنے سے مستعمل ہو جائے گا) پس جب محدث نے وضو کیا بغیر نیت کے تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر غیر محدث نے نیت کے ساتھ وضو کیا تو بھی پانی مستعمل ہو جائے گا اور امام محمد کے نزدیک صرف دوسرے (یعنی قربت کی نیت) سے مستعمل ہو گا اور امام شافعی کے نزدیک حدث کو زائل کرنے سے (مستعمل ہو گا)۔ لیکن ان کے نزدیک ازالۂ حدث بغیر قربت کی نیت سے ہی پایا جائے گا، وضو میں نیت کے شرط ہونے کی بناء پر۔

وَالْاِخْتِلَافُ الثَّانِي فِي اَنَّهُ مَتٰى يَصِيْرُ مُسْتَعْمَلا فَفِي الْهِدَايَةِ اَنَّهُ كَمَا زَايَلَ الْعُضْوَ صَارَ مُسْتَعْمَلًا۔

ترجمہ: اور دوسرا اختلاف اس بارے میں ہے کہ (پانی) مستعمل کب ہو گا؟ (یعنی مستعمل ہونے کا حکم کب لگے گا) پس ہدایہ میں ہے کہ جیسے ہی عضو سے جدا ہوا وہ مستعمل ہو جائے گا۔

وَالْاِخْتِلَافُ الثَّالِثُ فِي حُكْمِهٖ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ هُوَ نَجِسٌ نَجَاسَةً غَلِيْظَةً وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ هُوَ نَجِسٌ نَجَاسَةً خَفِيْفَةً وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ هُوَ طَاهِرٌ غَيْرُ طَهُوْرٍ وَعِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ الْقَدِيْمِ هُوَ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ۔

ترجمہ: اور تیسرا اختلاف مائے مستعمل کے حکم میں ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ نجس ہے نجاستِ غلیظہ کے طور پر، اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نجس ہے نجاستِ خفیفہ کے طور پر، اور امام محمد کے نزدیک وہ پاک ہے، پاک کرنے والا نہیں، اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ان کے پرانے قول میں طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔

وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَوْ كَانَ طَاهِرًا وَمُطَهِّرًا لَجَازَ فِي السَّفَرِ الْوُضُوْءُ بِهٖ ثُمَّ الشُّرْبُ مِنْهُ وَلَمْ يَقُلْ اَحَدٌ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ: اور ہم کہتے ہیں کہ اگر مائے مستعمل طاہر ومطہر ہوتا تو سفر میں اس سے وضو کرنا پھر اس کو پینا ضرور جائز ہوتا حالانکہ اس کے بارے میں کسی نے بھی نہیں کہا۔

سوال: مائے مستعمل میں کتنے اور کون کون سے اختلافات ہیں؟

جواب: مائے مستعمل میں کثیر اختلافات ہیں لیکن شارح نے یہاں پر تین اختلاف بیان فرمایا ہے:

(۱)۔۔۔پانی کس چیز کی وجہ سے مستعمل ہو جاتا ہے؟

(۲)۔۔۔پانی کب مستعمل ہوتا ہے؟

(۳)۔۔۔مستعمل پانی کا حکم کیا ہے؟

سوال: پہلے اختلاف کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس اختلاف میں تین قول ہیں:

(۱)۔۔۔امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک ازالۂ حدث اور نیتِ قربت دونوں سے پانی مستعمل ہو جائے گا۔ پس جب محدث یعنی بے وضو شخص نے بغیر نیتِ وضو کے وضو کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا

کیونکہ ازالۂ حدث پایا گیا۔ نیز اسی طرح اگر غیرِ محدث یعنی باوضو شخص نے وضو کی نیت سے وضو کیا تب بھی پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ قربت کی نیت پائی گئی اگرچہ حدث کو دور کرنا نہیں پایا گیا۔

(۲)۔۔۔ امام محمد کے نزدیک صرف نیت قربت سے مستعمل ہو گا۔ یعنی جب وضو بنانے کی نیت سے استعمال کرے گا تبھی پانی مستعمل ہو گا ورنہ نہیں۔

(۳)۔۔۔ امام شافعی کے نزدیک اصل تو ازالۂ حدث سبب ہے لیکن ان کے نزدیک ازالۂ حدث بغیر نیتِ قربت کے نہیں پایا جاتا کیونکہ ان کے یہاں وضو میں نیت کرنا شرط ہے لہذا وضو کی نیت کے ساتھ حدث کو دور کرنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا۔

سوال: ان تینوں میں مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: شیخین کا قول مفتی بہ ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے:

اگر بے وُضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پَورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وُضو میں دھویا جاتا ہو بقصد یا بلا قصد دَہ در دَہ سے کم پانی میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے لائق نہ رہا۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جِسْم کا کوئی بے دُھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے کام کا نہ رہا۔ (یہ ازالۂ حدث کی مثال ہے)

مسئلہ ۲۲: اگر ہاتھ دھلا ہوا ہے مگر پھر دھونے کی نیت سے ڈالا اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو جیسے کھانے کے لیے یا وضو کے لیے تو یہ پانی مُستَعمَل ہو گیا یعنی وُضو کے کام کا نہ رہا اور اس کو پینا بھی مکروہ ہے۔ (یہ قربت کی نیت کی مثال ہے)

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۳۳)

سوال: دوسرے اختلاف کی وضاحت کیجیے۔

جواب: دوسرا اختلاف وقت میں ہے کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم کس وقت لگے گا اس میں تو سب متفق ہیں کہ پانی جب تک عضو پر ہے وہ مستعمل نہیں ہے۔

(۱)۔۔۔ مگر عضو سے جدا ہونے کے بعد بعض حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ جدا ہونے کے بعد جب تک کسی جگہ ٹھہرے نہیں تب تک وہ مستعمل نہ ہو گا کسی جگہ یا برتن میں ٹھہرنے کے بعد اس پر مستعمل کا حکم لگے گا۔ اس قول کو مشائخِ بلخ، امام طحاوی وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔

(۲)۔۔۔اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ عضو سے جیسے ہی جدا ہو جائے تو اس پر مستعمل کا حکم لگ جائے گا اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے۔

سوال: اس میں مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: اس مسئلے میں دوسرا والا قول مفتی بہ ہے کہ جیسے ہی جدا ہو جائے تو اس پر مستعمل کا حکم لگ جائے گا۔

سوال: تیسرے اختلاف کی وضاحت کیجیے۔

جواب: تیسرا اختلاف حکم میں ہے کہ مائے مستعمل کا حکم کیا ہے؟

(۱)۔۔۔امام ابو حنیفہ اس کو نجس بنجاست غلیظہ مانتے ہیں۔

(۲)۔۔۔امام ابو یوسف نجس بنجاست خفیفہ مانتے ہیں۔

(۳)۔۔۔امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ وہ طاہر (یعنی پاک) تو ہے لیکن طہور (یعنی پاک کرنے والا) نہیں ہے۔ امام شافعی کا جدید قول بھی یہی ہے

(۴)۔۔۔امام مالک اس کو طاہر و مطہر (یعنی پاک اور پاک کرنے والا) کہتے ہیں اور امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے۔

سوال: ان میں مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: بہار شریعت میں ہے: جو پانی وُضو یا غُسل کرنے میں بدن سے گرا وہ پاک ہے مگر اس سے وُضو اور غُسل جائز نہیں۔ اور اس کو پینا بھی مکروہ ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۳۳)

یعنی نجاستِ حکمیہ دور نہیں ہو سکتی جبکہ نجاستِ حقیقیہ دور ہو سکتی ہے جیسا کہ امیر اہلسنت "اسلامی بہنوں کی نماز" نامی کتاب میں لکھتے ہیں: مُستَعمَل پانی پاک ہوتا ہے اگر اِس سے ناپاک بدن یا کپڑے وغیرہ دھوئیں گے تو پاک ہو جائیں گے مُستَعمَل پانی پاک ہے اس کا پینا یا اس سے روٹی کھانے کیلئے آٹا گوندھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

(اسلامی بہنوں کی نماز، ص۲۹)

سوال: "وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَوْ كَانَ طَاهِرًا وَمُطَهِّرًا" اس عبارت سے شارح کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح امام مالک و امام شافعی کے قول کا رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر مائے مستعمل طاہر و مطہر ہوتا تو سفر میں اس سے وضو کرنا اور اس کو پینا جائز ہوتا حالانکہ ایسا کسی نے بھی نہیں کہا اور یہ بات بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سفر میں بہت سی مرتبہ پانی کی قلت کا سامنا ہوا مگر کبھی بھی رسول اللہ ﷺ نے مستعمل پانی کو جمع کرنے کا حکم نہیں فرمایا جس سے اس کا طہور نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

سوال: پانی کا استعمال کتنے طرح سے ہوتا ہے؟

جواب: پانی کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

(۱)۔۔۔ اگر کسی پاک چیز کو دھونے کے لیے استعمال کیا گیا ہو جیسے کہ کوئی پاک کپڑا یا پاک برتن وغیرہ تو یہ بالاتفاق سب کے نزدیک پاک ہے۔

(۲)۔۔۔ نجاست حقیقیہ کو زائل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو مثلاً بدن یا کپڑے میں لگی نجاست کو دھونا تو یہ بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۳)۔۔۔ نجاست حکمیہ کو زائل کرنے یا قربت و ثواب حاصل کرنے کے ارادہ سے استعمال کیا گیا ہو تو یہ وہ پانی ہے جس کو مستعمل کہتے ہیں اور اس میں اختلاف ہے جیسا کہ گزرا۔

سوال: مستعمل پانی کو وضو و غسل کے قابل کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

جواب: اس مسئلہ کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: پانی میں ہاتھ پڑ گیا یا اَور کسی طرح مستعمل ہو گیا اور یہ چاہیں کہ یہ کام کا ہو جائے تو اچھا پانی اس سے زِیادہ اس میں مِلا دیں، نیز اس کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اس میں ایک طرف سے پانی ڈالیں کہ دوسری طرف سے بہ جائے سب کام کا ہو جائے گا۔ یوہیں ناپاک پانی کو بھی پاک کر سکتے ہیں۔ یوہیں ہر بہتی ہوئی چیز اپنی جنس یا پانی سے اُبال دینے سے پاک ہو جائے گی۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۳۳)

بَيَانُ الْاِهَابِ

وَكُلُّ اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ إِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيرِ وَالْآدَمِيِّ إِعْلَمْ أَنَّ الدِّبَاغَةَ هِيَ إِزَالَةُ النَّتْنِ وَالرُّطُوبَاتِ النَّجِسَةِ مِنَ الْجِلْدِ فَإِنْ كَانَتْ بِالْأَدْوِيَةِ كَالْقُرْظِ وَنَحْوِهٖ يَطْهُرُ الْجِلْدُ لَا يَعُوْدُ نَجَاسَتُهٗ أَبَدًا وَإِنْ كَانَتْ بِالتُّرَابِ أَوْ بِالشَّمْسِ يَطْهُرُ إِذَا يَبِسَ ثُمَّ إِنْ أَصَابَهُ الْمَاءُ هَلْ يَعُوْدُ نَجِسًا؟ فَعَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ رِوَايَتَانِ وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ إِنْ صَارَ بِالشَّمْسِ بِحَيْثُ لَوْ تُرِكَ لَمْ يَفْسُدْ كَانَ دِبَاغًا وَعَنْ مُحَمَّدٍ جِلْدُ الْمَيْتَةِ إِذَا يَبِسَ وَوَقَعَ فِي الْمَاءِ لَمْ يَنْجَسْ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَالصَّحِيْحُ فِي نَافِجَةِ الْمِسْكِ جَوَازُ الصَّلٰوةِ مَعَهَا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ۔

ترجمہ: اور ہر وہ چمڑا جس کو دِباغت دی گئی وہ پاک ہو گیا مگر خنزیر اور آدمی کا چمڑا (پاک نہیں ہوتا)۔ جان لیجیے کہ دِباغت نام ہے چمڑے سے بدبو اور ناپاک رطوبتوں کو زائل کرنے کا، پس اگر یہ (زائل کرنا) دواؤں کے ذریعہ سے ہو جیسے قرظ (یعنی سلم) کا پتہ وغیرہ تو چمڑا پاک ہو جاتا ہے اور اس کی نجاست پھر کبھی نہیں لوٹتی، اور اگر یہ (یعنی زائل کرنا) مٹی یا دھوپ سے ہو تو جب سوکھ جائے تو پاک ہو جاتا ہے، پھر اگر اس کو پانی پہنچ جائے تو کیا وہ ناپاک ہو کر لوٹے گا (یعنی پھر سے ناپاک ہو گا) تو اس میں امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر دھوپ سے ایسا ہو جائے کہ اب اس کو رکھ چھوڑیں تو خراب نہ ہو تو دِباغت ہو گئی اور امام محمد سے روایت ہے کہ مردار کا چمڑا جب سوکھ جائے اور وہ پانی میں گر جائے تو ناپاک نہ ہو گا بغیر کسی تفصیل کے۔ اور مشک کے نافہ میں صحیح یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز جائز ہے بغیر کسی تفصیل کے۔

سوال: اھاب کسے کہتے ہیں؟

جواب: اھاب کچے چمڑے کو کہتے ہیں اور ادیم سوکھے چمڑے کو کہتے ہیں اور جلد دونوں کے لیے عام ہے۔

سوال: دِباغت کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دِباغت چمڑے سے بدبو اور ناپاک رطوبتوں کو ختم کرنے کو کہتے ہیں۔ دِباغت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔ ایک حقیقی (۲)۔۔۔ حکمی۔

(۱)۔۔۔دِباغتِ حقیقی یہ ہے کہ ادویات کے ذریعہ سے ہو جیسے سلم کا پتہ انار کے چھلکے اور نمک وغیرہ سے ہو۔ دِباغت حقیقی سے بالاتفاق چمڑا پاک ہو جائے گا اب وہ کسی بھی صورت میں ناپاک نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔۔۔دِباغتِ حکمی یہ ہے کہ دھوپ میں سکھایا جائے یا مٹی وغیرہ مل کر اس کی رطوبات وبدبو کو زائل کر دیا جائے اس سے بھی چمڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن اگر یہ پانی میں بھیگ جائے تو کیا اس کی نجاست لوٹے گی یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔امام ابو حنیفہ سے دوروایتیں ہیں۔(۱) نجاست لوٹ آئے گی (۲) نہیں لوٹے گی۔

(۲)۔۔۔امام ابو یوسف نے یہ شرط لگائی کہ اگر دھوپ سے ایسا سوکھ جائے کہ اگر اس کو رکھ چھوڑیں تو خراب نہ ہو تو یہ دِباغت ہو گئی اب اس کی نجاست نہیں لوٹے گی۔

(۳)۔۔۔امام محمد فرماتے ہیں کے دِباغت حقیقی ہو یا حکمی ہو گر چمڑا سوکھ جائے تو اب وہ نجس نہیں ہو سکتا۔ بغیر کسی تفصیل کے۔ یعنی بلاقید وتفصیل چمڑا پاک ہے کبھی بھی ناپاک نہیں ہو گا۔

سوال:"**وَكُلُّ اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ اِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْآدَمِيِّ**"ماتن کی اس عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب:ماتن اس عبارت سے یہ فرمارہے ہیں کہ دِباغت سے ہر ایک چمڑا چاہے وہ کتے کا ہو یا پھاڑ کھانے والے جانوروں کا مثلاً چیتا بھیڑیا وغیرہ یا ماکول اللحم جانوروں کا ہو یا مردار جانوروں کا ہو پاک ہو جائے گا سوائے خنزیر اور انسان کے چمڑے کے کہ ان کا چمڑا دِباغت سے بھی پاک نہیں ہو سکتا خنزیر کا چمڑا تو اس لیے کے وہ نجس العین ہے اور آدمی کا چمڑا اس کی کرامت وشرافت کی بنا رپر۔

سوال:بہارِ شریعت میں اس مسئلے کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے؟

جواب:بہارِ شریعت میں اس مسئلے کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ: سُوئر کے سوا ہر جانور حلال ہو یا حرام جب کہ ذبح کے قابل ہو اور بسم اللہ کہہ کہ ذبح کیا گیا، تو اس کا گوشت اور کھال پاک ہے کہ نمازی کے پاس اگر وہ گوشت ہے یا اس کی کھال پر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر حرام جانور ذبح سے حلال نہ ہو گا حرام ہی رہے گا۔(یعنی اس کا کھانا حرام ہے)۔

سُوئر کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے، خواہ اس کو کھاری نمک وغیرہ کسی دوا سے پکایا ہو یا فقط دھوپ یا ہوا میں سکھالیا ہو اور اس کی تمام رطوبت فنا ہو کر بدبو جاتی رہی ہو کہ دونوں صورتوں میں پاک ہو جائے گی اس پر نماز درست ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص ۴۰۲)

درندے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو نہ اس پر بیٹھنا چاہیے، نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبر پیدا ہوتا ہے، بکری اور مینڈھے کی کھال پر بیٹھنے اور پہننے سے مزاج میں نرمی اور انکسار پیدا ہوتا ہے، کتّے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو یا وہ ذبح کر لیا گیا ہو استعمال میں نہ لانا چاہیے کہ آئمہ کے اختلاف اور عوام کی نفرت سے بچنا مناسب ہے۔
(بہار شریعت، ج۱، ص ۴۰۲۔ ۴۰۳)

سوال: " وَالصَّحِيْحُ فِي نَافِجَةِ الْمِسْكِ جَوَازُ الصَّلٰوةِ مَعَهَا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ "اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ "نافجة المسك" مشک کی تھیلی جو ایک خاص قسم کے ہرن کے پیٹ میں ہوتی ہے اور خوشبودار ہوتی ہے، بالاتفاق پاک ہے اور اس کو لگا کر نماز پڑھنا صحیح ہے نیز اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ اور "من غیر فصل" کا معنی یہ ہے کہ نافہ ذبح کیے ہوئے ہرن کا ہو یا غیر ذبح کیے ہوئے ہرن کا، چاہے اس میں پانی پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو ہر حال میں وہ پاک ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

وَمَا طَهُرَ جِلْدُهُ بِالدَّبْغِ طَهُرَ بِالذَّكَاةِ وَكَذَا لَحْمُهُ وَإِنْ لَمْ يُؤْكَلْ وَمَا لَا فَلَا۔ أَيْ مَا لَمْ يَطْهُرْ جِلْدُهُ بِالدَّبْغِ لَا يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ وَالْمُرَادُ بِالذَّكَاةِ اَنْ يَّذْبَحَ الْمُسْلِمُ أَوِ الْكِتَابِيُّ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّتْرُكَ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا۔

ترجمہ: اور جس (جانور) کی کھال دِباغت سے پاک ہو جاتی ہے ذکاۃ شرعی یعنی ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے اسی طرح اس کا گوشت (بھی پاک ہو جائے گا) اگرچہ اس کا گوشت کھایا نہ جائے اور جو (پاک) نہیں ہوتا تو وہ نہیں۔

یعنی جس کا چمڑا دِباغت سے پاک نہیں ہوتا ہے وہ ذبح سے بھی پاک نہ ہو گا اور زکاۃ (یعنی ذبح کرنے) سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلمان یا کتابی (یعنی یہودی یا نصرانی) جان بوجھ کر بسم اللہ کو ترک کئے بغیر ذبح کرے۔

وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ وَعَظْمُهَا وَعَصَبُهَا وَحَافِرُهَا وَقَرْنُهَا وَشَعْرُ الْإِنْسَانِ وَعَظْمُهُ طَاهِرٌ وَيَجُوْزُ صَلٰوةُ مَنْ أَعَادَ سِنَّهُ إِلٰى فَمِهٖ وَإِنْ جَاوَزَ قَدْرَ الدِّرْهَمِ أَفْرَدَ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةَ بِالذِّكْرِ مَعَ أَنَّهَا فُهِمَتْ مِمَّا مَرَّ لِاَنَّ السِّنَّ عَظْمٌ وَقَدْ ذَكَرَ أَنَّ الْعَظْمَ طَاهِرٌ لِمَكَانِ الْاِخْتِلَافِ فِيْهَا فَإِنَّهٗ إِذَا كَانَ أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ لَا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ بِهٖ عِنْدَ مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ: اور مردار کے بال اور اس کی ہڈی اور اس کا پٹھا اور اس کے کھر اور اس کے سینگ اور انسان کے بال وہڈی پاک ہیں اور اس شخص کی نماز جائز ہے جس نے اپنے دانت اپنے منہ میں لوٹا لیے ہوں اگر چہ وہ درہم کی مقدار سے تجاوز کر گیا ہو۔ ماتن نے اس مسئلہ کو ذکر کے ساتھ منفرد کیا (یعنی خاص طور پر الگ سے ذکر فرمایا) اس کے باوجود کے وہ ما قبل سے سمجھ میں آگیا تھا، اس لیے کہ دانت ہڈی ہی ہے اور ماتن نے یہ ذکر کر دیا ہے کہ ہڈی پاک ہے، اس میں اختلاف کی وجہ سے کہ امام محمد کے نزدیک اگر دانت درہم کی مقدار سے زائد ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز نہیں۔

سوال: جس جانور کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے کیا اس کو ذبح کرنے سے اس کا چمڑا پاک ہو جائے گا؟

جواب: جی ہاں! جس جانور کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے اس کا چمڑا ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جائے گا اگر چہ وہ جانور ماکول اللحم میں سے نہ ہو جیسے کتا وغیرہ کیونکہ ذبح کرنا نجس رطوبات کو اسی طرح زائل کر دیتا ہے جیسے کہ دِباغت نجس رطوبات کو زائل کر دیتا ہے اور جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا جیسے کہ خنزیر تو اس کا چمڑا ذبح کرنے سے بھی پاک نہیں ہو گا۔

سوال: "**وَمَالَا فَلَا**" ماتن کی اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: ماتن کی اس عبارت کی وضاحت وہی ہے جو ابھی گزری یعنی جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا اس کا چمڑا ذبح سے بھی پاک نہیں ہو گا اور ماتن کی اس مختصر عبارت کی وضاحت شارح نے اس عبارت سے کی ہے: "**مَالَمْ يَطْهُرْ جِلْدُهٗ بِالدَّبْغِ لَا يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ**"۔

سوال: ذکاۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذکاۃ باب تفعیل سے ذَکّٰی فعل کا مصدر ہے صَلَاۃ کے وزن پر جس کا لغوی معنی بکری وغیرہ کو ذبح کرنا ہے اور اصطلاحِ شرع میں ذکاۃ سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلمان یا کتابی (یعنی یہودی یا نصرانی) "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ" کو جان بوجھ کر چھوڑے بغیر ذبح کرے اگر یہ لوگ عمداترک بسم اللہ کریں یا کوئی مجوسی یا ہندو وغیرہ ذبح کرے تو وہ پاک نہ ہو گا کہ یہ ذکاۃ شرعی نہیں ہے۔

سوال: مردار جانور کے بال، ہڈی، پٹھے، کھر، سینگ، انسان کے بال وہڈی کا کیا حکم ہے؟

جواب: خنزیر کے علاوہ دوسرے مردار جانور کے بال، ہڈی، پٹھے، کھر، سینگ وغیرہ پاک ہیں ان کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں خون سرایت نہیں کرتا اور مردار کے ناپاک ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس میں خون سرایت کر جاتا ہے جو کہ ناپاک ہے اس کی وجہ سے مردار بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور ان چیزوں میں خون سرایت نہیں کرتا ہے اس لیے یہ پاک ہی رہیں گی ناپاک نہ ہوں گی۔ اور انسان کے بال اور اس کی ہڈی بھی پاک ہے اسی وجہ سے جو بیان کیا گیا۔

سوال: "اَلْعَصَبُ" کسے کہتے ہیں؟

جواب: "اَلْعَصَبُ" گوشت کے اندر اعضائے جسم کے جوڑوں کو باندھنے والی پٹی کو کہتے ہیں۔

سوال: "**وَيَجُوْزُ صَلٰوۃُ مَنْ أَعَادَ سِنَّهُ إِلٰى فَمِهٖ**" اس مسئلے کی وضاحت کیجیے نیز ماتن نے یہ مسئلہ الگ سے کیوں بیان کیا؟

جواب: اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی کے دانت گر گئے ہوں اور اس نے اپنے گرے ہوئے دانت کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا اور اسی حالت میں نماز پڑھنے لگا تو اس کی نماز ہو جائے گی اگرچہ وہ دانت ایک درہم سے زیادہ ہو۔

اب رہی یہ بات کہ ماتن نے اس مسئلے کو الگ سے کیوں بیان کیا حالانکہ جب ماتن نے کہا کہ انسان کے بال اور ہڈی پاک ہیں تو اس سے سمجھ میں آ گیا تھا کہ دانت بھی پاک ہے کیونکہ وہ بھی ایک ہڈی ہے لیکن اس کے باوجود الگ سے اس لئے بیان کیا کہ دانت کے مسئلے میں امام محمد کا اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں اگر دانت ایک درہم کی مقدار سے

زیادہ ہے تو نماز نہیں ہو گی۔ پس ماتن نے مفتی بہ مسئلے کی وضاحت کرنے کی وجہ سے اس مسئلے کو الگ سے بیان فرمایا ہے۔

فَصْلٌ: بَيَانُ الْبِيْرِ

بِيْرٌ فِيْهَا نَجَسٌ أَوْ مَاتَ فِيْهَا حَيَوَانٌ وَانْتَفَخَ أَوْ تَفَسَّخَ أَوْ مَاتَ آدَمِيٌّ أَوْ شَاةٌ أَوْ كَلْبٌ يُنْزَحُ كُلُّ مَائِهَا إِنْ أَمْكَنَ وَإِلَّا فَقَدْرُ مَافِيْهَا۔ اَلْأَصَحُّ أَنْ يُؤْخَذَ بِقَوْلِ رَجُلَيْنِ لَهُمَا بَصَارَةٌ فِي الْمَاءِ وَمُحَمَّدٌ قَدَّرَ بِمِأَتَيْ دَلْوٍ إِلَى ثَلٰثِ مِائَةٍ۔ وَفِي نَحْوِ حَمَامَةٍ أَوْدَجَاجَةٍ مَاتَتْ فِيْهَا أَرْبَعُوْنَ إِلٰى سِتِّيْنَ وَفِي نَحْوِ فَارَةٍ أَوْ عُصْفُوْرَةٍ عِشْرُوْنَ إِلٰى ثَلٰثِيْنَ وَالْمُعْتَبَرُ الدَّلْوُ الْوَسَطُ وَمَا جَاوَزَهُ أُحْتُسِبَ بِهٖ۔

ترجمہ: جس کنویں میں کوئی نجاست گر جائے یا اس میں کوئی جانور مر جائے اور پھول یا پھٹ جائے یا آدمی یا بکری یا کتنا گر کر مر جائے تو اس کا تمام پانی نکلا جائے گا اگر (نکالنا) ممکن ہو ورنہ اتنی مقدار جو اس میں ہو۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ایسے دو آدمیوں کی بات لی جائے جن کو پانی کا اندازہ کرنے میں بصیرت ہو اور امام محمد نے دو سو سے تین سو ڈول کے ذریعے اندازہ کیا ہے۔ اور کبوتر یا مرغی کے مثل جانور کنویں میں گر کر مر جائے تو چالیس سے ساٹھ ڈول کے درمیان اور چوہے و چڑیا کی طرح جانور میں بیس سے تیس ڈول کے درمیان (پانی نکالا جائے) اور درمیانہ ڈول کا اعتبار ہے اور جو اس سے تجاوز کر جائے تو درمیانہ ڈول سے اس کا حساب لگایا جائے گا۔

سوال: کنویں کا پورا پانی کب نکالا جائے گا؟

جواب: کنویں میں اگر کوئی نجاست گر جائے چاہے وہ تھوڑی ہو یا زیادہ مثلا شراب یا خون کا ایک قطرہ بھی کیوں نہ ہو کنویں کا تمام پانی نکالنا ہو گا اسی طرح اگر کوئی چھوٹا سے چھوٹا جانور مر کر پھول یا پھٹ جائے (اگر پھول یا پھٹا نہ ہو تو حکم علاحدہ ہے) تو بھی کنویں کا تمام پانی نکالنا ہو گا اسی طرح آدمی یا بکری یا کتا یا ان جیسا کوئی جانور گر کر مر جائے، اگر پھولے پھٹے بھی نہیں تب بھی کنویں کا تمام پانی نکالنا ضروری ہو گا۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۷، ۴۰۹)

بہارِ شریعت میں ہے: کوئیں میں آدمی یا کسی جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون یا تاڑی یا سیندھی یا کسی قسم کی شراب کا قطرہ یا ناپاک لکڑی یا نجس کپڑا یا اَور کوئی ناپاک چیز گری اُس کا کل پانی نکالا جائے۔ کوئیں میں آدمی، بکری، یا کتا، یا کوئی اَور دَموی جانور ان کے برابر یا ان سے بڑا اگر کر مر جائے تو کُل پانی نکالا جائے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۵)

سوال: کل پانی نکالنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: کل پانی نکالنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا پانی نکال لیا جائے کہ اب ڈول ڈالیں تو آدھا بھی نہ بھرے، اس کی مٹی نکالنے کی ضرورت نہیں نہ دیوار دھونے کی حاجت، کہ وہ پاک ہو گئی۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۹)

سوال: اگر کنویں کا پورا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: پورا پانی نکالنے کا حکم اس صورت میں ہے کہ کنویں کا تمام پانی نکالنا ممکن ہو لیکن اگر کنواں ایسا ہے کہ اس کا پانی ختم نہیں ہوتا بلکہ جتنا نکالتے رہو بڑھتا رہتا ہے تو اس صورت میں پانی کی مقدار کا اندازہ لگایا جائے گا بعض حضرات نے یہ کہا کہ اس کنویں کے بقدر ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کو پانی سے بھر دیا جائے اور بعض نے کہا کہ دو ایسے آدمیوں سے جن کو پانی کا تجربہ ہو معلوم کیا جائے کہ اس میں کتنا پانی ہو سکتا ہے اور ان کے قول کے بقدر پانی نکال دیا جائے۔ جبکہ امام محمد نے دو سو سے تین سو ڈول کی مقدار متعین فرمائی ہے کہ کم سے کم دو سو ڈول اور زیادہ سے زیادہ تین سو ڈول نکالیں جائیں۔

بہار شریعت میں ہے: جو کوآں ایسا ہو کہ اس کا پانی ٹوٹتا ہی نہیں چاہے کتنا ہی نکالیں اور اس میں نَجاست پڑ گئی یا اس میں کوئی ایسا جانور مر گیا جس میں کُل پانی نکالنے کا حکم ہے تو ایسی حالت میں حکم یہ ہے کہ معلوم کر لیں کہ اس میں کتنا پانی ہے وہ سب نکال لیا جائے۔ نکالتے وقت جتنا زیادہ ہوتا گیا اس کا کچھ لحاظ نہیں اور یہ معلوم کر لینا کہ اس وقت کتنا پانی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو مسلمان پرہیز گار جن کو یہ مہارت ہو کہ پانی کی چوڑائی گہرائی دیکھ کر بتا سکیں کہ اس کوئیں میں اتنا پانی ہے وہ جتنے ڈول بتائیں اتنے نکالے جائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پانی کی گہرائی کسی لکڑی یا رسّی سے صحیح طور پر ناپ لیں اور چند شخص بہت پھرتی سے سو ۱۰۰ ڈول مثلاً نکالیں پھر پانی ناپیں جتنا کم ہوا اسی حساب سے پانی نکال لیں کوآں پاک ہو جائے گا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ پہلی مرتبہ ناپنے سے معلوم ہوا کہ پانی مثلاً دس ہاتھ ہے پھر سو ۱۰۰ ڈول نکالنے کے بعد ناپا تو نو ۹ ہاتھ رہا تو معلوم ہوا کہ سو ۱۰۰ ڈول میں ایک ہاتھ کم ہوا تو دس ۱۰ ہاتھ میں دس سو ۱۰۰۰ یعنی ایک ہزار ڈول ہوئے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۴۰)

جو کنواں ایسا ہے کہ اس کا پانی ٹوٹ جائے گا مگر اس میں اس کے پھٹ جانے وغیرہ نقصانات کا گمان ہے تو بھی اتنا ہی پانی نکالا جائے جتنا اس وقت اس میں موجود ہے۔ پانی توڑنے کی حاجت نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۴۰)

سوال: ۴۰ سے ۶۰ ڈول پانی کب نکالا جائے گا؟

جواب: کبوتر، مرغی، بلّی گر کر مرے تو چالیس ۴۰ سے ساٹھ ۶۰ تک۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۶) دو ۲ بلّیاں مر جائیں تو سب نکالا جائے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۶)

سوال: ۲۰ سے ۳۰ ڈول پانی کب نکالا جائے گا؟

جواب: چوہا، چھچھوندر، چڑیا، یا چھپکلی، گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا کوئی جانور دَموی کوئیں میں گر کر مر گیا تو بیس ۲۰ ڈول سے تیس ۳۰ تک نکالا جائے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۶)

دو چوہے گر کر مر جائیں تو وہی بیس ۲۰ سے تیس ۳۰ ڈول تک نکالا جائے اور تین یا چار یا پانچ ہوں تو چالیس ۴۰ سے ساٹھ ۶۰ تک اور چھ ۶ ہوں تو کُل۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۶)

نوٹ: یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اتنا اتنا پانی نکالا جائے اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ چیز جو اس میں گری ہے اس کو اس میں سے نکال لیں پھر اتنا پانی نکالیں، اگر وہ اسی میں پڑی رہی تو کتنا ہی پانی نکالیں، بیکار ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۹)

سوال: ڈول سے کون سا ڈول مراد ہے؟

جواب: اوسط ڈول کا اعتبار سے ہے یعنی عام طور پر جو ڈول استعمال ہوتے ہیں ان میں درمیانی ڈول کا اعتبار ہو گا اور اگر کسی بڑے ڈول سے پانی نکالا جائے تو اس میں اسی درمیانی ڈول کا اعتبار ہو گا مثلاً اگر بڑے ڈول سے پانی نکالا جا رہا ہے جو اوسط ڈول کے اعتبار سے پانچ ڈول کا ہے اور مثلاً چالیس ڈول نکالنے ہیں تو اس بڑے ڈول سے آٹھ ڈول نکال لیں تو کافی ہو جائے گا۔

بہار شریعت میں ہے: ڈول معین ہے مگر جس ڈول سے پانی نکالا وہ اس سے چھوٹا یا بڑا ہے یا ڈول معین نہیں اور جس سے نکالا وہ ایک صاع سے کم و بیش ہے تو ان صورتوں میں حساب کر کے اس معین یا ایک صاع کے برابر کر لیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۹)

سوال: پانی نکالنے کا جو حکم ہے تو کیا یکبارگی نکالنا ضروری ہے تھوڑا تھوڑا کر کے بھی نکالا جا سکتا ہے؟

جواب: کوئیں سے جتنا پانی نکالنا ہے اس میں اختیار ہے کہ ایک دم سے اتنا نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے دونوں صورت میں پاک ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۴۰)

وَيَتَنَجَّسُ الْبِيْرُ مِنْ وَقْتِ الْوُقُوْعِ إِنْ عُلِمَ ذٰلِكَ وَإِلَّا فَمُنْذُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِنْ لَمْ يَنْتَفِخْ وَمُذْ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا إِنْ إِنْتَفَخَ وَقَالَا مُذْ وُجِدَ۔

ترجمہ: اور کنواں ناپاک ہو جائے گا (یعنی ناپاک شمار کیا جائے گا) (نجاست وغیرہ کے) گرنے کے وقت سے اگر وہ (یعنی اس کے گرنے کا وقت) معلوم ہو، ورنہ اگر پھولا نہ ہو تو ایک دن ایک رات سے (ناپاک شمار کیا جائے گا) اور اگر پھول گیا ہو تو تین دن تین رات سے (کنواں ناپاک شمار ہو گا) اور صاحبین نے فرمایا کہ جس وقت سے (وہ نجاست) پائی جائے (اس وقت سے کنواں ناپاک مانا جائے گا)۔

سوال: اگر کنویں میں کوئی نجاست یا مرا ہوا جانور پایا جائے تو اس کنویں کو کب سے ناپاک شمار کیا جائے گا؟

جواب: اس مسئلے میں دو قول ہیں:

(۱)۔۔۔ امام ابو حنیفہ کے یہاں حکم یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ کب گرا ہے تب تو گرنے کے وقت سے ہی کنویں کو ناپاک شمار کیا جائے گا اور اگر کب گرا ہے یہ معلوم نہ ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ پھولا ہے یا نہیں اگر نہ پھولا ہو تو ایک دن ایک رات سے اس کو ناپاک شمار کیا جائے گا۔ پس اس کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی گئی ہو تو ایک دن ایک رات کی نماز میں دھرانی ہو گی اور اگر اس کے درمیان میں اس پانی سے کپڑے وغیرہ دھوئے گئے ہوں تو ان کو پھر سے دھو کر پاک کرنا ہو گا۔ اور اگر پھول یا پھٹ گیا ہو تو اس کنویں کو تین دن تین رات سے ناپاک شمار کیا جائے گا کیونکہ عموماً جانور تین دن رات میں پھول پھٹ جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ جس وقت سے وہ نجس چیز پائی گئی ہو اس وقت سے کنواں ناپاک ہو گا۔ اور اس سے پہلے اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ جب یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ چیز اس میں کب گری ہے اور اس میں گر کر مری ہے یا مری ہوئی حالت میں گری ہے لہذا معاملہ مشکوک ہو گیا ہے، اور شک سے کنویں کے پاک ہونے کا یقینی حکم زائل نہ ہو گا۔

سوال: مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: اب مفتی بہ قول صاحبین کا ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: کوئیں سے مرا ہوا جانور نکلا تو اگر اس کے گرنے مرنے کا وقت معلوم ہے تو اسی وقت سے پانی نجس ہے اس کے بعد اگر کسی نے اس سے وُضو یا غُسل کیا تو نہ وُضو ہوا نہ غُسل، اس وُضو اور غُسل سے جتنی نمازیں پڑھیں سب کو پھیرے کہ وہ نمازیں نہیں ہوئیں، یوہیں اس پانی سے کپڑے دھوئے یا کسی اور طریق سے اس کے بدن یا کپڑے میں لگا تو کپڑے اور بدن کا پاک کرنا ضروری ہے اور ان سے جو نمازیں پڑھیں ان کا پھیرنا فرض ہے اور اگر وقت معلوم نہیں تو جس وقت دیکھا گیا اس وقت سے نجس قرار پائے گا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو اس سے قبل پانی نجس نہیں اور پہلے جو وُضو یا غُسل کیا یا کپڑے دھوئے کچھ حَرَج نہیں تیسیراً اسی پر عمل ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۹۔۳۴۰)

بَيَانُ اَحْكَامِ السُّؤْرِ

وَسُؤْرُ الْاٰدَمِيِّ وَالْفَرَسِ وَكُلِّ مَايُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ وَالْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجِسٌ وَالْهِرَّةِ وَالدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ وَسِبَاعِ الطَّيْرِ وَسَوَاكِنِ الْبُيُوْتِ مَكْرُوْهٌ وَالْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَيَتَيَمَّمُ أَيْ يَتَوَضَّأُ بِالْمَشْكُوْكِ ثُمَّ يَتَيَمَّمُ إِلَّا فِي الْمَكْرُوْهِ يَتَوَضَّأُ بِهٖ فَقَطْ إِنْ عَدِمَ غَيْرُهٗ۔

ترجمہ: اور آدمی اور گھوڑے اور ہر اس جانور جس کا گوشت کھایا جائے کا جوٹھا (یعنی پی کر بچا ہوا پانی) پاک ہے اور کتے اور خنزیر اور پھاڑ کھانے والے جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے اور بلی اور باہر پھرنے والی مرغی اور شکاری پرندوں اور گھر میں رہنے والے جانوروں کا جوٹھا مکروہ ہے اور گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے کہ اس سے وضو کرے اور تیمم کرے ۔یعنی مشکوک (پانی) سے پہلے وضو کرے پھر تیمم کرے مگر مکروہ (پانی) سے صرف وضو کرے (تیمم نہ کرے) اگر مکروہ کے سوا دوسرا پانی موجود نہ ہو۔

سوال: مائے قلیل میں سے جب کوئی حیوان پی لے تو اس کو کس نام سے موسوم کرتے ہیں نیز اس کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: جب مائے قلیل میں سے کوئی جاندار پی لے تو اسے جھوٹے کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور اس کی احناف کے نزدیک چار قسمیں بنتی ہیں: (۱) طاہر مطہر۔ (۲) نجس۔ (۳) مکروہ۔ (۴) مشکوک۔

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا طاہر و مطہّر ہوتا ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی پہلی قسم طاہر و مطہّر (خود پاک ہو اور دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھے) ہے یہ وہ پانی ہے جس سے کسی آدمی نے پیا ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، بڑا ہو یا چھوٹا، حائضہ ہو یا جنبی سب کا جھوٹا پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے جب کہ ان کا منہ پاک ہو، پس اگر ان کا منہ ناپاک ہو تو ان کا جھوٹا بھی ناپاک ہو جائے گا جیسے شرابی کا منہ، اور اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا اور ان جانوروں کا جھوٹا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے بکری، گائے

، بیل بھینس، اونٹ اور بھیڑ وغیرہ کا جھوٹا پاک طاہر و مطہر ہے، لیکن اس حکم سے وہ اونٹ، بکری، بھیڑ، گائے، جو نجاست کھاتے ہیں مستثنیٰ ہیں، کہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني، ج١، ص٢٣)

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا نجس ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی دوسری قسم ناپاک ہے کہ نہ اس سے پاکی حاصل کر سکتے ہیں، نہ اس کو پی سکتے ہیں، اور وہ کتا، خنزیر اور چوپائے درندوں کا جھوٹا ہے، چوپائے درندے وہ ہیں جو اپنے نوک دار دانتوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیتا اور بھیڑیا۔ اور نجس سے مراد نجاستِ غلیظہ ہے اس لئے کہ لعاب گوشت سے بنتا ہے اور ان کا گوشت نجس ہوتا ہے۔("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني، ج١، ص٢٤)

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا مکروہ ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی تیسری قسم مکروہ ہے یعنی مطلق غیر مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے اس کا استعمال طہارت میں اور پکانے میں اور پینے میں مکروہِ تنزیہی ہے، لہذا اگر مطلق غیر مکروہ پانی نہ ہو تو اس کا استعمال مکروہ نہیں ہے بلکہ اس سے وضو و غسل کرے تیمم جائز نہیں ہو گا اور یہ بلی کا جھوٹا پانی ہے اور یہاں بلی سے مراد گھریلو بلی ہے، اس لئے کہ جنگلی بلی کا جھوٹا نجس ہے، اسی طرح کھلی پھرنے والی مرغی کا جھوٹا مکروہ ہے اور مخلاۃ سے مراد وہ مرغی ہے جو گندگیوں میں چلتی پھرتی ہے جس کی وجہ سے اس کی چونچ کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے اور وہ مرغی جس کو دربے (مرغی کا گھر) میں بند رکھا جاتا ہو اور وہیں اس کو خوراک دی جاتی ہو تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں، اسی طرح شکاری پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جیسے باز، شاھین (سفید رنگ کا شکاری پرندہ)، اور چیل، کوّا اور گدھ وغیرہ، چونکہ یہ اکثر مردار کھاتے ہیں اس لئے ان کا حکم کھلی پھرنے والی مرغی کے مانند ہو گیا، اسی طرح گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا بھی مکروہ تنزیہی ہے مثلاً چوہا، چھپکلی وغیرہ، کہ ان میں بہنے والا خون ہوتا ہے، اور بچھو کا جھوٹا مکروہ نہیں، کہ اس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ہے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السؤر، ج١، ص٤٢٥)

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا مشکوک ہوتا ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی چوتھی قسم مشکوک ہے یعنی جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک ہے، اور شک سے مراد یہ نہیں کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے بلکہ اس کا حکم معلوم ہے اور وہ توقف ہے، اور توقف بھی ایک حکم ہے یعنی نہ اس کو یقین کے ساتھ مطہر کہا ہے اور نہ اس کے مطہّر ہونے کی نفی کی ہے، کیونکہ کچھ اس قسم کے دلائل موجود ہیں کہ کسی ایک جانب قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اور وہ مائے مشکوک خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے اس لئے کہ فقہاء مائے مشکوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر مشکوک پانی کے سوا پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرنے کے بعد تیمم بھی کرلے، پس وضو اور تیمم کو جمع کرنا واجب ہے، ہاں اس کو اس بات میں اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے لیکن امام زفر کے قول کے مطابق افضل وضو کو مقدم کرنا ہے پھر نماز پڑھے۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴)

سوال: اگر ان چاروں قسم کے جانداروں کے منہ میں نجاست کا لگا ہوا ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو تو پھر کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر یقین کے ساتھ منہ میں نجاست کا لگا ہوا ہونا معلوم ہو تو پھر ان کا جھوٹا نجس ہوگا کہ اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔

سوال: "إِلَّا فِي الْمَكْرُوْهِ يَتَوَضَّأُ بِهٖ فَقَطْ إِنْ عَدِمَ غَيْرُهٗ" اس عبارت کی تشریح کریں۔

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ اگر صرف مشکوک پانی ہو اور دوسرا اچھا پانی موجود نہ ہو تو حکم یہ ہوگا کہ پہلے مشکوک پانی سے وضو کرلیا جائے اور اس کے بعد تیمم کرلیا جائے البتہ اگر مکروہ پانی موجود ہو اور اس کے سواء کوئی دوسرا اچھا پانی موجود نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ اس پانی سے صرف وضو کرلے تیمم نہ کرے۔

وَالْعَرَقُ مُعْتَبَرٌ بِالسُّؤْرِ لِاَنَّ السُّؤْرَ مَخْلُوْطٌ بِاللُّعَابِ وَحُكْمُ اللُّعَابِ وَالعَرَقِ وَاحِدٌ لِاَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا مُتَوَلِّدٌ مِنَ اللَّحْمِ۔

ترجمہ: اور پسینہ میں سور کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ سور (یعنی جھوٹا) لعاب سے ملا ہوا ہوتا ہے اور لعاب و پسینہ کا حکم ایک ہے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک گوشت سے پیدا ہوتے ہیں۔

سوال: پسینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماتن نے پسینے کے بارے میں بتایا کہ پسینے میں جھوٹے کا اعتبار ہے کیونکہ جھوٹا لعاب یعنی تھوک سے ملا ہوتا ہے اور لعاب اور پسینہ گوشت سے پیدا ہوتے ہیں لہذا جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ اور لعاب بھی ناپاک ہے اور جس کا جھوٹا پاک اس کا پسینہ اور لعاب بھی پاک اور جس کا جھوٹا مکروہ اس کا لعاب اور پسینہ بھی مکروہ۔

(بہار شریعت، ج۱، ص ۳۴۴)

فَإِنْ قِيْلَ يَجِبُ أَنْ لَّا يَكُوْنَ بَيْنَ سُؤْرِ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ وَغَيْرِ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ فَرَقٌ لِاَنَّهٗ إِنْ اُعْتُبِرَ اللَّحْمُ فَلَحْمُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا طَاهِرٌ اَلَا تَرٰى أَنَّ غَيْرَ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ إِذَا لَمْ يَكُنْ نَجِسَ الْعَيْنِ إِذَا ذُكِّيَ يَكُوْنُ لَحْمُهٗ طَاهِرًا وَإِنْ اُعْتُبِرَ أَنَّ لَحْمَهٗ مَخْلُوْطٌ بِالدَّمِ فَمَاكُوْلُ اللَّحْمِ وَغَيْرُهٗ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ۔

ترجمه: پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ واجب ہے کہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کے جھوٹے کے مابین کوئی فرق نہ ہو، کیونکہ اگر گوشت کا اعتبار کیا جائے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا گوشت پاک ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ غیر ماکول اللحم جب وہ نجس العین نہ ہو اس کو جب ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت پاک ہوتا ہے (لہذا دونوں کا جھوٹا پاک ہونا چاہیے) اور اگر اس بات کا اعتبار کیا جائے کہ اس کا گوشت دم مسفوح (یعنی بہنے والے خون) سے ملا ہوا ہے تو ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم (دونوں قسم کے جانور) اس معاملہ میں برابر ہیں (کہ دونوں کا گوشت دمِ مسفوح سے ملا ہوا ہے لہذا دونوں کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہیے)۔

سوال: "**فَإِنْ قِيْلَ يَجِبُ**" سے شارح کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں کے جھوٹے میں جو اختلاف ہے اس پر وارد ہونے والے اعتراض کو بیان کر رہے ہیں۔

سوال: وہ کیا اختلاف ہے؟

جواب: وہ اختلاف یہ ہے کہ دونوں کے جھوٹے میں یہ فرق کیوں اگر جھوٹا پاک ہو تو دونوں کا پاک ہونا چاہیے اور اگر ناپاک ہو تو دونوں کا ناپاک ہونا چاہیے کیونکہ اگر حکم گوشت کی وجہ سے ہے تو جب دونوں کو ذبح کر لیا

جائے تو دونوں کا گوشت پاک ہوتا ہے اور اگر ماکول اللحم کے گوشت کا خون سے ملنے کا اعتبار کیا جائے اور اس وجہ سے اس کے جھوٹے کو ناپاک قرار دیا جائے تو اس معاملہ میں غیر ماکول اللحم کی کیا تخصیص بلکہ اس معاملے میں ماکول اللحم بھی غیر ماکول اللحم کے ساتھ ہے کہ ماکول اللحم جانور کا گوشت بھی دمِ مسفوح سے ملا ہوا ہے لہذا اس بنا پر ماکول اللحم جانور کا جھوٹا بھی ناپاک ہونا چاہیے؟

قُلْنَا اَلْحُرْمَةُ إِذَالَمْ تَكُنْ لِلْكَرَامَةِ فَإِنَّهَا آيَةُ النَّجَاسَةِ لٰكِنْ فِيْهِ شُبْهَةٌ أَنَّ النَّجَاسَةَ لِاِخْتِلَاطِ الدَّمِ بِاللَّحْمِ إِذْ لَوْلَا ذٰلِكَ بَلْ يَكُوْنُ نَجَاسَةٌ لِذَاتِهٖ لَكَانَ نَجِسَ الْعَيْنِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ. فَغَيْرُ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ إِذَا كَانَ حَيًّا فَلُعَابُهُ مُتَوَلِّدٌ مِّنَ اللَّحْمِ الْحَرَامِ الْمَخْلُوْطِ بِالدَّمِ فَيَكُوْنُ نَجِسًا لِاِجْتِمَاعِ الْأَمْرَيْنِ وَهُمَا اَلْحُرْمَةُ وَالْاِخْتِلَاطُ بِالدَّمِ أَمَّا فِي مَاكُوْلِ اللَّحْمِ فَلَمْ يُوْجَدْ إِلَّا أَحَدُهُمَا وَهُوَ الْإِخْتِلَاطُ بِالدَّمِ فَلَمْ يُوْجِبْ نَجَاسَةَ السُّؤْرِ لِاَنَّ هٰذِهِ الْعِلَّةَ بِانْفِرَادِهَا ضَعِيْفَةٌ. إِذْ الدَّمُ الْمُسْتَقَرُّ فِي مَوْضَعِهٖ لَمْ يُعْطَ لَهُ حُكْمُ النَّجَاسَةِ فِي الْحَيِّ وَإِذَالَمْ يَكُنْ حَيًّا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُذَكًّى كَانَ نَجِسًا سَوَاءٌ كَانَ مَأْكُوْلَ اللَّحْمِ أَوْ غَيْرَهُ لِاَنَّهٗ صَارَ بِالْمَوْتِ حَرَامًا فَالْحُرْمَةُ مَوْجُوْدَةٌ مَعَ اِخْتِلَاطِ الدَّمِ فَيَكُوْنُ نَجِسًا وَإِنْ كَانَ مُذَكًّى كَانَ طَاهِرًا أَمَّا فِي مَاكُوْلِ اللَّحْمِ فَلِاَنَّهٗ لَمْ يُوْجَدِ الْحُرْمَةُ وَلَا اِخْتِلَاطُ الدَّمِ وَأَمَّا فِي غَيْرِ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ فَلِاَنَّهٗ لَمْ يُوْجَدِ الْإِخْتِلَاطُ. وَالْحُرْمَةُ الْمُجَرَّدَةُ غَيْرُ كَافِيَةٍ فِي النَّجَاسَةِ عَلٰى مَامَرَّ أَنَّهَا تَثْبُتُ بِاِجْتِمَاعِ الْأَمْرَيْنِ۔

ترجمہ: (اس اعتراض کے جواب میں) ہم کہیں گے کہ حرمت جب کرامت کی وجہ سے نہ ہو تو یہ نجاست کی علامت ہے لیکن اس میں یہ شبہ ہے کہ یہ نجاست خون کے گوشت کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو بلکہ نجاست لذاتہ ہو (یعنی خود گوشت میں ہو) تو ضرور یہ نجس العین ہو گا حالانکہ ایسا نہیں ہے (یعنی ہمارا مفروض غیر ماکول اللحم نجس العین نہیں ہے) (لہذا حاصل جواب یہ ہو گا کہ) پس غیر ماکول اللحم جب زندہ ہو تو اس کا لعاب اس حرام گوشت کی پیداوار ہو گا جو خون سے ملا ہوا ہے پس وہ ناپاک ہو گا دو امروں کے جمع ہونے کی وجہ سے اور وہ دونوں

(۱) حرمت اور (۲) اختلاط دم ہیں۔ بہر حال ماکول اللحم میں تو نہیں پائی جاتی ہے مگر ان دونوں (یعنی حرمت اور اختلاط دم) میں سے ایک اور وہ اختلاط دم ہے لہذا وہ (یعنی اختلاط بالدم) سور (یعنی جھوٹے) کے ناپاک ہونے کو واجب نہیں کرے گا کیونکہ یہ علت (یعنی اختلاطِ دم) تنہا ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس لیے کہ وہ خون جو اپنی جگہ میں ٹھہرا ہوا ہو زندہ جانور میں اس کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور جب وہ زندہ نہ ہو تو اگر وہ ذبح کیا ہوا نہ ہو تو (اس کا گوشت) نجس ہو گا چاہے ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم، کیونکہ وہ موت کی وجہ سے حرام ہو چکا لہذا حرمت موجود ہے اختلاطِ دم کے ساتھ پس وہ ناپاک ہو گا اور اگر ذبح کیا ہوا ہو تو پاک ہو گا، رہا ماکول اللحم میں تو اس وجہ سے کہ اس میں حرمت نہیں پائی گئی اور نہ اختلاطِ دم پایا گیا۔ اور رہا غیر ماکول اللحم میں تو اس وجہ سے کہ (ذبح ہونے کی حالت میں) اختلاطِ دم نہیں پایا گیا اور محض حرمت نجاست کے لیے کافی نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا بیشک نجاست دو امروں کے جمع ہونے سے ثابت ہوتی ہے۔

سوال: اعتراض کا شارح نے کیا جواب دیا؟

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ سور کے ناپاک ہونے میں دو چیزوں کا اعتبار ہے ایک تو حرمت لکم اور دوسرے اختلاط دم جہاں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع ہوں گی تو سور ناپاک ہو گا اور جہاں یہ دونوں جمع نہ ہوں یا ایک ہو، ایک نہ ہو تو وہاں سور ناپاک نہ ہو گا۔ اب اس کی تفصیل سنیے:

کسی چیز کا حرام ہونا جب کرامت کی وجہ سے نہ ہو تو یہ نجاست کی وجہ سے ہو گا کیونکہ حرمت دو ہی وجہ سے ہوتی ہے یا تو کرامت کی وجہ سے جیسے انسان کا گوشت یا نجاست کی وجہ سے لیکن اس میں یہ شبہ ہے کہ یہ نجاست خون کے گوشت کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو بلکہ نجاست لذاتہ ہو یعنی خود گوشت میں ہو تو ضرور یہ نجس العین ہو گا حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی ہمارا مفروض غیر ماکول اللحم نجس العین نہیں ہے لہذا حاصل جواب یہ ہو گا کہ پس غیر ماکول اللحم جب زندہ ہو تو اس کا لعاب اس حرام گوشت کی پیداوار ہو گا جو خون سے ملا ہوا ہے پس وہ ناپاک ہو گا دو امروں کے جمع ہونے کی وجہ سے اور وہ دونوں (۱) حرمت اور (۲) اختلاط دم ہیں۔ اور رہا ماکول اللحم میں تو اس میں حرمت اور اختلاط دم میں سے صرف ایک پائی جاتی ہے اور وہ اختلاط دم ہے لہذا ماکول اللحم کا جھوٹا صرف اختلاطِ دم کی وجہ سے ناپاک نہیں ہو گا کیونکہ اختلاطِ دم کی علت تنہا ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور یہ بھی ہے کہ زندہ جانور میں

جو خون اپنی جگہ میں ٹھہرا ہوا ہو اس کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا جاتا ہے اور جب وہ زندہ نہ ہو تو اگر وہ ذبح کیا ہوا نہ ہو تو اس کا گوشت نجس ہو گا چاہے ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم، کیونکہ وہ موت کی وجہ سے اختلاطِ دم کے ساتھ حرام ہو چکا لہذا حرمت موجود ہے پس وہ ناپاک ہو گا اور اگر ذبح کیا ہوا ہو تو پاک ہو گا، رہا ماکول اللحم میں تو اس وجہ سے کہ اس میں حرمت نہیں پائی گئی اور نہ اختلاطِ دم پایا گیا۔ اور رہا غیر ماکول اللحم میں تو اس وجہ سے کہ (ذبح ہونے کی حالت میں) اختلاطِ دم نہیں پایا گیا کیونکہ ذبح کرنے سے خون باہر نکل گیا ہے ہاں! اب صرف اس کا حرام ہونا بچا اور محض حرام ہونا نجاست کے لیے کافی نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا کیونکہ نجاست دو امروں کے جمع ہونے سے ثابت ہوتی ہے، (۱) حرمت (۲) اختلاطِ دم۔

فَإِنْ عَدِمَ الْمَاءُ إِلَّا نَبِيْذَ التَّمَرِ قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ بِالْوُضُوْءِ بِهٖ فَقَطْ وَاَبُوْيُوْسُفَ بِالتَّيَمُّمِ فَحَسْبُ وَمُحَمَّدٌ بِهِمَا وَالْخِلَافُ فِيْ نَبِيْذٍ هُوَ حُلْوٌ رَقِيْقٌ يَسِيْلُ كَالْمَاءِ أَمَّا إِذَا اِشْتَدَّ وَصَارَ مُسْكِرًا لَا يَتَوَضَّأُ بِهٖ إِجْمَاعًا۔

ترجمہ: پس اگر پانی معدوم ہو جائے مگر نبیذ تمر (یعنی نبیذ تمر کے سوا کوئی پانی نہ ہو) تو امام ابو حنیفہ نے صرف اس سے وضو کرنے کے لیے کہا ہے (یعنی تیمم کی ضرورت نہیں) اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ صرف تیمم کرے (یعنی نبیذ سے وضو نہ کرے) اور امام نے فرمایا کہ دونوں (یعنی نبیذ سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ اور اختلاف اس نبیذ میں ہے کے جو میٹھی و پتلی ہو اور پانی کی طرح (جسم میں) بہتی ہو رہا اس صورت میں جب وہ سخت یعنی گاڑھی ہو جائے اور نشہ آور ہو جائے تو اس سے بالاتفاق وضو جائز نہ ہو گا۔

سوال: "**فَإِنْ عَدِمَ الْمَاءُ إِلَّا نَبِيْذَ التَّمَرِ**" ماتن اس عبارت سے کون سا مسئلہ بیان کر رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ماتن یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کسی کے پاس نبیذ تمر کے علاوہ کوئی دوسرا پانی نہ ہو تو کیا وہ اس سے وضو کر سکتا ہے یا نہیں؟ پس ماتن نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس بارے میں تین قول ہیں:

(۱)۔۔۔امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص صرف نبیذ تمر سے وضو کر کے نماز پڑھے، تیمم وغیرہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اسلئے کہ حضور ﷺ نے نبیذ تمر سے وضو فرمایا ہے جب پانی نہیں پایا۔

(۲)۔۔۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نبیذِ تمر سے وضو کرنا درست نہیں لہذا ایسی صورت میں صرف تیمم کر کے نماز پڑھے۔

(۳)۔۔۔امام محمد فرماتے ہیں کہ نبیذِ تمر سے وضو کرے اور اس کے بعد تیمم بھی کرے پھر نماز پڑھے۔

سوال: نبیذ کسے کہتے ہیں؟

جواب: نبیذ وہ مشروب جس میں کھجوریں ڈالی جائیں جس سے پانی میٹھا ہو جائے مگر (اعضا کو) سست کرنے والا اور نشہ آور نہ ہو، نشہ آور ہو تو اس کا پینا حرام ہے۔ (الفتاوی الخانیۃ، ج۱، ص۹)

سوال: ''**وَالْخِلَافُ فِي نَبِيْذٍ**'' شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ نبیذِ تمر کے بارے میں جو ہمارے ائمہ ثلاثہ کے ما بین اختلاف ہے وہ اس نبیذ میں ہے جو میٹھی و پتلی ہو اور پانی کی طرح جسم میں بہتی ہو۔ اور اگر ایسی نہ ہو بلکہ وہ سخت یعنی گاڑھی ہو گئی ہو اور اس میں نشہ آگیا ہو تو اس سے وضو بنانا کسی کے نزدیک جائز نہ ہو گا۔ نیز اختلاف صرف کھجور کی نبیذ میں اور اگر وہ کشمش وغیرہ کی ہو تو اس سے بھی بالاتفاق وضو جائز نہیں ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

هُوَ لِمُحْدِثٍ وَجُنُبٍ وَحَائِضٍ وَنُفَسَاءَ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْمَاءِ أَيْ عَلٰى مَاءٍ يَكْفِيْ لِطَهَارَتِهٖ حَتّٰى إِذَا كَانَ لِلْجُنُبِ مَاءٌ يَكْفِيْ لِلْوُضُوْءِ لَا لِلْغُسْلِ يَتَيَمَّمُ وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ التَّوَضِّيْ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ أَمَّا إِذَا كَانَ مَعَ الْجَنَابَةِ حَدَثٌ يُوْجِبُ الْوُضُوْءَ يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ فَالتَّيَمُّمُ لِلْجَنَابَةِ بِالْإِتِّفَاقِ وَأَمَّا اذَا كَانَ لِلْمُحْدِثِ مَاءٌ يَكْفِيْ لِغَسْلِ بَعْضِ أَعْضَائِهٖ فَالْخِلَافُ ثَابِتٌ أَيْضًا۔

ترجمہ: وہ (یعنی تیمم) محدث، جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے لیے ہے جو پانی پر قادر نہ ہوں یعنی ایسے پانی پر (قادر نہ ہو) جو اس کی طہارت کے لیے کافی ہو، یہاں تک کہ جب جنبی کے لیے اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے تو کافی ہو (لیکن) غسل کے لیے کافی نہ ہو ہمارے نزدیک وہ تیمم کرے اس پر وضو کرنا واجب نہیں ہے، بر خلاف امام شافعی کے۔ بہر حال اس صورت میں جب کہ جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو کو واجب کرتا ہو تو اس پر وضو واجب ہو گا اور تیمم بالاتفاق جنابت کے لیے ہو گا، اور رہا اس صورت میں جب کہ محدث کے لیے اتنا پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے دھونے کے لیے کافی ہو تب بھی اختلاف ثابت ہے۔

سوال: تیمم کا بیان وضو و غسل کے بعد کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: طہارت حاصل کرنے کے لئے دو ذرائع ہیں:

(۱)۔۔۔پانی (۲)۔۔۔ مٹی، چونکہ پانی سے طہارت حاصل کرنا اصل ہے اور مٹی سے طہارت حاصل کرنا اس کا بدل ہے، اور بدل اصل کے بعد ہوتا ہے اس لئے مصنف نے وضو و غسل (جو کہ پانی سے کئے جاتے ہیں) کے بعد تیمم (جو کہ مٹی سے کیا جاتا ہے) کو بیان فرمایا۔

سوال: مسح علی الخفین کو تیمم کے بعد بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ پانی سے کیا جاتا ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم کا ثبوت قرآن سے ہے جبکہ مسح علی الخفین کا ثبوت سنت سے ہے لہذا قرآن سے ثابت شدہ چیز کو مقدم کیا اور سنت سے ثابت شدہ چیز کو مؤخر کیا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تیمم کل وضو و غسل کا بدل ہے جبکہ مسح علی الخفین صرف وضو کا، اور وہ بھی وضو کے ایک رکن (پیر دھونے) کا بدل ہے۔

سوال: تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کر دیں۔

جواب: تیمم کا لغوی معنی مطلقاً ارادہ کرنا ہے جبکہ شریعت کی اصطلاح میں تیمم چہرے اور دونوں ہاتھوں کا پاک مٹی سے مسح کرنا ہے، اور تیمم اسی امت کے ساتھ خاص ہے اگلی امتوں میں نہیں تھا۔

سوال: تیمم کون کون لوگ کر سکتے ہیں؟

جواب: محدث یعنی جو بے وجو ہو، جنبی یعنی جس پر غسل فرض ہو، حائضہ یہ تمام افراد تیمم کر سکتے ہیں جب کہ اتنے پانی پر قادر نہ ہوں جو ان کی طہارت کے لیے کافی ہو۔ شارح نے نفسا کی زیادی کی کیونکہ یہ بھی ان لوگوں میں داخل ہے جن کے لیے تیمم جائز ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے: جس کا وُضو نہ ہو یا نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وُضو و غُسل کی جگہ تیمم کرے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۴۶)

سوال: "حَتّٰى إِذَا كَانَ لِلْجُنُبِ مَاءٌ" اس عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب: اس عبارت ایک مسئلہ کا بیان ہے اور وہ یہ کہ اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے تو کافی ہو سکتا ہے لیکن غسل کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تو ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ وہ صرف تیمم کرے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کے اس کو اس پانی سے وضو کرنا ہو گا اور بعد میں غسل کے لیے تیمم کرنا ہو گا۔

جبکہ بہارِ شریعت میں ہے: اتنا پانی ملا جس سے وُضو ہو سکتا ہے اور اسے نہانے کی ضرورت ہے تو اس پانی سے وُضو کر لینا چاہیے اور غُسل کے لیے تیمم کرے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۵۳)

سوال: "أَمَّا إِذَا كَانَ مَعَ الْجَنَابَةِ حَدَثٌ يُوجِبُ" اس عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے بھی ایک مسئلہ کا بیان ہے لیکن اس عبارت میں ظاہری اعتبار سے کچھ خلل نظر آتا ہے کیونکہ ظاہر عبارت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جنابت کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں ایک تو جنابت بغیر حدث کے اور دوسرے حدث کے ساتھ، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ جب بھی جنابت ہو گی اس کے ساتھ حدث کا ہونا ضروری ہو گا کیونکہ جو اشیاء جنابت کو واجب کرتی ہیں وہ لا محالہ حدث کو بھی واجب کرے گی لہذا بہتر صورت یوں ہو گی کہ اس عبارت میں مع کو بعد کے معنی میں لیا جائے اور اس کے بعد تیمم کو محذوف مانا جائے اور عبارت کی تقدیر یوں ہو "أَمَّا إِذَا

كَانَ بَعْدَ تَيَمُّمِ الْجَنَابَةِ حَدَثٌ يُوْجِبُ "اب کلام صحیح ہو جائے گا اور عبارت کا حاصل یوں ہو گا کہ اگر کسی کو جنابت لاحق ہو گئی اور اس نے تیمم کر لیا پھر اس کو ایسا کوئی حدث لاحق ہو گیا جو وضو کو واجب کرتا ہو تو اس پر وضو کرنا واجب ہو گا اور تیمم جنابت کے لیے باقی رہے گا بالاتفاق یعنی ہمارے اور شوافع کے درمیان یہی مسئلہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

سوال: "**وَأَمَّا اذَاكَانَ لِلْمُحْدِثِ مَاءٌ**" اس عبارت سے شارح کون سا مسئلہ بیان کر رہے ہیں؟

جواب: صورت مسئلہ یہ ہے کہ محدث کے پاس پانی تو ہے لیکن وضو کے لیے کافی نہیں ہے مثلا اتنا پانی ہے کہ اعضاء وضو میں سے کوئی ایک یا دو عضو دھو سکتا ہے، تو ہمارے نزدیک اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اس پانی کو وضو کے لیے استعمال کرنا ضروری نہیں ہے لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پانی کے رہتے ہوئے وہ تیمم نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے ضروی ہو گا کہ وہ اس پانی کو وضو کے اعضاء دھونے میں استعمال کرے اور بقیہ کے لیے تیمم کرے۔ شارح کے قول "فَالْخِلَافُ ثَابِتٌ اَيْضًا" سے یہی مراد ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اور امام شافعی کے مابین اختلاف ثابت ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: پانی موجود ہے مگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے جب بھی تیمم جائز ہے شوربے کی ضرورت کے لیے جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۹)

سوال: دو شخص باپ بیٹے ہیں اور کسی نے اتنا پانی دیا کہ اس سے ایک کا وُضو ہو سکتا ہے تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: بہارِ شریعت میں ہے: دو شخص باپ بیٹے ہیں اور کسی نے اتنا پانی دیا کہ اس سے ایک کا وُضو ہو سکتا ہے تو وہ پانی باپ کے صرف میں آنا چاہیے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۲۔۳۵۳)

لِبُعْدِهِ مِيْلًا اَلْمِيْلُ ثُلُثُ الْفَرْسَخِ وَقِيْلَ ثَلٰثَةُ آلَافِ ذِرَاعٍ وَخَمْسُ مِائَةٍ إِلَى أَرْبَعِ آلَافٍ وَمَا ذُكِرَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَفِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ اَلْمِيْلُ إِنَّمَا يَكُوْنُ مُعْتَدًّا إِذَا كَانَ فِي طَرْفٍ غَيْرِ قُدَّامِهِ حَتّٰى يَصِيْرَ مِيْلَيْنِ ذَهَابًا وَمَجِيْئًا فَامَّا إِذَا كَانَ فِي قُدَّامِهٖ فَيُعْتَبَرُ أَنْ يَّكُوْنَ مِيْلَيْنِ۔

ترجمہ: (پانی سے) اس کے ایک میل دور ہونے کی وجہ سے، ایک میل ایک تہائی فرسخ کا ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ساڑھے تین ہزار سے چار ہزار گز کا ہوتا ہے اور (متن میں) جو ایک میل ذکر کیا گیا ہے وہ ظاہر روایت

ہے اور حسن کی روایت میں (جو کہ امام ابو حنیفہ سے ہے) ایک میل کا اعتبار اس وقت ہو گا جب کہ وہ اپنے سامنے کی جانب نہ ہو (یعنی دائیں بائیں یا پیچھے ہو) یہاں تک کہ جانے اور آنے میں دو میل ہو جائیں اور رہا اس صورت میں جب کہ وہ (پانی) اس کے سامنے کی جانب ہو تو اس کے دو میل ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: پانی سے کتنی دور ہو تو تیمم جائز ہو جاتا ہے؟

جواب: ماتن یہاں سے پانی پر قادر نہ ہونے کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں سب سے چنانچہ فرمایا کہ اگر پانی اس سے ایک میل دور ہو تو وہ پانی پر قادر نہیں مانا جائے گا لہذا اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور شارح نے اس قول کو ظاہر روایت بتلایا ہے اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے اسی کو مختار کہا ہے اس کے علاوہ بھی اور بھی اقوال ہیں۔

سوال: ایک میل کتنا ہوتا ہے؟

جواب: ایک میل ۱۷۶۰ گز، یا ۸ فرلانگ، یا ایک تہائی فرسخ، یا ساڑھے تین ہزار سے ۴ ہزار گز کا ہوتا ہے۔

سوال: ''**اَلْمِيْلُ إِنَّمَا يَكُوْنُ مُعْتَدًّا إِذَا كَانَ فِيْ طَرْفٍ غَيْرِ قُدَّامِهٖ**'' کی وضاحت کیجیے۔

جواب: شارح اس عبارت سے حسن ابن زیاد کی وہ روایت نقل کر رہے ہیں جو میل کے متعلق ہے اور یہ امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ پانی اگر دائیں بائیں جانب یا پیچھے کی جانب ہو تب تو ایک میل کا اعتبار ہو گا اور اگر اس جانب ہو جدھر وہ سفر کر رہا ہے تو دو میل کا اعتبار ہو گا۔

سوال: بہار شریعت میں اس مسئلے کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

جواب: صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں تیمم کے جواز کی دوسری شرط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہاں چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتا نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۷) یعنی چاروں طرف ایک ایک میل کا اعتبار ہے نہ کہ صرف سامنے کی طرف۔

سوال: اگر یہ گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی ہو گا تو کیا تلاش کر لینا ضروری ہے؟

جواب: اگر یہ گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی ہو گا تو تلاش کر لینا ضروری ہے۔ بلا تلاش کیے تیمم جائز نہیں پھر بغیر تلاش کیے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور تلاش کرنے پر پانی مل گیا تو وُضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر نہ ملا تو ہو گئی۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۷)

اگر غالب گمان یہ ہے کہ میل کے اندر پانی نہیں ہے تو تلاش کرنا ضروری نہیں پھر اگر تیمم کرکے نماز پڑھ لی اور نہ تلاش کیا نہ کوئی ایسا ہے جس سے پُوچھے اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانی یہاں سے قریب ہے تو نماز کا اعادہ نہیں مگر یہ تیمم اب جاتا رہا اور اگر کوئی وہاں تھا مگر اس نے پوچھا نہیں اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانی قریب ہے تو اعادہ چاہیے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۷)

اور اگر قریب میں پانی ہونے اور نہ ہونے کسی کا گمان نہیں تو تلاش کرلینا مستحب ہے اور بغیر تلاش کیے تیمم کرکے نماز پڑھ لی ہو گئی۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۷)

أَوْلِمَرَضٍ لَا يَقْدِرُ مَعَهُ عَلىٰ إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ أَوْ إِنْ إِسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اِشْتَدَّ مَرَضُهُ حَتّٰى لَا يُشْتَرَطَ خَوْفُ التَّلَفِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ إِذْ ضَرَرُ اشْتِدَادِ الْمَرَضِ فَوْقَ ضَرَرِ زِيَادَةِ الثَّمَنِ وَهُوَ يُبِيْحُ التَّيَمُّمَ أَوْبَرْدٍ أَيْ إِنْ إِسْتَعْمَلَ الْمَاءَ يَضُرُّهُ أَوْعَدُوٍّ أَوْ عَطَشٍ أَيْ إِنْ إِسْتَعْمَلَ الْمَاءَ خَافَ الْعَطَشَ أَوْ أُبِيْحَ الْمَاءُ لِلشُّرْبِ حَتّٰى إِذَا وَجَدَ الْمُسَافِرُ مَاءً فِي حُبٍّ مُعَدٍّ لِلشُّرْبِ جَازَلَهُ التَّيَمُّمُ إِلَّا إِذَا كَانَ كَثِيْرًا فَيَسْتَدِلُّ عَلىٰ أَنَّهُ لِلشُّرْبِ وَالْوُضُوْءِ فَأَمَّا الْمَاءُ الْمُعَدُّ لِلْوُضُوْءِ فَإِنَّهُ يَجُوْزُ أَنْ يُّشْرَبَ مِنْهُ وَعِنْدَ الْإِمَامِ الْفَضْلِي عَكْسُ هٰذَا فَلَايَجُوْزُ التَّيَمُّمُ أَوْ عَدَمِ آلَةٍ كَالدَّلْوِ وَنَحْوِهَا۔

ترجمہ: یا مرض کی وجہ سے وہ پانی کے استعمال پر مرض کے ساتھ قادر نہ ہو، یا اگر پانی کو استعمال کرے گا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا، یہاں تک کہ تلف ہو جانے کے خوف کی شرط نہیں لگائی جائے گی بر خلاف امام شافعی کے، اس لیے کہ مرض کے بڑھ جانے کا ضرر زیادتی ثمن کے ضرر سے بڑھ کر ہے اور وہ (یعنی زیادتی ثمن) تیمم کو مباح کرتا ہے۔ یا سردی کی وجہ سے (پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو) یعنی اگر پانی کو استعمال کرے گا تو سردی اس کو نقصان پہنچائے گی۔ یا دشمن یا پیاس کی وجہ سے (پانی پر قادر نہ ہو) یعنی اگر پانی کو (وضو وغیرہ میں) استعمال کرے گا تو اسے پیاس کا خوف ہے۔ یا پانی صرف پینے کے لیے مباح کیا گیا ہو یہاں تک کہ جب مسافر کسی ایسے مٹکے میں پانی کو پائے جو پینے کے لیے مہیا کیا گیا ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہو گا مگر یہ کہ جب پانی بہت زیادہ ہو، تو وہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ پانی پینے اور وضو دونوں کے لیے مہیا کیا گیا ہے (تو اس صورت میں تیمم کرنا جائز نہ ہو گا) اور رہا وہ پانی جو وضو کے لیے مہیا کیا گیا ہو تو

اس سے پینا جائز ہے اور امام فضلی کے نزدیک اس کا بر عکس ہے (یعنی جب پانی لوگوں کے پینے کے لیے ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے اور جب پانی وضو کے لیے ہو تو اس سے پینا جائز نہیں ہے)، پس (ان کے نزدیک) تیمم جائز نہ ہو گا۔ یا آلہ کے نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ڈول اور اس کے جیسے (یعنی رسی وغیرہ نہ ہو)۔

سوال: کیا مرض کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! مرض کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہے۔ کیونکہ پانی پر قادر نہ ہونے کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر بیماری اتنی شدید ہو کہ پانی استعمال نہیں کر سکتا یا پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو ہمارے نزدیک اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہو گا چاہے اعضاء یا جان کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو، لیکن امام شافعی کے نزدیک اگر تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو تب ہی تیمم کرنے کی اجازت ہو گی صرف بیماری کے بڑھ جانے کے خوف کی صورت میں ان کے نزدیک تیمم کی اجازت نہ ہو گی لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ بیماری کے بڑھ جانے کا ضرر زیادتی قیمت کے ضرر سے زیادہ ہے اور زیادتی قیمت کا ضرر تیمم کو مبارح کرنے والا ہے تو بیماری کے بڑھ جانے کا ضرر بدرجہ اولی تیمم کو مباح کرنے والا ہو گا۔

سوال: زیادتیٔ ثمن کیا چیز ہے؟

جواب: زیادتیٔ ثمن سے مراد یہ ہے کہ پانی تو مل رہا ہے مگر پانی والا پانی کی قیمت عرف سے زیادہ لے رہا ہے تو اب شریعت اس شخص کو جس کے پاس پانی نہیں ہے تیمم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دیتی ہے کہ زائد قیمت میں لینے سے اس کو ضرر ہے۔ اس مسئلے میں امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔

سوال: بیماری کی مزید وضاحت کیجیے کہ کس حد کی بیماری تیمم کو جائز کر دیتی ہے؟

جواب: اس کے متعلق بہارِ شریعت میں مذکور ہے چنانچہ: ایسی بیماری ہو کہ وُضو یا غُسل سے اس کے زِیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہو کہ جب وُضو یا غُسل کرتا ہے تو بیماری بڑھتی ہے یا یوں کہ کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہر اً فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان کرے گا۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۶) ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۸)

محض خیال ہی خیال بیماری بڑھنے کا ہو تو تیمم جائز نہیں۔ یوں ہی کافر یا فاسق یا معمولی طبیب کے کہنے کا اعتبار نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۶)

اور اگر پانی بیماری کو نقصان نہیں کرتا مگر وُضو یا غُسل کے لیے حرکت ضرر کرتی ہو یا خود وُضو نہیں کر سکتا اور کوئی ایسا بھی نہیں جو وُضو کرا دے تو بھی تیمم کرے۔ یوہیں کسی کے ہاتھ پھٹ گئے کہ خود وُضو نہیں کر سکتا اور کوئی ایسا بھی نہیں جو وُضو کرا دے تو تیمم کرے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۸)

بے وُضو کے اکثر اعضائے وُضو میں یا جنب کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چیچک نکلی ہو تو تیمم کرے، ورنہ جو حصہ عُضْو یا بدن کا اچھا ہو اس کو دھوئے اور زخم کی جگہ اور بوقت ضرر اس کے آس پاس بھی مسح کرے اور مسح بھی ضرر کرے تو اس عُضْو پر کپڑا ڈال کر اس پر مسح کرے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، مطلب في فاقد الطھورین، ج۱، ص۴۸۱)

بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وُضو اور غُسل ضروری ہے تیمم جائز نہیں۔ ہاں! اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے تو تیمم کرے۔ یوہیں اگر ٹھنڈے وقت میں وُضو یا غُسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں تو ٹھنڈے وقت تیمم کرے پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لیے وُضو کر لینا چاہیے جو نماز اس تیمم سے پڑھ لی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۸)

اگر سر پر پانی ڈالنا نقصان کرتا ہے تو گلے سے نہائے اور پورے سر کا مسح کرے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۶۔۳۴۷)

سوال: کیا سردی کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہے؟ نیز اس کی کیا حد ہے؟

جواب: جی ہاں! تیمم کے جائز ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت سردی کا ہونا بھی ہے بہارِ شریعت میں ہے: اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں جسے نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے نہ آگ ہے جسے تاپ سکے تو تیمم جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۸)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس حکم میں مقیم و مسافر دونوں برابر ہیں لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف مسافر کے لیے ہے مقیم کے لیے نہیں ہے کیونکہ مقیم اپنے گھر میں رہتا ہے اور گھروں میں سردی سے بچنے کے سامان مہیا ہوتے ہیں۔

سوال: کیا دشمن کے خوف سے تیمم کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! تیمم کے جائز ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت دشمن کا خوف ہونا بھی ہے بہارِ شریعت میں ہے: دشمن کا خوف کہ اگر اس نے دیکھ لیا تو مار ڈالے گا یا مال چھین لے گا یا اس غریب نادار کا قرض خواہ ہے کہ اسے قید کرا دے گا یا اس طرف سانپ ہے وہ کاٹ کھائے گا یا شیر ہے کہ پھاڑ کھائے گا یا کوئی بدکار شخص ہے اور یہ عورت یا امرد ہے جس کو اپنی بے آبروئی کا گمان صحیح ہے تو تیمم جائز ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۸۔۳۴۹)

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الطهارة، باب التيمم، ج۱، ص۴۴۴)

اگر ایسا دشمن ہے کہ ویسے اس سے کچھ نہ بولے گا مگر کہتا ہے کہ وُضو کے لیے پانی لوگے تو مار ڈالوں گا یا قید کرادوں گا تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر جب موقع ملے تو وُضو کرکے اعادہ کرلے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۹)("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۸)

قیدی کو قید خانہ والے وُضو نہ کرنے دیں تو تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے اور اگر وہ دشمن یا قید خانہ والے نماز بھی نہ پڑھنے دیں تو اشارہ سے پڑھے پھر اعادہ کرے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۹)

("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۸)

نوٹ: دشمن کے حکم میں انسانی و غیر انسانی مثلاً شیر، چیتا، سانپ وغیرہ سب داخل ہیں کہ پانی تو قریب میں ہے لیکن کوئی دشمن مانع ہو تو اس صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

سوال: ماتن کے قول "**أَوْ عَطَشٍ**" کی وضاحت کیجیے۔

جواب: تیمم کے جائز ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت پیاس کا خوف ہونا بھی ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ پیاس کا خوف یعنی اس کے پاس پانی ہے مگر وُضو یا غُسل کے صرف میں لائے تو خود یا دوسرا مسلمان یا اپنا یا اس کا

جانور اگرچہ وہ کتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا اور اپنی یا ان میں کسی کی پیاس خواہ فی الحال موجود ہو یا آئندہ اس کا صحیح اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی ہے کہ دور تک پانی کا پتا نہیں تو تیمم جائز ہے۔("الدرالمختار"،کتاب الطہارۃ،باب التیمم،ج۱،ص۴۴۵)

پانی موجود ہے مگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے جب بھی تیمم جائز ہے شوربے کی ضرورت کے لیے جائز نہیں۔(بہارِ شریعت،ج۱،ص۳۴۹)("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الطہارۃ،الباب الرابع في التیمم،الفصل الأول،ج۱،ص۲۸)

سوال: "أَوْ أُبِيْحَ الْمَاءُ لِلشُّرْبِ" اس کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کے متعلق شبہ ہے یا تو اس عبارت کا عطف "أَوْ عَطَشٍ" پر ہے اس صورت میں معنی ہو گا کہ وہ پانی جو صرف پینے کے لیے مباح کیا گیا ہو جیسے کہ راستوں وغیرہ میں پینے کے لیے مٹکوں میں پانی بھر کر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ راہ گیر اپنی پیاس بجھائیں تو اس صورت میں ان مٹکوں کے پانی سے وضو بنانا جائز نہیں ہے بلکہ تیمم کر کے نماز ادا کرے کہ اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ یا پھر اس عبارت کا عطف "خَافَ الْعَطَشَ" پر ہے اس صورت میں معنی ہو گا کہ اس کے پاس پانی ہے مگر اس کو پیاس کا خوف ہے تو وہ پانی اس کے پینے کے لیے مباح کیا گیا ہے یعنی اس پانی کو بچا کر رکھنے اور تیمم کرنے سے وہ گناہگار نہیں ہو گا بلکہ اس کے لیے تیمم جائز ہے۔

سوال: "حَتّٰی إِذَا وَجَدَ الْمُسَافِرُ مَاءً فِي حُبٍّ مُعَدٍّ لِلْشُرْبِ" اس عبارت سے کیا بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ مسافر نے کسی جگہ مٹکے وغیرہ میں پانی پایا جو کہ پینے کے لیے رکھا گیا ہے تو اس پانی سے وضو کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس صورت میں تیمم جائز ہے۔

ہاں! اگر وہ پانی زیادہ مقدار میں ہو اور قرائن سے یہ معلوم ہو کہ یہ وضو اور پینے دونوں کے لیے ہے تو تیمم کی اجازت نہ ہو گی بلکہ اس پانی سے وضو کرے اور جو پانی وضو کے لیے ہو اس کو پیا جا سکتا ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: مسافر کو راہ میں کہیں رکھا ہوا پانی ملا تو اگر کوئی وہاں ہے تو اس سے دریافت کرلے اگر وہ کہے کہ صرف پینے کے لیے ہے تو تیمم کرے وُضو جائز نہیں چاہے کتنا ہی ہو اور اگر اس نے کہا کہ پینے کے لیے بھی ہے اور وُضو کے لیے بھی تو تیمم جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا نہیں جو بتا سکے اور پانی تھوڑا ہو تو تیمم کرے اور زِیادہ ہو تو وُضو کرے۔(بہارِ شریعت،ج۱،ص۳۵۰)

سوال: "وَعِنْدَ الْإِمَامِ الْفَضْلِي عَكْسُ هٰذَا" اس عبارت کی جامع تشریح کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح مذکورہ مسئلے میں امام ابو بکر بن فضل المعروف امام فضلی کا اختلاف بیان کر رہے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ (۱)۔۔۔جو پانی پینے کے لیے ہو اس سے وضو کرنا تو جائز ہے لہٰذا تیمم جائز نہیں۔ (۲)۔۔۔لیکن جو پانی وضو کے لیے رکھا ہو اس کو پینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی تیمم جائز نہیں ہے۔ اسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شارح نے فرمایا "لَا يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ" یعنی ان کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں تیمم جائز نہ ہو گا۔

سوال: "أَوْ عَدَمِ آلَةٍ" سے ماتن کیا بیان کر رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ماتن تیمم کے جائز ہونے کی ایک اور صورت بیان کر رہے ہیں کہ اگر جنگل میں کنواں تو ہے مگر ڈول رسی نہیں کہ پانی بھرے تو تیمم جائز ہے۔

اگر ہمراہی کے پاس ڈول رسّی ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہر جا میں پانی بھر کر فارغ ہو کر تجھے دونگا تو مستحب ہے کہ انتظار کرے اور اگر انتظار نہ کیا اور تیمم کر کے پڑھ لی ہو گئی۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۸)

رسّی چھوٹی ہے کہ پانی تک نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس کوئی کپڑا (رومال، عمامہ، دوپٹا وغیرہ) ایسا ہے کہ اس کے جوڑنے سے پانی مل جائے گا تو تیمم جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۰)

أَوْ خَوْفِ فَوْتِ صَلٰوةِ الْعِيْدِ فِي الْاِبْتِدَاءِ أَيْ إِذَا خَافَ فَوْتَ صَلٰوةِ الْعِيْدِ جَازَ لَهٗ أَنْ يَّتَيَمَّمَ وَيَشْرَعَ فِيْهَا هٰذَا بِالْاِتِّفَاقِ وَبَعْدَ الشُّرُوْعِ مُتَوَضِّئًا وَالْحَدَثِ لِلْبِنَاءِ أَيْ إِذَا شَرَعَ فِي صَلٰوةِ الْعِيْدِ مُتَوَضِّئًا ثُمَّ سَبَقَهُ الْحَدَثُ وَيَخَافُ أَنَّهٗ إِنْ تَوَضَّأَ يَفُوْتُهُ الصَّلٰوةُ جَازَ لَهٗ أَنْ يَّتَيَمَّمَ لِلْبِنَاءِ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا وَإِنْ شَرَعَ بِالتَّيَمُّمِ وَسَبَقَهُ الْحَدَثُ جَازَ لَهُ التَّيَمُّمُ لِلْبِنَاءِ بِالْاِتِّفَاقِ۔

ترجمہ: یا نماز عید کے فوت ہو جانے کے خوف کی وجہ سے شروع میں یعنی جب نماز عید کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے لیے جائز ہے تیمم کرنا اور نماز کو شروع کرنا یہ (مسئلہ) بالاتفاق ہے۔ اور باوضو (نماز عید) شروع کرنے کے

بعد حدث لاحق ہونے کی صورت میں بنا کے لیے یعنی جب کسی نے نماز عید باوضو شروع کیا پھر (درمیان نماز میں) اس کو حدث لاحق ہو گیا اور وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر وضو کرے گا تو اس سے نماز فوت ہو جائے گی تو اس کے لیے جائز ہے بنا کے لیے تیمم کرنا اور یہ (مسئلہ) امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے بر خلاف صاحبین کے (کہ ان کے یہاں تیمم جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس نے تیمم کے ساتھ نماز عید کو شروع کیا ہو اور اس کو حدث لاحق ہو جائے تو اس کے لیے بالاتفاق بنا کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا نمازِ عید کے فوت ہونے کے خوف سے تیمم کرنا جائز ہے؟

جواب: اس مسئلے کی تین صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر یہ گمان ہو کہ وُضو یا غُسل کرنے میں عیدین کی نماز جاتی رہے گی خواہ یوں کہ امام پڑھ کر فارغ ہو جائے گا یا زوال کا وقت آجائے گا دونوں صورتوں میں تیمم جائز ہے۔ یہ مسئلہ ہمارے ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۴۵۶)

(۲)۔۔۔ وُضو کر کے عیدین کی نماز پڑھ رہا تھا اثنائے نماز میں بے وُضو ہو گیا اور وُضو کرے گا تو وقت جاتا رہے گا یا جماعت ہو چکے گی تو اس صورت میں امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک تیمم کرنا جائز اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اور مفتی بہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: وُضو کر کے عیدین کی نماز پڑھ رہا تھا اثنائے نماز میں بے وُضو ہو گیا اور وُضو کریگا تو وقت جاتا رہے گا یا جماعت ہو چکے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۰)

(۳)۔۔۔ تیمم کر کے عید کی نماز شروع کی اور درمیانِ نماز میں حدث لاحق ہو گیا تو بنا کرنے کے لئے تیمم کرنا بالاتفاق جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ جب شروع میں جائز ہے تو درمیان میں تو بدرجۂ اولی جائز ہو گا۔

فَقَوْلُهٗ "هُوَ لِمُحْدِثٍ" مُبْتَدَأٌ وَضَرْبَةٌ خَبَرُهٗ وَ"لَمْ يَقْدِرُوْا" صِفَةٌ لِمُحْدِثٍ وَمَا بَعْدَهٗ "كَالْجُنُبِ وَالْحَائِضِ" وَغَيْرِهِمَا وَقَوْلُهٗ "لِبُعْدِهٖ مِيْلًا" مَعَ الْمَعْطُوفَاتِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ "لَمْ يَقْدِرُوْا" وَ"فِي

الْإِبْتِدَاءِ" مُتَعَلِّقٌ بِالْمُبْتَدَأِ تَقْدِيْرُهُ "اَلتَّيَمُّمُ لِخَوْفِ فَوْتِ صَلٰوۃِ الْعِيْدِ فِي الْإِبْتِدَاءِ وَبَعْدَ الشُّرُوْعِ مُتَوَضِّئًا ضَرْبَةٌ"۔

ترجمہ: پس ماتن کا قول "هُوَ لِمُحْدِثٍ" مبتدا ہے اور ماتن کا قول "ضَرْبَةٌ" اس کی خبر ہے اور "لَمْ يَقْدِرُوْا"، "مُحْدِثٍ" کی صفت ہے اور اس کی بھی صفت ہے جو "مُحْدِثٍ" کے بعد ہے جیسے "الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ" اور ان دونوں کے علاوہ کی اور ماتن کا قول "لِبُعْدِهٖ مِيْلًا" اپنے تمام معطوفات کے ساتھ مصنف کے قول "لَمْ يَقْدِرُوْا" سے متعلق ہے اور ماتن کا قول "فِي الْإِبْتِدَاءِ" مبتدا یعنی "لِمُحْدِثٍ" سے متعلق ہے اس کی تقدیری عبارت یوں ہو گی "**اَلتَّيَمُّمُ لِخَوْفِ فَوْتِ صَلٰوۃِ الْعِيْدِ فِي الْإِبْتِدَاءِ وَبَعْدَ الشُّرُوْعِ مُتَوَضِّئًا ضَرْبَةٌ**"یعنی تیمم کرنا جائز ہے شروع سے نمازِ عید کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے اور باوضو شروع کرنے کے بعد بھی، اور وہ ایک ضرب۔

سوال: شارح یہاں سے کیا بیان کر رہے ہیں؟

جواب: شارح ماتن کی عبارت کی نحوی ترکیب بیان کر رہے ہیں جو کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

أَوْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِغَيْرِ الْوَلِيِّ لَا لِفَوْتِ الْجُمُعَةِ وَالْوَقْتِيَّةِ لِأَنَّ فَوْتَهُمَا إِلَى خَلْفٍ وَهُوَ الظُّهْرُ وَالْقَضَاءُ۔

ترجمہ: یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے (تیمم کرنا جائز ہے) غیر ولی کے لیے۔ نہ کہ جمعہ کی نماز اور وقتیہ نماز کے فوت ہونے کے خوف سے (یعنی تیمم جائز نہیں ہے) اس لیے کہ ان دونوں کا فوت ہونا نائب کی طرف ہے اور وہ نائب (جمعہ کے لیے) ظہر ہے اور (وقتیہ کے لیے) قضاء ہے۔

سوال: کیا نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کے وقت تیمم کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! بہارِ شریعت میں ہے: غیر ولی کو نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے ولی کو نہیں کہ اس کا لوگ انتظار کریں گے اور لوگ بے اس کی اجازت کے پڑھ بھی لیں تو یہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔

(بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۳۵۱)

ولی نے جس کو نماز پڑھانے کی اجازت دی ہو اسے تیمم جائز نہیں اور ولی کو اس صورت میں اگر نماز فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ یوہیں اگر دوسرا ولی اس سے بڑھ کر موجود ہے تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ خوف فوت کے یہ معنی ہیں کہ چاروں تکبیریں جاتی رہنے کا اندیشہ ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک تکبیر بھی مل جائے گی تو تیمم جائز نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الثالث، ج۱، ص۳۱)

ایک جنازہ کے لیے تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر دوسرا جنازہ آیا اگر درمیان میں اتنا وقت ملا کہ وُضو کرتا تو کر لیتا مگر نہ کیا اور اب وُضو کرے تو نماز ہو چکے گی تو اس کے لیے اب دوبارہ تیمم کرے اور اگر اتنا وقفہ نہ ہو کہ وُضو کر سکے تو وہی پہلا تیمم کافی ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۱)

سوال: نماز جمعہ اور وقتوں کے فوت ہونے کے خوف سے کیا تیمم کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر وضو میں مشغول ہونے سے نماز جمعہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کی اجازت نہیں ہے بلکہ وضو کرنا ضروری ہے، پس اگر وضو کے بعد کہیں نماز جمعہ مل جائے تو ادا کر لے ورنہ تو ظہر کی نماز ادا کرے کہ جمعہ کا خلیفہ ظہر موجود ہے، اسی طرح اگر وضو میں مشغول ہو گا تو کسی نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو اس خوف کی وجہ سے بھی تیمم جائز نہیں ہے بلکہ وضو کر کے قضاء پڑھے کہ قضاء وقتیہ کا خلیفہ موجود ہے۔

مگر مفتی بہ قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو و غسل کر کے اعادہ کرے کہ لازم ہے۔ اور یہ اس لئے ہے تا کہ قضا کا گناہ نہ ہو۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وُضو یا غُسل کریگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وُضو یا غُسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔
(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۲)

ضَرْبَةٌ لِمَسْحِ وَجْهِهِ وَضَرْبَةٌ لِيَدَيْهِ مَعَ مِرْفَقَيْهِ وَلَا يُشْتَرَطُ التَّرْتِيْبُ عِنْدَنَا وَالْفَتْوٰى عَلٰى اَنَّهٗ يُشْتَرَطُ الْإِسْتِيْعَابُ حَتّٰى لَوْ بَقِيَ شَيْءٌ قَلِيْلٌ لَا يُجْزِيْهِ وَالْأَحْسَنُ فِي مَسْحِ الذِّرَاعَيْنِ أَنْ يَمْسَحَ ظَاهِرَ الذِّرَاعِ الْيُمْنٰى بِالْوُسْطٰى وَبِالْبِنْصَرِ وَالْخِنْصَرِ مَعَ شَيْءٍ مِنَ الْكَفِّ الْيُسْرٰى مُبْتَدِئًا مِنْ رُءُوْسِ الْأَصَابِعِ ثُمَّ بَاطِنَهَا بِالْمُسَبِّحَةِ وَالْإِبْهَامِ إِلٰى رُءُوْسِ الْأَصَابِعِ وَهٰكَذَا يَفْعَلُ بِالذِّرَاعِ

الْيُسْرٰى ثُمَّ إِذَا لَمْ يَدْخُلِ الْغُبَارُ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ فَعَلَيْهِ أَنْ يُخَلِّلَ أَصَابِعَهٗ فَيَحْتَاجُ إِلٰى ضَرْبَةٍ ثَالِثَةٍ لِتَخْلِيْلِهَا۔

ترجمہ: ایک ضرب چہرہ کے مسح کے لیے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں سمیت اور ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک ترتیب کی شرط نہیں لگائی جائے گی اور فتویٰ اس پر ہے کہ استیعاب (یعنی گھیرنے) کی شرط لگائی جائے گی، یہاں تک کہ اگر تھوڑی سی چیز بھی (بغیر مسح کے) باقی رہ جائے تو اس کو کافی نہ ہو گا۔ اور ہاتھوں کے مسح کرنے میں بہتر صورت یہ ہے کہ دائیں کلائی کے پشت کا بائیں ہاتھ کی کچھ ہتھیلی کے حصے کے ساتھ وسطی بنصر اور خنصر سے اسی طرح مسح کرنا کہ انگلیوں کے سرے سے شروع کرتے ہوئے (کہنیوں تک لے جائے) پھر (دائیں ہاتھ کے) باطن کا (مسح کرنا) بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے انگلیوں کے سرے تک، اور اسی طرح بائیں کلائی کا مسح کرے پھر اگر اس کی انگلیوں کے درمیان غبار داخل نہ ہو تو اس کے اوپر ضروری ہو گا کہ انگلیوں کا خلال کرے پس وہ تیسری ضرب کا محتاج ہو گا انگلیوں کے خلال کے لیے۔

سوال: کیا تیمم میں ترتیب شرط ہے؟

جواب: احناف کے یہاں تیمم میں ترتیب شرط نہیں ہے یعنی پہلے چہرے کا پھر ہاتھوں کا اگر کوئی اس کے الٹ کیا کہ پہلے ہاتھوں کا پھر چہرے کا تب بھی تیمم ہو جائے گا۔ ہاں! تیمم میں استیعاب شرط ہے یعنی جتنے حصے میں مسح کرنا ہے اس میں کوئی جگہ مسح سے باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہیں ہو گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: دونوں ہاتھ کا کُہنیوں سمیت مسح کرنا: اس میں بھی یہ خیال رہے کہ ذرّہ برابر باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہو گا۔

انگوٹھی چھلّے پہنے ہو تو انھیں اتار کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ عورتوں کو اس میں بہت اِحْتِیاط کی ضرورت ہے۔ کنگن چوڑیاں جتنے زیور ہاتھ میں پہنے ہو سب کو ہٹا کر یا اتار کر جلد کے ہر حصہ پر ہاتھ پہنچائے اس کی احتیاطیں وُضو سے بڑھ کر ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۵)

سوال: تیمم کرنے کا طریقہ بیان کیجئے۔

جواب:تیمم کی نیّت کیجئے(نیّت دل کے ارادے کا نام ہے،زَبان سے بھی کہہ لیں تو بہتر ہے۔مَثَلًا یوں کہئے :بے وُضوئی یا بے غسلی یا دونوں سے پاکی حاصل کرنے اور نماز جائز ہونے کے لئے **تیمم** کرتا ہوں) پھر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں کُشادہ کر کے کسی ایسی پاک چیز پر جو زمین کی قسم (مَثَلًا پتّھر،چُونا،اینٹ،دیوار،مٹّی وغیرہ) سے ہو،مار کر لَوٹ لیجئے(یعنی آگے بڑھایئے اور پیچھے لایئے)۔اوراگر زِیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیجئے اوراُس سے سارے چہرے کا اِس طرح مَسح کیجئے کہ کوئی حِصّہ رہ نہ جائے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رَہ گئی تو **تیمم** نہ ہو گا۔

پھر دوسری بار اسی طرح ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخُنوں سے لے کر کُہنیوں سَمیت مَسح کیجئے،اس کا بِہتَر طریقہ یہ ہے کہ اُلٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ سیدھے ہاتھ کی پُشت پر رکھئے اورانگلیوں کے سِروں سے کُہنیوں تک لے جایئے اور پھر وہاں سے اُلٹے ہی ہاتھ کی ہتھیلی سے سیدھے ہاتھ کے پیٹ کو مَس کرتے ہوئے گٹّے تک لایئے اوراُلٹے انگوٹھے کے پیٹ سے سیدھے انگوٹھے کی پشت کا مَسح کیجئے۔اسی طرح سیدھے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ کا مسح کیجئے۔**اور** اگر ایک دم پوری ہتھیلی اور اُنگلیوں سے مسح کر لیا تب بھی **تیمم** ہو گیا چاہے کُہنی سے اُنگلیوں کی طرف لائے یا اُنگلیوں سے کُہنی کی طرف لے جائے،مگر سُنّت کے خِلاف ہوا۔**تیمم** میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔(مُلَخَّص از بہارِ شریعت ج۱ص ۳۵۶،۳۵۴،۳۵۳)

سوال:"**ثُمَّ إِذَا لَمْ يَدْخُلِ الْغُبَارُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ**"اس عبارت کی مراد واضح کریں۔

جواب: شارح فرماتے ہیں کہ اگر انگلیوں کے درمیان غبارہ نہ پہنچا ہو تو ایک تیسری ضرب خلال کے لیے بھی مارے اور یہ واجب ہے جبکہ اب فتوی اس قول پر نہیں ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے:خلال کے لیے ہاتھ مارنا ضروری نہیں۔(بہارِ شریعت،ج۱،ص۳۵۵)

عَلٰى كُلِّ طَاهِرٍ مُتَعَلِّقٌ بِضَرْبَةٍ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ كَالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ وَالْحَجَرِ وَ كَذَا الْكُحْلُ وَالزِّرْنِيْخُ وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ فَلَا يَجُوْزُ بِهِمَا إِذَا كَانَا مَسْبُوْكَيْنِ فَإِنْ كَانَا غَيْرَ مَسْبُوْكَيْنِ مُخْتَلَطَيْنِ بِالتُّرَابِ يَجُوْزُ بِهِمَا وَالْحِنْطَةُ وَالشَّعِيْرُ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمَا غُبَارٌ يَجُوْزُ وَلَا يَجُوْزُ عَلٰى مَكَانٍ

كَانَ فِيْهِ نَجَاسَةٌ وَقَدْ زَالَ اَثَرُهَا مَعَ اَنَّهٗ يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ وَلَا يَجُوْزُ بِالرَّمَادِ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ فَلَا يَجُوْزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَجُوْزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ۔

ترجمہ: ہر پاک چیز پر (عَلٰى كُلِّ طَاهِرٍ) متعلق ہے "ضَرْبَةٌ" سے، جو زمین کی جنس سے ہو جیسے کہ مٹی اور ریت اور پتھر اور اسی طرح سرمہ اور ہڑتال، اور رہا سونا اور چاندی تو ان دونوں سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ دونوں ڈھلے ہوئے ہوں اور اگر ڈھلے ہوئے نہ ہوں اس حال میں کہ مٹی سے ملے ہوئے ہوں تو ان دونوں (یعنی سونا چاندی) سے تیمم کرنا جائز ہے اور گیہوں اور جو اگر ان دونوں پر غبار ہو تو ان سے تیمم کرنا جائز ہے اور تیمم کرنا جائز نہیں ہے ایسی جگہ پر جس میں نجاست ہو اور اس کا اثر زائل ہو چکا ہو باوجودیکہ اس میں نماز جائز ہے اور (تیمم کرنا جائز نہیں ہے راکھ سے یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تیمم جائز نہیں ہے مگر صرف مٹی اور ریت سے اور امام شافعی کے نزدیک تیمم جائز نہیں ہے مگر صرف مٹی سے۔

سوال: کن چیزوں سے تیمم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ۞ جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نَرم ہوتی ہے وہ زمین کی جِنس (یعنی قِسم) سے ہے اُس سے **تیمم** جائز ہے۔ جیسے رِیتا، چُونا، سُرمہ، گندھک، پتھّر (ماربل)، زَبَرجد، فیروزہ، عَقیق وغیرہ جَواہِر سے **تیمم** جائز ہے چاہے ان پر غُبار ہو یا نہ ہو۔ (بہارِ شریعت ج ۱ ص ۳۵۷) ۞ پکّی اینٹ، چینی یا مٹّی کے برتن سے **تیمم** جائز ہے۔ ہاں! اگر ان پر کسی ایسی چیز کا جِرم (یعنی جسم یا تہہ) ہو جو جِنسِ زمین سے نہیں مَثَلاً کانچ کا جِرم ہو تو **تیمم** جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت ج ۱ ص ۳۵۸) ۞ **جس** مِٹّی، پتھّر وغیرہ سے **تیمم** کیا جائے اُس کا پاک ہونا ضَروری ہے یعنی نہ اس پر کسی نَجاست کا اثر ہو نہ یہ ہو کہ صِرف خشک ہونے سے نَجاست کا اثر جاتا رہا ہو۔ (بہارِ شریعت ج ۱ ص ۳۵۷) زمین، دیوار اور وہ گرد جو زمین پر پڑی رہتی ہے اگر ناپاک ہو جائے پھر دھوپ یا ہوا سے سُوکھ جائے اور نَجاست کا اثر ختم ہو جائے تو پاک ہے اور اس پر نَماز جائز ہے مگر اس سے **تیمم** نہیں ہو سکتا۔ ۞ **یہ** وَہم (یعنی شک) کہ کبھی نَجِس ہوئی ہو گی فُضول ہے اس کا اِعتبار نہیں۔ (بہارِ شریعت ج ۱ ص ۳۵۷) ۞ **اگر** کسی لکڑی، کپڑے، یا دَری وغیرہ پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے تو اس سے تیمم جائز ہے۔ (بہارِ شریعت ج ۱ ص ۳۵۹) ۞ **چُونا**، مٹّی یا اینٹوں کی

دیوار خواہ گھر کی ہو یا مسجد کی اس سے تیمم جائز ہے۔ مگر اس پر آئل پینٹ، پلاسٹک پینٹ اور مَیٹ فنش یا وال پیپر وغیرہ کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہئے جو جنسِ زمین کے علاوہ ہو، دیوار پر ماربل ہو تو کوئی حَرَج نہیں۔(نصاب مسائل نماز ص ۲۶)

سوال: زمین کی جنس سے ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب: جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے، نہ نرم پڑتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے جیسے ریتا، سرمہ، چونا، ہڑتال، گندھک مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ جواہر، اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔ (فیضان فرض علوم-ص-۱۵۵)

سوال: کن چیزوں سے تیمم نہیں ہو سکتا؟

جواب: جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے لکڑی گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی ہو یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی سونا، تانبا، پیتل، لوہا وغیرہ دھاتیں وہ زمین کی جنس سے نہیں ہیں، اس لئے ان سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

ہاں! اگر چاندی اور سونا ڈھلے ہوئے زیورات کی صورت میں نہ ہوں بلکہ زمین سے نکالا گیا ہو اور ان پر مٹی لگی ہو تو ان سے مٹی ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور راکھ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: جن چیزوں سے تیمم کیا جاتا ہے کیا ان میں اختلاف ہے؟

جواب: جی ہاں! ائمہ کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ امام شافعی تو صرف اگانے والی مٹی سے ہی تیمم کے جواز کے قائل ہیں ان کی اصل اللہ تعالی کا قول "صَعِيْدًا طَيِّبًا" ہے اس طرح کہ وہ صعید کے معنی مٹی اور طیب کے معنی منبت یعنی اگانے والی کے لیتے ہیں۔

(۲)۔۔۔ امام ابو یوسف نے مٹی پر ریت کو زیادہ کیا ہے اس حدیث کی بناء پر جس میں مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت اقدس میں چند لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اس ریگستان میں رہتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ ہمیں مہینہ مہینہ دو مہینے پانی میسر نہیں ہوتا ہے حالانکہ ہم میں جنبی حائضہ وغیرہ سب ہوتے ہیں تو ہم کیا کریں؟ تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا "عَلَيْكُمْ بِالْاَرْضِ" اپنی زمین کو لازم پکڑ لو یعنی اسی ریت سے تیمم کر لیا کرو۔

(۳)۔۔۔ طرفین یہ فرماتے ہیں کہ صعید نام ہے روئے زمین کا یعنی زمین کے اوپری حصہ کا اور چونکہ زمین کا بالائی حصہ اونچا ہے اس لیے اس کو صعید کہا گیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ صعید کے معنی جنس ارض کے ہیں اور طیب کے معنی پاک ہیں لہذا جو بھی جنس ارض سے ہو اور پاک ہو اس سے تیمم جائز ہو گا۔

وَلَوْ بِلَا نَقْعٍ وَعَلَيْهِ أَيْ عَلَى النَّقْعِ فَلَوْ كَنَسَ دَارًا وَهَدَمَ حَائِطًا أَوْ كَالَ حِنْطَةً فَأَصَابَ عَلَىٰ وَجْهِهٖ وَذِرَاعَيْهِ غُبَارٌ لَا يُجْزِيْهِ حَتّٰى يَمُرَّ يَدَهٗ عَلَيْهِ مَعَ قُدْرَتِهٖ عَلَى الصَّعِيْدِ بِنِيَّةِ أَدَاءِ الصَّلٰوةِ فَالنِّيَّةُ فَرْضٌ فِي التَّيَمُّمِ خِلَافًا لِزُفَرَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِهٖ حَدَثَانِ حَدَثٌ يُوْجِبُ الْغُسْلَ كَالْجَنَابَةِ وَحَدَثٌ يُوْجِبُ الْوُضُوْءَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَّنْوِيَ عَنْهُمَا فَإِنْ نَوَى عَنْ أَحَدِهِمَا لَا يَقَعُ عَنِ الْآخَرِ لٰكِنْ يَكْفِي تَيَمُّمٌ وَاحِدٌ عَنْهُمَا۔

ترجمہ: اگر چہ (جنس ارض) بغیر غبار کے ہو اور اس پر بھی یعنی غبار پر بھی (تیمم کرنا جائز ہے) پس اگر کسی نے گھر کی جھاڑو دی یا دیوار گرائی یا گیہوں ناپا جس کی وجہ سے اس کے چہرے اور کلائیوں پر غبار لگ جائے تو اس کے لیے (تیمم سے) کافی نہ ہو گا یہاں تک کہ (تیمم کے ارادہ سے) اس پر اپنا ہاتھ پھیرے (صرف غبار سے تیمم کرنا جائز ہے) پاک مٹی پر قادر ہونے کے باوجود نماز کو ادا کرنے کی نیت سے۔ پس نیت تیمم میں فرض ہے بر خلاف امام زفر کے (ان کے یہاں نیت فرض نہیں وضو پر قیاس کرتے ہوئے) یہاں تک کہ جب اس کو دو حدث ہوں ایک حدث جو غسل کو واجب کرتا ہو جیسے جنابت اور ایک حدث وضو کو واجب کرتا ہو تو اس پر ضروری ہے دونوں حدثوں کی نیت کرنا پس اگر اس نے دونوں میں سے ایک کی نیت کی تو دوسرے کی جانب سے تیمم کافی نہ ہو گا لیکن ایک تیمم دونوں کی جانب سے کافی ہو جاتا ہے۔

سوال: "**وَلَوْ بِلَا نَقْعٍ وَعَلَيْهِ**" اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: ماتن کا قول "ولو بلا نقع" میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ وہ حجر سے متعلق ہو یعنی پتھر پر غبار نہ ہو تو بھی اس سے تیمم جائز ہو گا اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ "علی کل طاھر" سے متعلق ہو تو اس صورت میں معنی ہوں کے اگر وہ طاہر جو جنس ارض سے ہے بے غبار ہو تو بھی اس پر تیمم جائز ہو گا۔

پس جو چیز زمین کی جنس سے ہو اس سے تیمم جائز ہے اگر چہ ان پر غبار نہ ہو۔ (بہارِ شریعت ج ۱ ص ۳۵۷)

اور پاک مٹی پر قدرت ہونے کے باوجود صرف غبار سے تیمم کرنا جائز ہے کیونکہ وہ پتلی مٹی ہے۔

سوال: " فَلَوْ كَنَسَ دَارًا "اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ: اگر کسی نے گھر کی جھاڑو دی یا دیوار گرائی یا گیہوں ناپا جس کی وجہ سے اس کے چہرے اور کلائیوں پر غبار لگ جائے تو اس کے لیے تیمم سے کافی نہ ہو گا ہاں! اگر تیمم کے ارادہ سے اس پر اپنا ہاتھ پھیر لیا تو اب تیمم ہو گیا۔

غلہ، گیہوں، جو وغیرہ اور لکڑی یا گھاس اور شیشہ پر غبار ہو تو اس غبار سے تیمم جائز ہے جب کہ اتنا ہو کہ ہاتھ میں لگ جاتا ہو ورنہ نہیں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۶)

سوال: کیا تیمم میں نیت کرنا فرض ہے؟

جواب: جی ہاں! ہمارے نزدیک تیمم میں نیت فرض ہے اس میں امام زفر کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے اور خلیفہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اصل کا ہوتا ہے اور وضو میں نیت فرض نہیں ہے لہذا تیمم میں بھی نیت فرض نہ ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خلیفہ کا ہر ہر چیز میں اصل کے تابع ہونا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ اگر کسی وصف میں اصل کے خلاف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تیمم میں نیت کے فرض ہونے پر تو دلیل بھی موجود ہو جیسے کہ یہاں اللہ تعالی کا فرمان: " فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا "کہ خود اس میں قصد وارادہ کے معنی ہیں اور جب تیمم کے معنی خود قصد وارادہ کے ہیں تو اس میں اگر نیت کو فرض نہ قرار دیا جائے تو پھر تیمم کا کوئی مطلب نہ رہے گا۔

سوال: " حَتّٰى إِذَا كَانَ بِهِ حَدَثَانِ "کی تشریح کیجیے۔

جواب: شارح اس عبارت سے اسی اصل (یعنی نیت کے فرض ہونے) پر تفریع پیش فرمارہے ہیں کہ اگر کسی کو دو حدث ہوں یعنی حدث جنابت اور حدث وضو ہوں تو ان دونوں کی نیت ایک ہی تیمم میں کر لے تو یہ تیمم دونوں

کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور اگر صرف حدث جنابت کی نیت کی تو حدث وضو سے یا صرف حدث وضو کی نیت کی ہو تو حدث جنابت سے تیمم صحیح نہیں ہو گا حاصل یہ ہے کہ اگر دو حدثوں کی نیت سے ایک تیمم کر لے تو کافی ہے ہر ایک کے لیے الگ الگ تیمم کرنا ضروری نہیں ہے البتہ صرف ایک کی نیت کیا جانے والا تیمم دوسرے کی جانب سے ادا نہیں ہو گا۔

لیکن اس بارے میں ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے چنانچہ امام ابو بکر رازی ہر حدث کے لیے نیت کی تمیز اور الگ تعیین کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر کس کو دونوں حدث لاحق ہوں اور اس نے وضو کی نیت سے تیمم کیا تو جنابت سے بھی کافی ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے لہذا بہتر ہو گا کہ "يَنْبَغِيْ" کو استحباب کے معنی پر محمول کیا جائے۔

فَلَا يَجُوْزُ تَيَمُّمُ كَافِرٍ لِإِسْلَامِهٖ أَيْ لَا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ بِهٰذَا التَّيَمُّمِ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِيْ يُوْسُفَ فَعِنْدَهٗ يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ التَّيَمُّمِ فِيْ حَقِّ جَوَازِ الصَّلٰوةِ أَنْ يَّنْوِيَ قُرْبَةً مَقْصُوْدَةً سَوَاءٌ لَا تَصِحُّ بِدُوْنِ الطَّهَارَةِ كَالصَّلٰوةِ أَوْ تَصِحُّ كَالْإِسْلَامِ وَعِنْدَهُمَا قُرْبَةٌ مَقْصُوْدَةٌ لَا تَصِحُّ إِلَّا بِالطَّهَارَةِ فَإِنْ تَيَمَّمَ لِصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ أَوْ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ يَجُوْزُ بِهٰذَا التَّيَمُّمِ آدَاءُ الْمَكْتُوْبَاتِ وَإِنْ تَيَمَّمَ لِمَسِّ الْمُصْحَفِ أَوْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ لَا تَصِحُّ بِهِ الصَّلٰوةُ لِأَنَّهٗ لَمْ يَنْوِ بِهٖ قُرْبَةً مَقْصُوْدَةً لٰكِنْ يَحِلُّ لَهٗ مَسُّ الْمُصْحَفِ وَدُخُوْلُ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: پس کافر کا تیمم کرنا اپنے اسلام لانے کے لیے جائز نہیں ہے یعنی اس تیمم سے طرفین کے نزدیک نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے بر خلاف امام ابو یوسف کے، پس ان کے نزدیک جوازِ صلوۃ کے حق میں تیمم کے صحیح ہونے کے لئے قربتِ مقصودہ کی نیت کرنا شرط قرار دیا جائے گا۔ چاہے وہ (یعنی قربت مقصودہ) بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو جیسے نماز اور چاہے (بغیر طہارت کے) صحیح ہو جاتی ہو جیسے اسلام لانا۔ اور طرفین کے نزدیک (تیمم سے جواز صلوۃ کے لیے) ایسی قربت مقصودہ کی نیت (شرط) ہے جو بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو، پس اگر اس نے نماز جنازہ کے لیے تیمم کیا

یا سجدۂ تلاوت کے لیے تو اس تیمم سے فرائض کا ادا کرنا جائز ہے اور اگر اس نے قرآن پاک کو چھونے کے لیے یا مسجد میں داخل ہونے کے لئے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز ادا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے اس (تیمم) سے قربتِ مقصودہ کی نیت نہیں کی لیکن اس کے لیے قرآن پاک کا چھونا اور مسجد میں داخل ہونا حلال ہے۔

سوال: اسلام لانے کی خاطر کافر نے تیمم کیا تو کیا وہ اس تیمم سے نماز ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اگر کافر اسلام قبول کرنے کی نیت سے تیمم کرے تو کیا اس تیمم سے نماز جائز ہے یا نہیں اس میں امام ابو یوسف اور طرفین کا اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کے اس تیمم سے اس کی نماز جائز ہو گی۔

(۲)۔۔۔ اور طرفین فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہو گی۔

اس اختلاف کی بنیاد سمجھنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لیں: عبادتیں دو طرح کی ہیں (۱) مقصودہ (۲) غیر مقصودہ۔

(۱)۔۔۔ مقصودہ عبادتیں وہ ہیں جن کا مقصود ہی تقرب الی اللہ ہے اور وہ بذات خود مقصود ہو کسی اور کے لیے وسیلہ نہ ہو جیسے اسلام، نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔

(۲)۔۔۔ غیر مقصودہ عبادتیں وہ ہیں جو بذات خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری عبادتوں کے لیے وسیلہ ہوں۔ جیسے وضو: نماز کا وسیلہ، مس مصحف: تلاوت کا وسیلہ، دخول مسجد وغیرہ۔

اب عبادات مقصودہ میں بعض تو وہ ہیں جن میں طہارت شرط ہے جیسے نماز سجدۂ تلاوت وغیرہ اور بعض وہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں ہے جیسے اسلام قبول کرنا۔ اب اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک تیمم جواز صلوۃ کے حق میں اس وقت صحیح ہو گا جب اس تیمم سے قربت مقصودہ کی نیت کی گئی ہو، چاہے وہ قربت مقصودہ بغیر طہارت کے صحیح ہو سکتی ہو جیسے اسلام چاہے بغیر طہارت کے صحیح نہ ہو سکتی ہو جیسے نماز۔

اور طرفین کے نزدیک تیمم جواز صلوۃ کے حق میں اس وقت صحیح ہو گا جب اس تیمم سے ایسی قربت مقصودہ کی نیت کی گئی ہو جو بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو، لہذا صورت بالا میں طرفین کے نزدیک اسلام قبول کرنے کی نیت سے کیا ہوا تیمم جواز صلوۃ کے حق میں صحیح نہ ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو گا۔

سوال: مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول طرفین کا ہے چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا اس سے نماز جائز نہیں کہ وہ اس وقت نیت کا اہل نہ تھا بلکہ اگر قدرت پانی پر نہ ہو تو سرے سے تیمم کرے۔

(بہارِ شریعت ج ا ص ۳۵۳)

اور اصل قاعدے میں بھی طرفین کے قول پر فتوی ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: نماز اس تیمم سے جائز ہو گی جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے کیا گیا ہو جو بلا طہارت جائز نہ ہو تو اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت یا بے وُضو نے قرآن مجید پڑھنے (ان سب کے لیے طہارت شرط نہیں) (بہارِ شریعت ج ا ص ۳۵۳۔۳۵۴)

سوال: نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے لئے کئے جانے والے تیمم سے کیا نماز ادا کر سکتا ہے؟

جواب: نماز جنازہ یا عیدین کے لیے تیمم اس وجہ سے کیا کہ بیمار تھا یا پانی موجود نہ تھا تو اس سے فرض نماز اور دیگر عبادتیں سب جائز ہیں۔ نیز سجدۂ تلاوت کے تیمم سے بھی نمازیں جائز ہیں۔ (بہارِ شریعت ج ا ص ۳۵۳)

ہاں! اگر نماز جنازہ یا عیدین یا سنتوں کے لیے اس غرض سے تیمم کیا ہو کہ وُضو میں مشغول ہو گا تو یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی تو اس تیمم سے اس خاص نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت ج ا ص ۳۵۳)

سوال: قرآنِ پاک کو چھونے یا مسجد میں داخل ہونے کے لئے کئے جانے والے تیمم سے کیا نماز ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت یا بے وُضو نے قرآن مجید پڑھنے (ان سب کے لیے طہارت شرط نہیں) کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز جائز نہیں بلکہ جس کے لیے کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۶)

ہاں! جنب نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ قرآنِ پاک کو چھونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ سجدۂ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا ہو اس سے نماز نہ ہو گی۔ (بہارِ شریعت ج ا ص ۳۵۳۔۳۵۴)

وَجَازَ وُضُوءُهُ بِلَانِيَّةٍ حَتّٰى إِنْ تَوَضَّأَ بِلَانِيَّةٍ فَأَسْلَمَ جَازَ صَلَاتُهُ بِهٰذَا الْوُضُوءِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى مَسْأَلَةِ اِشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِي الْوُضُوءِ وَإِنْ تَوَضَّأَ بِالنِّيَّةِ فَأَسْلَمَ فَالْخِلَافُ ثَابِتٌ أَيْضًا لِأَنَّ نِيَّةَ الْكَافِرِ لَغْوٌ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ وَإِنَّمَا قَالَ بِلَانِيَّةٍ مُبَالَغَةً فَيَصِحُّ وُضُوءُ الْكَافِرِ مَعَ النِّيَّةِ بِالطَّرِيقِ الْأَوْلٰى۔

ترجمہ: اور (کافر کا) وضو بغیر نیت کے بھی جائز ہے یہاں تک کہ اگر کافر نے وضو کیا بغیر نیت کے پھر اسلام لے آیا تو اس وضو سے اس کی نماز جائز ہے بر خلاف امام شافعی کے اور یہ (اختلاف) وضو میں نیت کے شرط قرار دینے کے مسئلے کی بناء پر ہے، اور اگر (کافر نے) نیت کے ساتھ وضو کیا تب بھی اختلاف ثابت ہے کیونکہ (امام شافعی کے یہاں) کافر کی نیت لغو ہے اہلیت کے نہ ہونے کی وجہ سے، اور ماتن نے "بلانیۃ" بطور مبالغہ کے کہا ہے (کہ جب بغیر نیت کے وضو صحیح ہو رہا ہے) تو نیت کے ساتھ کافر کا وضو بطریقۂ اولی صحیح ہو گا۔

سوال: کفر کی حالت میں کافر کے کیے ہوئے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: کافر نے اگر وضو کیا اور اس کے بعد اسلام لے آیا ہو تو چاہے یہ وضو نیت سے کیا ہو یا بغیر نیت کے کیا ہو ہمارے نزدیک اس وضو سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیوں کہ ہمارے نزدیک وضو میں نیت شرط نہیں ہے۔

جبکہ امام شافعی کے نزدیک اس وضو سے نماز صحیح نہ ہو گی کیونکہ ان کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے پس اس مسئلے کی دو شق ہیں:

(۱)۔۔۔ کافر نے بغیر نیت کے وضو کیا تو وہ اسلام لانے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتا کہ نیت معدوم ہے۔

(۲)۔۔۔ کافر نے اسلام لانے کی نیت سے وضو کیا تو وہ اسلام لانے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھا سکتا کیونکہ جب اس نے نیت کی تھی اس وقت کافر تھا اور کافر نیت کا اہل نہیں کہ وہ ابھی مکلف نہیں لہذا اس کا نیت کرنا لغو ہے۔

لہذا امام شافعی کے نزدیک دونوں صورتوں میں نیت نہیں پائی گئی جس کی وجہ سے اس کا وضو معتبر نہیں۔

سوال: ” **وَإِنَّمَا قَالَ بِلَا نِيَّةٍ مُبَالَغَةً** “اس عبارت کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتارہے ہیں کہ ماتن نے ”بِلَا نِيَّةٍ“ کی جو قید لگائی ہے وہ مبالغہ کے لیے لگائی ہے جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ جب بغیر نیت کے کافر کا وضو صحیح و جائز ہے تو نیت کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ صحیح و جائز ہو گا۔

وَيَصِحُّ فِي الْوَقْتِ اِتِّفَاقًا وَ قَبْلَهُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فَلَا يَجُوْزُ بِهِ الصَّلٰوةُ إِلَّا فِي الْوَقْتِ عِنْدَهُ وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى مَا عُرِفَ فِي أُصُوْلِ الْفِقْهِ اَنَّ التُّرَابَ خَلْفٌ ضَرُوْرِيٌّ لِلْمَاءِ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا خَلْفٌ مُطْلَقٌ، فَفِي إِنَائَيْنِ طَاهِرٌ وَنَجِسٌ يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ عِنْدَنَا خِلَافًا لَهُ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلتُّرَابُ طُهُوْرُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلٰى عَشَرِ حِجَجٍ يُؤَيِّدُ مَا قُلْنَا۔

ترجمہ: اور تیمم صحیح ہے وقت میں بالاتفاق (یعنی سب کے نزدیک) اور وقت سے پہلے (بھی صحیح ہے) برخلاف امام شافعی کے، کہ ان کے نزدیک تیمم سے نماز جائز نہیں ہوتی مگر وقت میں، یہ مسئلہ مبنی ہے اس پر جو اصول فقہ میں جانا گیا ہے کہ امام شافعی کے نزیک مٹی پانی کا خلف ضروری ہے، اور ہمارے نزدیک خلف مطلق ہے، پس اگر دو برتن میں سے ایک پاک ہے اور دوسرا ناپاک ہے (اور پاک کون سا ہے اور ناپاک کون سا ہے معلوم نہیں ہے) تو ہمارے نزدیک تیمم کرنا جائز ہے برخلاف امام شافعی کے (کہ ان کے نزدیک تیمم جائز نہیں ہے) اور نبی کریم ﷺ کا قول: ”مٹی مسلمان کے لیے طہور ہے (یعنی پاکی کا آلہ ہے) چاہے دس سال تک ہو“ تائید کرتا ہے اس کی جو ہم نے کہا (یعنی تیمم جائز ہے۔

سوال: نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے یا وقت شروع ہونے کے بعد تیمم کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے وقت میں تیمم کیا ہو تو اس سے بالاتفاق یعنی سب کے نزدیک اس وقت کی نماز جائز ہے البتہ اگر نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم کر لیا ہو تو اس میں اختلاف ہے:

(۱)۔۔۔ ہمارے یعنی احناف کے نزدیک اس کا تیمم صحیح ہے لہذا اس سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

(۲)۔۔۔ امام شافعی کے نزدیک اس تیمم کا کوئی اعتبار نہیں لہذا اس تیمم سے نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وقت شروع ہونے کے بعد پھر سے تیمم کرے اور نماز ادا کرے۔

سوال: اس مسئلے میں احناف و شوافع کے مابین اختلاف کی اصل بنیاد کیا ہے؟

جواب: اس اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مٹی (یعنی تیمم) پانی کا خلف ضروری ہے اور جو چیز ضرورتاً ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کی حد تک ہی ہوتی ہے لہذا جس وقت ضرورت ہوگی اس وقت تیمم کرنا ہوگا اور وقت سے پہلے کوئی ضرورت نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور ایک وقت کا تیمم دوسرے وقت کے لیے کافی نہ ہوگا کیونکہ جب تیمم سے ایک وقت کی نماز ادا کرلیا تو ضرورت پوری ہوگئی اب کوئی ضرورت باقی نہیں لہذا تیمم بھی باقی نہیں رہے گا۔

اور ہمارے نزدیک مٹی پانی کا خلف مطلق ہے لہذا وہ اصل کی طرح ہوگا یعنی جس طرح وقت سے پہلے وضو جائز ہے اور ایک وضو سے کئی وقت کی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں اسی طرح وقت سے پہلے تیمم بھی جائز ہوگا اور ایک تیمم سے کئی نمازیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

سوال: کیا احناف کے قول کی کوئی حدیث تائید بھی کرتی ہے؟

جواب: جی ہاں! احناف کے قول کی تائید حدیث کرتی ہے چنانچہ حضور اقدس ﷺ کا قول: "**اَلتُّرَابُ طُهُوْرُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلٰى عَشَرِ حِجَجٍ**" "مٹی مسلمانوں کے لیے طہور ہے اگرچہ دس سال تک ہو" ہمارے قول کی تائید کرتا ہے کہ اس میں آپ ﷺ نے اس کو وقت کے ساتھ متعین نہیں کیا بلکہ دس سال کہہ کر اس کو عام کردیا جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تیمم خلف ضروری نہیں بلکہ خلف مطلق ہے اور مطلق طور پر پاکی کا فائدہ دیتا ہے۔

حُكْمُ طَلَبِ الْمَاءِ مِنَ الرَّفِيْقِ

وَبَعْدَ طَلَبِهٖ مِنْ رَفِيْقٍ لَهٗ مَاءٌ مَنَعَهٗ حَتّٰى إِذَا صَلّٰى بَعْدَ الْمَنْعِ ثُمَّ أَعْطَاهُ يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُهُ الْآنَ فَلَا يُعِيْدُ مَا قَدْ صَلّٰى وَقَبْلَ طَلَبِهٖ جَازَ خِلَافًا لَهُمَا هٰكَذَا ذُكِرَ فِي الْهِدَايَةِ وَذُكِرَ فِي الْمَبْسُوْطِ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَطْلُبْ مِنْهُ وَصَلّٰى لَمْ يَجُزْ لِأَنَّ الْمَاءَ مَبْذُوْلٌ عَادَةً وَفِي مَوْضِعٍ آخَرَ مِنَ الْمَبْسُوْطِ أَنَّهُ إِنْ كَانَ مَعَ رَفِيْقِهٖ مَاءً فَعَلَيْهِ أَنْ يَسْأَلَهُ إِلَّا عَلٰى قَوْلِ حَسَنِ بْنِ زِيَادٍ فَإِنَّهُ يَقُوْلُ اَلسُّوَالُ ذُلٌّ وَفِيْهِ بَعْضُ

الْحَرَجِ وَلَمْ يُشْرَعِ التَّيَمُّمُ إِلَّا لِدَفْعِ الْحَرَجِ وَلٰكِنَّا نَقُوْلُ مَاءُ الطَّهَارَةِ مَبْذُوْلٌ عَادَةً وَلَيْسَ فِي سُوَالِ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مَذِلَّةٌ فَقَدْ سَأَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ حَوَائِجِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ۔

ترجمہ: اپنے ایسے رفیق سے جس کے پاس پانی ہے پانی طلب کرنے کے بعد اس نے اس کو منع کر دیا ہو (تو تیمم کرنا جائز ہے) یہاں تک کہ جب منع کرنے کے بعد اس نے (تیمم کر کے نماز پڑھ لی) پھر اس (یعنی صاحب ماء نے) اس کو پانی دیدیا تو اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا، پس جو نماز وہ پڑھ چکا ہے اس کو نہ لوٹائے۔ اور پانی کو طلب کرنے سے پہلے بھی (تیمم کر کے نماز ادا کرنا) جائز ہے بر خلاف صاحبین کے۔ (کہ ان کے یہاں طلب و منع سے پہلے تیمم جائز نہیں ہے) اسی طرح ہدایہ میں ذکر کیا گیا ہے اور مبسوط میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر اس نے پانی والے سے طلب نہیں کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز نہ ہو گا کیونکہ عادۃً (عام طور پر) پانی خرچ کیا ہوا ہے (یعنی دے دیا جاتا ہے) اور مبسوط میں دوسری جگہ یہ ہے کہ اگر اس کے رفیق کے ساتھ پانی ہو تو اس پر اس کا مانگنا واجب ہو گا مگر حسن بن زیاد کے قول کے مطابق (مانگنا واجب نہ ہو گا) کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ سوال کرنا ذلت ہے اور اس میں بعض (کچھ) حرج بھی ہے اور تیمم کو مشروع نہیں کیا گیا مگر حرج کو دور کرنے کے لیے ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکی کے لیے پانی عادۃ خرچ کیا (دیا) جاتا ہے اور جس چیز کی جانب حاجت (ضرورت) ہو اس کے مانگنے میں کوئی ذلت (رسوائی) نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی بعض ضرورتوں میں اپنے غیر (دوسروں) سے سوال کیا ہے۔

سوال: "**وَبَعْدَ طَلَبِهٖ مِنْ رَفِيْقٍ لَهٗ مَاءٌ مَنَعَهٗ**" ماتن کی اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے ماتن یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس پانی نہیں ہے لیکن اس کے رفیق یعنی ساتھی کے پاس پانی ہے رفیق سے مراد رفیق سفر نہیں ہے بلکہ عام ہے کہ وہ اس کا رفیق سفر ہو یا نہ ہو اور اس نے اس سے پانی طلب کیا اور پامی والے نے پانی دینے سے انکار کر دیا تو اس کے لیے بالاتفاق تیمم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہو گی۔ اب اگر پانی والے نے اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کو پانی لینے کی اجازت دیدی تو حکم یہ ہے کہ اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی پر قوت ثابت ہو گئی لیکن اس کو ادا کی ہوئی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں کہ وہ ہو گئی۔

سوال: اگر مانگیں بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے اپنے رفیق سے پانی طلب نہیں کیا بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو اس صورت میں اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی نماز صحیح و جائز ہے۔

امام اعظم کی دلیل وہ جو حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ اس کے لیے مانگنا ضروری نہ ہو گا کیونکہ سوال میں ذلت ورسوائی ہے جس کی وجہ سے حرج لازم آتا ہے اور تیمم حرج کو دفع کرنے کے لیے ہی مشروع یعنی جائز کیا گیا ہے۔

(۲)۔۔۔ صاحبین فرماتے ہیں اس کے لیے جائز نہیں ہے بلکہ اس کو اپنے رفیق سے پانی طلب کرنا واجب ہو گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے اور اس کے مانگنے میں کوئی ذلت بھی نہیں ہے۔

اور صاحبین کی طرف سے حسن بن زیاد کی بیان کردہ دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ پانی عام طور پر دے دیا جاتا ہے اور ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت بھی نہیں ہے خاص طور پر جب کہ سامنے والے کے لیے دینے میں کچھ نقصان بھی نہ ہو اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی اپنی بعض ضرورتوں میں دوسروں سے سوال کیا ہے لہذا مانگنے میں کسی قسم کی ذلت یا کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: مفتی بہ قول کس کا ہے؟

جواب: اب مفتی بہ قول صاحبین کا ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے اور یہ گمان ہے کہ مانگنے سے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں پھر اگر نہیں مانگا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد نماز مانگا اور اس نے دے دیا یا بے مانگے اس نے خود دے دیا تو وُضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر مانگا اور نہ دیا تو نماز ہو گئی اور اگر بعد کو بھی نہ مانگا جس سے دینے نہ دینے کا حال کُھلتا اور نہ اس نے خود دیا تو نماز ہو گئی اور اگر دینے کا غالب گمان نہیں اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی جب بھی یہی صورتیں ہیں کہ بعد کو پانی دے دیا تو وُضو کر کے نماز کا اعادہ کرے ورنہ ہو گئی۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الطهارة، باب التيمم، مطلب في الفرق... إلخ، ج۱، ص ۴۶۸،۴۷۲)(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۸)

سوال: "هٰكَذَا ذُكِرَ فِي الْهِدَايَةِ وَذُكِرَ فِي الْمَبْسُوْطِ" کی تشریح کیجیے۔

جواب: " هٰكَذَا ذُكِرَ فِي الْهِدَايَةِ "اس عبارت سے شارح یہ بتارہے ہیں کہ پانی مانگیں بغیر تیمم کر کے نماز ادا کرنے میں جو اختلاف بیان کیا گیا وہ ہدایہ نامی کتاب میں بھی مذکور ہے۔

اور " وَذُكِرَ فِي الْمَبْسُوْطِ " سے یہ بتارہے ہیں کہ مبسوط نامی کتاب میں مذکور ہے اگر بغیر مانگیں تیمم کر کے نماز ادا کر لیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ پانی عادۃ دے دیا جاتا ہے۔

سوال: " وَفِي مَوْضِعٍ آخَرَ مِنَ الْمَبْسُوْطِ " سے کیا بتارہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ مبسوط نامی کتاب میں ایک جگہ تو وہ مسئلہ مذکور ہے جو اوپر گزرا نیز دوسری جگہ یہ مذکور ہے کہ اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی موجود ہے تو اس سے پانی مانگنا واجب ہے۔ ہاں! حسن بن زیاد کا یہ قول ہے کہ مانگنا واجب نہیں کیونکہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں حرج بھی ہے اور تیمم حرج کو دور کرنے کے لیے ہی تو جائز ہوا ہے۔

وَفِي الزِّيَادَاتِ أَنَّ الْمُتَيَمِّمَ الْمُسَافِرَ إِذْ رَاٰى مَعَ رَجُلٍ مَاءً كَثِيْرًا وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ وَغَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ لَا يُعْطِيْهِ أَوْ شَكَّ مَضٰى عَلٰى صَلٰوتِهٖ لِاَنَّهٗ صَحَّ شُرُوْعُهٗ فَلَا يُقْطَعُ بِالشَّكِّ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ خَارِجَ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَطْلُبْ وَتَيَمَّمَ حَيْثُ لَا يَحِلُّ لَهُ الشُّرُوْعُ بِالشَّكِّ فَإِنَّ الْقُدْرَةَ وَالْعِجْزَ مَشْكُوْكٌ فِيْهِمَا۔ وَإِنْ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ يُعْطِيْهِ قَطَعَ الصَّلٰوةَ وَطَلَبَ الْمَاءَ۔ ثُمَّ قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَسَأَلَهٗ فَأَعْطَاهُ اَوْ اَعْطٰى بِثَمَنِ الْمِثْلِ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَيْهِ إِسْتَأْنَفَ الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَبٰى تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ وَكَذَا إِذَا اَبٰى ثُمَّ أَعْطٰى لٰكِنْ يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُهُ الْآنَ۔

ترجمہ: اور زیادات نامی کتاب میں (یہ مذکور ہے) کہ تیمم کرنے والا مسافر شخص نے جب کسی آدمی کے ساتھ کثیر پانی دیکھا اس حال میں کہ وہ (مُتَیَمِّم مسافر) نماز میں ہے اور اس کے گمان پر غالب (غالب گمان) ہے کہ وہ (صاحب ماء مانگنے پر بھی) اس کو نہیں دے گا یا (دینے یا نہ دینے میں) شک ہے تو اپنی نماز پوری کرلے اس لیے کہ اس کا (نماز) شروع کرنا صحیح ہے لہذا شک کی وجہ سے (نماز نہیں توڑی جائے گی، بر خلاف اس صورت کے جب کہ وہ نماز کے

باہر ہو اور (پانی والے سے پانی) نہیں مانگا اور تیمم کر لیا، تو اس کے لیے شک کی وجہ سے نماز شروع کرنا حلال نہیں ہے کہ (پانی پر) قدرت اور عجز دونوں میں مشکوک ہے۔ اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ اس کو دے دے گا تو (اس پر ضروری ہو گا کہ) وہ نماز کو توڑ دے اور پانی طلب کرے۔ پھر زیادات میں فرمایا کہ وہ (جس کو نہ دینے کا ظن غالب یا شک تھا) جب اپنی نماز سے فارغ ہو گیا اور اس نے (صاحب ماء سے) پانی مانگا تو اس نے اس کو دے دیا یا ثمنِ مثل کے بدلہ میں دیا اور یہ اس ثمن پر قادر بھی ہو تو وہ نماز کو از سرے نو پڑھے، اور جب صاحب ماء نے پانی دینے سے انکار دیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی اور اسی طرح (یعنی اس کی نماز پوری ہو جائے گی) جب صاحب ماء نے انکار کر دیا پھر دے دیا لیکن اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔

سوال: نماز پڑھنے میں کسی کے پاس پانی دیکھا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے لگا اور دورانِ نماز کسی کے پاس کثیر پانی دیکھا تو اس صورت میں نمازی کی تین حالتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ نمازی کو غالب گمان ہے کہ پانی نہیں دے گا۔

(۲)۔۔۔ نمازی کو دینے نہ دینے میں شک ہے۔

(۳)۔۔۔ نمازی کو غالب گمان ہے کہ صاحب ماء مانگنے پر پانی دے دے گا۔

پہلی اور دوسری دونوں صورتوں میں نمازی کے لیے یہ حکم ہے کہ نماز کو نہ توڑے بلکہ اپنی نماز پوری کرلے کیونکہ اس کا نماز کا شروع کرنا صحیح ہے لہذا شک کی وجہ سے نہ توڑے۔

تیسری صورت میں (یعنی جب کہ اس کو دینے کا غالب گمان ہو) نمازی کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے اب اگر صاحب ماء پانی دے دیتا ہے تو اس کا تیمم ٹوٹ گیا اب اس کو وضو کر کے نماز پوری کرنی ہو گی۔ اور اگر وہ منع کر دے تو اس کا تیمم باقی ہے اور۔

سوال: "**بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ خَارِجَ الصَّلٰوةِ**" سے کون سا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: اس عبارت سے یہ مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز کے باہر ہے اور اس کے پاس پانی نہیں ہے مگر دوسرے کے پاس پانی موجود ہے اور دینے یا نہ دینے کا شک ہے اور یہ بغیر مانگے تیمم کر کے نماز پڑھنے لگا تو اس کا شک کی وجہ سے نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے کہ قدرت و عجز دونوں مشکوک ہیں۔

سوال: ''**ثُمَّ قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ**'' اس عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب: شارح اس عبارت سے سے اوپر ذکر کیے ہوئے مسئلے کی پہلی اور دوسری صورت کی ایک اور شق بیان فرمارہے ہیں کہ نمازی نے نماز کی حالت میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور اس کو نہ دینے کا غالب گمان ہے یا دینے یا نہ دینے کا شک ہے اور اس نے شریعت کے حکم کے تحت اپنی نماز مکمل کی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے صاحب ماء سے پانی طلب کیا تو اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر اس کے گمان کے مطابق صاحب ماء نے اس کو پانی نہ دیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

(۲)۔۔۔ اگر اس کو صاحبِ ماء نے پانی دے دیا یا قیمتِ مثل کے بدلے میں دیا اور یہ اس قیمت کے ادا کرنے پر قادر بھی ہے تو اس کے لیے یہ حکم ہو گا کہ وضو کر کے نماز دہرا لے کہ گمان کی غلطی ظاہر ہو گئی۔

(۳)۔۔۔ اور اگر اس نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن بعد میں دیا تو اس کے انکار کی وجہ سے اس کی نماز پوری ہو جائے گی البتہ بعد میں دینے کی وجہ سے اب اس کا تیمم ٹوٹ گیا۔

سوال: بہارِ شریعت میں اس مسئلے کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے؟

جواب: بہارِ شریعت میں اس مسئلے کے متعلق یوں ہے:

نماز پڑھتے میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور گمان غالب ہے کہ دے دیگا تو چاہیے کہ نماز توڑ دے اور اس سے پانی مانگے اور اگر نہیں مانگا اور پوری کر لی اب اس نے خود دیا اس کے مانگنے پر دے دیا تو اعادہ لازم ہے اور نہ دے تو ہو گئی اور اگر دینے کا گمان نہ تھا اور نماز کے بعد اس نے خود دے دیا یا مانگنے سے دیا جب بھی اعادہ کرے اور اگر اس نے نہ خود دیا نہ اس نے مانگا کہ حال معلوم ہوتا تو نماز ہو گئی اور اگر نماز پڑھتے میں اس نے خود کہا کہ پانی لو وُضو کر لو اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جاتی رہی توڑ دینا فرض ہے اور کہنے والا کافر ہے تو نہ توڑے پھر نماز کے بعد اگر اس نے پانی دے دیا تو وُضو کر کے اعادہ کر لے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۸)

سوال: اگر کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہے مگر وہ قیمت کے بدلے دیتا ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہے مگر وہ قیمت کے بدلے دیتا ہے تو اگر اس کے پاس کرایہ وغیرہ راستے کے خرچ کو نکال کر فاضل رقم ہے اور پانی کی قیمت بھی واجبی ہے مہنگا نہیں ہے تو اس پر پانی کا خریدنا لازم ہو گا پس وہ تیمم نہ کرے بلکہ پانی خرید کر وضو کرے۔

بہارِ شریعت میں ہے: پانی گراں ہونا یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت ہونی چاہیے اس سے دو چند مانگتا ہے تو تیمم جائز ہے اور اگر قیمت میں اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں۔ پانی مول ملتا ہے اور اس کے پاس حاجتِ ضروریہ سے زیادہ دام نہیں تو تیمم جائز ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۵۰)

سوال: ثمن مثل کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: ثمن مثل کی دو صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔وہ قیمت جو بازار میں چلتی ہے کے عوض فروخت کرتا ہو۔

(۲)۔۔۔غبن یسیر کے ساتھ فروخت کرتا ہو یعنی بازار کی قیمت سے کچھ مہنگا دیتا ہو۔

پس ان دونوں صورتوں میں تیمم جائز نہیں بلکہ پانی خریدے۔ اور اگر وہ غبن فاحش کے ساتھ فروخت کرتا ہو یعنی دوگنی یا چوگنی قیمت مانگتا ہو تو تیمم جائز ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۲۹)

أَقُوْلُ إِنْ أَرَدْتَّ أَنْ تَسْتَوْعِبَ الْأَقْسَامَ كُلَّهَا فَاعْلَمْ اَنَّهٗ إِذَا رَأَى الْمَاءَ خَارِجَ الصَّلٰوةِ وَصَلّٰى وَلَمْ يَسْأَلْ بَعْدَ الصَّلٰوةِ لِيَظْهَرَ الْعِجْزُ اَوِ الْقُدْرَةُ فَعَلٰى مَاذُكِرَ فِي الْمَبْسُوْطِ سَوَاءٌ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهِ الْإِعْطَاءَ أَوْ عَدَمَهٗ أَوْ شَكَّ فِيْهِمَا وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْمَتْنِ وَإِذَا رَاٰى فِي الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَسْأَلْ بَعْدَهَا فَكَذَا۔

ترجمہ: (شارح فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تو تمام اقسام کا احاطہ کرنا چاہے تو جان لے کہ جب اس نے پانی خارج صلوۃ دیکھا اور (تیمم کر کے) نماز پڑھ لی اور نماز کے بعد طلب بھی نہ کیا تا کہ عجز یا قدرت ظاہر ہو جائے (تو حکم اس طرح ہو گا) جو کہ مبسوط میں مذکور ہے (یعنی عدم جواز صلوۃ کا) چاہے اس کا ظنِ غالب دینے کا ہو یا نہ دینے کا ہو یا

دنوں میں شک ہو اور یہی متن کا مسئلہ ہے اور جب (مُتَيَمِّم) نے نماز میں (پانی) دیکھا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد طلب نہیں کیا تو (حکم) اسی طرح ہو گا (یعنی عدم جواز صلوٰۃ کا)۔

وَإِنْ رَاٰى خَارِجَ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَسْأَلْ وَصَلّٰى ثُمَّ سَأَلَهُ فَإِنْ أَعْطٰى بَطَلَتْ صَلٰوتُهُ وَإِنْ أَبٰى تَمَّتْ سَوَاءٌ ظَنَّ الْإِعْطَاءَ أَوِ الْمَنْعَ اَوْشَكَّ فِيْهِمَا وَإِنْ رَاٰى فِي الصَّلٰوةِ فَكَمَا ذُكِرَ فِي الزِّيَادَاتِ لٰكِنْ يَبْقٰى صُورَتَانِ إِحْدٰهُمَا اَنَّهُ قَطَعَ الصَّلٰوةَ فِيْمَا إِذَا ظَنَّ الْمَنْعَ أَوِ الشَّكَّ فَسَأَلَهُ فَإِنْ أَعْطٰى بَطَلَ تَيَمُّمُهُ وَإِنْ أَبٰى فَهُوَ بَاقٍ۔

ترجمہ: اور اگر خارج صلوۃ پانی دیکھا اور نہ مانگا اور نماز پڑھ لی پھر (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) مانگا تو اگر اس نے دے دیا تو اس کی نماز باطل ہو گئی اور اگر انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی چاہے دینے کا گمان تھا یا نہ دینے کا یا دونوں میں شک تھا، اور اگر نماز میں دیکھا تو وہی حکم ہو گا جو زیادات میں مذکور ہے۔ لیکن دو صورتیں باقی رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ اس نے نماز توڑ دی (اس صورت میں) جب کہ اس کو نہ دینے کا گمان تھا یا شک تھا اب اگر اس نے دے دیا تو اس کا تیمم باطل ہو گیا اور اگر انکار کر دیا تو (تیمم) باقی رہے گا۔

وَالْأُخْرٰى اَنَّهُ إِذَا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ فِيْمَا إِذَا ظَنَّ اَنَّهُ يُعْطِيْ ثُمَّ سَأَلَ فَإِنْ أَعْطٰى بَطَلَ صَلٰوتُهُ وَإِنْ أَبٰى تَمَّتْ لِاَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّ ظَنَّهُ كَانَ خَطَأً بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ التَّحَرِّيْ لِأَنَّ الْقِبْلَةَ حِيْنَئِذٍ جِهَةُ التَّحَرِّيْ اِصَالَةً وَهٰهُنَا الْحُكْمُ دَائِرٌ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْقُدْرَةِ وَالْعِجْزِ فَأُقِيْمَ غَلَبَةُ الظَّنِّ مَقَامَهُمَا تَيْسِيْرًا فَإِذَا ظَهَرَ خِلَافُهُ لَمْ يَبْقَ قَائِمًا مَقَامَهُمَا۔

ترجمہ: اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب اس نے نماز پوری کر لی اس صورت میں جبکہ اس کو گمان تھا کہ وہ دے دے گا پھر اس نے (نماز کے بعد) طلب کیا تو اگر صاحب ماء نے دے دیا تو اس کی نماز باطل ہو گئی اور اگر انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی کیونکہ یہ ظاہر ہو گیا کہ اس کا گمان غلط تھا بر خلاف تحری کے مسئلہ کے کیونکہ قبلہ اس وقت اصل میں جہت تحری ہے اور یہاں حکم دائر ہے حقیقت قدرت اور عجز پر پس غلبۂ ظن (یعنی گمان) کو ان دونوں (یعنی قدرت

وعجز) کے قائم مقام کر دیا گیا آسانی کے لیے، پس جب (گمان) کے خلاف ظاہر ہو گیا تو وہ (گمان) دونوں کے قائم مقام باقی نہ رہا۔

سوال: "**إِنْ أَرَدْتَّ أَنْ تَسْتَوْعِبَ الْأَقْسَامَ كُلَّهَا**" اس عبارت سے کیا بیان کیا جارہا ہے؟

جواب: شارح یہاں سے اس مُتَيَمِّم کی جو پانی کو دیکھتا ہے مختلف صورتیں اور ان کے احکام بیان کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ یہ مُتَيَمِّم جو پانی کو دیکھ رہا ہے یا تو نماز کی حالت میں ہو گا یا خارج صلوۃ ہو گا (یعنی ابھی اس نے نماز شروع نہ کی ہو گی)۔

(۱)۔۔۔ اب اگر وہ خارج صلوٰۃ ہو اور اس نے پانی طلب کیے بغیر نماز پڑھ لی تو مبسوط میں مذکورہ حکم ہو گا (یعنی نماز کے صحیح نہ ہونے کا) کیونکہ تیمم کے جائز ہونے کا جو حکم ہے وہ حقیقت عجز کی صورت میں ہے اور یہاں اس نے سوال نہیں کیا جس کی وجہ سے حقیقت عجز یا حقیقت قدرت کا ظہور ہوا اور چونکہ پانی عادۃ مبذول ہے لہذا حقیقت عجز کا حکم نہیں لگایا جاسکتا لہذا اس کے لیے سوال کرنا ضروری ہو گا چاہے اس کو دینے کا گمان ہو یا دینے، نہ دینے میں شک ہو یا نہ دینے کا گمان ہو۔ دینے کے گمان کی صورت میں تو یہ بات بالکل اظہر ہے اور شک کی صورت میں بھی البتہ نہ دینے کا گمان ہو تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ اس کے لیے طلب کرنا واجب نہ ہو گا بلکہ اس کی نماز صحیح ہو جائے گی گمان کو حقیقت عجز کا قائم مقام کرتے ہوئے۔

(۲)۔۔۔ اور اگر وہ نماز میں ہو اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہو گا۔ دوسر ی صورت یہ ہے کہ اس نے خارج صلوۃ پانی دیکھا اور طلب کئے بغیر پڑھ لی اور نماز پڑھنے کے بعد پانی طلب کیا تو اگر اس نے پانی دیدیا تو اس کو وضو کر کے نماز دہرائی ہو گی اور اگر انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی چاہے اس کا ظن غالب دینے کا تھا یا نہ دینے کا تھا، یا دونوں میں شک تھا کیونکہ حقیقت عجز حقیقت قدرت کا ظہور ہو گیا لہذا ان کا کوئی اعتبار نہ ہو گا تیسری صورت یہ ہے کہ اس نے پانی نماز کی حالت میں دیکھا تو حکم زیادات میں مذکور حکم کی طرح ہو گا یعنی اگر ظن غالب دینے کا ہو تو نماز توڑ دے اور اگر نہ دینے یا دینے میں شک ہو تو نماز نہ توڑے۔

سوال: "**لٰكِنْ يَبْقٰى صُوْرَتَانِ**" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: شارح فرماتے ہیں کہ ابھی اور دو صورتیں باقی ہیں:

(۱)۔۔۔ ایک یہ کہ اس نے درمیان نماز پانی دیکھا اور اس کا ظن غالب یہ ہے کہ وہ پانی نہیں دیگا یا دینے نہ دینے میں شک ہے (اس صورت میں اس کو نماز توڑنا نہیں ہے) پھر بھی اس نے نماز توڑ دیا اور صاحب ماء سے پانی طلب کیا اگر اس نے پانی دیدیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا پانی سے وضو کر کے نماز پڑھے۔ اور اگر اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا تو اس کا تیمم باقی ہے کیونکہ حقیقت عجز باقی ہے لہذا پھر سے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ پہلے ہی تیمم سے نماز پڑھ لے۔

(۲)۔۔۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا ظن غالب تو یہ تھا کہ صاحب ماء پانی دے دے گا (اس صورت میں حکم یہ تھا کہ وہ نماز کو توڑ کر پانی طلب کرے لیکن) اس نے اپنی نماز پوری کر لی اور نماز پوری کرنے کے بعد پانی طلب کیا اور صاحب ماء نے اس کو پانی دیدیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اب اس کو وضو کر کے نماز پھر سے دہرانی ہو گی اور اگر صاحب ماء نے پانی دینے سے انکار کر دیا تو اس کی نماز تمام ہو جائے گی کیونکہ حقیقت عجز ثابت ہو گیا اور اس کے ظن غالب کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا۔

سوال: "**بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ التَّحَرِّيْ**" اس عبارت سے کون سا مسئلہ بیان ہو رہا ہے؟

جواب: اس عبارت سے شارح ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں:

اعتراض: اگر مصلی پر جہت قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ تحری کرے اور جدھر ظن غالب ہو ادھر رخ کر کے نماز پڑھے اب کسی نے جہت تحری پر نماز پڑھ لی اور نماز پوری کرنے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ قبلہ جہت تحری میں نہیں ہے بلکہ کسی اور جہت میں ہے تو بھی اس کی نماز کے صحیح ہونے کا حکم ہے وہاں اس کو نماز دہرانے کا حکم نہیں ہے حالانکہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ اس کا ظن غلط تھا اور اس زیر بحث مسئلہ میں (خاص طور پر جب کہ وہ نماز میں پانی کو دیکھے اور غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی نہیں دے گا اور نماز کے بعد مانگنے پر اس نے پانی دیدیا) تو آپ نے ایسی گمان کو غیر معتبر بتاتے ہوئے اس کو نماز دہرانے کا حکم دیا آخر دونوں میں فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شارح فرماتے ہیں کہ دونوں مسئلوں میں فرق ظاہر ہے قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں اس کے لیے اصل قبلہ جہت تحری ہے لہذا چونکہ اس نے اصل قبلہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز

پڑھ لی ہے تو اس کی نماز صحیح ہو چکی بعد میں اس کا غلط ثابت ہونا اس کے لیے مضر نہ ہو گا اور اس مسئلے میں اصل حکم حقیقت عجز یا حقیقت قدرت پر دائر ہے اور آسانی کے لیے غلبہ ظن کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا تھا لیکن جب اصل یعنی حقیقت عجز یا حقیقت قدرت کا ظہور ہو گیا تو ظن غالب اس کے قائم مقام نہیں رہا اور اصل کے ہوتے ہوئے ظن غالب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

وَيُصَلِّي بِهٖ مَاشَاءَ مِنْ فَرْضٍ وَنَفْلٍ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ۔ وَيَنْقُضُهُ نَاقِضُ الْوُضُوْءِ وَقُدْرَتُهُ عَلٰى مَاءٍ كَافٍ لِطُهْرِهٖ حَتّٰى إِذَا قَدَرَ عَلَى الْمَاءِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ثُمَّ عَدِمَهُ أَعَادَ التَّيَمُّمَ۔

ترجمہ: اور اس تیمم سے جو چاہے فرض و نفل میں سے نمازیں پڑھ سکتا ہے، بر خلاف امام شافعی کے۔ اور جو چیزیں وضو توڑتی ہیں وہی تیمم کو توڑ دیتی ہیں اور مُتَیَمِّم کا اتنے پانی پر قدرت (بھی ناقض تیمم ہے) جو اس کی طہارت کے لیے کافی ہو، یہاں تک کہ جب وہ پانی پر قادر ہوا اور اس نے وضو نہ کیا پھر پانی معدوم ہو گیا تو تیمم کا اعادہ کرے۔

وَإِنَّمَا قَالَ كَافٍ لِطُهْرِهٖ حَتّٰى إِذَا اِغْتَسَلَ الْجُنُبُ وَلَمْ يَصِلِ الْمَاءُ لُمْعَةَ ظَهْرِهٖ وَفَنَى الْمَاءُ وَأَحْدَثَ حَدَثًا يُوْجِبُ الْوُضُوْءَ فَتَيَمَّمَ لَهُمَا ثُمَّ وَجَدَ مِنَ الْمَاءِ مَا يَكْفِيْهِمَا بَطَلَ تَيَمُّمُهٗ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔

ترجمہ: اور (ماتن نے) "كَافٍ لِطُهْرِهٖ" کہا (یعنی اگر طہارت کے لیے کافی نہ ہو تو تیمم نہ ٹوٹے گا) یہاں تک کہ جب جنبی نے غسل کیا اور (پانی کم ہونے کی وجہ سے) اس کے پیٹھ کے کسی حصہ تک پانی نہ پہنچا اور پانی ختم ہو گیا اور (اس کے بعد) اس کو ایسا حدث لاحق ہوا جو وضو کو واجب کرتا ہے پس اس نے دونوں (لمعہ اور وضو) کے لیے تیمم کر لیا پھر اتنا پانی پایا جو ان دونوں (یعنی غسل لمعہ اور وضو) کے لیے کافی ہے تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہو گیا۔

اَللُّمْعَةُ: وضو یا غسل میں خشک رہ جانے والی جگہ۔

وَإِنْ لَمْ يَكْفِ لِأَحَدٍ بَقِيَ فِي حَقِّهِمَا وَإِنْ كَفٰى لِأَحَدِهِمَا بِعَيْنِهٖ غَسَلَهٗ وَيَبْقَى التَّيَمُّمُ فِي حَقِّ الْآخَرِ وَإِنْ كَفٰى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُنْفَرِدًا غَسَلَ اللُّمْعَةَ لِأَنَّ الْجَنَابَةَ أَغْلَظُ۔

ترجمہ: اور اگر پانی کسی کے لیے بھی کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں تیمم باقی ہے، اگر دونوں میں سے معین طور پر کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اس کو دھولے (یعنی اگر صرف غسل لمعہ کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھولے یا صرف وضو کے لیے کافی ہو تو وضو کرلے) اور اس صورت میں دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا اور اگر دونوں میں سے کسی بھی ایک کے لیے منفرد طور پر کافی ہو (یعنی اگر لمعہ دھوئے تو وضو کے لیے نہ بچے اور اگر وضو کرے تو لمعہ کے لیے نہ بچے) تو اس صورت میں لمعہ کو دھولے کیونکہ جنابت (حدث سے) اغلظ (یعنی بڑی) ہے۔

فَإِذَا غَسَلَ اللُّمْعَةَ هَلْ يُعِيْدُ التَّيَمُّمَ لِلْحَدَثِ فَفِيْهِ رِوَايَتَانِ وَإِنْ تَيَمَّمَ أَوَّلًا ثُمَّ غَسَلَ اللُّمْعَةَ فَفِي إِعَادَةِ التَّيَمُّمِ رِوَايَتَانِ أَيْضًا وَإِنْ صَرَفَ إِلَى الْحَدَثِ اِنْتَقَضَ تَيَمُّمُهٗ فِي حَقِّ اللُّمْعَةِ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَتَيْنِ هٰذَا إِذَا تَيَمَّمَ لِلْحَدَثَيْنِ تَيَمُّمًا وَاحِدًا۔

ترجمہ: پس جب اس نے لمعہ کو دھو لیا تو کیا اب حدث (وضو) کے لیے تیمم کو لوٹائے گا؟ تو اس صورت میں دو روایتیں ہیں اور اگر پہلے (حدث وضو کے لیے) تیمم کر لیا اور پھر (اس پانی سے) لمعہ کو دھولیا تو اس صورت میں بھی تیمم کے اعادہ کرنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں اور اگر اس نے (پانی کو) حدث کے لیے (وضو کرنے کے لیے) صرف کر دیا تو لمعہ کے حق میں اس کا تیمم بالاتفاق ٹوٹ جائے گا یہ اس صورت میں ہے کہ اس نے دونوں حدثوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا ہو۔

سوال: ایک تیمم سے کتنی اور کون کون سی نمازیں پڑھ سکتا ہے؟

جواب: احناف کے یہاں ایک تیمم سے جب تک وہ نہ ٹوٹے جتنی چاہے فرض و نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے، کیونکہ تیمم وضو کے قائم مقام ہے۔ ہر فرض کے لئے علیحدہ تیمم کرنا ضروری نہیں۔ نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے

"التراب طهور المسلم ولو الى عشر حجج مالم يجد الماء"۔ (ماخوذ از الهداية، كتاب الطهارة، ج١، ص٢٩)

جبکہ امام شافعی کے نزدیک ایک تیمم سے صرف ایک فرض ادا کر سکتا ہے ہاں! اس فرض کے ساتھ اس کے تابع جتنی نفل ہیں وہ پڑھ سکتا ہے اور دوسرا فرض ادا کرنے کے لئے دوبارہ تیمم کرنا ضروری ہے۔ لیکن احناف کے یہاں اختلاف سے نکلنے کے لئے ہر فرض کے لئے تیمم کا اعادہ کرنا اولیٰ ہے۔(شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۲۹)

سوال: کن چیزوں سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح اگر تیمم کرنے والا بقدر وضو پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا، اور یوں ہی جس نے غسل کی جگہ تیمم کیا ہے اس کا بقدر غسل پانی کے استعمال پر قادر ہونا ناقض تیمم ہو گا۔(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۶۰)

سوال: "حَتّٰى إِذَا قَدَرَ عَلَى الْمَاءِ" اس مسئلے کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے یہ مسئلہ بتا رہے ہیں کہ تیمم کرنے والا جب پانی پر قادر ہوا اور اس نے وضو نہ کیا یہاں تک کہ وہ پانی معدوم ہو گیا یعنی ختم ہو گیا یا گر گیا یا اور کسی طرح سے اس کی قدرت سے نکل گیا تو وہ شخص پھر سے تیمم کرے کہ پانی پر قادر ہونے کی وجہ سے اس کا تیمم ٹوٹ چکا ہے۔

سوال: ماتن کے قول "کَافٍ لِطُهْرِهٖ" کے ضمن میں شارح نے جس مسئلے کی وضاحت کی ہے اس کو بیان کریں۔

جواب: ماتن کے "کَافٍ لِطُهْرِهٖ" کی قید لگانے سے معلوم ہو گیا کہ تیمم اسی صورت میں ٹوٹے گا جبکہ وہ ایسے پانی پر قادر ہو جو اس کی طہارت کے لیے کافی ہو اور اگر پانی طہارت کے لیے کافی نہیں تو تیمم نہیں ٹوٹے گا۔

پس ماتن کی اس قید کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شارح نے ایک تفریع بیان کی ہے مثلاً اگر کسی جنبی نے غسل کیا لیکن غسل میں اس کی پیٹھ کا کچھ حصہ خشک رہ گیا اور اس کے بعد اس کو حدث بھی لاحق ہوا اور پھر اس نے غسل و وضو دونوں کے لیے ایک تیمم کر لیا پھر اس کو پانی ملا تو اس کی چھ صورتیں ہوں گی:

(۱)۔۔۔اگر وہ پانی لمعہ اور وضو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں کے حق میں باطل ہو جائے گا۔

(۲)۔۔۔اگر وہ پانی دونوں میں سے کسی کے لیے بھی کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں تیمم باقی رہے گا۔

(۳)۔۔۔ اگر وہ پانی دونوں میں سے کسی ایک کے لیے معینہ طور پر کافی ہو یعنی صرف لمعہ دھونے کے لیے کافی ہو وضو کے لیے کافی نہ ہو یا صرف وضو کے لیے کافی ہو لمعہ دھونے کے لیے کافی نہ ہو تو اس صورت میں جس کے لیے کافی ہو گا اس کے حق میں تیمم ٹوٹ جائے گا دوسرے کے حق میں نہیں ٹوٹے گا یعنی اس کے حق میں باقی رہے گا۔

(۴)۔۔۔ اگر وہ پانی لمعہ یا وضو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے غیر معینہ طور پر کافی ہو یعنی لمعہ دھوئے تو وضو کے لیے نہ بچے اور اگر وضو کرے تو لمعہ دھونے کے لیے نہ بچے تو اس صورت میں حکم یہ ہو گا کہ لمعہ دھولے کیونکہ وہ حدث اکبر ہے اور وضو حدث اصغر ہے اور حدث اکبر حدث اصغر سے زیادہ غلیظ ہوتا ہے اب اگر اس صورت میں اس نے حدث اکبر کا لحاظ کرتے ہوئے لمعہ کو دھولیا تو کیا اب حدیث وضو کے لیے تیمم دہرانا ہو گا یا نہیں اس بارے میں دو روایتیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اس کو حدث وضو کے لیے تیمم دہرانے کی ضرورت نہیں یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ حدث وضو کے لیے کافی پانی پر قادر ہوا ہی نہیں تو اس کا تیمم اس کے حق میں باقی ہے (یعنی ٹوٹا نہیں) کیونکہ ماء کافی پر قدرت کا اعتبار اس وقت ہو گا جب کہ اس سے اہم کی طرف کرنے کی ضرورت نہ ہو اور یہ پانی اگرچہ علیحدہ طور پر ہر ایک کے لیے کافی ہے لیکن اس کو غسل لمعہ کے لیے خرچ کرنا واجب ہے اس کی اہمیت کی بنا پر لہٰذا وہ حدث وضو کے رفع کرنے کے لیے پانی پر قادر ہی نہیں ہوا لہٰذا اس کا تیمم حدث وضو کے حق میں باقی رہے گا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو حدث وضو کے لیے تیمم کو ہرانا ہو گا یہ امام محمد کا قول ہے کیونکہ اس کے لیے ماء کافی پر قدرت ثابت ہے اور تیمم کے ٹوٹنے کے لیے صرف ماء کافی پر قدرت کافی ہے لہٰذا اس کا تیمم حدث وضو کے حق میں بھی ٹوٹ جائے گا اور غسل لمعہ کے بعد حدث کے لیے تیمم کو دہرانا ہو گا۔

مفتی بہ قول: علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایہ میں امام محمد کے قول کو اصح فرمایا ہے۔

جبکہ بہارِ شریعت میں ہے: بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہے جو مانع جواز نماز ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ چاہے وُضو کرے یا اُس کو پاک کرلے دونوں کام نہیں ہوسکتے تو پانی سے اس کو پاک کرلے پھر تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کر لیا اس کے بعد پاک کیا تو اب پھر تیمم کرے کہ پہلا تیمم نہ ہوا۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۴۹۔۳۵۰)

(۵)۔۔۔ اگر وہ پانی لمعہ یا وضو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے غیر معینہ طور پر کافی ہو اور اس صورت میں اس نے پہلے حدث وضو کے لیے تیمم کر لیا اور بعد میں اس پانی سے لمعہ کو دھویا تب بھی اس میں دو روایتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ اس کا یہ تیمم صحیح ہے بعد میں پھر سے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں یہ امام ابو یوسف کا قول ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس پانی کو لمعہ دھونے کے حق میں خرچ کرنا واجب ہے اور چونکہ حدث وضو کے حق پر پانی پر قدرت نہیں لہذا اس کا تیمم صحیح ہو گیا۔

(۲) دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو لمعہ دھونے کے بعد پھر سے حدث وضو کے لیے تیمم کرنا ہو گا یہ امام محمد کا قول ہے کیونکہ جب تک پانی موجود ہے قدرت ثابت ہے لہذا حدث کے لیے تیمم کرنے کی اجازت نہ ہو گی لہذا اس کے کیے ہوئے تیمم کا کوئی اعتبار نہیں اور جب اس پانی کو غسل لمعہ میں خرچ کر دیا تو اب عجز ثابت ہوا کہ پانی ختم ہو چکا لہذا اب تیمم کا اعادہ کرے۔

(۶)۔۔۔ اگر وہ پانی لمعہ یا وضو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے غیر معینہ طور پر کافی ہو اور اس صورت میں اس نے اس پانی کو حدث وضو کو دور کرنے کے لیے صرف کر دیا تو بالاتفاق لمعہ کے حق میں اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا لہذا اس کو لمعہ کے حق میں تیمم کو ہرانا ہو گا۔

نوٹ: اور یہ مذکورہ تفصیل اس صورت میں تھی جب کہ دونوں حدثوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا ہو۔

أَمَّا إِذَا تَيَمَّمَ لِلْجَنَابَةِ ثُمَّ أَحْدَثَ فَتَيَمَّمَ لِلْحَدَثِ ثُمَّ وَجَدَ الْمَاءَ فَكَذَا فِي الْوَجْهِ الْمَذْكُوْرَةِ۔

ترجمہ: بہر حال (اس صورت میں) جب اس نے جنابت کے لیے تیمم کیا پھر اس کو حدث لاحق ہوا تو اس نے حدث کے لیے تیمم کیا پھر اس نے پانی پایا تو ماقبل میں مذکورہ تمام صورتوں میں یہی حکم ہو گا۔

وَإِنْ تَيَمَّمَ لِلْجَنَابَةِ ثُمَّ أَحْدَثَ وَلَمْ يَتَيَمَّمْ لِلْحَدَثِ فَوَجَدَ الْمَاءَ فَإِنْ كَفَى اللُّمْعَةَ وَالْوُضُوْءَ فَظَاهِرٌ

۔

ترجمہ: اور اگر جنابت کے لیے تیمم کیا پھر اس کو حدث لاحق ہوا اور اس نے حدث (وضو) کے لیے تیمم نہیں کیا اور پانی کو پایا تو اگر وہ پانی لمعہ اور وضو دونوں کے لیے کافی ہو تو (مسئلہ) ظاہر ہے (یعنی تیمم ٹوٹ جائے گا)۔

وَإِنْ لَمْ يَكْفِ لِأَحَدٍ لَا يَنتَقِضُ تَيَمُّمُهُ فَيَسْتَعْمِلُ الْمَاءَ فِي اللُّمْعَةِ تَقْلِيْلًا لِلْجَنَابَةِ وَيَتَيَمَّمُ لِلْحَدَثِ۔

ترجمہ: اور اگر دونوں میں سے کسی کے لیے بھی کافی نہ ہو تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا پس اس (ناکافی) پانی کو لمعہ میں استعمال کرلے جنابت کو کم کرنے کے لیے اور حدث (وضو) کے لیے تیمم کرلے۔

وَإِنْ كَفَى اللُّمْعَةَ لَا الْوُضُوْءَ اِنْتَقَضَ تَيَمُّمُهُ وَيَغْسِلُ اللُّمْعَةَ وَتَيَمَّمَ لِلْحَدَثِ وَإِنْ كَفَى لِلْوُضُوْءِ لَا لِلُّمْعَةِ فَتَيَمُّمُهُ بَاقٍ وَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ۔

ترجمہ: اور اگر لمعہ کے لیے تو کافی ہو لیکن وضو کے لیے کافی نہ ہو تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا لہٰذا لمعہ کو دھولے اور حدث کے لیے تیمم کرلے۔ اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لیکن لمعہ کے لیے کافی نہ ہو تو اس کا تیمم (جنابت کے حق میں) باقی ہے البتہ اس پر وضو کرنا واجب ہو گا۔

وَإِنْ كَفَى لِكُلِّ وَاحِدٍ مُنْفَرِدًا يَصْرِفُهُ إِلَى اللُّمْعَةِ وَتَيَمَّمَ لِلْحَدَثِ فَإِنْ تَوَضَّأَ بِهِ جَازَ وَيُعِيْدُ التَيَمُّمَ وَلَوْ لَمْ يَتَوَضَّأْ بِهِ وَلٰكِنْ بَدَأَ بِالتَّيَمُّمِ لِلْحَدَثِ ثُمَّ صَرَفَهُ إِلَى اللُّمْعَةِ هَلْ يُعِيْدُ التَّيَمُّمَ أَمْ لَا فَفِي رِوَايَةِ الزِّيَادَاتِ يُعِيْدُ وَفِي رِوَايَةِ الأَصْلِ لَا۔

ترجمہ: اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے منفرد طور پر کافی ہو تو لمعہ کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے تیمم کرے پس اگر اس نے اس پانی سے وضو کرلیا (لمعہ نہیں دھویا) تو بھی جائز ہے (لیکن اس صورت میں) جنابت کے تمیم کو دہرائے اور اگر اس نے اس پانی سے وضو نہیں کیا لیکن پہلے حدث کے لیے تیمم کیا پھر اس پانی کو لمعہ میں صرف کیا تو کیا اب تیمم کا اعادہ کرے یا نہیں؟ (اس بارے میں دو روایتیں ہیں) زیادات کی روایت میں اعادہ کرے (یہ امام محمد کا قول ہے) اور مبسوط اصل کی روایت میں اعادہ نہ کرے (یہ امام ابو یوسف کا قول ہے)۔

ثُمَّ إِنَّمَا يَثْبُتُ الْقُدْرَةُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَصْرُوفًا إِلَىٰ جِهَةٍ اَهَمِّ حَتّٰى إِذَا كَانَ عَلَىٰ بَدَنِهٖ أَوْ ثَوْبِهٖ نَجَاسَةٌ يَصْرِفُهٗ إِلَى النَّجَاسَةِ۔

ترجمہ: پھر قدرت (اس وقت) ثابت ہو گی جب کہ کسی اہم جہت کی طرف صرف کرنے کی ضرورت نہ ہو یہاں تک کہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر نجاست ہو تو اس پانی کو اس نجاست کو دھونے میں صرف کرے۔

سوال: "أَمَّا إِذَا تَيَمَّمَ لِلْجَنَابَةِ" سے کون سا مسئلہ بیان کر رہے ہیں؟

جواب: ما قبل میں شارح نے جنابت اور حدث کے لیے ایک ہی تیمم کرنے کی صورت میں مسئلہ کی تفصیل بیان فرمائی تھی اب اس صورت میں جب کہ جنابت اور حدث کے لیے تیمم الگ الگ کیا ہو تو کیا تفصیل ہو گی؟ تو فرمایا کہ اس صورت میں بھی وہی تفصیل ہو گی جو ما قبل کی صورتوں میں تھی یعنی اگر پانی دونوں کے لیے کافی ہے تو اس کا تیمم دونوں کے حق میں باطل ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو تو دونوں کا تیمم باقی ہے اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کے لیے معینہ طور پر کافی ہو تو اس کا تیمم باطل ہو گا دوسرے کا باقی رہے اور اگر دونوں کے لیے علیحدہ طور پر کافی ہو تو لمعہ کو دھولے حدث کے حق میں صاحبین کا اختلاف ہو گا۔

سوال: "وَإِنْ تَيَمَّمَ لِلْجَنَابَةِ ثُمَّ أَحْدَثَ" اس عبارت سے مسئلے کی کون سی صورت بیان کر رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ صورت بیان فرما رہے ہیں کہ اگر اس نے جنابت کے لیے تیمّم کر لیا اس کے بعد اس کو حدث لاحق ہو گیا جس سے وضو واجب ہوتا ہے لیکن ابھی اس نے حدث کے لیے تیمم نہیں کیا اور اس کو پانی مل گیا تو اب اس کی پانچ صورتیں ہوں گی:

(۱)۔۔۔ یا تو وہ پانی دونوں کے لیے کافی ہو گا تب تو مسئلہ ظاہر ہے اس کو لمعہ بھی دھونا ہو گا اور وضو بھی کرنا ہو گا۔

(۲)۔۔۔ یا دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو گا تو اس صورت میں جنابت کا تیمم نہیں ٹوٹے گا البتہ پانی کو لمعہ میں استعمال کرے جنابت کو کم کرنے کی غرض سے اور پھر حدث کے لیے تیمم کر لے عجز کے پائے جانے کی وجہ سے۔

(۳)۔۔۔یا وہ پانی لمعہ کے لیے تو کافی ہو لیکن وہ وضو کے لیے کافی نہ ہو تو اس صورت میں لمعہ کے حق میں تیمم ٹوٹ جائے گا لہذا اس پانی سے لمعہ دھولے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔

(۴)۔۔۔یا وہ پانی وضو کے لیے تو کافی ہے لیکن لمعہ کے لیے کافی نہیں تو اس صورت میں لمعہ کے حق میں اس کا تیمم باقی رہے گا اور اس پانی سے وضو کرے۔

(۵)۔۔۔یا وہ پانی دونوں کے لیے منفرد طور پر کافی ہو گا یعنی لمعہ دھونا چاہے تو دھو سکتا ہے لیکن پھر وضو کے لیے نہ بچے گا اور اگر وضو کے لیے استعمال کرے تو لمعہ کے لیے نہ بچے گا تو اس صورت میں اس پانی کو لمعہ کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔

لیکن اگر اس نے پانی کو لمعہ کے دھونے کے بجائے وضو کر لیا تب بھی جائز ہے مگر اس پر جنابت کے حق میں تیمم کرنا واجب ہو گا کیونکہ مائے کافی پر قدرت کی بناء پر اس کا تیمم ٹوٹ چکا ہے۔

اور اگر اس صورت میں اس نے وضو نہیں کیا بلکہ پہلے حدث کے لیے تیمم کر لیا پھر پانی کو لمعہ میں صرف کیا تو اب اس حدث کے تیمم کو لوٹائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱)۔۔۔ایک تو وہ جو زیادات میں مذکور ہے کہ وہ تیمم کا اعادہ کرے اور یہ امام محمد کا قول ہے۔

(۲)۔۔۔دوسرا وہ جو اصلِ مبسوط میں ہے کہ اعادہ نہ کرے اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔

سوال: ''ثُمَّ إِنَّمَا يَثْبُتُ الْقُدْرَةُ'' سے کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتلا رہے ہیں کہ قدرت اس وقت ثابت ہو گی جب کہ اس پانی کو کسی اہم جہت کی طرف صرف کرنے کی ضرورت نہ ہو، مثلاً نجاست حقیقیہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر گئی ہو تو اس پر پہلے اس پانی سے نجاست حقیقیہ کو دور کرنا لازم ہو گا پھر بچنے یا نہ بچنے کی صورت میں مذکورہ بالا طریقوں پر عمل کرے۔

سوال: اس مسئلے کے متعلق بہار شریعت میں کیا ہے؟

جواب: اس مسئلے کے متعلق بہار شریعت میں ہے: کسی نے غُسل کیا مگر تھوڑا سا بدن سوکھا رہ گیا یعنی اس پر پانی نہ بہا اور پانی بھی نہیں کہ اسے دھولے اب غُسل کا تیمم کیا پھر بے وُضو ہوا اور وُضو کا بھی تیمم کیا پھر اسے اتنا پانی ملا کہ وُضو بھی کرلے اور وہ سوکھی جگہ بھی دھولے تو دونوں تیمم وُضو اور غُسل کے جاتے رہے اور اگر اتنا پانی ملا کہ نہ اس

سے وُضو ہو سکتا ہے نہ وہ جگہ دُھل سکتی ہے تو دونوں تیمم باقی ہیں اور اس پانی کو اس خشک حصہ کے دھونے میں صرف کرے جتنا دُھل سکے اور اگر اتنا ملا کہ وُضو ہو سکتا ہے اور خشکی کے لیے کافی نہیں تو وُضو کا تیمم جاتا رہا اس سے وُضو کرے اور اگر صرف خشک حصہ کو دھو سکتا ہے اور وُضو نہیں کر سکتا تو غُسل کا تیمم جاتا رہا، وُضو کا باقی ہے اس پانی کو اس کے دھونے میں صرف کرے اور اگر ایک کر سکتا ہے چاہے وُضو کرے چاہے اسے دھولے تو غُسل کا تیمم جاتا رہا اس سے اس جگہ کو دھولے اور وُضو کا تیمم باقی ہے۔(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۶۲)

ثُمَّ الْقُدْرَةُ يَثْبُتُ بِطَرِيْقِ الْإِبَاحَةِ وَبِطَرِيْقِ التَّمْلِيْكِ فَإِنْ قَالَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُتَيَمِّمِيْنَ لِيَتَوَضَّأَ بِهٰذَا الْمَاءِ أَيُّكُمْ شَاءَ عَلَى الْإِنْفِرَادِ وَالْمَاءُ يَكْفِي لِكُلِّ وَاحِدٍ مُنْفَرِدًا يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُ كُلِّ وَاحِدٍ فَإِذَا تَوَضَّأَ بِهِ وَاحِدٌ يُعِيْدُ الْبَاقُوْنَ تَيَمُّمَهُمْ لِثُبُوْتِ الْقُدْرَةِ لِكُلِّ وَاحِدٍ عَلَى الْإِنْفِرَادِ۔

ترجمہ: پھر قدرت (یا تو) مباح کر دینے کے طریقے سے ثابت ہوتی ہے (یا تو) مالک بنا دینے کے طریقے سے ثابت ہوتی ہے پس اگر صاحب ماء نے تیمم کرنے والوں کی ایک جماعت سے کہا کہ تم میں سے جو چاہے اس پانی سے انفرادی طور پر وضو کر لے، اور حال یہ ہے کہ وہ پانی ان تمام میں سے کسی ایک کے لیے انفرادی طور پر کافی ہے (تمام کے لیے کافی نہیں) تو ان میں سے ہر ایک کا تیمم ٹوٹ جائے گا پس جب (ان میں سے) کوئی ایک اس پانی سے وضو کر لے تو باقی لوگ اپنے تیمم کا اعادہ کر لیں، کیونکہ ہر ایک کے لیے انفرادی طور پر قدرت کا ثبوت ہو چکا تھا (جس کی وجہ سے ان کا تیمم ٹوٹ گیا)۔

وَأَمَّا إِذَا قَالَ هٰذَا الْمَاءُ لَكُمْ وَقَبَضُوْا لَا يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُهُمْ أَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّ هِبَةَ الْمُشَاعِ يُوْجِبُ الْمِلْكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْإِشْتِرَاكِ فَيَمْلِكُ كُلُّ وَاحِدٍ مِقْدَارًا لَا يَكْفِيْهِ وَأَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ فَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَبْقٰى عَلٰى مِلْكِ الْوَاهِبِ وَلَمْ يَثْبُتِ الْإِبَاحَةُ لِأَنَّهُ لَمَّا بَطَلَتِ الْهِبَةُ بَطَلَ مَا فِي ضِمْنِهَا مِنَ

الْإِبَاحَةِ ثُمَّ إِنْ آبَاحُوْا وَاحِدًا بِعَيْنِهِ يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُهُ عِنْدَهُمَا لَا عِنْدَهُ لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَمْلِكُوْهُ لَا يَصِحُّ إِبَاحَتُهُمْ۔

ترجمہ: اور رہا اس صورت میں جب کہ صاحب ماء نے کہا: یہ پانی تمہارے لیے ہے اور انہوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو ان سب کا تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ رہا صاحبین کے نزدیک تو اس لیے کہ (ان کے نزدیک) مشاع (یعنی مشترک) چیز کا ہبہ مشترک طور پر ملک کو واجب کرتا ہے (یعنی سب کی ملکیت اس پانی میں ثابت ہو گی)۔ پس ان میں سے ہر ایک اتنی مقدار کا مالک ہو گا جو اس کے (طہارت کے) لیے کافی نہیں ہے۔ اور رہا امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو اصح یہ ہے کہ وہ چیز ہبہ کرنے والے ہی کے ملک میں باقی رہتی ہے اور اس سے اباحت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ جب ہبہ ہی باطل ہے تو اس کے ضمن میں جو اباحت ہے وہ بھی باطل ہو گی۔ پھر اگر ان لوگوں نے کسی ایک معین شخص کے لیے مباح کر دیا تو صاحبین کے نزدیک اس (وضو کرنے والے) کا تیمم ٹوٹ جائے گا، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا اس لیے کہ جب وہ سب اس کے مالک ہی نہیں بنے تو ان کا مباح کرنا بھی صحیح نہیں ہو گا۔

لَا رِدَّتُهُ حَتّٰى إِذَا تَيَمَّمَ الْمُسْلِمُ ثُمَّ ارْتَدَّ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْهُ ثُمَّ أَسْلَمَ يَصِحُّ صَلَاتُهُ بِذٰلِكَ التَّيَمُّمِ۔

ترجمہ: اور مرتد ہونا تیمم کو نہیں توڑے گا یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان نے تیمم کیا پھر (نعوذ باللہ منہ، اس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں) وہ مرتد ہو گیا۔ پھر (تیمم ٹوٹنے سے پہلے) اسلام لے آیا تو اس تیمم سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

سوال: قدرت کتنے طریقے سے ثابت ہوتی ہے؟

جواب: قدرت دو طرح سے ثابت ہوتی ہے: (۱) یا تو مالک بنا دینے سے (۲) یا مباح کر دینے سے یعنی آدمی پانی کا کسی طرح مالک بن جائے یا اس کو کسی طرح پانی استعمال کرنا مباح ہو جائے۔

سوال: "فَإِنْ قَالَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِجَمَاعَةٍ" اس عبارت سے شارح کس چیز کی وضاحت کر رہے ہیں؟

جواب: ملکیت کی صورت میں تو مسئلہ بالکل واضح ہے البتہ اباحت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں شارح نے اس میں سے دو صورتوں کو اس عبارت سے بیان فرمایا ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ پہلی صورت یہ ہے کہ صاحب ماء نے تیمم کرنے والوں کی ایک جماعت کو مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے جو چاہے اس پانی سے وضو کر سکتا ہے اس حال میں کہ وہ پانی صرف ایک شخص کے وضو کے لیے ہی کافی ہو سکتا ہے، اب چونکہ اس نے یہاں کسی ایک کو معین کر کے نہیں کہا اس لیے ہر ایک کو انفرادی طور پر پانی پر قدرت حاصل ہو گی جس کی وجہ سے ہر ایک کا تیمم ٹوٹ جائے گا اب ان میں سے کوئی ایک اس پانی سے وضو کرے تو بقیہ کو اپنا اپنا تیمم دہرانا ہو گا۔

(۲)۔۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس پانی کو جو صرف ایک شخص کے وضو کے لیے کافی ہو سکتا ہے اس صاحب ماء نے پوری جماعت کو دے دیا اور یہ کہا کہ یہ پانی تمہارے لیے ہے اور ان لوگوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو ان میں سے کسی کا تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ اس مسئلہ میں یہ حکم تو ہمارے ائمہ کے نزدیک متفقہ ہے البتہ علت میں صاحبین اور امام ابو حنیفہ کا اختلاف ہے اور اس کی اصل بنیاد یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک مشترک چیز کا ہبہ صحیح ہے اور جن لوگوں پر ہبہ کیا گیا ہو وہ مشترک طور پر مالک ہوں گے۔ اب اگرچہ وہ لوگ اس پانی کے مالک ہو گئے لیکن مشترک طور پر مالک ہونے کی وجہ سے ہر ایک اتنی مقدار کا مالک ہوا جو اس کے وضو کے لیے کافی نہیں ہے لہذا ان کا تیمم نہیں ٹوٹے گا۔

اور امام ابو حنیفہ کے صحیح قول میں وہ پانی ہبہ کرنے والے کی ملکیت میں ہی باقی ہے لہذا کسی کے لیے اباحت ثابت نہیں ہو گی۔ اور جب ملکیت ہی ثابت نہیں ہے تو تیمم کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: ''ثُمَّ إِنْ آبَاحُوْا وَاحِدًا بِعَيْنِهِ'' سے کون سا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: اوپر والے مسئلے کی علت میں جو صاحبین اور امام ابو حنیفہ کے مابین اختلاف ہے اس اختلاف کا ثمرہ اس عبارت سے بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ شارح نے فرمایا: اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہو گا جبکہ ان تمام نے متفقہ طور پر اس پانی کو کسی ایک کے لیے مباح کر دیا تو اس صورت میں صاحبین کے نزدیک اس شخص کا تیمم ٹوٹ جائے گا باقی کا نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا بھی نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان کے نزدیک یہ لوگ اس پانی کے مالک ہی نہیں ہوئے بلکہ وہ پانی اب بھی صاحب ماء ہی کی ملکیت ہے لہذا ان کا اس شخص کے لیے مباح کرنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا مرتد ہونے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ماتن نے فرمایا کہ مرتد ہونے سے تیمم نہیں ٹوٹے گا یعنی اگر کوئی مسلمان ہونے کی حالت میں تیمم کرے اور (نعوذ باللہ) تیمم کے بعد مرتد ہو جائے اور تیمم ٹوٹنے سے پہلے پھر اسلام لے آئے تو اس تیمم سے وہ نماز ادا کر سکتا ہے۔

امام زفر کا اختلاف: البتہ اس مسئلے میں امام زفر کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرتد ہونے کی وجہ سے اس کا تیمم باقی نہیں رہا اس لیے کہ کفر تیمم کے منافی ہے کیونکہ تیمم خلاف قیاس مشروع ہوا ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں ہے لہٰذا وہ تیمم کا بھی اہل نہ ہو گا۔

امام زفر کا جواب: امام زفر کا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو یہاں تیمم کے باقی ہونے کا قول کیا ہے وہ نفس تیمم نہیں ہے بلکہ اس کے وضو یعنی طہارت کے باقی رہنے کو کہا ہے اور طہارت پر کفر کا طاری ہونا اس کے منافی نہیں ہے جیسا کہ وضو پر کفر کے طاری ہونے سے وضو سے حاصل شدہ طہارت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وَنُدِبَ لِرَاجِيْهِ أَيْ لِرَاجِي الْمَاءِ أَنْ يُّؤَخِّرَ صَلٰوتَهُ آخِرَ الْوَقْتِ فَلَوْ صَلَّى بِالتَّيَمُّمِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ ثُمَّ وَجَدَ الْمَاءَ وَالْوَقْتُ بَاقٍ لَا يُعِيْدُ الصَّلٰوةَ وَيَجِبُ طَلَبُهُ قَدْرَ غَلْوَةٍ لَوْ ظَنَّهُ قَرِيْبًا وَإِلَّا فَلَا اَلْغَلْوَةُ مِقْدَارُ ثَلٰثِ مِائَةِ ذِرَاعٍ إِلَى أَرْبَعِ مِائَةٍ وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ أَنَّهُ إِذَا كَانَ الْمَاءُ بِحَيْثُ لَوْ ذَهَبَ إِلَيْهِ وَتَوَضَّأَ تَذْهَبُ الْقَافِلَةُ وَتَغِيْبُ عَنْ بَصَرِهٖ كَانَ بَعِيْدًا جَازَلَهُ التَّيَمُّمُ قَالَ صَاحِبُ الْمُحِيْطِ هٰذَا حَسَنٌ جِدًّا۔

ترجمہ: اور پانی کی امید کرنے والے کے لیے مستحب قرار دیا گیا ہے اپنی نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرنا۔ پس اگر اس نے اول وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی کو پالیا اس حال میں کہ وقت باقی ہے تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔ ایک غلوہ کی مقدار پانی کو طلب کرنا (یعنی تلاش کرنا) واجب ہے اگر اس کو گمان ہو پانی کے قریب ہونے کا، ورنہ تو (واجب) نہیں۔ غلوہ تین سو سے چار سو گز کی مقدار ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب پانی اتنی دور ہو کہ اگر وہ پانی

تک جائے اور وضو کرے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نظروں سے غائب ہو جائے گا تو یہ دور ہو گا اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ صاحب محیط نے فرمایا کہ یہ صورت بہت بہترین ہے۔

سوال: اگر کسی کو پانی کے ملنے کی امید ہو تو تیمم کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی مسافر سفر میں ہے اور اس کو اس بات کی امید ہے کہ آگے چل کر پانی مل سکتا ہے تو اگرچہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تیمم کرنے کی اجازت ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھ لے اور اگر پانی نہ ملے تو آخری وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ لیکن اگر اس نے آخری وقت تک نماز کو مؤخر نہ کیا اور اول وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور آگے جانے کے بعد اس کو پانی مل گیا اور نماز کا وقت بھی ابھی باقی ہے تب بھی اس کو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: اگر پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو تو کتنی دور تک پانی کو تلاش کرنا واجب ہے؟

جواب: جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب مل جائے گا مثلاً سبزہ نظر آئے، یا پرندے گھومتے ہوں، کسی نے پانی کے قریب ہونے کی خبر دی تو اس کو جس جانب گمان ہو اس جانب تین سو قدم سے چار سو قدم کی مقدار تک تلاش کرنا واجب ہے اور اگر چاروں جانب گمان ہو تو چاروں طرف چار سو قدم کی مقدار تک تلاش کرنا واجب ہے، اور یہ تلاش کرنا اس وقت واجب ہے جبکہ جان و مال کا کوئی خطرہ نہ ہو بلکہ امن ہو۔ اور اگر خطرہ ہو یا پانی کے قریب ہونے کا گمان نہ ہو تو تلاش کرنا واجب نہیں۔ اور یہ تلاش کرنا خود سے ہو یا کسی دوسرے سے کرائے کافی ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۲۸)

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب پانی اتنی دور ہو کہ اگر وہ پانی تک جائے اور وضو کرے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نظروں سے غائب ہو جائے گا تو یہ دور ہو گا اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ صاحب محیط نے فرمایا کہ یہ صورت بہت بہترین ہے۔

اور ایسے ہی بہار شریعت میں ہے: یہ گمان کہ پانی تلاش کرنے میں قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل چھوٹ جائے گی۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۵۰) تو تیمم کرنا جائز ہے۔

سوال: غلوہ کی مقدار کیا ہے؟

جواب: غلوہ کی اصل یہ ہے کہ تیر انداز اپنی کمان سے تیر پھینکے پس وہ تیر جہاں جا کر گرے اور جہاں سے اس نے تیر پھینکا اس درمیانی مقدار کو غلوہ کہتے ہیں جس کا شارح نے تین سو سے چار سو گز کی مقدار کے فاصلے سے اندازہ لگایا ہے اور امام ابو یوسف کی روایت تو بالکل واضح ہے۔

وَلَوْ نَسِيَهُ مُسَافِرٌ فِي رَحْلِهٖ وَصَلّٰى مُتَيَمِّمًا ثُمَّ ذَكَرَهُ فِي الْوَقْتِ لَمْ يُعِدْ إِلَّا عِنْدَ اَبِي يُوْسُفَ وَالْخِلَافُ فِيْمَا إِذَا وَضَعَهُ بِنَفْسِهٖ أَوْ وَضَعَهُ غَيْرُهُ بِأَمْرِهٖ أَمَّا إِذَا وَضَعَهُ غَيْرُهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَدْ قِيْلَ يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ اِتِّفَاقًا وَقِيْلَ اَلْخِلَافُ فِي الْوَجْهَيْنِ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ۔

ترجمہ: اور اگر مسافر اپنے کجاوے میں پانی بھول جائے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس کو وقت کے اندر یاد آجائے تو نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب پانی کو اس نے خود رکھا ہو اور اس کے حکم سے کسی دوسرے نے رکھا ہو، بہر حال اس صورت میں جب کہ کسی دوسرے نے رکھا ہو اور یہ نہ جانتا ہو تو کہا گیا ہے کہ اس کا تیمم بالاتفاق جائز ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اختلاف دونوں صورتوں میں ہے (یعنی چاہے یہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو) ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

وَيَجِبُ أَنْ يَعْلَمَ اَنَّ الْمَانِعَ عَنِ الْوُضُوْءِ إِذَا كَانَ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ كَأَسِيْرٍ يَمْنَعُهُ الْكُفَّارُ عَنِ الْوُضُوْءِ أَوْ مَحْبُوْسٌ فِي السِّجْنِ وَالَّذِي قِيْلَ لَهُ إِنْ تَوَضَّأْتَ قَتَلْتُكَ فَيَجُوْزُ لَهُ التَّيَمُّمُ لٰكِنْ إِذَا زَالَ الْمَانِعُ يَنْبَغِيْ اَنْ يُعِيْدَ الصَّلٰوةَ كَذَا فِي الذَّخِيْرَةِ۔

ترجمہ: اور یہ جان لینا ضروری ہے کہ وضو سے مانع جب بندوں کی جانب سے ہو جیسے کوئی قیدی ہے جس کو کفار وضو سے روکتے ہیں یا کوئی جیل میں قید ہے اور وہ شخص جس سے کوئی کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھے قتل کر دوں گا تو اس کے لیے تیمم جائز ہے لیکن جب مانع زائل ہو جائے تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہو گا اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔

سوال: مسافر اپنے کجاوے میں پانی بھول جائے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسافر نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی حالانکہ اس کے کجاوہ میں پانی تھا لیکن وہ بھول گیا تھا تو اب اس کی دو صورتیں ہوں گی:

(۱)۔۔۔ یا تو اس پانی کا اسے علم تھا بایں طور کے وہ پانی اس نے خود رکھا ہو یا اس کے حکم سے کسی دوسرے نے رکھا ہو لیکن وہ بھول گیا تھا تو اس صورت میں طرفین کے نزدیک تیمم کر کے نماز پڑھنے کی صورت میں نماز کے اعادہ کی ضرورت نہ ہو گی چاہے نماز کے وقت میں یاد آیا ہو یا وقت گزرنے کے بعد یاد آیا ہو۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر نماز کا اعادہ واجب ہو گا چاہے وقت میں یاد آیا ہو یا وقت کے بعد کیونکہ جب اس کے کجاوے میں پانی موجود تھا تو وہ پانی پر قادر تھا لہذا اس کے نسیان کا اعتبار نہ ہو گا اور اس کا تیمم صحیح نہ ہو گا نیز کجاوہ پانی کا معدن ہوتا ہے لہذا تیمم کرنے سے پہلے اس کو تلاش کر لینا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پانی پر قدرت جب ہی ہو سکتی ہے جب اس کو اس کا علم ہو اور اس صورت میں بھولنے کی وجہ سے اس کے لیے پانی پر قدرت نہیں ہو گی لہذا اس کا تیمم صحیح ہو گا اور کسی بھی صورت میں نماز کا اعادہ واجب نہ ہو گا۔ نیز کجاوہ پینے کے پانی کا معدن ہوتا ہے نہ کہ طہارت کے پانی کا۔

(۲)۔۔۔ یا اس پانی کا اسے علم نہ تھا بایں طور کہ وہ پانی اس کی لاعلمی میں کسی اور نے رکھ دیا تھا اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہ ہو گی کیونکہ اس کو تیمم کرنا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی امام ابو یوسف اور طرفین کے مابین وہی اختلاف ہے جو پہلی صورت میں بیان ہوا۔

شارح نے دونوں صورت بیان کر کے "كَذَا فِي الْهِدَايَةِ" بیان جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایہ میں دونوں صورتوں میں اختلاف مذکور ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ ہدایہ میں صرف پہلی صورت میں ہی اختلاف مذکور ہے۔

سوال: "وَيَجِبُ أَنْ يَعْلَمَ اَنَّ الْمَانِعَ عَنِ الْوُضُوْءِ" شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتلا رہے ہیں کہ مانع وضو دو طرح کے ہیں:

(۱)۔۔۔ ایک مِنْ جِهَةِ الله ہے جیسے پانی کا نہ ہونا مرض وغیرہ تو اس صورت میں اگر تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو عذر دور ہونے کے بعد نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے۔

(۲)۔۔۔ دوسرا مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ ہے جیسے کے کسی کو کافروں نے قید کر لیا ہو اور اسے وضو سے روکتے ہیں یا کوئی جیل وغیرہ میں قید ہو اور وہاں پانی نہ ہو یا کس کو یہ دھمکی دی گئی ہو کہ اگر تو نے وضو کیا تو تجھے جان سے مار دیا جائے گا۔ تو اس کے لیے اس وقت میں تو تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہو گا لیکن مانع کے زائل ہونے کے بعد اس پر نماز کا اعادہ واجب ہو گا۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے احکام کے بیان میں ہے

چونکہ وضو کُل ہے اور مسح جز، نیز موزے کا مسح پاؤں دھونے کا نائب ہے اس لیے اس باب کو وضو کے بعد لائے۔خیال رہے کہ مسح موزے پر ہوتا ہے نہ کہ موزے میں، نیز چمڑے کے موزے پر مسح ہوگا نہ کہ باریک کپڑے یا سوت کے اس لئے مصنف نے عَلٰی اور خُفَّین ارشاد فرمایا۔خیال رہے کہ موزے کا مسح اشارۃً قرآن شریف سے اور صراحۃً بے شمار احادیث سے ثابت ہے،لہذا اس کا انکار گمراہی ہے۔حضرت انس سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے،فرمایا"تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ"۔خواجہ حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی سب موزوں پر مسح کے قائل تھے۔امام کرخی فرماتے ہیں کہ مسح کے منکر کے کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ موزے کا مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔خیال رہے کہ ابن عباس و عائشہ صدیقہ نے اولاً اس مسح کا انکار کیا تھا، پھر تمام صحابہ کی موافقت فرمائی، حضرت عائشہ صدیقہ بھی مسح کی قائل ہیں۔وہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ فرماتی ہیں میرا پاؤں کٹ جائے تو اچھا موزے پر مسح کرنے سے، یہ محض غلط اور بناوٹی ہے۔(مراۃ المناجیح،ج۱،ص۴۸۵)

جَازَ بِالسُّنَّةِ أَيْ بِالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ فَيَجُوْزُ بِهَا الزِّيَادَةُ عَلَى الْكِتَابِ فَإِنَّ مُوْجَبَهُ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ لِلْمُحْدِثِ دُوْنَ مَنْ عَلَيْهِ الْغُسْلُ قِيْلَ صُوْرَتُهُ جُنُبٌ تَيَمَّمَ لِلْجَنَابَةِ ثُمَّ أَحْدَثَ وَمَعَهُ مِنَ الْمَاءِ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ فَتَوَضَّأَ بِهِ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ ثُمَّ مَرَّ عَلَى الْمَاءِ يَكْفِي لِلْإِغْتِسَالِ وَلَمْ يَغْتَسِلْ ثُمَّ وَجَدَ مِنَ الْمَاءِ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ فَتَيَمَّمَ ثَانِيًا لِلْجَنَابَةِ فَإِنْ أَحْدَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ تَوَضَّأَ وَنَزَعَ خُفَّيْهِ۔

ترجمہ: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے سنت سے یعنی سنت مشہورہ سے پس اس کے ذریعہ سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے کہ کتاب اللہ کا اصل موجب (واجب کیا ہوا) تو پیروں کا دھونا ہے، محدث (بحدث اصغر) کے لیے (جائز ہے) نہ کہ اس شخص کے لیے جس پر غسل واجب ہے، کہا گیا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنبی جس نے جنابت کے لیے تیمم کیا پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا اور اس کے ساتھ اتنا پانی ہے کہ وہ اس سے وضو کر سکتا ہے پس اس نے اس پانی سے

وضو کیا اور خفین پہن لیے پھر ایسے پانی پر گزرا جو اس کے غسل کے لیے کافی تھا اور اس نے غسل نہیں کیا پھر (ماء کافی للغسل کو معدوم کرنے کے بعد) اس نے اتنا پانی پایا جس سے وہ (صرف) وضو کر سکتا ہے تو اس نے جنابت کے لیے دوسرا تیمم کیا اب اگر تیمم کے بعد اس کو حدث لاحق ہو جائے تو وضو کرے اور اپنے موزے نکال دے (یعنی ان پر مسح نہیں کر سکتا بلکہ پیروں کا دھونا ضروری ہے)۔

سوال: موزوں پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنے کے متعلق ماتن نے "جَازَ" کہا جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسح علی الخفین واجب نہیں بلکہ صرف جائز ہے اب اگر کوئی موزے نکال کر پیر دھونا چاہے تو اس کے لیے یہ بہتر ہو گا کیونکہ یہی عزیمت ہے۔

نیز ماتن نے "بِالسُّنَّةِ" کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح علی الخفین کا ثبوت احادیثِ مشہورہ سے ہے۔

سوال: کیا احادیثِ مشہورہ کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! احادیثِ مشہورہ کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز ہے پس کتاب اللہ نے وضو میں پاؤں دھونا فرض قرار دیا لیکن احادیثِ مشہورہ کے ذریعے علما نے دھونے کے بجائے مسح کر لینے کو کافی قرار دیا ہے کیونکہ مسح علی الخفین احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے پس اب قرآنی حکم کی جگہ حدیث کے حکم پر عمل کیا گیا۔ لیکن بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔

سوال: کس حدث سے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ اور یہ حکم کس کے لئے ہے؟

جواب: محدث کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور حدث سے مراد حدث اصغر ہے یعنی جس سے وضو واجب ہوتا ہے، اور حدث اکبر یعنی جس سے غسل واجب ہوتا ہے اس سے مسح علی الخفین جائز نہیں ہے بلکہ موزے نکال کر پاؤں دھونا پڑے گا۔ اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو ہے۔

سوال: "قِيْلَ صُوْرَتُهُ" میں مذکور صورت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: مسح علی الخفین صرف محدث (یعنی بے وضو) کے لیے ہی جائز ہے جنبی کے لیے مسح علی الخفین جائز نہیں ہے جنابت کی صورت میں موزے نکالنا ضروری ہوگا کیونکہ جنابت موزوں کے ہوتے ہوئے پیروں میں بھی سرایت کر جاتی ہے شارح نے اس کی وضاحت کے لیے ایک صورت بیان فرمائی ہے کہ کوئی جنبی مسافر ہے اس کے پاس اتنا پانی نہیں ہے جو غسل کے لیے کافی ہو لہذا اس نے جنابت کے لیے تیمم کر لیا، تیمم کے بعد اس کو حدث لاحق ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وہ وضو کر سکتا ہے اب اس نے وضو کر کے خفین پہن لیے، اس کے بعد اس کا گزر اتنے پانی پر ہوا جس سے وہ غسل کر سکتا تھا لیکن اس نے غسل نہیں کیا اور آگے بڑھ گیا اور پانی اس سے معدوم ہو گیا پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا یعنی بے وضو ہو گیا اور اب صرف اتنے پانی پر قادر ہوا جس سے وہ صرف وضو کر سکتا ہے غسل نہیں کر سکتا تو اب اس نے جنابت کے لیے پھر سے تیمم کیا اور اس پانی سے وضو کیا تو اس کے لیے یہ حکم ہوگا کہ وہ اپنے موزے کو نکال کر پیر دھوئے اس پر مسح نہیں کر سکتا کیونکہ جب وہ غسل کے پانی پر قادر ہوا تھا تو جنابت پھر عود کر آئی تھی اور جنابت پیروں میں بھی سرایت کر جاتی ہے لہذا خفین پر مسح کافی نہ ہوگا۔

اسی مسئلے کے متعلق صدر الشریعہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں: جنب نے جنابت کا تیمم کیا اور وُضو کر کے موزہ پہنا تو مسح کر سکتا ہے مگر جب جنابت کا تیمم جاتا رہا تو اب مسح جائز نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۵)

خُطُوْطًا بِأَصَابِعَ مُنْفَرِجَةٍ يَبْدَأُ مِنْ أَصَابِعِ الرِّجْلِ إِلَى السَّاقِ هٰذَا صِفَةُ الْمَسْحِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْنُوْنِ فَلَوْ لَمْ يُفَرِّجِ الْأَصَابِعَ لٰكِنْ مَسَحَ مِقْدَارَ الْوَاجِبِ جَازَ وَإِنْ مَسَحَ بِإِصْبَعٍ وَاحِدٍ ثُمَّ بَلَّهَا وَمَسَحَ ثَانِيًا ثُمَّ هٰكَذَا جَازَ أَيْضًا إِنْ مَسَحَ كُلَّ مَرَّةٍ غَيْرَ مَا مَسَحَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ وَإِنْ مَسَحَ بِالْإِبْهَامِ وَالْمُسَبِّحَةِ مُنْفَرِجَتَيْنِ جَازَ أَيْضًا لِأَنَّ مَا بَيْنَهُمَا مِقْدَارُ إِصْبَعٍ أُخْرٰى۔

ترجمہ: کشادہ انگلیوں کو کھینچتے ہوئے پیر کی انگلیوں سے شروع کرے پنڈلی کی جانب یہ مسنون طریقے پر مسح کا طریقہ ہے، پس اگر اس نے انگلیوں کو کشادہ نہ کیا لیکن مقدار واجب کا مسح کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر اس نے ایک انگلی سے مسح کیا پھر اس انگلی کو تر کیا اور دوسری مرتبہ مسح کیا پھر اسی طرح (یعنی تیسری بار تر کر کے مسح کیا) تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اگر ہر مرتبہ اس جگہ مسح کرے جہاں اس سے پہلے مسح نہیں کیا تھا اور اگر مسح کیا انگوٹھے اور انگشت

شہادت سے اس حال میں کہ دونوں کھلے ہوئے ہوں تب بھی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں کے درمیان ایک اور انگلی کا فاصلہ ہوتا ہے۔

وَسُئِلَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ صِفَةِ الْمَسْحِ قَالَ أَنْ يَّضَعَ أَصَابِعَ يَدَيْهِ عَلٰى مُقَدَّمِ خُفَّيْهِ وَيُجَافِيَ كَفَّيْهِ وَيَمُدَّهُمَا إِلَى السَّاقِ أَوْ يَضَعَ كَفَّيْهِ مَعَ الْأَصَابِعِ وَيَمُدَّ هُمَا جُمْلَةً لٰكِنْ إِنْ مَسَحَ بِرُؤُسِ الْأَصَابِعِ وَجَافٰى أُصُوْلَ الْأَصَابِعِ وَالْكَفِّ لَا يَجُوْزُ إِلَّا أَنْ يَّبْتَلَّ مِنَ الْخُفِّ عِنْدَ الوَضْعِ مِقْدَارَ الْوَاجِبِ وَهُوَ مِقْدَارُ ثَلٰثِ أَصَابِعَ هٰكَذَا ذُكِرَ فِي الْمُحِيْطِ۔

ترجمہ: اور امام محمد سے مسح کے طریقے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ (مسح کا طریقہ یہ ہے کہ) اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو خفین کے اگلے حصہ پر رکھنا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو الگ رکھنا اور دونوں ہاتھوں کو پنڈلیوں کی طرف کھینچنا، یا دونوں ہتھیلیوں کو انگلیوں کے ساتھ رکھنا اور پوری مجموعہ کو کھینچنا، لیکن اگر اس نے انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور انگلیوں کی جڑوں اور ہتھیلی کو الگ رکھا تو مسح جائز نہیں ہو گا مگر اس صورت میں جبکہ (انگلیوں کو) رکھتے وقت خفین کا اتنا حصہ تر ہو جائے جو مقدار واجب ہے اور وہ تین انگلیوں کی مقدار ہے اسی طرح محیط میں مذکور ہے۔

وَذُكِرَ فِي الذَّخِيْرَةِ أَنَّ الْمَسْحَ بِرُؤُسِ الْأَصَابِعِ يَجُوْزُ إِنْ كَانَ الْمَاءُ مُتَقَاطِرًا لِأَنَّهٗ إِذَا كَانَ الْمَاءُ مُتَقَاطِرًا فَالْمَاءُ يَنْزِلُ مِنْ أَصَابِعِهٖ إِلَى رُؤُسِهَا فَإِذَامَدَّ كَأَنَّهٗ أَخَذَ مَاءً جَدِيْدًا وَلَوْمَسَحَ بِظَهْرِ الْكَفِّ جَازَ لٰكِنَّ السُّنَّةَ بِبَاطِنِهَا وَكَذَا اِنِ ابْتَدَأَ مِنْ طَرْفِ السَّاقِ۔

ترجمہ: اور ذخیرہ (نامی کتاب) میں ذکر کیا گیا ہے کہ انگلیوں کے سرے سے مسح کرنا جائز ہے اگر (انگلیوں سے) پانی ٹپک رہا ہو۔ اس لیے کہ جب پانی ٹپک رہا ہو گا تو پانی انگلیوں سے سروں کی طرف اترے گا پس جب اس نے انگلیوں کو کھینچا تو گویا اس نے نیا پانی لیا، اور اگر ہتھیلی کی پشت (کی جانب) سے مسح کیا تو جائز ہے لیکن سنت اندرونی طرف سے ہی مسح کرنا ہے اور اسی طرح اگر اس نے پنڈلی کی جانب سے شروع کیا (تو بھی جائز ہے)۔

سوال: موزوں پر مسح کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ حالت میں پیر کے اگلے حصہ (یعنی انگلیوں کی طرف) پر رکھ کر ہاتھ کو پنڈلیوں کی جانب کھینچے اور اگر اس نے انگلیوں کو کشادہ نہیں کیا لیکن مقدار واجب (جو کہ تین انگلیوں کی مقدار ہے) کا مسح کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر ایک انگلی سے تین مرتبہ الگ الگ جگہ مسح کیا اس طور پر کہ ہر مرتبہ کو انگلی کو نئے پانی سے تر کیا ہو تو بھی جائز ہے اور اگر انگوٹھے اور انگشت شہادت سے مسح کیا ہو اس طور پر کہ دونوں ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ کشادہ ہوں تو بھی جائز ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک تیسری انگلی کا فاصلہ ہوتا ہے جو کہ تیسری انگلی کے قائم مقام ہے۔

جبکہ بہار شریعت میں لکھا ہے: کہ دہنے ہاتھ کی تین انگلیاں، دہنے پاؤں کی پُشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پُشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنّت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۶)

سوال: امامِ محمد نے موزوں پر مسح کرنے کا کیا طریقہ بیان فرمایا ہے؟

جواب: شارح فرماتے ہیں کہ امام محمد سے کیفیت مسح علی الخفین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جب خفین پر مسح کرنا ہو تو اپنے ہاتھوں کو تر کر کے ہاتھ کی انگلیوں کو جڑوں سمیت خفین کے اگلے حصہ پر رکھے، ہتھیلی کو جدا رکھے اور ان کو پنڈلیوں کی طرف کھینچے، بہتر صورت تو یہی ہے۔ جبکہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کو بھی خفین پر رکھا اور ہتھیلی وانگلیوں کو ایک ساتھ پنڈلی کی طرف کھینچا تو بھی جائز ہے۔

لیکن اگر صرف اس نے انگلیوں کے سرے (یعنی پوروں) سے مسح کیا اس طرح کے انگلیوں کی جڑیں اور ہتھیلی کو بالکل الگ رکھا تو اب دو روایتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ ایک روایت تو محیط کی ہے کہ اس صورت میں مسح صحیح نہ ہو گا مگر اس وقت جبکہ انگلیوں کو رکھتے وقت موزے کا مقدار واجب تر ہو جائے جو کہ تین انگلیوں کی مقدار ہے۔

(۲)۔۔۔ اور دوسری روایت ذخیرہ کی ہے اگر انگلیوں کے سرے سے مسح اس حال میں کرے کہ انگلیوں سے پانی ٹپک رہا ہو تو مسح جائز ہو گا۔

ان دونوں روایتوں میں تو بظاہر اختلاف نظر آرہا ہے لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ محیط میں بھی یہ مذکور ہے کہ اگر مقدار واجب تر ہو جائے تو مسح جائز ہو گا اور ذخیرہ میں جو صورت بیان کی گئی ہے اس کا بھی حال یہی ہے جب اس حال میں مسح کرے کہ انگلیوں سے پانی ٹپک رہا ہو تو جب انگلیوں کو کھینچے گا تو ایسا ہو گا گویا کہ نیا پانی لیا ہو اور اس سے مقدار واجب تر ہو جائے گا لہذا مسح جائز ہو گا۔

جبکہ بہار شریعت میں لکھا ہے: کہ اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کر کے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہو گیا مگر سنّت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔ اور انگلیوں کی نوک سے مسح کیا تو اگر ان میں اتنا پانی تھا کہ تین انگل تک برابر ٹپکتا رہا تو مسح ہوا ورنہ نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۷)

سوال: کیا ہتھیلی کی پشت سے مسح کرنا جائز ہے؟

جواب: اصل مقصود محل (یعنی ظاہر خف) پر مسح کرنا ہے کیفیت میں تبدیلی سے فرق نہیں پڑتا مثلاً باطن کف کے بجائے پشت کف سے مسح کیا یا پیر کی انگلیوں کی جانب سے شروع کرنے کی بجائے پنڈلی سے شروع کر کے ہاتھ کو انگلیوں کی طرف لے گیا تو بھی مسح جائز ہو گا لیکن مسنون طریقہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا اور اگر ظاہر خف کے بجائے صرف اطراف خف یا تلوؤں کی جانب مسح کیا تو جائز نہ ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: انگلیوں کی پُشت سے مسح کیا یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا، یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہو گیا مگر سنّت کے خلاف ہوا۔ پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنّت ہے۔
(بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۶)

سوال: مسح علی الخفین میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: مسح علی الخفین میں دو فرض ہیں:

(۱)۔۔۔ ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔

(۲)۔۔۔ موزے کی پیٹھ پر ہونا۔

ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔ اسی طرح موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔(بہار شریعت،ج۱،ص۳۶۶)

وَلَوْ نَسِيَ الْمَسْحَ وَأَصَابَ الْمَطَرُ ظَاهِرَ خُفَّيْهِ حَصَلَ الْمَسْحُ وَكَذَا مَسْحُ الرَّأْسِ وَكَذَا لَوْ مَشٰى فِي الْحَشِيْشِ فَابْتَلَّ ظَاهِرُ خُفَّيْهِ وَلَوْ بِالطَّلِّ هُوَ الصَّحِيْحُ۔

ترجمہ: اور اگر (خفین) پر مسح کرنا بھول گیا اور اس کے خفین کے ظاہر پر بارش پہنچ جائے تو مسح حاصل ہو گیا، اور اسی طرح مسح رأس میں، اور اسی طرح اگر وہ گھاس میں چلا اور اس کے خفین کا ظاہر بھیگ گیا اگرچہ شبنم کی وجہ سے ہو (تو بھی مسح جائز ہو جائے گا) یہی صحیح ہے۔

سوال: موزوں پر مسح کرنا بھولے گئے اور کسی طرح سے موزہ تر ہو جائے تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر کوئی شخص وضو کرے اور خفین پر مسح کرنا بھول جائے اور اتفاقاً اس وقت بارش ہو جائے اور اس بارش سے موزے کا ظاہری حصہ یعنی موزے کی پشت بھیگ جائے تو اس کا مسح ہو گیا اسی طرح اگر وضو میں کوئی آدمی سر کا مسح بھول جائے اور اس کا سر بارش سے بھیگ جائے تو سر کا مسح بھی ہو گیا یا پھر وہ (جو خفین کا مسح بھول جائے) گیلی گھاس پر چلے جس کی وجہ سے موزے کی پشت بھیگ جائے تو بھی اس کا مسح ہو گیا چاہے وہ گھاس شبنم ہی کی وجہ سے کیوں نہ گیلی ہوئی ہو شارح نے اس کو صحیح کہا ہے اگرچہ اس میں بعض لوگوں کا اختلاف ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ شبنم سے موزہ گیلا ہوا تو مسح نہیں ہو گا۔ ہاں! اگر شبنم سے موزے کا صرف نچلا والا حصہ گیلا ہوا اوپر والا حصہ گیلا نہ ہوا تو کسی کے نزدیک مسح نہیں ہو گا کہ موزے کے نچلے حصے کا مسح کرنا فرض نہیں ہے۔

بہار شریعت میں ہے کہ: موزے پہن کر شبنم میں چلا، یا اس پر پانی گر گیا یا مینھ کی بوندیں پڑیں اور جس جگہ مسح کیا جاتا ہے بقدر تین انگل کے تر ہو گیا تو مسح ہو گیا ہاتھ پھیرنے کی بھی حاجت نہیں۔(بہار شریعت،ج۱،ص۳۶۷)

عَلٰى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ اَلْخُفُّ مَا يَسْتُرُ الْكَعْبَ كُلَّهٗ أَوْ يَكُوْنُ الظَّاهِرُ مِنْهُ أَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ أَصْغَرِهَا أَمَّا لَوْ ظَهَرَ قَدْرَ ثَلٰثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ فَلَا يَجُوْزُ لِاَنَّ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْخَرْقِ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّكُوْنَ وَاسِعًا بِحَيْثُ يَرٰى رِجْلَهٗ مِنْ أَعْلَى الْخُفِّ۔

ترجمہ: (اور یہ مسح) موزے کی پشت پر کرے خف (یعنی موزہ) وہ ہے جو پورے ٹخنے کو ڈھانپ لے یا موزے سے پیر کی چھوٹی تین انگلیوں سے کم (مقدار) ظاہر ہوتی ہو، رہا اس صورت میں کہ اگر پیر کی تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہو جائے تو (مسح) جائز نہ ہو گا اس لیے کہ یہ خرق کثیر (زیادہ پھٹن) کے درجہ میں ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ (موزہ کا منہ) کشادہ ہو بایں طور کہ موزے کے اوپر سے پیر نظر آتے ہوں۔

سوال: کیا موزے کے اوپری حصے میں ہی مسح کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! موزوں پر مسح کے دو فرضوں میں سے دوسرا فرض مسح کا موزے کی پیٹھ پر ہونا۔لہذا موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔

نیز بہار شریعت میں ہے: موزے کی نوک کے پاس کچھ جگہ خالی ہے کہ وہاں پاؤں کا کوئی حصہ نہیں، اس خالی جگہ کا مسح کیا تو مسح نہ ہوا اور اگر بہ تکلف وہاں تک انگلیاں پہنچا دیں اور اب مسح کیا تو ہو گیا مگر جب وہاں سے پاؤں ہٹے گا فوراً مسح جاتا رہے گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۷)

سوال: "اَلْخُفُّ مَا يَسْتُرُ الْكَعْبَ كُلَّهٗ" سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح خف کے مفہوم کی وضاحت نہیں فرما رہے ہیں بلکہ یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ کس خف پر مسح جائز ہے اور کس پر ناجائز؟ تو فرمایا کہ اگر ایسا موزہ ہے جو ٹخنوں سمیت پورے پاؤں کو ڈھانپ لے کہ پیر کا کوئی حصہ نظر نہ آتا ہو یا اس میں پھٹن ہو لیکن پیر کی چھوٹی تین انگلیوں سے کم ہو تو اس صورت میں اس موزہ پر مسح جائز ہو گا اور اگر خرق کثیر یعنی زیادہ پھٹن ہو بایں طور کہ اس سے پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار ظاہر ہوتی ہو تو اس پر مسح جائز نہ ہو گا البتہ اگر موزے میں شگاف نہ ہو لیکن اس کا منہ کشادہ ہو کہ اوپر سے اس کا پیر نظر آتا ہو تو اس میں کچھ مذائقہ نہیں ہے اس پر مسح کرنا جائز ہو گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو یعنی چلنے میں تین اُنگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین اُنگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں تین تین اُنگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین اُنگل یازِیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے تو جائز ورنہ نہیں۔ موزہ پھٹ گیا یا سِیون (یعنی سلائی) کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں تین انگل پاؤں ظاہر نہیں ہوتا مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دے تو اس پر مسح جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳٦۵)

اَوْ جُرْمُوْقَيْهِ أَيْ عَلٰى خُفَّيْهِ يُلْبَسَانِ فَوْقَ الْخُفَّيْنِ لِيَكُوْنَا وِقَايَةً لَهُمَا مِنَ الْوَحْلِ وَالنَّجَاسَةِ فَإِنْ كَانَا مِنْ أَدِيْمٍ أَوْ نَحْوِهٖ جَازَ عَلَيْهِمَا الْمَسْحُ سَوَاءٌ لَبِسَهُمَا مُنْفَرِدَيْنِ أَوْ فَوْقَ الْخُفَّيْنِ وَإِنْ كَانَا مِنْ كِرْبَاسٍ أَوْ نَحْوِهٖ فَإِنْ لَبِسَهُمَا مُنْفَرِدَيْنِ لَا يَجُوْزُ وَكَذَا اِنْ لَبِسَهُمَا عَلَى الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَا بِحَيْثُ يَصِلُ بَلَلُ الْمَسْحِ إِلَى الْخُفِّ الدَّاخِلِ۔

ترجمہ: یا (مسح کرے) اپنے جر موقین پر یعنی اپنے ایسے موزے پر جو خفین پر پہنے جاتے ہیں تاکہ وہ موزے خفین کے لیے کیچڑ یا نجاست سے بچاؤ کریں پس اگر دونوں (یعنی جر موقین) چمڑے یا اس جیسے کسی چیز کے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے چاہے صرف جر موقین پہنا ہو یا خفین کے اوپر پہنا ہو اور اگر جر موقین سوتی کپڑے یا اس جیسی کسی چیز کے ہوں تو اگر صرف انہی کو تنہا پہنا ہو تو (مسح) جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر ان کو خفین پر پہنا ہو (تب بھی ان پر مسح جائز نہ ہو گا) مگر جب کہ وہ ایسے ہوں کے مسح کی تری اندرونی خفین تک پہنچ جاتی ہو (تو ان پر مسح جائز ہو گا)۔

سوال: جر موق کسے کہتے ہیں؟

جواب: جر موق وہ موزہ ہے جو خف پر پہنا جاتا ہے تاکہ خف کی کیچڑ اور نجاست وغیرہ سے حفاظت ہو سکے۔ جر موق دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو چمڑے یا اس جیسی کسی چیز کے دوسرے سوتی کپڑے یا اس جیسی چیز کے دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

سوال: جر موق پر مسح کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جرموق چمڑے یا اس جیسی کسی چیز کے ہوں تو ان پر مسح کرنا مطلقاً جائز ہے چاہے ان کو خفین پر پہنا ہو یا تنہا صرف جرموق پہنے ہوں۔

اور اگر سوتی کپڑے یا اس جیسی کسی چیز کے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے چاہے ان کو خفین پر پہنا ہو یا تنہا پہنا ہو البتہ اگر جرموق اتنے باریک کپڑے کے ہیں کہ اگر ان پر مسح کرے تو مسح کی تری خفین تک پہنچ جائے تو ان پر مسح جائز ہو گا لیکن یہ جرموق پر مسح ہونے کے اعتبار سے جائز نہیں ہے بلکہ خفین تک تری پہنچنے کی وجہ سے ہے یہ مسح اصل خفین پر ہی شمار ہو گا اس وجہ سے جائز ہو گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: موزے پر پائتابہ پہنا اور اس پائتابہ پر مسح کیا تو اگر موزے تک تری پہنچ گئی مسح ہو گیا ورنہ نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۷)

ثُمَّ إِذَا كَانَا مِنْ أَدِيْمٍ وَقَدْ لَبِسَهُمَا فَوْقَ الْخُفَّيْنِ فَإِنْ لَبِسَهُمَا بَعْدَمَا أَحْدَثَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجُرْمُوْقَيْنِ وَإِنْ لَبِسَهُمَا قَبْلَ الْحَدَثِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ثُمَّ نَزَعَهُمَا دُوْنَ الْخُفَّيْنِ أَعَادَ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ الدَّاخِلَيْنِ۔ بِخِلَافِ مَا إِذَا مَسَحَ عَلٰى خُفٍّ ذِيْ طَاقَيْنِ فَنَزَعَ اَحَدَ الطَّاقَيْنِ لَا يُعِيْدُ الْمَسْحَ عَلَى الطَّاقِ الْاٰخَرِ وَ اِنْ نَزَعَ اَحَدَالْجُرْمُوْقَيْنِ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّعِيْدَ الْمَسْحَ عَلَى الْجُرْمُوْقِ الْاٰخَرِ وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ يَخْلَعُ الْجُرْمُوْقَ الْاٰخَرَ وَيَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

ترجمہ: پھر جب جرموقین چمڑے کے ہوں اور ان کو خفین پر پہنا ہو تو اب اگر ان کو حدث لاحق ہونے کے بعد اور خفین پر مسح کر لینے کے بعد پہنا ہو تو ان جرموقین پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر ان دونوں کو حدث سے پہلے پہنا ہو اور ان (جرموقین) پر مسح کر لیا ہو پھر ان (جرموقین) کو نکال دیا ہو اور خفین کو نہ نکالا ہو تو اندورنی خفین پر مسح کا اعادہ کرے۔ برخلاف اس صورت کے جب کہ اس نے دو طاقوں والے خف پر مسح کیا ہو اور ان دو طاقوں میں سے ایک طاق کو نکال دیا تو دوسری طاق پر مسح کا اعادہ نہ کرے اور اگر جرموقین میں سے ایک کو نکال دیا تو اس پر دوسرے جرموق پر مسح کا اعادہ کرنا واجب ہو گا اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ (اس صورت میں) وہ دوسرے جرموق کو بھی نکال دے اور خفین پر مسح کرے۔

سوال: "ثُمَّ إِذَا كَانَا مِنْ أَدِيْمٍ"

جواب: اس عبارت سے شارح اس جرموق جو چمڑے یا اس جیسی کسی چیز کے ہوں ان پر مسح کے مختلف احکام بیان فرمارہے ہیں:

(۱)۔۔۔ ایک تو یہ کہ اگر اس جرموق کو حدث لاحق ہونے اور خفین پر مسح کرنے کے بعد خفین پر پہنا ہو تو اب اس جرموق پر مسح نہیں کر سکتا بلکہ جرموق نکال کر خفین پر مسح کرنا ہوگا البتہ اگر حدث لاحق ہونے سے پہلے ہی خفین پر جرموق پہن لیے تو ان پر مسح درست ہوگا۔

(۲)۔۔۔ دوسرا یہ کہ جرموق کو حدث لاحق ہونے سے پہلے پہنا اور ان جرموق پر مسح کرنے کے بعد اس نے جرموق کو نکال دیا خفین کو نہیں نکالا تو خفین پر مسح کا اعادہ کرنا ہوگا، بر خلاف اس صورت کے جب کہ دو طاقوں (یعنی دو تہہ) والے موزہ پر مسح کیا ہو اور ایک طاق نکال دیا ہو تو مسح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے

جرموق اور دو تہہ والے خف میں یہ فرق اس لیے ہے کہ موزہ کے دو طاق متصل ہونے کی وجہ سے ایک ہی کے حکم میں ہیں جب ان میں سے ایک پر مسح کیا گویا دونوں پر مسح کرنا ہے لہذا ایک طاق کو نکال بھی دیا ہو تو مسح کے باقی ہونے میں کچھ ضرر نہیں لیکن جرموق اور خف دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اگر جرموق پر مسح کرنے کے بعد جرموق کو نکال دیا تو خف بلا مسح باقی رہ گیا لہذا ان پر مسح کا اعادہ ضروری ہوگا۔

سوال: "وَإِنْ نَزَعَ أَحَدَ الْجُرْمُوْقَيْنِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُّعِيْدَ الْمَسْحَ" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر دونوں جرموق میں سے کسی ایک کو نکال دیا یا وہ خود نکل گیا تو اس صورت میں "فَعَلَيْهِ أَنْ يُّعِيْدَ الْمَسْحَ" سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے اس پر دوسرے جرموق پر مسح کا اعادہ واجب ہے حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ کی یہ ایک صورت ہے کہ اگر ایک جرموق نکال دیا ہو تو اب اس کو اختیار ہے کہ دوسرا جرموق نہ نکالے اور اس جرموق کو بھی پہن کر دونوں پر مسح کا اعادہ کرے یا ایک جرموق نکالنے کے بعد دوسرا بھی نکال دے اور خفین پر مسح کرے جیسا کہ امام ابو یوسف نے اس دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔

أَوْ جَوْرَبَيْهِ الثَّخِيْنَيْنِ أَيْ بِحَيْثُ يَسْتَمْسِكَانِ عَلَى السَّاقِ بِلَا شَدٍّ مُنَعَّلَيْنِ أَوْ مُجَلَّدَيْنِ حَتّٰى إِذَا كَانَا ثَخِيْنَيْنِ غَيْرَ مُنَعَّلَيْنِ اَوْ مُجَلَّدَيْنِ لَا يَجُوْزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَجَعَ إِلَى قَوْلِهِمَا بِهٖ يُفْتٰى۔

ترجمہ: یا موٹے جوربین پر یعنی وہ ایسے ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر رکے رہتے ہوں دونوں منعلین (یعنی چمڑے کا تلاوالے) ہوں یا مجلدین (یعنی چمڑے کے) ہوں یہاں تک کہ جب وہ موٹے ہوں لیکن منعل یا مجلد نہ ہوں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر مسح جائز نہیں ہے بر خلاف صاحبین کے، اور امام ابو حنیفہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔

سوال: منعل اور مجلد کسے کہتے ہیں؟

جواب: منعل جس کے نیچے یعنی تلے میں چمڑا لگا ہوا ہو۔ مجلد جس کے اوپر نیچے چمڑا ہو۔

سوال: جوربین پر مسح کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جوربین پر مسح کی تین صور تین ہیں:

(۱)۔۔۔ جوربین اگر منعل یا مجلد ہوں اور موٹے کپڑے کے ہوں اس طور پر کہ کسی دوسری چیز سے باندھنے کی ضرورت نہ ہو تو ان پر بالاتفاق مسح کرنا جائز ہے۔

(۲)۔۔۔ موٹے کپڑے کے ہوں لیکن منعل یا مجلد نہ ہوں تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسح جائز نہیں ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔

(۳)۔۔۔ موٹے کپڑے کے نہ ہوں تو اس پر بالاتفاق مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: "وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَجَعَ إِلَى قَوْلِهِمَا بِهٖ يُفْتٰى" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنے مرض وفات میں موت سے نو دن یا تین دن پہلے جوربین غیر منعلین پر مسح کرنے کے متعلق صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا یعنی مسح کرنا جائز ہے۔ شارح نے اس پر فتویٰ ہونے کو ذکر کیا ہے کہ اب فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی ہے۔

مَلْبُوْسَيْنِ عَلٰى طُهْرٍ تَامٍّ وَقْتَ الْحَدَثِ فَلَوْ تَوَضَّأَ وُضُوْءً غَيْرَ مُرَتَّبٍ فَغَسَلَ الرِّجْلَيْنِ وَلَبِسَ الْخُفَّيْنِ ثُمَّ غَسَلَ بَاقِي الْاَعْضَاءِ ثُمَّ أَحْدَثَ وَتَوَضَّأَ أَوْ تَوَضَّأَ وُضُوْءً مُرَتَّبًا فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَأَدْخَلَهَا الْخُفَّ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَأَدْخَلَهَا الْخُفَّ لَيْسَتْ لَهُ طَهَارَةٌ تَامَّةٌ فِي الصُّوْرَةِ الْأُوْلٰى إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ وَفِي الصُّوْرَةِ الثَّانِيَةِ إِذَا لَبِسَ الْيُمْنٰى لٰكِنَّهُمَا مَلْبُوْسَانِ عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ۔

ترجمہ: (خفین، جرموقین وجوربین) ایسی پاکی پر پہنے ہوئے ہوں جو حدث کے وقت مکمل ہو پس اگر کسی نے بلاترتیب وضو کیا پس پہلے دونوں پاؤں دھویا اور خفین پہن لیا پھر باقی اعضا کو دھویا پھر اس کو حدث لاحق ہوا اور اس نے وضو کیا۔ یا اس نے ترتیب وار وضو کیا اور دایاں پاؤں دھو کر موزہ میں داخل کیا پھر بایاں پاؤں دھو کر موزہ میں داخل کیا تو پہلی صورت میں جب اس نے موزے پہنے تو طہارت کاملہ نہیں ہے اور دوسری صورت میں جب اس نے دائیں پاؤں میں موزہ پہنا (تو بھی طہارت کاملہ نہ تھی) لیکن دونوں (موزے) حدث کے وقت طہارت کاملہ پر پہنے ہوئے ہیں۔

سوال: "فَلَوْ تَوَضَّأَ وُضُوْءً غَيْرَ مُرَتَّبٍ" یہاں سے شارح کیا بتارہے ہیں؟

جواب: شارح یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ سے چاہے خفین ہو یا جرموق یا جورب ہو ان پر مسح اسی وقت صحیح ہو گا جب کہ حدث کے لاحق ہونے کے وقت مکمل پاکی پر پہنے ہوئے ہیں۔ یعنی حدث لاحق ہونے سے پہلے یہ باوضو ہو اور موزے وغیرہ پہنے ہوئے ہو تو حدث کے بعد ان پر مسح کرنا جائز ہے اب اگر اس نے غیر مرتب وضو کیا یعنی پہلے پیر دھو لیے اور موزے پہن لیے اس کے بعد وضو کے بقیہ اعضاء یعنی منہ، ہاتھ وغیرہ دھوئے تو اس صورت میں جب اس نے موزے پہنے ہیں اس وقت طہارت (یعنی وضو) مکمل نہ تھی، لیکن جب اس نے بقیہ اعضاء کو دھویا تو طہارت مکمل ہو گئی اب موزے اس حال میں پہنا ہوا ہے کہ اس کو طہارت کاملہ حاصل ہو چکی ہے۔ لہذا اس کے بعد اس کو حدث لاحق ہو گا تو وہ طہارت کاملہ کی حالت میں لاحق ہو گا لہذا اس کو ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہو گا کیونکہ ہمارے نزدیک موزہ حدث کو سرایت کرنے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے یہ حدث پیروں میں سرایت نہ کرے گا اور موزہ پر مسح کافی ہو جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وضو تو ترتیب وار کیا کہ پہلے چہرہ پھر ہاتھ پھر سر کا مسح اور اس کے بعد سیدھا پاؤں دھو کر موزہ پہن لیا پھر بایاں پاؤں دھو کر موزہ پہنا تو سیدھے پاؤں کا موزہ پہنتے وقت اگرچہ طہارت مکمل نہیں ہے مگر جب بعد میں حدث لاحق ہوا تو اس وقت طہارت مکمل ہے لہذا اب جب وضو بنائے گا تو تو پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کرے۔

بہارِ شریعت میں ہے: وُضو کرکے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوُضو ہو خواہ پورا وُضو کرکے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وُضو پورا کر لیا۔

اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور حدث سے پہلے منہ ہاتھ دھو لیے اور سر کا مسح کر لیا تو بھی مسح جائز ہے اور اگر صرف پاؤں دھو کر پہنے اور بعد پہننے کے وُضو پورا نہ کیا اور حدث ہو گیا تو اب وُضو کرتے وقت مسح جائز نہیں۔

وُضو کرکے ایک ہی پاؤں میں موزہ پہنا اور دوسرا نہ پہنا، یہاں تک کہ حدث ہوا تو اس ایک پر بھی مسح جائز نہیں دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۴)

فَعُلِمَ أَنَّ قَوْلَهُ مَلْبُوْسَيْنِ اَحْسَنُ مِنْ عِبَارَتِهِمْ وَهِيَ إِذَا لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ لِاَنَّ الْمُرَادَ الطَّهَارَةُ الْكَامِلَةُ وَقْتَ الْحَدَثِ وَهٰذَا الْوَقْتُ هُوَ زَمَانُ بَقَاءِ اللُّبْسِ لَا زَمَانُ حُدُوثِهٖ فَيَصِحُّ أَنْ يُقَالَ هُمَا مَلْبُوْسَانِ عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ وَلَا يَصِحُّ أَنْ يُّقَالَ لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ لِأَنَّ الْفِعْلَ دَالٌّ عَلَى الْحُدُوْثِ وَالْاِسْمَ دَالٌّ عَلَى الدَّوَامِ وَالْإِسْتِمْرَارِ۔

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ ماتن کا قول "مَلْبُوْسَيْنِ" دوسرے مصنفین کی عبارت "إِذَا لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ" سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ مراد حدث کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا ہے اور یہ وقت بقائے لبس کا زمانہ ہے، نہ کہ حدوثِ لبس کا زمانہ، پس "هُمَا مَلْبُوْسَانِ عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ" کہنا صحیح ہو گا اور "لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ" کہنا صحیح نہ ہو گا اس لیے کہ فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے اور اسم دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: "فَعُلِمَ أَنَّ قَوْلَهُ مَلْبُوْسَيْنِ اَحْسَنُ" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح بیان فرمارہے ہیں کہ مصنف نے جو "مَلْبُوْسَانِ عَلٰی طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ" کہا ہے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے یہ عبارت بہت ہی بہترین عبارت ہے بر خلاف دوسرے حضرات کے کہ انہوں نے "إِذَا لَبِسَهُمَا عَلٰی طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ" کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان موزوں کو طہارت کاملہ پر حدث کے وقت پہنا ہو۔ تو اس سے حدث کے وقت پہنے کا مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہاں حدوث لبس کا زمانہ مراد نہیں ہے، بلکہ بقائے لبس کا زمانہ مراد ہے لہذا جو لفظ بقا پر دلالت کرتا ہو اس کو استعمال کرنا چاہئے اور وہ "مَلْبُوْسَيْنِ" اسم مفعول کا لفظ ہے کیونکہ اسم دوام واستمرار کے معنی دیتا ہے جس سے بقاء کا فائدہ حاصل ہو گا اور "لَبِسَ" فعل ہے جو حدوث و تجدد کا معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ **بہارِ شریعت میں ہے: وُضو کرکے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوُضو ہو خواہ پورا وُضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وُضو پورا کر لیا۔** (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۴)

لَا عَلٰی عِمَامَةٍ وَقَلَنْسُوَةٍ وَبُرْقَعٍ وَقُفَّازَيْنِ اَلْقُفَّازُ مَايُلْبَسُ الْكَفَّ لِيَكُفَّ عَنْهَا مِخْلَبَ الصَّقْرِ وَالْبَازِيِّ وَنَحْوَهٗ وَفَرْضُهٗ قَدْرُ ثَلٰثِ أَصَابِعِ الْيَدِ فَإِنَّ مَسْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَانَ خُطُوْطًا فَعُلِمَ أَنَّهَا بِالْأَصَابِعِ دُوْنَ الْكَفِّ وَمَازَادَ عَلٰی مِقْدَارِ ثَلٰثِ أَصَابِعَ إِنَّمَا هُوَ بِمَاءٍ مُسْتَعْمَلٍ فَلَا اِعْتِبَارَ لَهٗ فَيَبْقٰی مِقْدَارُ ثَلٰثِ أَصَابِعَ وَلَا يُفْرَضُ فِيْهِ شَيْءٌ آخَرُ كَالنِّيَّةِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ: عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں ہے۔ دستانہ وہ ہے جو شکرا اور باز وغیرہ کے پنجوں اور اسی کے جیسے دیگر چیزوں سے بچنے کے لیے ہتھیلی میں پہنا جاتا ہے اور مسح کا (مقدار) فرض ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مسح خط میں تھا، پس معلوم ہوا کہ وہ انگلیوں سے تھا نہ کہ ہتھیلی سے اور جو تین انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہو وہ مائے مستعمل سے ہو گا لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، پس تین انگلیوں کی مقدار باقی رہی، اور مسح علی الخفین میں (اس کے علاوہ) کوئی دوسری چیز فرض نہیں کی جائے گی جیسے کہ نیت وغیرہ۔

سوال: کن کن چیزوں پر مسح کرنا جائز نہیں؟

جواب: وضو میں سر پر مسح کرنے کے بجائے عمامہ پر یا ٹوپی پر مسح کیا تو کافی نہیں ہو گا۔

اسی طرح چہرے کو دھونے کے بجائے برقہ (نقاب) پر مسح کیا تو کافی نہیں ہو گا۔

اسی طرح دونوں ہتھیلیوں کو دھونے کی بجائے دستانوں پر مسح کیا تو کافی نہ ہو گا، یعنی ان چیزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسح علی الخفین خلافِ قیاس ثابت ہے لہذا اس کے ساتھ اس کے غیر (برقہ، عمامہ وغیرہ) کو لاحق نہیں کیا جائے گا۔(شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۳۹)

سوال: قفاز یعنی دستانہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: قفاز یعنی دستانہ وہ ہے جو شکرا اور باز وغیرہ پرندوں کے پنجوں اور اسی کے جیسے دیگر چیزوں سے بچنے کے لیے ہتھیلی میں پہنا جاتا ہے نیز سردیوں میں سردی سے بچنے کے لیے بھی پہنے جاتے ہیں۔

سوال: مسح علی الخفین میں کتنی مقدار پر مسح کرنا فرض ہے؟

جواب: مسح علی الخفین کا فرض صرف ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا مسح انگلیوں سے خط یعنی لکیر کھینچتے ہوئے تھا جس سے پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا مسح انگلیوں سے تھا نہ کہ ہتھیلی سے۔ البتہ امام کرخی کے نزدیک پیر کی تین انگلیوں کی مقدار فرض ہے وہ اعتبار کرتے ہیں پھٹن کا لیکن ہم کہتے ہیں ایسی چیزوں میں آلہ کا اعتبار ہوتا ہے لہذا ہاتھ کی انگلیوں کا اعتبار ہو گا کہ ہاتھ مسح کا آلہ ہے کہ اسی کے ذریعے مسح کیا جاتا ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: مسح میں فرض دو ہیں: (۱)۔۔۔ ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ **(۲)**۔۔۔ موزے کی پیٹھ پر ہونا۔("مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح"، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ص۳۱)

ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔ موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔(بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۶)

سوال: "وَمَازَادَ عَلٰى مِقْدَارِ ثَلٰثِ أَصَابِعَ إِنَّمَا هُوَ بِمَاءٍ مُسْتَعْمَلٍ" سے کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ جو مسح تین انگلیوں سے زائد انگلیوں سے ہو جیسے چار یا پانچ انگلیوں سے تو ان زائد انگلیوں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ ان کا مسح مائے مستعمل کے ذریعے سے ہوا ہے۔

لیکن عمدۃ الرعایہ میں علامہ فرنگی محلی نے شارح کے قول "هُوَ بِمَاءٍ مُسْتَعْمَلٍ" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ کلام محال ہے یعنی یہ کہنا درست نہیں ہے کہ زائد انگلیوں کا مسح مائے مستعمل سے ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا مسح انگلیوں سے ہوا تھا اور اس میں تین، چار یا پانچ انگلیوں کی کوئی قید مذکور نہیں ہے۔

پھر اس کی توضیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تین سے زائد انگلیوں کا مسح یا تو نئے پانی سے ہوگا یا تین انگلیوں کے مائے مستعمل سے ہوگا۔ اگر نئے پانی سے ہو تو تعداد مسح لازم آئے گا جس کا اعتبار ہی نہیں اور اگر مستعمل پانی سے ہو تو اس کا بھی اعتبار ہی نہیں۔ پس تین انگلیوں کی مقدار باقی رہی۔

سوال: کیا مسح علی الخفین میں نیت کرنا بھی فرض ہے؟

جواب: مسح میں نہ نیت ضروری ہے نہ تین بار کرنا سنّت ایک بار کر لینا کافی ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۷)

ایسے ہی ترتیب اور پے درپے کرنا وغیرہ بھی فرض نہیں ہے۔

وَمُدَّتُهُ لِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَلِلْمُسَافِرِ فَثَلٰثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا مِنْ حِيْنَ الْحَدَثِ لِاَنَّ قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْسَحُ الْمُقِيْمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا اَلْحَدِيْثُ أَفَادَ جَوَازَ الْمَسْحِ فِي الْمُدَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَقَبْلَ الْحَدَثِ لَا اِحْتِيَاجَ إِلَى الْمَسْحِ فَالزَّمَانُ الَّذِي يَحْتَاجُ فِيْهِ إِلَى الْمَسْحِ وَهُوَ مِنْ وَقْتِ الْحَدَثِ بِالْمِقْدَارِ الْمَذْكُوْرِ۔

ترجمہ: اور مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں حدث کے وقت سے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے مقیم ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کرے، الحدیث۔ مذکورہ حدیث فائدہ دیتی ہے مدت مذکورہ میں مسح کے جائز ہونے کا اور حدث سے پہلے مسح کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہذا وہ زمانہ جس میں مسح کی حاجت ہوتی ہے اور وہ حدث کا وقت ہے اس مقدار مذکور کے ساتھ مقدر ہوگا۔

سوال: موزوں پر مسح کب تک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسح مدّت کے اندر ہو اور مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الخامس في المسح على الخفين، الفصل الأول، ج۱، ص۳۳)

سوال: مدت کی شروعات کب سے ہو گی؟

جواب: مدت کی شروعات موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا اس وقت سے اس کا شمار ہے مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۵)

کیونکہ حدث سے پہلے مسح کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہذا وہ زمانہ اس مقدار مذکور کے ساتھ مقدر ہو گا جس میں مسح کی حاجت ہوتی ہے اور وہ حدث کا وقت ہے۔

نیز اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح وہی ہے جو بیان ہوا اور امام اوزاعی کے نزدیک موزے پہننے کے وقت سے ہو گی۔ اختلاف کا ثمرہ اس مثال میں ظاہر ہو گا کہ ایک شخص نے صبح ۹ بجے موزے پہنے اور دس بجے اس کا وضو ٹوٹا اور گیارہ بجے اس نے وضو کر کے موزوں پر مسح کیا تو صحیح قول کے مطابق آئندہ دس بجے تک مسح کا وقت ہے اور امام اوزاعی کے مطابق صبح ۹ بجے تک، اور امام احمد کے مطابق صبح گیارہ بجے تک مسح کا وقت ہے۔

(شارق الفلاح شرح نور الایضاح، ص۱۳۶)

سوال: ''اَلْحَدِیْث'' پر کتنے اعراب آسکتے ہیں اور کیوں؟

جواب: ''اَلْحَدِیْث'' پر تینوں اعراب آسکتے ہیں:

(۱)۔۔۔ منصوب: تقدیری عبارت ''اَقْرَأُ هٰذَا الْحَدِیْثَ'' ہے۔

(۲)۔۔۔ مجرور: تقدیری عبارت ''اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْثِ'' ہے

(۳)۔۔۔ مرفوع: ''اَلْحَدِیْثُ'' یا تو یہ زائد ہے یا تامہ ہے یا یہ مبتدا ہے اور ''اَفَادَ'' فعل اپنے تمام متعلقات سے مل کر اس کی خبر ہے۔

وَيَنْقُضُهُ نَاقِضُ الْوُضُوْءِ وَنَزْعُ الْخُفِّ ذَكَرَ لَفْظَ الْوَاحِدِ وَلَمْ يَقُلْ نَزْعُ الْخُفَّيْنِ لِيُفِيْدَ أَنَّ نَزْعَ أَحَدِهِمَا نَاقِضٌ فَإِنَّهُ إِذَا نَزَعَ أَحَدَهُمَا وَجَبَ غَسْلُ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ فَوَجَبَ غَسْلُ الْأُخْرٰى إِذْلَا جُمِعَ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ وَكَذَا إِنْ دَخَلَ الْمَاءُ أَحَدَ خُفَّيْهِ حَتّٰى صَارَ جَمِيْعُ الرِّجْلِ مَغْسُوْلًا وَإِنْ أَصَابَ الْمَاءُ اَكْثَرَهَا فَكَذَا عِنْدَ الْفَقِيْهِ أَبِي جَعْفَرَ۔ وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ

ترجمہ: اور مسح کو توڑ دیتی ہے وہ چیز جو وضو کو توڑتی ہے اور موزہ کا نکلنا بھی (مسح کو توڑ دیتا ہے) ماتن نے لفظ (خف) واحد ذکر کیا اور نزع الخفین نہیں کہا تا کہ یہ اس بات کا فائدہ دے کہ دونوں (موزوں) میں سے ایک کا نکل جانا بھی ناقض (مسح) ہے پس جب اس نے ان دونوں (موزوں) میں سے ایک کو نکال دیا تو دو پیروں میں سے ایک کا دھونا واجب ہوا، تو دوسرے کا دھونا بھی واجب ہو جائے گا، اس لیے کہ (ایک فرض میں) غسل اور مسح کو جمع نہیں کیا جاتا (جائز نہیں ہے) اور اسی طرح اگر پانی دونوں موزوں میں سے ایک موزہ میں داخل ہو جائے یہاں تک کہ (پورا) پیر دھل جائے (تو بھی دوسرے پیر کا دھونا واجب ہو گا) اور اگر پانی پاؤں کے اکثر حصہ میں پہنچ جائے تو فقیہ ابو جعفر کے نزدیک یہی حکم ہو گا (یعنی دوسرے پیر کو دھونا واجب ہو گا)۔ اور مدت کا گزر جانا (بھی ناقض مسح ہے)

سوال: کتنی اور کون کون سی چیزوں سے مسح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: موزے کے مسح کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں:

(۱)۔۔۔ ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ کیونکہ مسح علی الخفین وضو کا جز ہے لہذا جو چیز کل کے لیے ناقض ہو گی وہ چیز جز کے لیے بدرجہ اولی ناقض ہو گی۔

(۲)۔۔۔ دونوں موزوں یا ایک موزے کو اتار دینا بھی ناقص مسح ہے، حتی کہ موزے کو اتارا تو نہیں بلکہ خود بخود نکلنے لگا اور نکلتے نکلتے پیر کا زیادہ حصہ موزے سے کھسک کر موزے کی پنڈلی میں آ گیا تو اس صورت میں بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ موزہ پیر میں حدث کے سرایت کرنے سے مانع تھا۔ جب موزہ نکل گیا تو حدث سرایت کر گیا لہذا پیر کا دھونا واجب ہو گا، ایک موزہ نکل گیا ہے تب بھی دونوں پیروں کا دھونا واجب ہو گا کیونکہ ایک ہی فرض میں غسل

اور مسح کو جمع کرنا جائز نہیں ہے اس لیے دونوں پیروں کا دھونا ضروری ہو گا۔ لہذا اب دونوں موزوں کو نکال کر دونوں قدموں کو دھوڈالے اور پھر سے پہن لے۔

(۳)۔۔۔اگر موزے میں پانی داخل ہو جائے اور سارا پاؤں بھیگ جائے تو مسح ٹوٹ جائے گا صحیح مذہب کے مطابق، اس قول کے مقابل ایک اور قول ہے اور وہ یہ کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا اور یہ قول درست نہیں ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اکثر قدم بھی بھیگ جائے تو موزے نکال کر پیروں کو دھونا ضروری ہو گا۔

(۴)۔۔۔ مسح کی مدت کے گزر جانے سے مسح علی الخفین ٹوٹ جاتا ہے، یعنی مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات کی مدت گزر جائے تو بھی مسح ٹوٹ جائے گا، بشرطیکہ سردی کی وجہ سے پاؤں کے بے کار ہو جانے کا خوف نہ ہو۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۱۳۸)

بہارِ شریعت میں ہے: مدت پوری ہو جانے سے مسح جاتا رہتا ہے اور اس صورت میں صرف پاؤں دھولینا کافی ہے پھر سے پورا وُضو کرنے کی حاجت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پورا وُضو کر لے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص ۳۶۷)

وَبَعْدَ أَحَدِهٰذَيْنِ أَيْ نَزْعِ الْخُفِّ وَمُضِيِّ الْمُدَّةِ **عَلَى الْمُتَوَضِّي غَسْلُ رِجْلَيْهِ فَحَسْبُ** أَيْ عَلَى الَّذِي كَانَ لَهُ وُضُوْءٌ لَا يَجِبُ إِلَّا غَسْلُ رِجْلَيْهِ أَيْ لَا يَجِبُ غَسْلُ بَقِيَّةِ الْأَعْضَاءِ وَيَنْبَغِيْ أَنْ يَّكُوْنَ فِيهِ خِلَافُ مَالِكٍ بِنَاءً عَلٰى فَرْضِيَّةِ الْوِلَاءِ عِنْدَهٗ۔ **وَخُرُوْجُ أَكْثَرِ الْعَقِبِ إِلَى السَّاقِ نَزْعٌ** وَلَفْظُ الْقُدُوْرِي أَكْثَرُ الْقَدَمِ وَمَا اِخْتَارَهٗ فِي الْمَتْنِ مَرْوِيٌّ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ۔

ترجمہ: اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے بعد یعنی موزہ کے نکلنے اور مدت کے گزر جانے کے بعد متوضی پر صرف پیروں کا دھونا ہے یعنی اس شخص پر جس کا وضو ابھی باقی ہے، ضروری نہیں ہے مگر صرف اپنے پیروں کا دھونا یعنی بقیہ اعضاءِ وضو کا دھونا واجب نہیں اور ضروری ہے کہ اس میں امام مالک کا اختلاف ہو ان کے نزدیک ولاء (پے در پے دھونا) فرض ہونے کی بنا پر اور پنڈلی کی طرف سے ایڑی کے اکثر حصہ کا نکل جانا نزع (کے حکم میں) ہے۔ اور مختصر قدوری میں اکثر قدم کا لفظ ہے۔ اور ماتن نے متن میں جو لفظ اختیار کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ سے مروی ہے۔

سوال: موزہ کے نکل جانے اور مدت کے ختم ہو جانے کے بعد کیا دوبارہ وضو کرنا ہو گا؟

جواب: ان دونوں صورتوں میں حکم یہ ہے کہ اگر اس کا وضو باقی ہے تو صرف موزے نکال کر پیر دھولے پورا وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسح کی مدت کا ختم ہونا اور موزے کا نکل جانا وضو میں اثر انداز نہیں ہے لیکن مدت کے گزر جانے کے بعد بغیر پیروں کے دھوئے نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ پیروں کا دھونا واجب ہو چکا ہے لہذا وضو ناقص ہے جب تک پیر نہ دھوئے گا وضو مکمل نہ ہو گا۔

سوال: "وَيَنْبَغِيْ أَنْ يَّكُوْنَ فِيهِ خِلَافُ مَالِكٍ" سے کیا بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک چونکہ ولاء یعنی پے در پے دھونا وضو میں فرض ہے لہذا اس مسئلہ میں ان کا اختلاف ہونا چاہئے یعنی ان کے نزدیک وضو کے دوسرے اعضاء کو دھونا یعنی وضو کا اعادہ ضروری ہونا چاہئے لیکن اس بارے میں ان سے کوئی روایت صَرَاحَةً مروی نہیں ہے۔

سوال: "وَخُرُوْجُ أَكْثَرِ الْعَقِبِ إِلَى السَّاقِ نَزْعٌ" ماتن کی اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: ماتن نے فرمایا ہے کہ ایڑی (یعنی پیر کا پچھلا حصہ) کے اکثر حصہ کا نکل جانا بھی نزع خف کے حکم میں ہے یعنی اس سے پیر کا دھونا واجب ہو جائے گا لیکن صاحب قدوری نے اکثر قدم کہا ہے اور قدم پیر کو کہتے ہیں لہذا صاحب قدوری کے قول کے مطابق پیر کا اکثر حصہ نکل جائے تو نزع کے حکم میں ہو گا اور صاحب ہدایہ نے قدوری کے قول کو ہی اصح کہا ہے۔ اور ماتن نے جو "أَكْثَرُ الْعَقِبِ" کہا ہے یہ امام اعظم ابو حنیفہ سے مروی ہے۔

مفتی بہ قول: لیکن اب مفتی بہ قول امام قدوری کا ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: موزے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک ہی اتارا ہو۔ یوہیں اگر ایک پاؤں آدھے سے زِیادہ موزے سے باہر ہو جائے تو جاتا رہا، موزہ اتارنے یا پاؤں کا اکثر حصہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصہ معتبر ہے جو گٹوں سے پنجوں تک ہے پنڈلی کا اعتبار نہیں ان دونوں صورتوں میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۸)

وَيَمْنَعُهُ خَرْقُ خُفٍّ يَبْدُوْ مِنَهُ قَدْرُ ثَلٰثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ أَصْغَرِهَا لَا مَا دُوْنَهُ فَلَوْ كَانَ الْخَرْقُ طَوِيْلًا يَدْخُلُ فِيْهِ ثَلٰثُ أَصَابِعَ إِنْ أُدْخِلَتْ لٰكِنْ لَا يَبْدُوْ مِنْهُ هٰذَا الْمِقْدَارُ جَازَ الْمَسْحُ وَلَوْ كَانَ مَضْمُوْمًا لٰكِنْ يَنفَتِحُ إِذَا مَشٰى وَيَظْهَرُ هٰذَا الْمِقْدَارُ لَا يَجُوْزُ فَعُلِمَ مِنْهُ أَنَّ مَا يُصْنَعُ مِنَ الْغَزْلِ وَنَحْوِهِ مَشْقُوْقَ أَسْفَلِ الْكَعْبِ إِنْ كَانَ يَسْتَتِرُ الْكَعْبَ بِخَيْطٍ أَوْ نَحْوِهٖ يُشَدُّ بَعْدَ اللُّبْسِ بِحَيْثُ لَا يَبْدُوْ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ كَغَيْرِ الْمَشْقُوْقِ وَإِنْ بَدَا كَانَ كَالْخَرْقِ فَيُعْتَبَرُ الْمِقْدَارُ الْمَذْكُوْرُ۔

ترجمہ: اور منع کرتی ہے (مسح کو) موزہ کی ایسی پھٹن جس سے پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہوتی ہو نہ کہ وہ جو اس سے کم ہو (وہ مسح سے منع نہیں کرتی) پس اگر پھٹن لمبی ہو کہ اس میں تین انگلیاں داخل ہو جائیں اگر داخل کی جائیں لیکن اس میں سے یہ (تین انگلیوں کی) مقدار ظاہر نہ ہو تو مسح جائز ہے اور اگر (پھٹن) ملی ہوئی ہو لیکن کھل جاتی ہو جب چلے اور یہ (تین انگلیوں کی) مقدار ظاہر ہوتی ہو تو مسح جائز نہ ہو گا پس اس سے معلوم ہوا کہ جو سوت وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اس حال میں کہ ایڑی کے نیچے تک پھٹا ہوا ہوتا ہے اگر وہ ایڑی کو چھپالے ڈوری وغیرہ سے جو پہننے کے بعد باندھی جاتی ہے بایں طور پر کہ اس سے کوئی چیز ظاہر نہ ہوتی ہو تو وہ غیر مشقوق کی طرح ہے اور اگر اس میں کچھ ظاہر ہو تو وہ پھٹن کی طرح ہے لہذا مقدار مذکور کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: "وَيَمْنَعُهُ خَرْقُ خُفٍّ يَبْدُوْ مِنَهُ قَدْرُ ثَلٰثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ" سے ماتن کیا بیان کر رہے ہیں؟

جواب: موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی ایک شرط موزوں کا پھٹا ہوا نہ ہونا ہے پس ماتن اسی کی وضاحت کر رہے ہیں کہ اگر موزہ پھٹا ہوا ہو تو اس میں پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کا اعتبار ہو گا اگر اس سے پیر کی تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہوتی ہے تو اس موزہ پر مسح کرنا جائز نہ ہو گا اور اگر اس سے کم مقدار ظاہر ہوتی ہو تو اس پر مسح جائز ہو گا۔

سوال: "فَلَوْ كَانَ الْخَرْقُ طَوِيْلًا" اور "وَلَوْ كَانَ مَضْمُوْمًا" کی تشریح کیجیے۔

جواب: پہلی عبارت کی تشریح یہ ہے کہ اگر پھٹن لمبی ہو جیسے کہ چیر الگ گیا ہو کہ اگر اس میں تین انگلیاں داخل کی جائیں تو داخل ہو جائیں لیکن اس میں سے تین انگلیوں کی مقدار ظاہر نہ ہو تو مسح جائز ہے۔

اور دوسری عبارت کی تشریح یہ ہے کہ اگر پھٹن ملی ہوئی ہو یعنی ایک جگہ ہو اور حالت یہ ہے کہ جب چلتا ہے تو کھل جاتا ہے اور تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہو جاتی ہے تو مسح جائز نہ ہو گا۔

پس سارا دار و مدار چلتے وقت ظاہر ہونے پر ہے اگر تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہو جاتی ہو تو مسح جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

سوال: "فَعُلِمَ مِنْهُ أَنَّ مَا يُصْنَعُ مِنَ الْغَزْلِ" کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی کا موزہ ایسا ہے جو ڈوری والا ہے اور اس کا منہ ایڑی کے نیچے تک کھلا ہوا ہے اب ڈوری باندھنے کے بعد ایسا ہو جائے کہ اس سے کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو تو وہ غیر مشقوق یعنی بغیر پھٹن والے موزے کی طرح ہے اس پر مسح صحیح ہے۔ اور اگر ڈوری باندھنے کے بعد کچھ حصہ ظاہر ہوتا ہو تو اس میں تین انگلیوں کی مقدار کا اعتبار ہو گا اگر تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہوتا ہو تو مسح صحیح نہ ہو گا اور اگر تین انگلیوں کی مقدار سے کم ظاہر ہوتا ہو تو مسح جائز ہو گا۔

سوال: بہارِ شریعت میں اس مسئلے کے متعلق کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: بہارِ شریعت میں ہے: کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو یعنی چلنے میں تین اُنگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین اُنگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں تین تین اُنگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین اُنگل یا زِیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے تو جائز ورنہ نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۳)

موزہ پھٹ گیا یا سِیون (سلائی) کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں تین انگل پاؤں ظاہر نہیں ہوتا مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دے تو اس پر مسح جائز نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۵)

وَيُجْمَعُ خُرُوْقُ خُفٍّ لَا خُفَّيْنِ أَيْ اِذَا كَانَ عَلٰى خُفٍّ وَاحِدٍ خُرُوْقٌ كَثِيْرَةٌ تَحْتَ السَّاقِ وَيَبْدُوْ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ شَيْءٌ قَلِيْلٌ بِحَيْثُ لَوْ جُمِعَ الْبَادِيْ يَكُوْنُ مِقْدَارَ ثَلٰثِ أَصَابِعَ يَمْنَعُ الْمَسْحَ وَلَوْ كَانَ هٰذَا الْمِقْدَارُ فِي الْخُفَّيْنِ جَازَ الْمَسْحُ۔

ترجمہ: اور ایک موزہ کی مختلف پھٹن کو جمع کیا جائے گا دو موزوں کی نہیں، یعنی جب ایک موزے پر پنڈلی کے نیچے مختلف پھٹن (یعنی سوراخ) ہوں اور ہر ایک سے تھوڑا تھوڑا ظاہر ہوتا ہو اس طور پر کہ اگر ظاہر ہونے والے (حصوں) کو جمع کیا جائے تو وہ تین انگلیوں کی مقدار ہو جائے تو وہ پھٹن مسح کو منع کرے گا۔ اور اگر یہ مقدار دونوں موزوں میں ہو تو مسح جائز ہو گا۔

سوال: اگر موزہ چند جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہو تو مسح کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر موزہ مختلف جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹ گیا ہو اور یہ پھٹن پنڈلی کے نیچے ہو (کیونکہ پنڈلی کے اوپر کی پھٹن کا کوئی اعتبار نہیں ہے) تو حکم یہ ہے کہ اگر ایک موزہ میں اتنی پھٹن ہو گئی ہے کہ ان مختلف پھٹنوں کو جمع کیا جائے تو تین انگلیوں کی مقدار ہو جائے تو اس صورت میں اس موزہ پر مسح کرنا جائز نہ ہو گا اور اگر تین انگلیوں سے کم ہے تو مسح کرنا جائز ہو گا لیکن اگر دونوں موزوں میں پھٹن ہے اور ہر ایک موزہ میں تین انگلیوں سے کم ہے لیکن اگر دونوں موزوں کی پھٹن ملائی جائے تو تین انگلیوں کی مقدار ہو جائے مثلا ایک موزہ میں دو انگلیوں کی مقدار ہے اور دوسرے موزہ میں ایک یا دو انگلیوں کی مقدار ہے تو اگرچہ دونوں کی پھٹن ملا کر تین انگلیوں کے برابر یا اس سے زائد ہو رہی ہے پھر بھی ان موزوں پر مسح جائز ہو گا کیونکہ تین انگلیوں کی مقدار کا اعتبار ہر موزہ میں الگ الگ طور پر ہے۔

بہار شریعت میں ہے: ایک موزہ چند جگہ سے اتنا پھٹ گیا کہ ان سب کا مجموعہ تین انگل سے کم ہے تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۴)

ٹخنے سے اوپر کتنا ہی پھٹا ہو اس کا اعتبار نہیں۔ اور اگر دونوں تین تین اُنگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین اُنگل یا زِیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۵۔۳۶۶)

وَيُتِمُّ مُدَّةَ السَّفَرِ مَاسِحٌ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَيُتِمُّهُمَا إِنْ أَقَامَ قَبْلَهُمَا وَيَنْزِعُ إِنْ أَقَامَ بَعْدَهُمَا فَهٰهُنَا أَرْبَعُ مَسَائِلَ لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يُّسَافِرَ الْمُقِيْمُ أَوْ يُقِيْمَ الْمُسَافِرُ وَكُلٌّ إِمَّا قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ أَوْ بَعْدَهُمَا وَقَدْ ذُكِرَ فِي الْمَتْنِ ثَلٰثٌ مِّنْهَا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا إِذَا سَافَرَ الْمُقِيْمُ بَعْدَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَحُكْمُهُ ظَاهِرٌ وَهُوَ وُجُوبُ النَّزْعِ۔

ترجمہ: اور سفر کی مدت کو پورا کرے ایسا مسح کرنے والا شخص جس نے ایک دن و ایک رات پورا ہونے سے پہلے سفر کیا اور ان دونوں (یعنی دن رات) کو پورا کرے اگر (مسافر) ان دونوں کے پورا ہونے سے پہلے مقیم ہو جائے۔ اور خفین کو نکال دے گا اگر ان دونوں (یعنی دن رات) کے پورا ہونے کے بعد مقیم ہو۔ پس یہاں چار مسئلے ہیں اس لیے کہ یا تو مقیم مسافر ہو گا۔ یا مسافر مقیم ہو گا اور (ان دنوں میں سے) ہر ایک یا تو ایک دن ایک رات پورا ہونے سے پہلے یا بعد میں (مقیم یا مسافر) ہو گا اور متن میں ان میں سے تین مسئلے ذکر کئے گئے ہیں اور ماتن نے اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا جب کہ مقیم مسافر ہو ایک دن اور ایک رات کے پورا ہونے کے بعد اور اس کا حکم ظاہر ہے اور وہ (موزوں کے) نکالنے کا واجب ہونا ہے۔

سوال: مقیم نے مسح کی مدت مکمل ہونے سے پہلے سفر پر روانہ ہو گیا تو اس کے لئے اب کون سی مدت کا اعتبار ہو گا؟ یوں ہی مسافر مقیم ہو جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہو گا؟

جواب: جس شخص نے مقیم ہونے کی حالت میں مسح شروع کیا پھر اقامت کی مدت پوری ہونے سے پہلے سفر کیا تو اس صورت میں مدتِ اقامت مدتِ سفر کی جانب منتقل ہو جائے گی یعنی اب تین دن اور تین رات کا اعتبار ہو گا، اور اگر کسی نے مسافر ہونے کی حالت میں مسح شروع کیا پھر وہ مقیم ہو گیا اب اگر اقامت کی مدت یعنی ایک دن اور ایک رات پوری کر چکا ہے تو اپنے موزے نکالے اور پاؤں دھوئے، اور اگر اقامت کی مدت پوری ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو مدتِ اقامت کو پورا کرے، پس قاعدہ یہ ہے کہ اعتبار آخری حالت کا ہے ابتدائی حالت کا نہیں۔

سوال: "فَهٰهُنَا أَرْبَعُ مَسَائِلَ" سے کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں جن میں سے تین کو ماتن نے ذکر کیا ہے اور ایک کو نہیں ذکر کیا کیونکہ تینوں صورتوں کا حکم جان لینے کے بعد اس کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے چنانچہ چاروں صورتیں یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ مسح کرنے والے مقیم شخص نے سفر کیا ایک دن و رات مکمل ہونے سے پہلے تو اب سفر والی مدت تک مسح کرے۔ اس کو ماتن نے اپنے قول "وَيُتِمُّ مُدَّةَ السَّفَرِ مَاسِحٌ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ" سے ذکر کیا ہے۔

(۲)۔۔۔ مسح کرنے والے مقیم شخص نے سفر کیا ایک دن و رات مکمل ہونے کے بعد تو اب موزہ اتار دے۔اس صورت کو ماتن نے نہیں بیان کیا۔

(۳)۔۔۔ مسافر نے خفین پہنے اور ایک دن اور ایک رات پورا ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو اب حکم یہ ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات مقیم کی طرح مسح کو پورا کرے اور اس کے بعد موزے اتارے۔اس کو ماتن نے اپنے قول" وَلَيْلَةٍ وَيُتِمُّهُمَا إِنْ أَقَامَ قَبْلَهُمَا "سے ذکر کیا ہے۔

(۴)۔۔۔ مسافر نے خفین پہنے تھے اور مدت سفر پورا ہونے سے پہلے لیکن مدت اقامت یعنی ایک دن اور ایک رات ہونے کے بعد مقیم ہو گیا تو حکم یہ ہے کہ مقیم ہوتے ہی موزے اتارے اب ان پر مسح نہیں کر سکتا۔اس کو ماتن نے اپنے قول" وَيَنْزِعُ إِنْ أَقَامَ بَعْدَهُمَا "سے ذکر کیا ہے۔

بہار شریعت میں ہے: مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن، تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا۔اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کر لے۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۵)

بَيَانُ اَحْكَامِ الْجَبَائِرِ

وَيَجُوْزُ عَلٰى جَبِيْرَةٍ مُحْدِثٍ وَلَا يُبْطِلُهُ السُّقُوْطُ اِلَّا عَنْ بُرْءٍ اَلْمَسْحُ عَلَى الْجَبِيْرَةِ إِنْ أَضَرَّ جَازَ تَرْكُهُ وَإِنْ لَمْ يَضُرَّ فَقَدْ اِخْتَلَفَ الرِّوَايَاتُ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ فِي جَوَازِ تَرْكِهِ وَالْمَاخُوْذُ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ تَرْكُهُ ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ كَوْنُ الْجَبِيْرَةِ مَشْدُوْدَةً عَلٰى طَهَارَةٍ وَإِنَّمَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَبِيْرَةِ إِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى مَسْحِ ذٰلِكَ الْعُضْوِ كَمَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى غَسْلِهٖ بِأَنْ كَانَ الْمَاءُ يَضُرُّهُ أَوْ كَانَتِ الْجَبِيْرَةُ مَشْدُوْدَةً يَضُرُّ حَلُّهَا إِمَّا إِذَا كَانَ قَادِرًا عَلٰى مَسْحِهٖ فَلَا يَجُوْزُ مَسْحُ الْجَبِيْرَةِ۔

ترجمہ: اور جائز ہے (مسح کرنا) محدث کی جبیرہ پر اور مسح کو باطل نہیں کرے گا جبیرہ کا گر جانا مگر اچھا ہو کر جبیرہ پر مسح کرنا اگر نقصان دیتا ہو تو اس کا ترک کرنا بھی جائز ہے اور اگر نقصان نہ دیتا ہو تو مسح کے ترک کے جواز میں امام ابو حنیفہ سے مختلف روایتیں ہیں۔ اور ماخوذ (یعنی مفتی بہ قول) یہ ہے کہ مسح کا ترک جائز نہیں ہے، جبیرہ کا طہارت پر باندھے جانے کی شرط نہیں لگائی جائے گی، اور جبیرہ پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس عضو کے مسح کرنے پر قادر نہ ہو جیسا کہ اس عضو کے دھونے پر قادر نہ ہو اس طور پر کہ پانی اس کو نقصان پہنچاتا ہو یا جبیرہ بندھی ہوئی ہو اور اس کا کھولنا نقصان دیتا ہو، رہا اس وقت جب وہ موضع جبیرہ کے مسح پر قادر ہو تو جبیرہ پر مسح کرنا جائز نہ ہو گا۔

سوال: جبیرہ کسے کہتے ہیں؟ نیز اس کے احکام کیا ہیں؟

جواب: جبیرہ: ان کھپچیوں کو کہتے ہیں جو لکڑی یا بانس وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر نابدھی جاتی ہے، اس کی جمع "جَبَائِر" اور آج کل اس کی جگہ پلاسٹر باندھا جاتا ہے۔

جبیرہ کا حکم: جبیرہ کا حکم یہ ہے کہ وہ طہارت پر باندھی جائے یا بغیر طہارت کے دونوں صورتوں میں اس پر مسح جائز ہے اور جبیرہ پر مسح کرنے کی کوئی حد نہیں ہے جب تک کہ زخم وغیرہ اچھا نہ ہو جائے تب تک مسح کرنا جائز ہے بلا کسی مدت کی قید کے۔ اور اگر اچھا ہونے سے پہلے جبیرہ گر بھی جائے تو بھی مسح باطل نہ ہو گا۔

سوال: "اَلْمَسْحُ عَلَى الْجَبِيْرَةِ إِنْ أَضَرَّ جَازَ تَرْكُهُ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر جبیرہ پر مسح کرنا نقصان دہ ہو تو اس کے لیے مسح کو ترک کرنے کی اجازت ہے اور اگر نقصان دہ نہ ہو تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ سے مختلف روایات ہیں لیکن اصح یہی ہے کہ اس پر مسح کرنا اس کے لیے ضروری ہو گا۔

سوال: کیا جبیرہ کو وضو کے بعد باندھنا شرط ہے؟

جواب: جبیرہ پر مسح دھونے کے برابر ہے اس لئے زخم پر پٹی وغیرہ باندھتے وقت طہارت (یعنی وضو) کی حالت میں ہونا شرط نہیں ہے لہذا اگر پٹی بغیر وضو اور بغیر اس جگہ کو دھوئے باندھی تو بھی اس پر مسح جائز ہے بخلاف مسح علی الخفین کے کہ اس میں طہارت پر پہننا شرط ہے۔

سوال: جبیرہ پر مسح کرنا کب جائز ہے؟

جواب: جبیرہ پر مسح اس وقت جائز ہو گا جب کہ موضع جبیرہ پر مسح نہ کر سکتا وہ اس طور پر کہ مسح کرنا اس کے لیے نقصان دہ ہو یا جبیرہ (یعنی پٹی) کا کھولنا اور باندھنا نقصان پہنچاتا ہو اور اگر اس جگہ پر مسح کرنے پر قادر ہو تو اس کے لیے جبیرہ پر مسح کی اجازت نہ ہو گی۔

بہارِ شریعت میں ہے: کسی پھوڑے، یا زخم، یا فصد کی جگہ پر پٹی باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے، یا اس جگہ مسح کرنے سے، یا کھولنے سے ضرر ہو، یا کھولنے والا باندھنے والا نہ ہو، تو اس پٹی پر مسح کر لے اور اگر پٹی کھول کر پانی بہانے میں ضرر نہ ہو تو دھونا ضروری ہے، یا خود عُضْو پر مسح کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کرنا جائز نہیں اور زخم کے گرد اگرد، اگر پانی بہانا ضرر نہ کرتا ہو تو دھونا ضروری ہے ورنہ اس پر مسح کر لیں اور اگر اس پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کر لیں اور پوری پٹی پر مسح کر لیں تو بہتر ہے اور اکثر حصہ پر ضروری ہے اور ایک بار مسح کافی ہے تکرار کی حاجت نہیں اور اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو خالی چھوڑ دیں، جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر مسح کرنا ضرر نہ کرے تو فوراً مسح کر لیں، پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر سے پانی بہانے میں نقصان نہ ہو تو پانی بہائیں، پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ خاص عُضْو پر مسح کر سکتا ہو تو فوراً مسح کر لے، پھر جب اتنی صحت ہو جائے کہ عُضْو پر پانی بہا سکتا ہو تو بہائے غرض اعلیٰ پر جب قدرت حاصل ہو اور جتنی حاصل ہوتی جائے ادنیٰ پر اکتفا جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۸۔۳۶۹)

وَإِذَا كَانَ فِي أَعْضَائِهِ شُقَاقٌ فَإِنْ عَجَزَ عَنْ غَسْلِهِ يَلْزَمُهُ إِمْرَارُ الْمَاءِ عَلَيْهِ فَإِنْ عَجَزَ عَنْهُ يَلْزَمُهُ الْمَسْحُ ثُمَّ إِنْ عَجَزَ عَنْهُ يَغْسِلُ مَاحَوْلَهُ وَيَتْرُكُهُ وَإِنْ كَانَ الشُّقَاقُ فِي يَدِهِ وَيَعْجِزُ عَنِ الْوُضُوْءِ إِسْتَعَانَ بِالْغَيْرِ لِيُوَضِّيَهُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَعِنْ وَتَيَمَّمَ جَازَ خِلَافًا لَهُمَا وَإِذَا وَضَعَ الدَّوَاءَ عَلٰى شُقَاقِ الرِّجْلِ أَمَرَّ الْمَاءَ فَوْقَ الدَّوَاءِ فَإِذَا أَمَرَّ الْمَاءَ ثُمَّ سَقَطَ الدَّوَاءُ إِنْ كَانَ السُّقُوْطُ عَنْ بُرْءٍ غَسَلَ الْمَوْضِعَ وَإِلَّا فَلَا۔

ترجمہ: اور جب اس کے اعضاء میں پھٹن ہو پس اگر وہ اس کے دھونے سے عاجز ہو تو اس کو لازم ہے اس پر پانی کا بہانا اور اگر پانی کے بہانے سے عاجز ہو تو لازم ہے اس کو مسح کرنا۔ پھر اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو اس کے ارد گرد دھوڈالے اور اس پھٹن کو چھوڑ دے، اور اگر اس کے ہاتھ میں پھٹن ہو (جس کی وجہ سے) وہ وضو کرنے سے عاجز ہو تو دوسرے سے مدد لے تا کہ وہ اسے وضو کرادے، اور اگر وہ دوسرے سے مدد نہ لے اور تیمم کرے تو جائز ہے بر خلاف صاحبین کے۔ اور جب پیروں کی پھٹن پر دوالگائی تو دوا کے اوپر سے پانی گزار دے پس جب پانی گزارا پھر دوا گر جائے، اگر یہ گرنا اچھا ہونے کی وجہ سے ہو تو اس جگہ کو دھولے ورنہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

سوال: شقاق کسے کہتے ہیں؟ نیز اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شقاق ایک قسم کا مرض ہوتا ہے، سردی وغیرہ کی وجہ سے ہاتھ پیر وغیرہ میں پھٹن پیدا ہو جاتی ہے تو اگر کسی کو یہ بیماری لاحق ہو جائے اور وہ اس جگہ کو دھونہ سکے تو حکم یہ ہے کہ اس پر صرف پانی بہادے۔ اگر پانی بہانے میں بھی ضرر ہو تو مسح کرے اور اگر مسح بھی نقصان دہ ہو تو اس پھٹن کے ارد گرد دھولے اور اس پھٹن کو ویسے ہی چھوڑ دے اور اگر یہ پھٹن ہاتھوں میں ہے جس کی وجہ سے وہ خود وضو نہیں کر سکتا تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ دوسرے سے مدد طلب کرے، اور یہ مدد طلب کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے یعنی مدد طلب کیے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ اور صاحبین کے نزدیک مدد طلب کرنا واجب ہے بغیر مدد طلب کیے تیمم کرکے نماز پڑھی تو نہیں ہو گی کہ جب تک مدد طلب نہیں کرے گا اس کا عجز ظاہر نہ ہو گا اور عجز پر ہی تیمم کا دارو مدار ہے۔ لہٰذا مد

د طلب کرنا واجب ہو گا۔ اگر اس نے مدد طلب کی اور سامنے والے نے وضو کرانے سے انکار کر دیا، یا وہاں کوئی وضو کرانے والا موجود نہ ہو تو اس صورت میں بالاتفاق وہ تیمم کر سکتا ہے۔

سوال: ''وَإِذَا وَضَعَ الدَّوَاءَ عَلٰى شُقَاقِ الرِّجْلِ'' اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ جب پیروں کی پھٹن پر دوا لگائی اور وضو بناتے وقت دوا کے اوپر سے پانی گزارا جس کی وجہ سے دوا گر گئی تو اگر یہ گرنا اچھا ہونے کی وجہ سے ہو تو اس جگہ کو دھولے اور اگر اچھے ہونے کی وجہ سے نہیں گری تو اس جگہ کو دھونے کی ضرورت نہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے:

اعضائے وُضو اگر پھٹ گئے ہوں یا ان میں پھوڑا، یا اور کوئی بیماری ہو اور ان پر پانی بہانا ضرر کرتا ہو، یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بِھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرے اور جو یہ بھی مُضِر ہو تو معاف ہے اور اگر اس میں کوئی دوا بھر لی ہو تو اس کا نکالنا ضروری نہیں اس پر سے پانی بہادینا کافی ہے۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۶۸)

وَإِذَا فَصَدَ وَوَضَعَ خِرْقَةً وَشَدَّ الْعِصَابَةَ فَعِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَيْهَا بَلْ عَلَى الْخِرْقَةِ وَعِندَ البَعْضِ إِنْ اَمْكَنَهٗ شَدُّ الْعِصَابَةِ بِلَا إِعَانَةِ أَحَدٍ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهَا الْمَسْحُ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ ذٰلِكَ يَجُوْزُ۔

ترجمہ: اور جب فصد لگوائی اور (اس پر) کپڑے کا ٹکڑا رکھا اور (اس پر) پٹی باندھی تو بعض مشائخ کے نزدیک پٹی پر مسح جائز نہیں ہے بلکہ کپڑے کے ٹکڑے پر (مسح جائز ہے) اور بعض کے نزدیک اگر اس کو بغیر دوسرے کی مدد کے پٹی باندھنا ممکن ہو تو پٹی پر مسح جائز نہیں ہے اور اگر (بغیر دوسرے کے مدد کے پٹی باندھنا) ممکن نہ ہو تو (پٹی پر) مسح کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنْ كَانَ حَلُّ الْعِصَابَةِ وَغَسْلُ مَا تَحْتَهَا يَضُرُّ الْجَرَاحَةَ جَازَ الْمَسْحُ عَلَيْهَا وَإِلَّا فَلَا وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ خِرْقَةٍ جَاوَزَتْ مَوْضِعَ الْقَرْحَةِ وَإِنْ كَانَ حَلُّ الْعِصَابَةِ لَا يَضُرُّهٗ لٰكِنْ نَزْعُهَا

عَنْ مَوْضِعِ الْجَرَاحَةِ يَضُرُّهَا يَحِلُّهَا وَيَغْسِلُ مَا تَحْتَهَا إِلٰى مَوْضِعِ الْجَرَاحَةِ ثُمَّ يَشُدُّهَا وَيَمْسَحُ مَوْضِعَ الْجَرَاحَةِ۔

ترجمہ: اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر پٹی کا کھولنا اور پٹی کے نیچے کی جگہ کو دھونا زخم کو نقصان پہنچاتا ہو تو پٹی پر مسح جائز ہے ورنہ تو نہیں۔ اور یہی حکم ہر اس کپڑے کے ٹکڑے کا ہے جو پھوڑے کی جگہ سے تجاوز کر جائے اور اگر پٹی کا کھولنا زخم کو نقصان نہ دے لیکن زخم کی جگہ سے پٹی کا ہٹانا زخم کو نقصان دیتا ہو تو پٹی کو کھول لے اور پٹی کے نیچے کے حصہ کو زخم کی جگہ تک دھولے پھر پٹی باندھ لے اور زخم کی جگہ پر مسح کرے۔

وَعَامَّةُ الْمَشَائِخِ عَلٰى جَوَازِ مَسْحِ عِصَابَةِ الْمُفْتَصِدِ وَأَمَّا الْمَوْضِعُ الظَّاهِرُ مِنَ الْيَدِ مَا بَيْنَ الْعُقْدَتَيْنِ مِنَ الْعِصَابَةِ فَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَكْفِيْهِ الْمَسْحُ إِذْ لَوْ غَسَلَ تَبْتَلُّ الْعِصَابَةُ وَرُبَّمَا يَنْفُذُ الْبَلَّةُ إِلٰى مَوْضِعِ الْفَصْدِ۔

ترجمہ: اور عام مشائخ فصد لگوانے والے کی پٹی پر مسح کے جائز ہونے کے قائل ہیں، (بغیر کسی شرط کے) اور بہر حال ہاتھ کا وہ ظاہر حصہ جو پٹی کی دو گانٹھوں کے درمیان ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کے لیے مسح کافی ہے اس لیے کہ اگر (اس جگہ کو) دھوئے گا تو پٹی بھیگ جائے گی اور بسا اوقات تری فصد کی جگہ تک سرایت کر جائے گی (جو زخم کے لیے نقصان دہ ہو گی)۔

سوال: خرقہ اور فصد کسے کہتے ہیں؟

جواب: خرقہ: کپڑے کی پٹی کو کہتے ہیں جو پھوڑے، پھنسی اور زخم وغیرہ پر باندھی جاتی ہے۔

بدن کے کسی حصہ میں نشتر لگا کر فاسد خون نکالنے کو عربی میں فصد کہتے ہیں۔ اردو میں اس کو پچھنا لگانا کہتے ہیں۔

سوال: ''وَإِذَا فَصَدَ وَوَضَعَ خِرْقَةً وَشَدَّ الْعِصَابَةَ'' شارح اس عبارت سے کون سا مسئلہ بیان کر رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے پچھنا لگوانے کے بعد اس زخم کو بھرنے کے لیے کسی کپڑے کے ٹکڑے میں یا روئی میں دوا لگا کر زخم پر باندھ لیا تو وضو یا غسل میں اس کو دھونے کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱)۔۔۔ اس صورت میں بعض مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ پٹی پر مسح نہ کرے بلکہ پٹی کھول کر اس کپڑے یا روئی کے ٹکڑے پر مسح کرے۔

(۲)۔۔۔ اور بعض مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اگر پٹی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر خود باندھ سکتا ہے تو پٹی کھول کر کپڑے یا روٹی کے اس ٹکڑے پر مسح کرے جس پر دوا لگی ہے اور اگر پٹی کسی دوسرے کے مدد کے بغیر خود نہیں باندھ سکتا ہے تو پٹی پر مسح کر لے کیونکہ اس صورت میں حرج ہو گا اور حرج کو دور کیا گیا ہے۔

(۳)۔۔۔ اور بعض مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اگر پٹی کھولنا اور اس کے نیچے کے حصہ کو دھونا زخم کے لیے نقصان کا باعث ہو تو پٹی پر مسح کرنے کی اجازت ہو گی ورنہ نہیں۔

لیکن بعض اوقات پٹی کا کھولنا تو نقصان دہ نہیں ہوتا ہے لیکن پٹی زخم پر چپک جاتی ہے اور پٹی کو زخم سے الگ کرنا باعث نقصان اور تکلیف دہ ہوتا ہے اس صورت میں پٹی کھول لے اور زخم کے ارد گرد حصہ کو دھو لے اور پٹی باندھ کر زخم کے اوپری حصہ پر مسح کر لے۔

بہارِ شریعت میں ہے: کسی پھوڑے، یا زخم، یا فصد کی جگہ پر پٹی باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے، یا اس جگہ مسح کرنے سے، یا کھولنے سے ضرر ہو، یا کھولنے والا باندھنے والا نہ ہو، تو اس پٹی پر مسح کر لے اور اگر پٹی کھول کر پانی بہانے میں ضرر نہ ہو تو دھونا ضروری ہے، یا خود عُضْوْ پر مسح کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کرنا جائز نہیں اور زخم کے گرداگرد، اگر پانی بہانا ضرر نہ کرتا ہو تو دھونا ضروری ہے ورنہ اس پر مسح کر لیں اور اگر اس پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کر لیں اور پوری پٹی پر مسح کر لیں تو بہتر ہے اور اکثر حصہ پر ضروری ہے اور ایک بار مسح کافی ہے تکرار کی حاجت نہیں اور اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو خالی چھوڑ دیں، جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر مسح کرنا ضرر نہ کرے تو فوراً مسح کر لیں، پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر سے پانی بہانے میں نقصان نہ ہو تو پانی بہائیں، پھر جب اتنا

آرام ہو جائے کہ خاص عُضْو پر مسح کر سکتا ہو تو فوراً مسح کر لے، پھر جب اتنی صحت ہو جائے کہ عُضْو پر پانی بہا سکتا ہو تو بہائے غرض اعلیٰ پر جب قدرت حاصل ہو اور جتنی حاصل ہوتی جائے ادنیٰ پر اکتفا جائز نہیں۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۳۶۹)

سوال:"وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ خِرْقَةٍ"اس عبارت کی وجاحت کیجیے۔

جواب:اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ جو حکم ابھی بیان ہوا کہ اگر پٹی کا کھولنا اور پٹی کے نیچے کی جگہ کو دھونا زخم کو نقصان پہنچاتا ہو تو پٹی پر مسح جائز ہے ورنہ تو نہیں۔ یہی حکم ہر اس کپڑے کے ٹکڑے کا ہے جو پھوڑے کی جگہ سے تجاوز کر جائے یعنی اس زائد پٹی کو کھولنا ممکن ہو تو کھول کر اس کے نیچے کو دھوئے اور اگر کھولنا ممکن نہ ہو تو اس زائد پٹی پر مسح کر لے جائز ہے۔

سوال:"وَعَامَّةُ الْمَشَائِخِ عَلَى جَوَازِ مَسْحِ عِصَابَةِ الْمُفْتَصِدِ"اس عبارت سے شارح کیا بتا رہے ہیں؟

جواب:اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ عام مشائخ بغیر کسی شرط کے قصد لگوانے والے کی پٹی پر مسح کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔

سوال:"وَأَمَّا الْمَوْضِعُ الظَّاهِرُ مِنَ الْيَدِ مَا بَيْنَ الْعُقْدَتَيْنِ"اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب:اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ ہاتھ کا وہ ظاہر حصہ جو پٹی کی دو گانٹھوں کے درمیان ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کے لیے مسح کافی ہے اس لیے کہ اگر اس جگہ کو دھوئے گا تو پٹی بھیگ جائے گی اور بسا اوقات تری فصد کی جگہ تک سرایت کر جائے گی جو زخم کے لیے نقصان دہ ہو گی۔

بہارِ شریعت میں ہے: پٹّی ضَرورت سے زِیادہ جگہ کو گھیرے ہوئے نہیں ہونی چاہئے ورنہ مَسح کافی نہ ہو گا۔ ہاں! اگر ضَرورت سے زِیادہ جگہ گھیرے بِغیر پٹّی باندھنا ممکن نہ ہو مَثَلًا بازو پر زخم ہے مگر پٹّی بازو کی گولائی میں باندھی ہے جس کے سبب بازو کا اچھّا حصّہ بھی پٹّی کے اندر چھُپا ہوا ہے، تو اگر کھولنا ممکِن ہو تو کھول کر اُس حصّے کو دھونا فرض ہے۔ اگر نا ممکِن ہے یا کھولنا تو ممکِن ہے مگر پھر وَیسی نہ باندھ سکے گا اور یوں زَخم وغیرہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ساری پٹّی پر مَسح کر لینا کافی ہے، بدن کا وہ اچھّا حصّہ بھی دھونے سے مُعاف ہو جائے گا۔

(مُلَخَّص از بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۱۸)

وَيُشْتَرَطُ الْاِسْتِيْعَابُ فِي مَسْحِ الْجَبِيْرَةِ وَالْعِصَابَةِ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ وَهُوَ الْمَذْكُوْرُ فِي الْأَسْرَارِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ يَكْفِي الْأَكْثَرَ وَإِذَا مَسَحَ ثُمَّ نَزَعَهَا ثُمَّ أَعَادَهَا فَعَلَيْهِ أَنْ يُّعِيْدَ الْمَسْحَ وَإِنْ لَمْ يُعِدْ أَجْزَأَهُ وَإِذَا سَقَطَتْ عَنْهَا فَبَدَّلَهَا بِالْأُخْرٰى فَالْأَحْسَنُ إِعَادَةُ الْمَسْحِ وَإِنْ لَمْ يُعِدْ أَجْزَأَهُ۔

ترجمہ: اور جبیرہ اور پٹی کے مسح میں استیعاب (یعنی گھیرنے) کی شرط لگائی جائے گی حسن ابن زیاد کی روایت میں جو انہوں نے امام ابو حنیفہ سے نقل کی ہے، اور یہی اسرار (نامی کتاب) میں بھی مذکور ہے، اور بعض فقہا کے نزدیک اکثر حصہ پر مسح کر لینا کافی ہے۔ اور جب (جبیرہ یا پٹی پر) مسح کیا پھر اس کو نکال دیا پھر دوبارہ باندھا تو مسح کا اعادہ کرے اور اگر مسح کا اعادہ نہ کرے تو بھی کافی ہے۔ اور جب (جبیرہ یا پٹی) زخم سے گر گئی تو اس نے اس کو دوسری پٹی سے بدل لیا تو بہتر ہے (اس نئی جبیرہ یا پٹی پر) مسح کا اعادہ کرنا اور اگر مسح کا اعادہ نہ کیا تب بھی کافی ہے۔

سوال: کیا پورے جبیرہ اور پٹی پر مسح کرنا ضروری ہے؟

جواب: شارح نے جبیرہ اور پٹی کے مسح میں پورے جبیرہ اور پٹی کو گھیر لینے کے بارے میں دو روایتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)۔۔۔ایک روایت حضرت حسن ابن زیاد کی ہے جو انہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ جبیرہ اور پٹی کے مسح میں پورے جبیرہ اور پٹی کو گھیر لینا شرط ہے۔

(۲)۔۔۔دوسری روایت یہ ہے کہ بعض فقہا کے نزدیک اکثر جبیرہ اور پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے۔

اور بہار شریعت میں دوسری روایت کو مفتی بہ قرار دیا ہے چنانچہ: بہارِ شریعت میں ہے: پوری پٹی پر مسح کر لیں تو بہتر ہے اور اکثر حصہ پر ضروری ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۶۸۔۳۶۹)

سوال: پہلی پٹی جس پر مسح کیا تھا اس کی جگہ دوسری پٹی باندھی تو کیا اس پر مسح کا اعادہ ضروری ہے؟

جواب: پہلی پٹی پر وضو میں مسح کیا تھا پھر کسی وجہ سے اس کو نکال کر وہی پٹی یا دوسری پٹی باندھی تو پہلے والی پٹی یا دوسری پٹی پر مسح کا لوٹانا واجب نہیں ہے، بلکہ پہلی پٹی پر کیا ہوا مسح کافی ہے، البتہ مسح کا اعادہ افضل ہے۔

وَلَا يُشْتَرَطُ تَثْلِيْثُ مَسْحِ الْجَبَائِرِ بَلْ يَكْفِيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَهُوَ الْاَصَحُّ۔ وَيَجِبُ أَنْ يُّعْلَمَ أَنَّ مَسْحَ الْجَبِيْرَةِ يُخَالِفُ مَسْحَ الْخُفِّ فِي اَنَّهٗ يَجُوْزُ عَلٰى حَدَثٍ وَلَا يُقَدَّرُ لَهٗ مُدَّةٌ وَإِذَا سَقَطَتْ لَا عَنْ بُرْءٍ لَا يُبْطِلُ وَإِنْ سَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ يَجِبُ غَسْلُ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ خَاصَّةً بِخِلَافِ مَا إِذَا خَلَعَ أَحَدَ الْخُفَّيْنِ حَيْثُ يَلْزَمُهٗ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ۔

ترجمه: اور جبائر کے مسح کی تثلیث کی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ اس کو ایک مرتبہ مسح کرنا کافی ہے۔ اور یہی اصح ہے۔ اور یہ جان لینا ضروری ہے کہ جبیرہ کا مسح خفین کے مسح کے مخالف ہے اس بات میں کہ جبیرہ کا مسح حدث پر بھی جائز ہے اور اس کی کوئی مدت متعین نہیں کی جائے گی۔ اور جب جبیرہ زخم کے اچھا ہوئے بغیر گر جائے تو مسح کو باطل نہیں کرے گا، اور اگر زخم کے اچھا ہونے پر گر جائے تو صرف اس جگہ کا دھونا واجب ہوتا ہے۔ بر خلاف اس صورت کے کہ جب خفین میں سے کسی ایک کو نکالے تو اس پر دونوں پیروں کا دھونا لازم ہوتا ہے۔

سوال: کیا جبائر یا پٹی پر تین مرتبہ مسح کرنا ضروری ہے؟

جواب: جبائر یا پٹی پر ایک بار مسح کافی ہے تکرار کی حاجت نہیں ہے۔ اور یہی قول اصح ہے جبکہ بعض لوگوں نے تکرار کی شرط لگائی ہے۔

سوال: "وَيَجِبُ أَنْ يُّعْلَمَ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح مسح علی الجبیرہ اور مسح علی الخفین کے درمیان فرق واضح کرنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ

(۱)۔۔۔ جبیرہ اگر حدث کی حالت میں بھی باندھی جائے تو اس پر مسح جائز ہے جب کہ خفین پر مسح میں طہارت شرط ہے۔

(۲)۔۔۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ خفین پر مسح کی مدت متعین ہے اور مسح علی الجبیرہ کی کوئی مدت متعین نہیں ہے۔ بلکہ زخم اچھا ہونے تک اس پر مسح جائز ہے۔

(۳)۔۔۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ جبیرہ اگر زخم کے اچھا ہوئے بغیر گر جائے تو مسح باطل نہیں ہوتا ہے، جب کہ خفین میں ایک خف بغیر ارادہ کے بھی نکل جائے تو مسح باطل ہو جاتا ہے۔

(۴)۔۔۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ اگر جبیرہ زخم کے اچھا ہونے پر گر جائے تو صرف اس جگہ کا دھونا لازم ہو گا بقیہ اعضاء کا دھونا لازم نہیں ہے۔ بر خلاف خفین کے کہ اگر ایک موزہ نکل جائے تو بھی اس پر دونوں پیروں کا دھونا واجب ہوتا ہے۔

بَابُ الْحَيْضِ

یہ باب حیض کے بیان میں ہے

حیض اور حوض کے لغوی معنی بہنا ہے۔ شریعت میں عورتوں کے ماہواری خون کو جو رحم سے آئے حیض کہا جاتا ہے۔ ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس کہلاتا ہے۔ بیماری کا خون استحاضہ۔ حیض کی مدت کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن و رات۔ نفاس کی کم مدت ایک ساعت اور زیادہ چالیس دن ہے، استحاضہ کی کوئی مدت نہیں۔ حیض و نفاس کے احکام جنابت کی طرح ہیں کہ اس میں نماز و روزہ، قرآن شریف پڑھنا، چھونا، مسجد میں جانا سب حرام ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۵۱۱)

اَلدِّمَاءُ الْمُخْتَصَّةُ بِالنِّسَاءِ ثَلٰثَةٌ حَيْضٌ وَإِسْتِحَاضَةٌ وَنِفَاسٌ فَالْحَيْضُ هُوَدَمٌ يَنْفُضُهٗ رَحْمُ اِمْرَأَةٍ بَالِغَةٍ أَيْ بِنْتِ تِسْعِ سِنِيْنَ لَادَاءَ بِهَا وَلَمْ تَبْلُغِ الْإِيَاسَ فَالَّذِي لَا يَكُوْنُ مِنَ الرَّحْمِ لَيْسَ بِحَيْضٍ وَكَذَا الَّذِي قَبْلَ سِنِّ الْبُلُوْغِ أَيْ تِسْعِ سِنِيْنَ وَكَذَا مَا يَنْفُضُهُ الرَّحْمُ لِمَرَضٍ فَإِذَا اِسْتَمَرَّ الدَّمُ كَانَ سَيَلَانُ الْبَعْضِ طَبِيْعِيًّا فَكَانَ حَيْضًا وَسَيَلَانُ الْبَعْضِ بِسَبَبِ الْمَرَضِ فَلَا يَكُوْنُ حَيْضًا وَكَمَا قَيَّدَهٗ بِعَدَمِ الدَّاءِ يَجِبُ أَنْ يُّقَيِّدَهٗ بِعَدَمِ الْوِلَادَةِ أَيْضًا اِحْتِرَازًا عَنِ النِّفَاسِ۔

ترجمہ: عورتوں کے ساتھ جو خون مخصوص ہیں وہ تین ہیں: (۱) حیض (۲) استحاضہ (۳) نفاس، پس حیض وہ خون ہے جس کو بالغہ عورت کا رحم پھینکتا ہے یعنی نو سال کے عمر کی لڑکی (کا رحم) اس کے ساتھ کوئی بیماری نہ ہو اور نہ سن ایاس کو پہنچی ہو، پس جو (خون) رحم سے نہ ہو وہ حیض نہیں اسی طرح وہ خون جو سن بلوغ یعنی نو سال سے پہلے ہو (وہ بھی حیض کا خون نہیں ہے) اسی طرح وہ خون جس کو رحم بیماری کی وجہ سے پھینکے، پس جب خون جاری ہی رہے تو بعض خون کا یہ سیلان طبیعی ہو گا پس یہ حیض ہے اور بعض خون کا سیلان مرض کی وجہ سے ہو تو یہ حیض نہ ہو گا، اور ماتن نے جس طرح حیض کو عدم داء (یعنی بیماری نہ ہونے) سے مقید کیا ہے تو ضروری ہے کہ اسی طرح حیض کو عدم ولادت سے بھی مقید کرنا تاکہ نفاس سے احتراز ہو جائے۔

ثُمَّ الْاَصَحُّ أَنَّ الْحَيْضَ مُوَقَّتٌ إِلٰى سِنِّ الْاَيَاسِ وَأَكْثَرُ الْمَشَائِخِ قَدَّرُوْهُ بِسِتِّيْنَ سَنَةً وَمَشَائِخُ بُخَارَا وَخَوَارَزَمُ بِخَمْسٍ وَّخَمْسِيْنَ سَنَةً فَمَارَأَتْ بَعْدَهَا لَا يَكُوْنُ حَيْضًا فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهَا إِنْ رَأَتْ دَمًاقَوِيًّا كَالْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ الْقَانِي كَانَ حَيْضًا وَيُبْطِلُ الْاِعْتِدَادَ بِالْأَشْهُرِ قَبْلَ التَّمَامِ وَبَعْدَهٗ لَا وَإِنْ رَأَتْ صُفْرَةً أَوْ خُضْرَةً أَوْ تُرْبِيَّةً فَهِيَ إِسْتِحَاضَةٌ۔

ترجمه: پھر اصح یہ ہے کہ حیض سن ایاس تک ہی موقت ہے، اور اکثر مشائخ نے سن ایاس کو ساٹھ سال کے ساتھ مقدر (یعنی اندازہ) کیا ہے اور بخارا وخوارزم کے مشائخ نے پچپن سال کے ساتھ (مقدر کیا ہے) پس اس کے بعد جو خون عورت دیکھے وہ ظاہر مذہب میں حیض نہ ہو گا۔ اور مختار یہ ہے کہ اگر اس نے قوی خون دیکھا جیسے کہ سیاہ یا گہرا سرخ تو وہ حیض ہو گا اور مہینوں سے عدت گزارنے کو باطل کر دے گا مہینوں کے پورا ہونے سے پہلے بعد میں نہیں، اور اگر زرد یا سبز رنگ یا مٹمیلے رنگ کا (خون) دیکھا تو وہ استحاضہ ہے۔

سوال: حیض، نفاس اور استحاضہ کا فرج سے نکلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان تینوں کا فرج سے نکلنے سے مراد ان تینوں قسم کے خون کا فرج سے گزرنا ہے اس لئے کہ حیض و نفاس کا خون رحم (بچہ دانی) سے نکلتا ہے اور فرج سے گزر کر باہر نکلتا ہے، جبکہ استحاضہ کا خون رگ سے نکل کر فرج سے گزرتا ہوا باہر نکلتا ہے۔

سوال: حیض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ حیض کو نفاس اور استحاضہ پر کیوں مقدم کیا گیا ہے؟

جواب: "حَاضَ يَحِيْضُ حَيْضًا" کے لغوی معنی جاری ہونے اور بہنے کے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: "حَاضَ الْوَادِي" وادی بہنے لگی اور اصطلاح میں حیض وہ خون ہے جو ایسی عورت کے رحم (بچہ دانی) سے نکلے جو کہ بالغہ ہو تندرست ہو اور سن ایاس کو نہ پہنچی ہو اور نہ حاملہ ہو۔

اور حیض کو نفاس اور استحاضہ پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حیض بہت سارے احکام سے تعلق رکھنے کی بنا پر غوامض الابواب اور اعظم المہمات میں سے ہے جیسے طلاق، عتاق، استبراء، عدت، نسب، حل وطی، نماز، روزہ، قراءتِ قرآن، مس قرآن، اعتکاف، دخول مسجد، طوافِ حج اور بلوغ وغیرہ، بخلاف نفاس اور استحاضہ کے۔

سوال: حیض کی تعریف میں رحم اور بالغہ کے ثبوت اور داء اور سن ایاس کی نفی کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ نیز سن ایاس کی تعریف اور اس کی مدت بیان کریں۔

جواب: **"رَحْمٌ"**: رحم کی قید لگائی لہذا جو خون رحم سے نہ نکلا مثلاً نکسیر پھوٹی یا زخم ہو گیا یا رگ کٹی اور وہاں سے خون نکلا تو اس کو حیض نہیں کہیں گے۔

"بَالِغَةٌ": بالغہ کی قید لگائی پس وہ خون جو بلوغت سے پہلے آئے وہ بھی حیض نہیں ہے۔

"لَا دَاءَ بِهَا": کی قید لگائی لہذا وہ خون جو کسی مرض کے سبب سے رحم نکال دے وہ بھی حیض نہیں۔

"لَا حَبْلَ": کی قید لگائی اس لئے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آسکتا کیوں کہ حمل رہ جانے کے بعد رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے۔

"لَمْ تَبْلُغْ سِنَّ الْاَيَاسِ": کی قید لگائی کہ حیض سن ایاس تک ہی آتا ہے اس کے بعد نہیں آتا، اور سن ایاس وہ زمانہ ہے جس میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے، اور اکثر مشائخ نے سن ایاس کی حد ساٹھ سال کی عمر متعین کی ہے اور بعض نے ۵۵ سال بتائی ہے اور اسی پر فتوی ہے، جبکہ بعض نے ۵۰ سال بھی بتائی ہے۔

سوال: "فَإِذَا اِسْتَمَرَّ الدَّمُ كَانَ سَيَلَانُ الْبَعْضِ طَبِيعِيًّا" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ جب خون جاری ہو جائے تو کبھی خون کا یہ سیلان یعنی بہنا طبیعی ہوتا ہے اور کبھی مرض کی وجہ سے ہوتا ہے پس اگر خون کا بہنا طبعی طور پر ہو تو یہ حیض ہے اور اگر خون کا سیلان مرض کی وجہ سے ہو تو وہ حیض نہ ہوگا بلکہ استحاضہ ہوگا۔

سوال: "وَكَمَا قَيَّدَهُ بِعَدَمِ الدَّاءِ يَجِبُ أَنْ يُّقَيِّدَهُ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ ماتن نے جس طرح حیض کو عدم داء (یعنی بیماری نہ ہونے) سے مقید کیا ہے تو ضروری تھا کہ اسی طرح حیض کو عدم ولادت سے بھی مقید کرتے تا کہ نفاس سے احتراز ہو جاتا۔

سوال: حیض کا آنا کتنی عمر سے شروع ہوتا ہے اور کب تک آتا ہے؟

جواب: بہارِ شریعت میں ہے: کم سے کم نو برس کی عمر سے حَیض شروع ہو گا اور انتہائی عمر حَیض آنے کی پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں۔ نو برس کی عمر سے پیشتر جو خون آئے اِستحاضہ ہے۔ یوہیں پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آئے۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۳۷۲-۳۷۳)

سوال: اگر عورت سن ایاس کے بعد خون دیکھے تو کیا حکم ہے؟

جواب: مختار مذہب یہ ہے کہ سن ایاس کے بعد اگر عورت کو خالص خون آئے یا جیسا پہلے آتا تھا اسی رنگ کا آیا تو حَیض ہے۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۳۷۳) اسی کو شارح نے قوی خون سے تعبیر کیا ہے جیسے کہ کالا خون اور گہرا سرخ رنگ کا خون۔ اور اگر پیلے رنگ کا خون یا سبز رنگ کا خون یا مٹیلے رنگ کا خون دیکھا تو وہ حیض نہیں ہے بلکہ وہ استحاضہ ہے۔

سوال: "وَيُبْطِلُ الِاعْتِدَادَ بِالْأَشْهُرِ قَبْلَ التَّمَامِ وَبَعْدَهُ لَا" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی آئسہ عورت کو طلاق دی گئی، اور وہ مہینوں کے اعتبار سے عدت گزار رہی تھی کہ اس نے سیاہ یا گہرا سرخ خون دیکھا تو اگر یہ عدت کے پورا ہونے سے پہلے خون دیکھا تو اس کی مہینوں کے اعتبار سے گزارنے والی عدت باطل ہو جائے گی، اب اس کو حیض سے اپنی عدت شمار کرنی ہو گی، مثلاً طلاق کے بعد اس نے دو مہینوں تک خون نہیں دیکھا اور اس کے بعد تین مہینہ مکمل ہونے سے پہلے خون دیکھا تو اس کی مہینوں سے عدت باطل ہو جائے گی، اور اس کو از سر نو حیض سے عدت پوری کرنا ہو گی۔ اور اگر تین مہینہ پورے ہونے کے بعد خون دیکھتی ہے تو اس کی عدت پوری ہو چکی، اب حیض سے عدت گزارنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور اگر اس کے بعد اس نے دوسرا نکاح کر لیا تو وہ بھی صحیح ہو جائے گا۔

وَاَقَلُّهُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا وَاَكْثَرُهُ عَشَرَةٌ وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ أَقَلُّهُ يَوْمَانِ وَاَكْثَرُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ اَقَلُّهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَاَكْثَرُهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَنَحْنُ نَتَمَسَّكُ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقَلُّ الْحَيْضِ لِلْجَارِيَةِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا وَاَكْثَرُهُ عَشَرَةُ اَيَّامٍ۔

ترجمہ: اور (حیض کی) کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اقل مدت دو دن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اقل مدت ایک دن اور ایک رات ہے، اور اکثر مدت پندرہ دن ہے، اور ہم دلیل پکڑتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قول سے "باکرہ لڑکی اور ثیبہ عورت کے لیے حیض کی اقل مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور اکثر مدت دس دن ہے۔

سوال: حیض کی اقلِ مدت اور اکثر مدت کتنی ہے؟ مع اختلافِ ائمہ بیان کیجیے۔

جواب: حیض کی اقل مدت و اکثر مدت میں ائمہ میں کافی اختلاف ہیں چنانچہ:

(۱)۔۔۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اقل مدت دو دن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے۔

(۲)۔۔۔ امام شافعی کے نزدیک اقل مدت ایک دن ایک رات ہے، اور اکثر مدت پندرہ دن ہے۔

(۳)۔۔۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مطلق خون حیض ہے چاہے ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔

(۴)۔۔۔ طرفین کے نزدیک حیض کی اقل مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔ ہماری دلیل حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قول ہے: حیض کی کم سے کم مدت باکرہ اور ثیبہ کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں، اور اکثر مدت دس دن ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس اور انس بن مالک سے مروی ہے۔

سوال: بہارِ شریعت میں اس مسئلے کے متعلق کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: بہارِ شریعت میں ہے: حَیض کی مدت کم سے کم تین دن تین راتیں یعنی پورے ۷۲ گھنٹے، ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حَیض نہیں اور زِیادہ سے زِیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔ ۷۲ گھنٹے سے ذرا بھی پہلے ختم ہو جائے تو حَیض نہیں بلکہ اِستحاضہ ہے ہاں اگر کرن چمکی تھی کہ شروع ہوا اور تین دن تین راتیں پوری ہو کر کرن چمکنے ہی کے وقت ختم

ہوا تو حَیض ہے اگر چہ دن بڑھنے کے زمانہ میں طلوع روز بروز پہلے اور غروب بعد کو ہوتا رہے گا اور دن چھوٹے ہونے کے زمانہ میں آفتاب کا نکلنا بعد کو اور ڈوبنا پہلے ہوتا رہے گا جس کی وجہ سے ان تین دن رات کی مقدار ۷۲ گھنٹے ہونا ضرور نہیں مگر عین طلوع سے طلوع اور غروب سے غروب تک ضرور ایک دن رات ہے ان کے ماسوا اگر اَور کسی وقت شروع ہوا تو وہی ۲۴ گھنٹے پورے کا ایک دن رات لیا جائے گا، مثلاً آج صبح کو ٹھیک نو بجے شروع ہوا اور اس وقت پورا پہر دن چڑھا تھا تو کل ٹھیک نو بجے ایک دن رات ہو گا اگر چہ ابھی پورا پہر بھر دن نہ آیا، جب کہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے بعد ہو، یا پہر بھر سے زِیادہ دن آگیا ہو جب کہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے پہلے ہو۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۲)

ثُمَّ اِعْلَمْ أَنَّ مَبْدَأَ الْحَيْضِ مِنْ وَقْتِ خُرُوْجِ الدَّمِ إِلَى الْفَرْجِ الْخَارِجِ وَوُصُوْلُ الدَّمِ إِلَى الْفَرْجِ الدَّاخِلِ فَإِذَا لَمْ يَصِلْ إِلَى الْفَرْجِ الْخَارِجِ بِحَيْلُوْلَةِ الْكُرْسُفِ لَاتَقْطَعُ الصَّلٰوةَ فَعِنْدَ وَضْعِ الْكُرْسُفِ اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ الْخُرُوْجُ إِذَا وَصَلَ الدَّمُ إِلٰى مَايُحَاذِي الْفَرْجَ الْخَارِجَ مِنَ الْكُرْسُفِ فَإِذَا إِحْمَرَّ مِنَ الْكُرْسُفِ مَايُحَاذِي الْفَرْجَ الدَّاخِلَ لَا يَتَحَقَّقُ الْخُرُوْجُ اِلَّا إِذَا رَفَعَتِ الْكُرْسُفَ فَيَتَحَقَّقُ الْخُرُوْجُ مِنْ وَقْتِ الرَّفْعِ وَكَذَا فِي الْإِسْتِحَاضَةِ وَالنِّفَاسِ وَالْبَوْلِ وَوَضْعِ الرَّجُلِ الْقُطْنَةَ فِي الْإِحْلِيْلِ۔ وَالْقُلْفَةُ كَالْخَارِجِ۔

ترجمہ: پھر جان لیجیے کہ حیض کی ابتداء خون کے فرج خارج کی طرف نکلنے کے وقت سے ہے، اور خون کے فرج داخل تک پہنچنا پس اگر (خون) کرسف کے حائل ہونے کی وجہ سے فرج خارج تک نہ پہنچے عورت نماز کو نہ توڑے، پس کرسف کے رکھنے کے وقت خروج اس وقت متحقق ہو گا جب خون کرسف کے اس حصہ تک پہنچ جائے جو فرج خارج کے مقابل ہو، پس جب (خون سے) سرخ ہو جائے کرسف کا وہ حصہ جو فرج داخل کے مقابل ہے تو خروج متحقق نہ ہو گا، مگر اس وقت جب وہ کرسف کو اٹھائے پس خروج متحقق ہو گا کرسف کے اٹھانے کے وقت سے اور اسی طرح استحاضہ اور نفاس اور پیشاب میں اور مرد کے احلیل میں روئی رکھنے میں (یعنی ان صورتوں میں یہی حکم ہو گا)۔ اور قلفہ (کا حکم) خارج (جسم) کی طرح ہے۔

سوال: کرسف کسے کہتے ہیں؟ نیز احلیل اور قلفہ کیا ہے؟

جواب: کرسف کاف اور سین کے ضمہ کے ساتھ اصل معنی روئی کے ہیں لیکن اصطلاح میں اس روئی یا کپڑے کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو حائضہ عورت فرج کے منہ پر اس لیے رکھتی ہے تاکہ حیض کا خون کپڑے میں نہ لگے۔ نیز "احلیل" ذکر (عضوِ تناسل) کے سوراخ کو کہتے ہیں۔ قلفہ: ذکر کے اس چمڑے کو کہتے ہیں جو ختنہ کے وقت کاٹ دیا جاتا ہے۔

سوال: "ثُمَّ اِعْلَمْ أَنَّ مَبْدَأَ الْحَيْضِ مِنْ وَقْتِ خُرُوْجِ" یہاں سے کون سا مسئلہ بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: یہاں سے شارح یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ اگر عورت نے کرسف رکھا تو حیض کی ابتداء کب شمار ہو گی تو فرمایا کہ فرجِ خارج تک خون کے آنے سے حیض کی ابتدا ہو جائے گی۔ اب اگر کسی عورت کا خون تو نکلا لیکن کرسف کے حائل ہونے کی وجہ سے ابھی فرج خارج تک نہیں آیا تو ابھی نماز قطع نہ کرے بلکہ جب کرسف کا وہ حصہ جو فرج خارج کے مقابل ہو وہاں تک خون پہنچ جائے تو اس کے بعد حائضہ ہونے کا حکم لگے گا، ہاں! اگر اس نے کرسف کو اٹھالیا تو کرسف کے اٹھانے کے وقت سے وہ حائضہ شمار ہو گی۔

بہارِ شریعت میں ہے: حَیض اس وقت سے شمار کیا جائے گا کہ خون فرجِ خارِج میں آگیا تو اگر کوئی کپڑا رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے فرجِ خارِج میں نہیں آیا داخل ہی میں رُکا ہوا ہے تو جب تک کپڑا نہ نکالے گی حَیض والی نہ ہو گی۔ نمازیں پڑھے گی، روزہ رکھے گی۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۳)

سوال: "وَكَذَا فِي الْإِسْتِحَاضَةِ وَالنِّفَاسِ وَالْبَوْلِ" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ جو حیض کا حکم بیان ہوا کہ جب فرجِ خارج میں خون آجائے گا تو حیض متحقق ہو جائے گا اسی طرح استحاضہ اور نفاس میں بھی ہے کہ جب خون فرجِ خارج میں آجائے گا تب ہی استحاضہ اور نفاس کا حکم لگے گا۔ یوں ہی پیشاب کہ جب تک عضوِ تناسل سے نہیں نکلے گا اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: "وَوَضْعِ الرَّجُلِ الْقُطْنَةَ فِي الْإِحْلِيْلِ" اس مسئلے کی کیا وضاحت ہے؟

جواب: اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنے ذکر کے سوراخ میں روئی رکھ لی یا قلفہ میں روئی رکھ لی تو حکم خارج کی طرح ہو گا، یعنی اگر روئی کے حائل ہونے کی وجہ سے پیشاب باہر تک نہ بھی آیا ہو تو بھی وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگ جائے گا۔ قلفہ کا حکم خارجِ جسم کا ہے۔

ثُمَّ وَضْعُ الْكُرْسُفِ مُسْتَحَبٌّ لِلْبِكْرِ فِي الْحَيْضِ وَلِلثَّيِّبِ فِي كُلِّ حَالٍ وَمَوْضِعُهُ مَوْضِعُ الْبَكَارَةِ وَيُكْرَهُ فِي الْفَرْجِ الدَّاخِلِ فَالطَّاهِرَةُ إِذَا وَضَعَتْ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَحِيْنَ أَصْبَحَتْ رَأَتْ عَلَيْهِ اَثَرَ الدَّمِ فَالْآنَ يَثْبُتُ حُكْمُ الْحَيْضِ وَالْحَائِضُ إِذَا وَضَعَتْ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَرَأَتْ عَلَيْهِ الْبَيَاضَ حِيْنَ أَصْبَحَتْ حُكِمَ بِطَهَارَتِهَا مِنْ حِيْنَ وَضَعَتْ۔

ترجمہ: پھر باکرہ کے لیے حیض کے ایام میں اور ثیبہ کا ہر حال میں کرسف رکھنا مستحب ہے اور (کرسف) رکھنے کی جگہ بکارت کی جگہ ہے، اور فرج داخل میں کرسف رکھنا مکروہ قرار دیا گیاہے، پس پاک عورت (یعنی غیر حائضہ) نے جب اول رات میں کرسف رکھا پس جب صبح کی تو اس پر خون کا اثر دیکھا تو اِس وقت (یعنی صبح کے وقت) حیض کا حکم ثابت ہو گا، اور حائضہ نے جب اول رات میں (کرسف) رکھا اور اس پر سفیدی کو دیکھا جب اس نے صبح کی تو جب سے (کرسف) رکھا تب سے اس کی پاکی کا حکم لگایا جائے گا۔

سوال: کرسف رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: باکرہ کے لیے حیض کے ایام میں کرسف رکھنا مستحب ہے تاکہ اس کے کپڑے وغیرہ آلودہ نہ ہوں۔

اور ثیبہ کا ہر حال میں کرسف رکھنا مستحب ہے کیونکہ ثیبہ کو استحاضہ کا خون بھی آتا رہتا ہے لہذا ہر وقت کرسف رکھنا مستحب ہے تاکہ کپڑے وغیرہ خون سے آلودہ نہ ہوں۔

سوال: کرسف کہاں رکھا جائے گا؟

جواب: کرسف رکھنے کی جگہ بکارت کی جگہ ہے، اور فرج داخل میں کرسف رکھنا مکروہ قرار دیا گیا ہے حاجت نہ ہونے کی وجہ سے۔

سوال: " فَالطَّاهِرَةُ إِذَا وَضَعَتْ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَحِيْنَ أَصْبَحَتْ "اس مسئلے کی تشریح کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ مسئلہ بتارہے ہیں کہ اگر کسی پاک عورت نے سوتے وقت کرسف رکھ لیا اور صبح بیدار ہو کر اس نے اس پر سرخی پائی تو جب اس نے خون کو دیکھا تب ہی سے حیض کی ابتدا شمار ہو گی اور اگر حائضہ نے سوتے وقت کرسف رکھا اور صبح بیدار ہو کر اس پر سرخی کو نہ پایا تو جب سے کرسف لیا ہے تب ہی سے وہ

پاک شمار ہو گی کیونکہ سرخی کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خون بند ہو چکا ہے۔ لہذا کرسف رکھنے کے وقت سے ہی اس کو پاک شمار کیا جائے گا۔

وَالطُّهْرُ الْمُتَخَلِّلُ أَيْ بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِي مُدَّتِهٖ أَيْ فِي مُدَّةِ الْحَيْضِ وَمَارَأَتْ مِنْ لَوْنٍ فِيْهَا أَيْ فِي الْمُدَّةِ سِوَى الْبَيَاضِ حَيْضٌ فَقَوْلُهٗ وَالطُّهْرُ مُبْتَدَأٌ وَمَارَأَتْ عَطْفٌ عَلَيْهِ وَحَيْضٌ خَبَرُهٗ وَاعْلَمْ أَنَّ الطُّهْرَ الَّذِي يَكُوْنُ أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَيَوْمًا إِذَا تَخَلَّلَ بَيْنَ الدَّمَيْنِ فَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بَلْ هُوَ كَالدَّمِ الْمُتَوَالِيْ إِجْمَاعًا وَإِنْ كَانَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ فَعِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ آخِرًا لَا يَفْصِلُ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ فَيَجُوْزُ بِدَايَةُ الْحَيْضِ وَخَتْمُهٗ بِالطُّهْرِ عَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ فَقَطْ وَقَدْ ذُكِرَ اَنَّ الفَتْوٰى عَلٰى هٰذَا تَيْسِيْرًا عَلَى الْمُفْتِيْ وَالْمُسْتَفْتِيْ۔

ترجمہ: اور وہ طہر (یعنی پاکی) جو دو خونوں کے درمیان متخلل ہو اس کی مدت میں یعنی حیض کی مدت میں اور عورت (چاہے) جو رنگ دیکھے اس میں یعنی حیض کی مدت میں سفیدی کے سوا تو وہ حیض ہے، پس مصنف کا قول "اَلطُّهْرُ" مبتدا ہے اور "مَارَأَتْ" اس پر عطف ہے اور "حَيْضٌ" اس کی خبر ہے اور جان لیجیے کہ وہ طہر جو پندرہ دنوں سے کم ہو جب دو خونوں کے درمیان متخلل ہو جائے پس اگر وہ تین دونوں سے کم ہو تو وہ طہر ان دونوں خونوں کے درمیان فاصلہ نہیں کرے گا بلکہ وہ مسلسل خون (بہنے) کے جیسے (یعنی حکم میں) ہے بالاتفاق۔ اور اگر طہر تین دن یا اس سے زیادہ ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی امام ابو حنیفہ کا بھی آخری قول ہے فاصل نہیں ہو گا۔ اور اگر طہر دس دن سے زیادہ ہو تو حیض کی ابتدا اور انتہا طہر کے ذریعہ ہونا جائز ہے صرف اسی قول کی بنیاد پر اور ذکر کیا گیا ہے کہ فتویٰ اسی قول پر ہے مفتی اور مستفتی کی آسانی کے لیے۔

سوال: طہر کسے کہتے ہیں؟ نیز دو حیض کے درمیان میں طہر کی اقل و اکثر مدت کتنی ہوتی ہے؟

جواب: طہر دو خونوں کے درمیان پاکی کے زمانے کو کہتے ہیں۔

اور دو حیضوں کے درمیان طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور اس کو طہر فاصل کہتے ہیں یعنی دو حیضوں کو جدا کرنے والا، اور طہر کی اکثر مدت کوئی مقرر نہیں ہے جب تک خون نہ آئے پاک ہے نماز روزہ ادا کرتی رہے چاہے

پوری عمر نہ آئے، لیکن اگر کوئی عورت ایسی حالت میں بالغہ ہوئی کہ اس کا خون بند ہی نہیں ہو تا تو یہ عورت استحاضہ کے ساتھ بالغہ ہوئی، پس اس عورت کے لئے ہر مہینے کے دس دن حیض کے مانے جائیں گے اور باقی بیس یا انیس دن طہر کے ہوں گے گویا اس کے لئے طہر کی مدت مقرر ہو گئی۔

سوال: "وَمَارَأَتْ مِنْ لَوْنٍ فِيْهَا أَيْ فِي الْمُدَّةِ سِوَى الْبَيَاضِ حَيْضٌ" اس عبارت کی تشریح بیان کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ عورت حیض کی مدت میں جس بھی رنگ کا خون دیکھے وہ حیض ہی ہے ہاں جب سفید رنگ کا پانی آنے لگے تو وہ حیض نہیں ہے بلکہ وہ پاکی کی نشانی ہے اب عورت پاک ہو گئی ہے۔

سوال: کس طہر میں اختلاف ہے اور کس میں اختلاف نہیں ہے؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر دو خونوں کے درمیان طہر (یعنی پاکی کا زمانہ) پندرہ دن یا اس سے زائد ہو تو یہ طہر کامل ہے جو بالاتفاق فاصل ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔ اگر طہر تین دن سے کم ہو تو بالاتفاق فاصل نہ ہو گا بلکہ مسلسل خون کے حکم میں ہو گا۔

(۳)۔۔۔ اور اگر تین دن سے زائد اور پندرہ دن سے کم ہو تو پھر اس کے فاصل ہونے نہ ہونے میں احناف کے چھ اقوال ہیں:

(۱)۔ امام ابو یوسف کا قول اور یہی امام ابو حنیفہ کا آخری قول ہے کہ طہر اگر پندرہ دن سے کم ہو تو کسی بھی صورت میں فاصل نہیں ہو گا، اگرچہ وہ دس دن سے زائد ہی کیوں نہ ہو، لہذا امام ابو یوسف کے اس قول کی بناء پر حیض کی ابتدا اور انتہا طہر کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔ مثلاً کسی عورت کی عادت ہے کہ اس کو ہر مہینہ کی پانچ تاریخ سے نو تاریخ تک (کل پانچ دن) حیض آتا ہے اب اگر اس نے کسی مہینہ میں چار تاریخ کو خون دیکھا پھر پانچ تاریخ کو طہر پھر چھ سات آٹھ تاریخ کو خون پھر نو دس تاریخ کو طہر پھر گیارہ بارہ تاریخ کو خون دیکھا تو اس صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی عادت کے مطابق پانچ سے نو تاریخ تک حیض شمار ہو گا باقی استحاضہ لہذا اس صورت میں حیض کی ابتدا اور انتہا طہر پر ہوئی اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ مفتی (یعنی فتوی دینے والے) اور مستفتی (یعنی فتوی طلب کرنے والے) کی آسانی کی خاطر اسی قول پر فتوی دیا گیا ہے۔

نوٹ: باقی پانچ اقوال آرہے ہیں۔

وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ عَنْهُ اَنَّهٗ لَا يَفْصِلُ إِنْ اَحَاطَ الدَّمُ بِطَرْفَيْهِ فِي عَشَرَةٍ أَوْ أَقَلَّ وَفِي رِوَايَةِ إِبْنِ الْمُبَارَكِ عَنْهُ اَنَّهٗ يُشْتَرَطُ مَعَ ذٰلِكَ كَوْنُ الدَّمَيْنِ نِصَابًا وَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ يُشْتَرَطُ مَعَ هٰذَا كَوْنُ الطُّهْرِ مُسَاوِيًا لِلدَّمَيْنِ أَوْ أَقَلَّ ثُمَّ إِذَا صَارَ دَمًا عِنْدَهٗ فَإِنْ وُجِدَ فِي عَشَرَةٍ هُوَ فِيْهَا طُهْرٌ آخَرُ يَغْلِبُ الدَّمَيْنِ الْمُحِيْطَيْنِ بِهٖ لٰكِنْ يَصِيْرُ مَغْلُوْبًا إِنْ عُدَّ ذٰلِكَ الدَّمُ الْحُكْمِيُّ دَمًا فَإِنَّهٗ يُعَدُّ دَمًا حَتّٰى يُجْعَلَ الطُّهْرُ الْآخَرُ حَيْضًا اَيْضًا إِلَّا فِي قَوْلِ أَبِيْ سُهَيْلٍ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ كَوْنِ الطُّهْرِ الْآخَرِ مُقَدَّمًا عَلٰى ذٰلِكَ الطُّهْرِ اَوْ مُؤَخَّرًا وَ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ اَلطُّهْرُ الَّذِي يَكُوْنُ ثَلٰثَةً أَوْ أَكْثَرَ يَفْصِلُ مُطْلَقًا فَهٰذِهٖ سِتَّةُ اَقْوَالٍ وَقَدْ ذُكِرَ اَنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَالْمُتَأَخِّرِيْنَ اَفْتَوْا بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ: اور امام ابو حنیفہ سے امام محمد کی روایت میں (اس طرح ہے) کہ اگر خون دس دن یا اس سے کم میں طہر کے دونوں طرف کو گھیرے ہو تو فاصل نہیں ہو گا۔ اور امام ابو حنیفہ سے ابن مبارک کی روایت میں ہے کہ اس (یعنی امام محمد کی بیان کردہ شرط) کے ساتھ ساتھ دونوں خونوں کا (مل کر) نصاب کو ہونے کی شرط لگائی جائے گی۔ اور امام محمد کے نزدیک اس (یعنی دونوں شرطوں) کے ساتھ ساتھ طہر کے دونوں خونوں کے مساوی یا ان سے کم ہونے کی بھی شرط لگائی جائے گی۔ پھر امام محمد کے نزدیک جب طہر خون کے حکم میں ہو گیا تو اگر اس عشرہ میں دوسرا طہر پایا جائے جو دمین محیطین پر غالب ہو لیکن اگر اس دم حکمی کو دم (حیض) شمار کر لیا جائے تو مغلوب ہو جائے تو اس (طہر) کو بھی دم حیض بھی شمار کیا جائے گا یہاں تک کہ دوسرے طہر کو بھی حیض ہی بنایا جائے گا مگر ابو سہیل کے قول میں (دوسرے طہر کو حیض نہیں شمار کیا جائے گا) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ دوسرا طہر اس طہر پر (جو دم حکمی ہو چکا ہو) مقدم ہو یا مؤخر۔ اور حسن ابن زیاد کے نزدیک وہ طہر جو تین دن یا اس سے زیادہ ہو مطلقاً فاصل ہو گا۔ پس یہ چھ اقوال ہیں اور ذکر کیا گیا ہے کہ بہت سارے متقدمین و متاخرین (مشائخ) نے امام محمد کے قول پر فتوی دیا ہے۔

سوال: طہر کے فاصل ہونے یا نہ ہونے کے بقیہ پانچ اقوال کون سے ہیں؟

جواب: طہر کے فاصل ہونے یا نہ ہونے کے بقیہ پانچ اقوال درج ذیل ہیں:

(۲)۔۔۔ دوسرا قول وہ ہے جس کو امام اعظم ابو حنیفہ سے امام محمد نے نقل کیا ہے کہ اگر خون طہر کے دونوں طرف دس دن یا اس سے کم میں محیط ہو تو وہ فاصل نہ ہو گا مثلاً اگر کسی عورت نے ایک دن خون دیکھا اور آٹھ دن طہر اور پھر ایک دن خون دیکھا تو یہ طہر فاصل نہ ہو گا، بلکہ پورے دس دن حیض کے شمار ہوں گے۔

(۳)۔۔۔ اور ابن مبارک نے امام اعظم سے جو قول نقل کیا ہے اس میں طہر کے فاصل نہ ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں ایک تو خون طہر کے دونوں اطراف کو دس دن یا اس سے کم میں محیط ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں خون مل کر نصاب حیض یعنی کم از کم تین دن ہو مثلا ایک عورت نے ایک دن خون دیکھا اور چھ دن طہر اور پھر دو دن خون تو یہ پورے دن حیض کے شمار ہوں گے کیونکہ خون طہر کے دونوں طرف کو گھیرے ہوئے ہے اور نصاب کو بھی پہنچا ہوا ہے۔

(۴)۔۔۔ چوتھا قول پھر امام محمد کا ہے جس میں طہر کے فاصل نہ ہونے کے لیے سابقہ دو شرطوں یعنی خون کے دونوں طرف محیط ہونے اور نصاب کو پہنچنے کے ساتھ ساتھ ایک تیسری شرط بھی ہے وہ یہ کہ وہ طہر دمین محیطین کے برابر ہو یا اس سے کم ہو اگر طہر دمین سے بڑھ جائے تو فاصل ہو جائے گا مثلاً ایک عورت نے ایک دن خون دیکھا دو دن طہر اور دو دن خون تو یہ پانچوں دن حیض کے شمار ہوں گے۔ اب جب کہ یہ پانچوں دن حیض کے شمار ہو چکے تو ان کے بعد دس دن کے اندر اور طہر و خون کو دیکھتی ہے مثلا ان پانچ دنوں کے بعد چار دن طہر اور ایک دن خون دیکھے تو اس صورت میں ظاہری اعتبار سے دیکھا جائے تو طہر خون کے مقابلہ میں زیادہ ہے لیکن جب کہ شروع کے پانچ دنوں کو خون شمار کر کے دیکھا جائے تو وہ پانچ دن اور آخر کا ایک دن کل چھ دن خون کے ہوئے اور اس کے مقابل طہر کے چار دن ہوئے تو اس طرح سے یہ چار دنوں کو بھی حیض ہی شمار کر لیا جائے گا اس طرح سے یہ دس دن مکمل حیض کے ہو جائیں گے۔ ایسا کرنا امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔

(۵)۔۔۔ لیکن ابو سہیل کے قول میں دم حکمی کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ ان کے نزدیک دم حقیقی کا طہر کے مقابلہ میں زیادہ یا برابر ہونا ضروری ہے لہذا ان کے نزدیک مذکورہ مثال میں صرف پانچ دن حیض شمار ہوں گے بعد کے پانچ حیض شمار نہیں ہو سکتے۔

(۶)۔۔۔ چھٹا قول حضرت حسن بن زیاد کا ہے کہ جو طہر تین دن یا اس سے زیادہ ہو وہ مطلقاً فاصل ہو گا۔

سوال: ”وَلَا فَرْقَ بَيْنَ كَوْنِ الطُّهْرِ الْآخَرِ مُقَدَّمًا عَلٰى ذٰلِكَ الطُّهْرِ اَوْ مُؤَخَّرًا“ کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتلارہے ہیں کہ وہ طہر جو دم حکمی بن رہا ہے مقدم ہو یا مؤخر اس میں کچھ فرق نہیں ہو گا مثلا اگر اس نے ایک دن خون دیکھا چار دن طہر پھر دو دن خون پھر دو دن طہر پھر ایک دن خون دیکھا ہو تو بھی یہ دس دن پورے کے پورے حیض شمار ہوں گے اس طرح سے کہ آخر کے ایام کو پہلے دم بھی شمار کیا جائے گا اس کے بعد اس کا مقابلہ شروع کے طہر سے کیا جائے تو وہ غالب ہو جائے گا اس طرح سے پورے دس دن حیض شمار کر لیے جائیں گے۔

سوال: ”وَقَدْ ذُكِرَاَنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَالْمُتَأَخِّرِيْنَ“ اس عبارت سے شارح کیا بتارہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتارہے ہیں کہ بہت سارے متقدمین و متاخرین مشائخ نے امام محمد کے قول پر فتوی دیا ہے جیسا کہ محیط و مبسوط وغیرہ میں مذکور ہے لیکن یہاں بظاہر ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ شارح کی عبارت میں تعارض ہے کہ شارح نے حضرت امام ابو یوسف کے قول پر بھی فتوی نقل کیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارح کی عبارت میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ شارح کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض فقہا نے امام ابو یوسف کے قول پر اور بعض نے امام محمد کے قول پر فتوی دیا ہے لیکن آسانی امام ابو یوسف کے قول میں ہی ہے۔

سوال: اب مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: اب مفتی بہ قول امام ابو یوسف کا ہے جیسا کہ نور الایضاح میں ہے: وَأَقَلُّ الطُّهْرِ الْفَاصِلِ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَا حَدَّ لِأَكْثَرِهِ إِلَّا لِمَنْ بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً۔ ترجمہ: اور پاک رہنے کی کم سے کم مدت جو دو حیضوں کے درمیان فاصل ہو پندرہ دن ہیں اور اس کے اکثر کی کوئی حد نہیں مگر اس عورت کے لئے جو مستحاضہ ہو کر بالغ ہوئی ہو۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۴۶)

بہارِ شریعت میں ہے: دو حَیضوں کے درمیان کم سے کم پورے پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے۔ یوہیں نِفاس و حَیض کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے تو اگر نِفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آیا تو یہ اِستحاضہ ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۷۳)

وَنَحْنُ نَضَعُ مِثَالًا يَجْمَعُ هٰذِهِ الْأَقْوَالَ مُبْتَدِأَةٌ رَأَتْ يَوْمًا دَمًا وَاَرْبَعَةَ عَشَرَ طُهْرًا ثُمَّ يَوْمًا دَمًا وَثَمَانِيَةَ طُهْرًا ثُمَّ يَوْمًا دَمًا وَسَبْعَةَ طُهْرًا ثُمَّ يَوْمَيْنِ دَمًا وَثَلٰثَةَ طُهْرًا ثُمَّ يَوْمًا دَمًا وَثَلٰثَةَ طُهْرًا ثُمَّ يَوْمًا دَمًا وَيَوْمَيْنِ طُهْرًا ثُمَّ يَوْمًا دَمًا فَهٰذِهٖ خَمْسَةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ يَوْمًا۔

ترجمہ: اور ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں جو ان تمام اقوال (ستہ) کو جمع کیے ہوئے ہے۔ مبتدأہ (یعنی وہ عورت جس کو پہلی مرتبہ خون آیا ہو) نے ایک دن خون دیکھا اور چودہ دن طہر پھر ایک دن خون اور آٹھ دن طہر پھر ایک دن خون اور سات دن طہر پھر دو دن خون اور تین دن طہر پھر ایک دن خون اور تین دن طہر پھر ایک دن خون اور دو دن طہر پھر ایک دن خون پس (اس طرح سے) یہ پینتالیس دن ہوئے۔

فَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ يُوْسُفَ اَلْعَشَرَةُ الْأُوْلٰى وَالْعَشَرَةُ الرَّابِعَةُ حَيْضٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ اَلْعَشَرَةُ بَعْدَ طُهْرٍ هُوَ اَرْبَعَةَ عَشَرَ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَلْعَشَرَةُ بَعْدَ طُهْرٍ هُوَ ثَمَانِيَةٌ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ اَلْعَشَرَةُ بَعْدَ الطُّهْرِ هُوَ سَبْعَةٌ وَعِنْدَ اَبِيْ سُهَيْلٍ اَلسِّتَّةُ الْأُوْلٰى مِنْهَا وَ عِنْدَ الْحَسَنِ اَلْأَرْبَعَةُ الْاٰخِيْرَةُ وَ مَاسِوٰى ذٰلِكَ إِسْتِحَاضَةٌ۔

ترجمہ: پس امام ابو یوسف کی روایت میں پہلا عشرہ اور چوتھا عشرہ حیض ہو گا اور امام محمد کی روایت میں (جو امام ابو حنیفہ سے ہے) وہ دس دن جو چودہ دن طہر کے بعد ہے (حیض شمار ہوں گے) اور ابن المبارک کی روایت میں وہ دس دن جو آٹھ دن طہر کے بعد ہیں (حیض شمار ہوں گے) اور امام محمد کے نزدیک (دوسری روایت کے مطابق) وہ دس دن (حیض شمار ہوں گے) جو سات دن طہر کے بعد ہیں اور ابو سہیل کے نزدیک (امام محمد کے عشرہ میں سے) پہلے چھ دن اور حسن ابن زیاد کے نزدیک اخیر کے چار دن (حیض شمار ہوں گے)) اور اس کے علاوہ (جتنے دن ہیں) وہ استحاضہ شمار ہوں گے۔

سوال: مبتدأہ اور معتادہ کس عورت کو کہتے ہیں؟

جواب: مبتدأہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو پہلی مرتبہ دم حیض آیا ہو۔

اور اس کے بالمقابل معتادہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو حیض کی ایک عادت بن چکی ہو اس کا حکم تو یہ ہے کہ عادت کے مطابق ہی حیض کا حکم ہو گا۔

سوال: شارح کی بیان کردہ مثال کی وضاحت کیجیے۔

جواب: شارح نے جو مثال پیش کی ہے مبتدأہ کی ان پینتالیس دنوں میں مذکورہ اقوال ستہ کے اعتبار سے ہر قول کی بناء پر الگ الگ ایام حیض کے شمار ہوں گے:

(۱)۔۔۔ امام ابو یوسف کے قول کے اعتبار سے تو پہلا عشرہ یعنی شروع کے دس دن اور چوتھا عشرہ یعنی ایک مہینہ (یعنی تیس دن) گزرنے کے بعد جو دس دن ہیں وہ حیض شمار ہوں گے کیونکہ ان کے نزدیک وہ طہر جو پندرہ دن سے کم ہو مطلقاً غیر فاصل ہے۔

(۲)۔۔۔ امام محمد کے اس قول میں جو انہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے یہ شرط ہے کہ دس دن یا اس سے کم میں خون طہر کے دونوں طرف محیط ہو۔ تو مثال مذکورہ میں وہ دس دن جو چودہ دن کے طہر کے بعد ہیں جس میں ایک دن خون آٹھ دن طہر اور ایک دن خون ہے حیض شمار ہوں گے۔

(۳)۔۔۔ عبد اللہ بن مبارک کے قول میں جو انہوں نے امام اعظم سے روایت کیا ہے خون کے محیط ہونے کے ساتھ ساتھ خون کے نصاب کو پہنچنے کی بھی شرط ہے اس لیے وہ دس دن حیض کے شمار ہوں گے جو آٹھ دن طہر کے بعد ہیں ایک دن خون سات دن طہر اور دو دن خون کہ اس میں خون محیط ہونے کے ساتھ نصاب کو بھی پہنچ رہا ہے۔

(۴)۔۔۔ امام محمد کے دوسرے قول کے اعتبار سے سات دن طہر کے بعد والا عشرہ حیض شمار ہو گا جو کہ دو دن خون تین دن طہر ایک دن خون تین دن طہر پھر ایک دن خون والا ہے۔ کیونکہ ان کی شرائط کے اعتبار سے دونوں طرف خون محیط بھی ہے اور نصاب کو بھی پہنچ رہا ہے اور طہر بھی اقل یا مساوی ہے کہ پہلے طہر کو دم حکمی مان لینے کے بعد دوسرا طہر اقل ہو رہا ہے لہٰذا یہ عشرہ ان کے نزدیک حیض ہو گا۔

(۵)۔۔۔ ابو سہیل کے قول کے اعتبار سے صرف وہ چھ دن حیض کے شمار ہوں گے جو سات دن کے طہر کے بعد ہوں گے یعنی دو دن خون تین دن طہر اور ایک دن خون کے کیونکہ ان کے نزدیک خون کا طہر کے مقابلہ میں حقیقی طور پر مساوی یا غالب ہونا شرط ہے دم حکمی کا ان کے نزدیک اعتبار نہیں۔

(۶)۔۔۔ حسن بن زیاد کے قول کے مطابق صرف اخیر کے چار دن حیض

1	د	امام ابو یوسف کے نزدیک یہ دس دن حیض کے ہیں			
2	ط				
3	ط				
4	ط				
5	ط				
6	ط				
7	ط				
8	ط				
9	ط				
10	ط				
11	ط				
12	ط				
13	ط				
14	ط				
15	ط				
16	د	امام محمد کے نزدیک یہ دس دن حیض کے شمار ہوں گے کیونکہ خون کے محیط ہونے کی شرط اس میں پائی جا رہی ہے			
17	ط				
18	ط				
19	ط				
20	ط				
21	ط				
22	ط				
23	ط				
24	ط				
25	د		ابن مبارک کی روایت کے مطابق یہ دس دن حیض کے ہیں کیونکہ اس میں خون طہر کے دونوں کناروں کو گھیرے ہوئے بھی ہے اور خون نصاب کو بھی پہنچا ہوا ہے		
26	ط				
27	ط				
28	ط				
29	ط				
30	ط				
31	ط	امام ابو یوسف کے نزدیک یہ دس دن حیض کے ہیں			
32	ط				
33	د			امام محمد کے دوسرے قول کے مطابق یہ	ابو سہیل کے نزدیک صرف یہ چھ دن ھیض
34	د				
35	ط				

شمار ہوں گے کیونکہ ان کے نزدیک تین دن یا اس سے زیادہ طہر مطلقا فاصل ہے۔ لہٰذا اخیر کے چار دن جس میں ایک دن خون، دو دن طہر ایک دن خون کے ہیں حیض شمار ہوں گے اور بقیہ دنوں میں چونکہ تین دن یا اس سے زیادہ طہر ہے اس لیے وہ فاصل ہو گا اور ان ایام کو حیض شمار نہیں کیا جائے گا اس تفصیل سے مسئلہ کی وضاحت تو ہو چکی ہے تاہم نقشہ کے ذریعہ مسئلہ کو سمجھنے میں اور آسانی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ذیل میں نقشہ پیش کیا جارہاہے۔

کے ہوں گے	دس دن حیض کے ہیں کیونکہ خون طہر کے دونوں کناروں کو گھیرے ہوئے ہے اور نصاب کو بھی پہنچا ہوا ہے			ط	36
				ط	37
				د	38
				ط	39
				ط	40
				ط	41
			حسن بن زیاد کے نزدیک صرف یہ چار دن حیض کے ہوں گے	د	42
				ط	43
				ط	44
				د	45

فَفِي كُلِّ صُوْرَةٍ يَكُوْنُ الطُّهْرُ النَّاقِصُ فَاصِلًا فِي هٰذِهِ الْأَقْوَالِ سِوَى قَوْلِ أَبِيْ يُوْسُفَ فَإِنْ كَانَ أَحَدُ الدَّمَيْنِ نِصَابًا كَانَ حَيْضًا وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُمَا نِصَابًا فَالْأَوَّلُ حَيْضٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِّنْهُمَا نِصَابًا فَالْكُلُّ إِسْتِحَاضَةٌ وَإِنَّمَا اُسْتُثْنِيَ قَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ لِأَنَّ هٰذَا لَا يَتَأَتّٰى عَلٰى قَوْلِهٖ۔

ترجمہ: پس تمام صورتوں (اقوال ستہ) میں سوائے امام ابو یوسف کے قول کے ہر ایک کے نزدیک ایسی صورت پائی جاتی ہے جس میں طہر ناقص فاصل ہو گا، پس اگر دو خونوں میں سے ایک نصاب کو ہو (یعنی کم از کم تین دن ہے) تو وہ حیض ہو گا اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نصاب کو ہو تو پہلا حیض ہو گا اور اگر دونوں میں سے کوئی نصاب کو نہ ہو تو کل کا کل استحاضہ ہے۔ اور امام ابو یوسف کے قول کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اس لیے کہ ان کے قول کے مطابق یہ بات (یعنی طہرِ ناقص کا فاصل ہونا) حاصل نہیں ہوتی ہے۔

سوال: ”فَفِي كُلِّ صُوْرَةٍ يَكُوْنُ الطُّهْرُ النَّاقِصُ فَاصِلًا فِي هٰذِهِ الْأَقْوَالِ“ سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح یہاں سے یہ بات بتلا رہے ہیں کہ امام ابو یوسف کے قول کے سوا بقیہ تمام اقوال میں ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ طہر ناقص فاصل ہو جائے جبکہ ان حضرات کی طہر ناقص نہ ہونے کی مذکورہ شرطیں نہ پائی جائیں مثلا:

اگر ایک عورت نے دو دن خون دیکھا پھر نو دن طہر پھر ایک دن خون تو یہ طہر اگرچہ کہ ناقص ہے لیکن خون کے دس دن کے اندر محیط نہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات کی شرطیں نہیں پائی گئیں لہٰذا یہ طہر فاصل ہو گا۔ البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ ناقص مطلقاً فاصل نہیں ہوتا ہے اس لیے ان کے نزدیک یہ مسئلہ نہ ہو گا۔

سوال: ”فَاِنْ کَانَ أَحَدُ الدَّمَیْنِ نِصَابًا کَانَ حَیْضًا“ اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: یہاں سے شارح اس مسئلے کی تین صورتیں بیان فرمارہے ہیں جب دو خونوں کے درمیان طہر فاصل ہو جائے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ اگر دونوں خونوں میں سے ایک نصاب کو پہنچ رہا ہو تو وہ حیض ہو گا مثلاً اگر کسی عورت نے تین دن خون دیکھا پھر سات دن طہر پھر دو دن خون تو اس صورت میں شروع کے تین دن حیض شمار ہوں گے کیونکہ وہ نصاب کو پہنچ چکا ہے، بقیہ استحاضہ۔ یا اس کا الٹا ہو یعنی شروع میں دو دن خون دیکھا پھر سات دن طہر پھر تین دن خون تو آخر کے تین دن حیض ہوں گے۔

یا امام محمد کے قول کے مطابق اگر کسی عورت نے تین دن خون دیکھا پھر پانچ دن طہر پھر ایک دن خون دیکھا تو اس صورت میں بھی صرف شروع کے تین دن حیض کے شمار ہوں گے، کیونکہ امام محمد کی شرط (دمین کا طہر کے مساوی یا غالب ہونا) نہیں پائی گئی لہذا یہ طہر فاصل ہو گا۔

(۲)۔۔۔ دمین محیطین میں ہر ایک نصاب کو پہنچ رہا ہو تو پہلا دم حیض شمار ہو گا مثلاً ایک عورت نے تین دن خون دیکھا اور سات دن طہر پھر تین دن خون تو اس صورت میں دونوں دم نصاب کو پہنچ رہے ہیں اس لیے پہلا دم حیض شمار ہو گا۔

(۳)۔۔۔ اور دمین محیطین میں سے کوئی بھی نصاب کو نہ پہنچ رہا ہو تو پھر سب کے سب استحاضہ ہی ہوں گے مثلاً اگر کسی عورت نے دو دن خون اور آٹھ دن طہر پھر دو دن خون دیکھا تو چونکہ کوئی بھی دم نصاب کو نہیں پہنچ رہا ہے لہذا سب استحاضہ ہوں گے۔

سوال: شارح نے امام ابو یوسف کے قول کا استثناء کیوں کیا؟

جواب: شارح نے امام ابو یوسف کے قول کا استثناء اس لیے کیا کہ ان کے یہاں طہرِ ناقص فاصل نہیں بنتا یعنی جو طہر پندرہ دن سے کم ہو وہ فاصل نہیں ہوتا۔

وَاعْلَمْ أَنَّ اَلْوَانَ الْحَيْضِ هِيَ الْحُمْرَةُ وَالسَّوَادُ فَهُمَا حَيْضٌ إِجْمَاعًا وَكَذَا الصُفْرَةُ الْمُشْبَعَةُ فِي الْأَصَحِّ وَالْخُضْرَةُ وَ الصُّفْرَةُ الضَّعِيفَةُ وَالْكُدْرَةُ وَالتُرْبِيَّةُ عِنْدَنَا وَفَرْقُ مَابَيْنَهُمَا أَنَّ الْكُدْرَةَ مَايَضْرِبُ إِلَى الْبَيَاضِ وَالتُّرْبِيَّةَ إِلَى السَّوَادِ۔

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ حیض کے (خون) کے رنگ وہ سرخی و سیاہی ہیں پس یہ دونوں رنگ بالا جماع حیض ہیں اور اسی طرح گہرا پیلا صحیح ترین قول میں اور سبز (یعنی ہرا) اور پھیکا پیلا اور گدلا اور مٹیالا بھی ہمارے نزدیک (حیض ہے) اور (تربیت اور کدورت) کے درمیان فرق یہ ہے کہ کدرت (گدلا رنگ) وہ ہوتا ہے جو سفیدی کی طرف مائل ہو اور تربیہ (میٹالا رنگ) جو سیاہی کی طرف مائل ہو۔

سوال: حیض کے خون کے کتنے رنگ ہیں؟

جواب: حیض کے خون کے چھ رنگ ہیں: (۱) سرخ (۲) سیاہ (۳) زرد (۴) سبز (۵) گدلا (۶) مٹیالا۔

پس سرخ و سیاہ بالا جماع حیض ہیں کیونکہ خون کا اصل رنگ سرخ ہی ہے۔ اور جب سرخ رنگ گہرا ہو جائے تو سیاہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور گہرا زرد رنگ بھی صحیح قول کے مطابق حیض ہی ہے شارح نے فی الاصح کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جو لوگ مطلق زردی کو حیض نہیں مانتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے۔ اور حضرۃ بمعنی سبزی اور صفرہ ضعیفہ بمعنی کمزور زردی (پھیکا پیلا) اور کدورۃ بمعنی گدلا پن جو سفیدی مائل ہو اور تربیہ بمعنی مٹیالا یعنی وہ گدلا پن جو سیاہی مائل ہو ہمارے نزدیک یہ تمام رنگ حیض میں شمار ہوتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے چنانچہ خضرہ (سبز رنگ) کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر عورت ذوات الحیض میں ہے یعنی ایسی عمر والی ہے کہ اس کو حیض آتا ہو تو یہ سبز رنگ حیض ہی شمار ہو گا اور یوں سمجھا جائیگا کہ نظام انہضام کی خرابی کی بناء پر خون کا رنگ سبز ہو گیا ہے۔ اور اگر عورت آئسہ ہو یعنی ایسی عمر کو پہنچ چکی ہو کہ اس عمر میں حیض نہیں آتا اور وہ سبز رنگ کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھے تو یہ خون حیض شمار نہ ہو گا اور گدلا اور مٹیالا دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ طرفین کے نزدیک یہ مطلقا حیض ہے چاہے شروع حیض میں ہو چاہے آخری حیض میں۔ لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر حیض کے آخری ایام میں ہو تب تو حیض شمار ہو گا اور شروع ایام میں ہو تو حیض شمار نہیں ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ اگر یہ تمام رنگ ایام حیض میں نظر آئیں تو حیض ہی شمار ہوں گے۔

بہار شریعت میں ہے: حَیض کے چھ رنگ ہیں:

(۱) سیاہ　(۲) سرخ　(۳) سبز　(۴) زرد　(۵) گدلا　(۶) مٹیلا۔

سفید رنگ کی رطوبت حَیض نہیں۔

دس دن کے اندر رطوبت میں ذرا بھی میلا پن ہے تو وہ حَیض ہے اور دس دن رات کے بعد بھی میلا پن باقی ہے تو عادت والی کے لیے جو دن عادت کے ہیں حَیض ہے اور عادت سے بعد والے اِستحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں تو دس دن رات تک حَیض باقی اِستحاضہ۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۷۳)

وَإِنَّمَا قَدَّمَ مَسْأَلَةَ الطُّهْرِ الْمُتَخَلِّلِ عَلٰى اَلْوَانِ الْحَيْضِ لِأَنَّهَا مُتَعَلِّقَةٌ بِمُدَّةِ الْحَيْضِ فَأَلْحَقَهَا بِهَا ثُمَّ ذَكَرَ الْاَلْوَانَ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ شَرَعَ فِي أَحْكَامِ الْحَيْضِ فَقَالَ **يَمْنَعُ الصَّلٰوةَ وَالصَّوْمَ وَيُقْضٰى هُوَ لَا هِيَ** أَيْ يُقْضٰى الصَّوْمُ لَا الصَّلٰوةُ بِنَاءً عَلٰى اَنَّ الْحَيْضَ يَمْنَعُ وُجُوْبَ الصَّلٰوةِ وَصِحَّةَ اَدَائِهَا لٰكِنْ لَا يَمْنَعُ وُجُوْبَ الصَّوْمِ فَنَفْسُ وَجُوْبِهٖ ثَابِتٌ بَلْ يَمْنَعُ صِحَّةَ أَدَائِهٖ فَيَجِبُ الْقَضَاءُ إِذَا طَهُرَتْ۔

ترجمہ: اور مقدم کیا (مصنف نے) طہرِ متخلل کے مسئلہ کو حیض کے رنگوں پر اس لیے کہ طہرِ متخلل حیض کی مدت سے متعلق ہے لہٰذا اس (یعنی طہرِ متخلل) کو اس (یعنی مدتِ حیض) سے ملا دیا، پھر حیض کے رنگوں کو ذکر کیا پھر رنگوں کے بعد حیض کے احکام کو شروع کیا۔ پس فرمایا کہ **حیض نماز اور روزہ کو منع کرتا ہے** (اور ایسی صورت میں) **روزہ کی قضاء کی جائے گی نہ کہ نماز کی۔** اس بنا پر کہ حیض نماز کے وجوب اور اس کے ادا کرنے کے صحیح ہونے کو منع کرتا ہے لیکن روزہ کے وجوب کو منع نہیں کرتا پس روزہ کا نفسِ وجوب تو ثابت ہے البتہ اس کی صحتِ ادا کو منع کرتا ہے۔ پس (روزہ کی) قضا کرنا واجب ہوگی جب عورت پاک ہو۔

سوال: " وَإِنَّمَا قَدَّمَ مَسْأَلَةَ الطُّهْرِ الْمُتَخَلِّلِ عَلٰى اَلْوَانِ الْحَيْضِ " اس عبارت کو لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس عبارت کو لانے کی وجہ ایک اعتراض کا دفعیہ ہے جو مصنف پر وارد ہوتا ہے اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے وقایہ کو ہدایہ کی ترتیب پر جمع کیا ہے، لیکن یہاں مصنف نے ہدایہ کی ترتیب کے خلاف کیا کیونکہ صاحب

ہدایہ نے پہلے مدت حیض پھر الوان پھر احکام کو ذکر کیا ہے اور آخر میں طہرِ متخلل کو ذکر کیا ہے اور مصنف نے طہرِ متخلل کو الوان واحکام سے پہلے ذکر کر دیا؟

تو شارح اس کا جواب دے رہے ہیں کہ طہرِ متخلل کو الوانِ حیض پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ طہرِ متخلل مدتِ حیض سے متعلق ہے لہٰذا مصنف نے مدت حیض کے ذکر کرنے کے بعد طہرِ متخلل کو اس سے ملحق کر دیا۔

سوال: حائضہ کو روزہ اور نماز کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حیض کے دِنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔

ہاں! نماز کے وقت میں وُضو کر کے اتنی دیر تک ذکرِ الٰہی، درود شریف اور دیگر وظائف پڑھ لیا کرے جتنی دیر تک نماز پڑھا کرتی تھی کہ عادت بنی رہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۸۰)

سوال: روزہ اور نماز حکم یعنی فرض ہونے کے اعتبار سے برابر ہیں تو یہ فرق کیوں کہ روزہ کی قضا تو واجب اور نماز کی قضاء واجب نہیں؟

جواب: اس فرق کی وجہ حضرت عائشہ کی حدیث ہے چنانچہ حضرت معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ حائضہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی اور نماز قضا نہیں کرتی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ عارضہ ہم کو آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج۳، ص۲۶۰)

اس حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پوچھنا برا نہیں، ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیسا ایمان افروز جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں ہم تو حکم کے تابع ہیں، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا نماز کی قضا کا نہیں اس لیے یہ فرق ہو گیا، ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض۔ بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضاء کرنے پڑتے ہیں اس لیے اس میں دشواری نہیں اور قضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی فی دن پانچ نمازیں قضاء کرنی پڑتیں یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی اس لیے نمازوں کی قضا نہیں روزوں کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم! (مراۃ المناجیح، ج۳، ص۲۶۰)

سوال: "بِنَاءً عَلٰى اَنَّ الْحَيْضَ يَمْنَعُ وُجُوْبَ الصَّلٰوةِ وَصِحَّةَ اَدَائِهَا" شارح کی بیان کردہ وجہ کی تشریح کیجیے۔

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ حیض حائضہ پر نماز کے واجب ہونے اور نماز ادا کرنے کے صحیح ہونے دونوں کو روکتا ہے کہ جب تک حیض آتا رہے گا حائضہ پر نماز واجب نہیں ہو گی اور حیض کی حالت میں نماز ادا کرنا بھی صحیح نہیں ہو گا کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

عمدۃ الرعایۃ میں ہے کہ شارح کا "يَمْنَعُ" کا لفظ اختیار کرنا صاحب ہدایہ کے "اَنَّ الْحَيْضَ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلٰوةَ" سے بہتر ہے کیونکہ صاحب ہدایہ کی عبارت سے یہ پتا چلتا ہے کہ حائضہ پر نماز واجب ہوئی اور پھر باطل ہو گئی اس لیے کہ سقوط واجب ہونے کے بعد ہوتا ہے اور یہ قول قاضی ابو زید دبوسی کا ہے کہ انہوں نے کہا کہ وقت کی جانب نظر کرتے ہوئے حائضہ پر نماز واجب ہوتی ہے پھر دفعِ حرج کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے۔ جبکہ عام مشائخ کا یہ قول ہے کہ حائضہ پر بالکل بھی نماز واجب نہیں ہوتی۔ پس اس کے لیے "يَمْنَعُ" کا لفظ زیادہ اچھا ہے کہ یہ وجوب کے بعد ساقط ہونے اور سرے سے واجب نہ ہونے کو عام ہے۔ پس جب نماز واجب ہی نہیں ہوئی تو اس کی قضا کیسے؟

ہاں! حیض کی حالت میں روزہ اس پر فرض ہو جاتا ہے مگر مانع یعنی حیض کے پائے جانے کی وجہ سے اس کا ادا کرنا ممکن نہیں اس لیے روزے کی قضا حیض سے پاک ہونے کے بعد کرے گی۔

سوال: جب جنبی کے لئے حالت جنابت میں روزہ رکھنا صحیح ہے تو حائضہ کے لئے بھی حالت حیض میں روزہ رکھنا صحیح ہونا چاہئے تھا، ایسا کیوں نہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نام ہے کھانے، پینے اور جماع سے رکنے کا، جنابت کی حالت میں ان تینوں سے رکنا پایا جاتا ہے جبکہ حیض کی حالت میں جماع سے رکنا روزہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حیض کی وجہ سے ہوتا ہے، لہذا حالتِ حیض میں روزے اپنے تینوں اجزا کے ساتھ تام نہیں ہو گا اس لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

(شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۵۰)

ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ عِنْدَنَا آخِرُ الْوَقْتِ فَإِذَا حَاضَتْ فِي آخِرِ الْوَقْتِ سَقَطَتْ وَإِنْ طَهُرَتْ فِي آخِرِ الْوَقْتِ وَجَبَتْ فَإِذَا كَانَتْ طَهَارَتُهَا لِعَشَرَةٍ وَجَبَتِ الصَّلٰوةُ وَإِن كَانَ الْبَاقِي مِنَ الْوَقْتِ لَمْحَةً وَإِن كَانَتْ لِأَقَلَّ مِنْهَا فَإِنْ كَانَ الْبَاقِي مِنَ الْوَقْتِ مِقْدَارَ مَايَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيْمَةَ وَجَبَتْ وَإِلَّا فَلَا فَوَقْتُ الْغُسْلِ يُحْتَسَبُ هٰهُنَا مِنْ مُدَّةِ الْحَيْضِ۔

ترجمہ: پھر ہمارے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے، پس جب عورت آخر وقت میں حائضہ ہو جائے تو (نماز) اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر آخر وقت میں پاک ہو جائے تو نماز اس پر واجب ہو جائے گی جبکہ اس کی یہ پاکی دس دن (مکمل ہونے) پر ہو تو اس پر نماز واجب ہو جائے گی اگرچہ وقت کا ایک لمحہ ہی باقی ہو۔ اور اگر یہ پاکی دس دن سے کم میں ہو تو اگر وقت میں سے اتنی مقدار باقی ہو کہ وہ مقدار غسل اور تکبیر تحریمہ کی وسعت رکھتا ہو تو (اس پر) نماز واجب ہو گی، ورنہ تو نہیں۔ پس یہاں پر غسل کا وقت مدت حیض ہی میں شمار کیا جائے گا۔

سوال: سقوط صلوۃ اور وجوب صلوۃ میں کس وقت کا اعتبار ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک سقوط صلوۃ اور وجوب صلوۃ میں آخری وقت کا اعتبار ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک نماز سے مقارن حصہ ہی نماز کے واجب ہونے کا سبب ہوتا ہے لہذا تاخیر کی صورت میں سبب وجوب آخری وقت تک منتقل ہو جائے گا لہذا اگر کسی عورت نے شروع یا درمیانی وقت میں نماز ادا نہیں کی اور آخری وقت میں حائضہ ہو گئی تو یہ نماز اس سے ساقط ہو جائے گی۔

اور اگر کوئی حائضہ آخر وقت میں پاک ہو جائے تو اس پر نماز واجب ہونے کی دو صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔اگر عورت دس دن مکمل کر کے پاک ہوئی تو اس پر واجب ہو گئی اگرچہ ایک لمحہ وقت باقی ہو۔ اس کی قضاء اس پر لازم ہو گی کیونکہ دس دن کے مکمل ہونے پر اس کے پاک ہونے کا حکم لگ ہو جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو اتنے وقت کا اعتبار ہو گا جس میں وہ غسل کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے، پس اگر اتنا وقت باقی ہو تو اس پر وہ نماز واجب ہو گی اور اگر اتنا وقت باقی نہ رہے تو اس پر نماز واجب نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس صورت میں غسل کرنے پر پاکی کا حکم ہے۔ غسل کرنے کا وقت حیض کی مدت میں شمار ہو گا نہ کہ پاکی کی مدت میں۔

بہارِ شریعت میں ہے:

نماز کا آخر وقت ہو گیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حَیض آیا، یا بچہ پیدا ہوا تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی اگرچہ اتنا تنگ وقت ہو گیا ہو کہ اس نماز کی گنجائش نہ ہو۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۸۰)

وَالصَّائِمَةُ إِذَا حَاضَتْ فِي النَّهَارِ فَإِنْ كَانَ فِي آخِرِهِ بَطَلَ صَوْمُهَا فَيَجِبُ قَضَاؤُهٗ إِن كَانَ صَوْمًا وَاجِبًا وَإِن كَانَ نَفْلًا لَا ، بِخِلَافِ صَلٰوةِ النَّفْلِ إِذَا حَاضَتْ فِي خِلَالِهَا فَإِنَّهَا تَبْطُلُ وَيَجِبُ قَضَاؤُهَا۔

ترجمہ: اور اگر روزہ دار عورت دن میں حائضہ ہو جائے اگرچہ حیض دن کے آخری حصہ میں ہی ہو تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا پس اگر روزہ واجب ہو تو (اس پر) اس کی قضا واجب ہو گی اور اگر روزہ نفل ہو تو قضاء واجب نہ ہو گی، بر خلاف نفل نماز کے کہ جب عورت نماز کے درمیان میں حائضہ ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور (اس پر) اس نفل نماز کی قضاء واجب ہو گی۔

سوال: روزہ دار عورت دن میں حائضہ ہو گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ دار عورت اگر دن میں حائضہ ہو گئی تو اس میں بھی آخری وقت کا اعتبار ہو گا کہ اگر وہ دن کے آخری حصہ میں بھی حائضہ ہو جائے تو اس کا روزہ باطل ہو گا اور اس پر اس روزہ کی قضاء لازم ہو گی۔

سوال: "إِن كَانَ صَوْمًا وَاجِبًا وَإِن كَانَ نَفْلًا لَا" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ اگر روزہ دار عورت کو دن میں حیض آ جائے تو اس کا روزہ باطل ہے اب اگر یہ روزہ واجب ہے مثلاً رمضان کا یا نذر کا یا قضاء کا تو اس کی قضاء واجب ہو گی اور اگر نفل ہے مثلاً عرفہ کا، عاشورہ کا یا ایام بیض وغیرہ کا تو شارح نے فرمایا کہ اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

مفتی بہ قول

لیکن بہارِ شریعت میں ہے: روزے کی حالت میں حَیض یانِفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نَفْل تھا تو قضا واجب۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۳۸۲)

سوال: نماز کی حالت میں حیض شروع ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کی حالت میں حیض شروع ہو جائے تو اگر فرض نماز ہو تو اس کی قضاء واجب نہ ہو گی بلکہ وہ نماز اس سے ساقط ہو جائیگی اور اگر نفل نماز ہو تو پاک ہونے کے بعد اس پر قضاء لازم ہو گی کیونکہ ہمارے نزدیک نفل نماز شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر اس کو فاسد کر دے تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: نماز پڑھتے میں حَیض آ گیا، یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز معاف ہے، البتہ اگر نفل نماز تھی تو اس کی قضا واجب ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۳۸۰)

وَإِنْ طَهُرَتْ فِي النَّهَارِ وَلَا تَأْكُلُ شَيْئًا لَا يُجْزِئُ صَوْمُ هٰذَا الْيَوْمِ لٰكِنْ يَجِبُ عَلَيْهَا الْإِمْسَاكُ وَإِنْ طَهُرَتْ فِي اللَّيْلِ لِعَشَرَةِ أَيَّامٍ يَصِحُّ صَوْمُ هٰذَا الْيَوْمِ وَإِنْ كَانَ الْبَاقِي مِنَ اللَّيْلِ لَمْحَةً وَإِنْ طَهُرَتْ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ يَصِحُّ الصَّوْمُ إِنْ كَانَ الْبَاقِي مِنَ اللَّيْلِ مِقْدَارَ مَا يَسَعُ الْغُسْلَ فَإِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ فِي اللَّيْلِ لَا يَبْطُلُ صَوْمُهَا۔

ترجمہ: اور اگر عورت دن میں پاک ہو جائے اور (ابھی تک) اس نے کوئی چیز کھائی نہ ہو تو یہ اس دن کے روزہ کے بدلہ میں کافی نہ ہو گا لیکن اس پر (کھانے پینے سے) رکے رہنا واجب ہو گا۔ اور اگر وہ دس دن پورے ہونے پر رات میں پاک ہو گئی تو اس دن کا روزہ صحیح ہو جائے گا اگرچہ رات کا ایک لمحہ ہی باقی ہو اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو اگر رات کا اتنا وقت باقی ہے جو غسل کرنے کی گنجائش رکھتا ہو اگرچہ اس نے رات میں غسل نہ بھی کیا ہو تب بھی اس کا روزہ باطل نہ ہو گا۔

سوال: اگر حائضہ عورت رمضان میں دن کے وقت پاک ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر حائضہ عورت رمضان میں دن کے وقت پاک ہوئی اور اس نے صبحِ صادق سے لے کر پاک ہونے کے وقت تک کچھ بھی کھایا پیا نہ ہو تب بھی اس دن کا روزہ نہیں مانا جائے گا عید بعد اس روزے کی قضا کرنا لازم ہے۔ہاں! بقیہ دن کھانے پینے سے رکے رہنا واجب ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے:

جو عورت دس دن سے کم میں صبحِ صادق سے پہلے پاک ہوئی لیکن اتنا وقت بھی نہیں کہ نہا کر تحریمہ کہہ سکے تو اس دن کا روزہ فرض نہ ہوا، البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، کوئی بات ایسی جو روزے کے خلاف ہو مثلاً کھانا، پینا حرام ہے۔(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۸۱۔۳۸۲)

سوال: اگر کوئی حائضہ رات میں پاک ہوئی تو روزہ رکھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اور اگر کوئی حائضہ رات میں پاک ہوئی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اب اگر وہ دس دن مکمل ہونے پر پاک ہوئی ہو اور رات کا صرف ایک لمحہ باقی ہو تو بھی اس کا روزہ صحیح ہو گا۔

(۲)۔۔۔ اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی ہو تو اتنا وقت باقی ہونا ضروری ہے جس میں وہ غسل کر سکے اگرچہ غسل نہ کرے تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا کیونکہ جب اس کو اتنا وقت ملا جس میں وہ غسل کر سکتی ہو تو حکماً پاک ہے۔لہٰذا اس پر روزہ لازم ہو گا اور چونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے اس لیے وہ غسل بھی نہ کرے تو اس کا روزہ صحیح ہو گا(البتہ غسل میں تاخیر مکروہ ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے:

اگر پورے دس دن پر پاک ہوئی اور اتنا وقت رات کا باقی نہیں کہ ایک بار اللہ اکبر کہہ لے تو اس دن کا روزہ اس پر واجب ہے اور جو کم میں پاک ہوئی اور اتنا وقت ہے کہ صبحِ صادق ہونے سے پہلے نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو روزہ فرض ہے، اگر نہالے تو بہتر ہے ورنہ بے نہائے نیت کرلے اور صبح کو نہالے اور جو اتنا وقت بھی نہیں تو اس دن کا روزہ فرض نہ ہوا، البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، کوئی بات ایسی جو روزے کے خلاف ہو مثلاً کھانا، پینا حرام ہے۔(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۸۱۔۳۸۲)

وَدُخُوْلَ الْمَسْجِدِ وَالطَّوَافَ لِكَوْنِهٖ يُفْعَلُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنْ طَافَتْ مَعَ هٰذَا تَحَلَّلَتْ وَإِسْتِمْتَاعَ مَا تَحْتَ الْإِزَارِ كَالْمُبَاشَرَةِ وَالتَّفْخِيْذِ وَيَحِلُّ الْقُبْلَةُ وَمُلَامَسَةُ مَافَوْقَ الْإِزَارِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَتَّقِيْ شِعَارَ الدَّمِ أَيْ مَوْضِعَ الْفَرْجِ فَقَطْ۔

ترجمہ: اور حیض منع کرتا ہے مسجد میں داخل ہونے کو اور طواف کرنے کو کیونکہ طواف مسجد میں کیا جاتا ہے پس اگر حائضہ حیض کے ساتھ (یعنی حالتِ حیض میں) طواف کرلے تو حلال ہو جائے گی اور حیض منع کرتا ہے اس چیز سے فائدہ اٹھانے سے جو ازار کے نیچے ہے (یعنی ناف کے نیچے) جیسے کہ مباشرت اور تفخیذ اور بوسہ لینا اور مافوق الازار (یعنی ناف سے اوپری حصہ) کو چھونا حلال (یعنی جائز) ہے اور امام محمد کے نزدیک صرف شعار دم یعنی موضع فرج سے بچے (بقیہ تمام طرح سے استفادہ جائز ہے)۔

سوال: کیا حائضہ مسجد میں داخل ہو سکتی ہے؟ نیز بحالتِ حیض طواف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حائضہ کو مسجد میں جانا حرام ہے۔ ہاں! اگر چور یا درندے سے ڈر کر مسجد میں چلی گئی تو جائز ہے مگر اسے چاہے کہ تیمم کرلے۔ یوہیں مسجد میں پانی رکھا ہے یا کو آں ہے اور کہیں اَور پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹۔۳۸۰)

خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچہ مسجد حرام کے باہر سے ہو حائضہ کے لیے حرام ہے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹۔۳۸۰)

حرام ہونے کے باوجود اگر حائضہ نے حج کا طواف الزیارۃ کر لیا تو وہ حلال ہو جائے گی (یعنی احرام کی پابندی سے نکل جائے گی لیکن گنہگار ہو گی اور اس پر بطور کفارہ کے دم دینا واجب ہو گا۔

سوال: شوہر اپنی حائضہ بیوی سے کتنا نفع اٹھا سکتا ہے؟

جواب: شوہر اپنی حائضہ بیوی سے ماتحت الازار (ناف سے گھٹنے تک) انتفاع نہیں اٹھا سکتا کہ حرام ہے جیسے کہ جماع یا تفخیذ یعنی عورت کی رانوں کو ملا کر اس میں ذکر کو داخل کرنا، حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حائضہ سے نفع اٹھانا کہاں تک حلال ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے ناف سے اوپر کے حصہ سے نفع اٹھانا جائز ہے، جیسے کہ بوسہ لینا اور پستان وغیرہ کا چھونا۔ جبکہ امام محمد کے نزدیک صرف جماع حرام ہے، بقیہ کسی بھی

طرح سے نفع اٹھانا جائز ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جماع کے سوا ہر چیز جائز ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ہم بستری یعنی جماع اس حالت میں حرام ہے۔ ایسی حالت میں جِماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سَخْت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے اور آمد کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مُسْتَحَب۔

اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْو سے چھونا جائز نہیں جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شَہوت سے ہو یا بے شَہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو حَرَج نہیں۔

ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حَرَج نہیں۔ یوہیں بوس و کنار بھی جائز ہے۔

اپنے ساتھ کھلانا یا ایک جگہ سونا جائز ہے بلکہ اس وجہ سے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے۔ اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔ اگر ہمراہ سونے میں غلبہ شَہوت اور اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے اور اگر گمان غالب ہو تو ساتھ سونا گناہ۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۳۸۲۔۳۸۳)

وَلَا تَقْرَأُ كَجُنُبٍ وَنُفَسَاءَ سَوَاءٌ كَانَ آيَةً أَوْمَا دُوْنَهَا عِنْدَ الْكَرْخِيِّ وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَعِنْدَ الطَّحَاوِيِّ تَحِلُّ مَادُوْنَ الْآيَةِ هٰذَا إِذَا قَصَدَتِ الْقِرَاءَةَ فَإِنْ لَمْ تَقْصُدْهَا نَحْوَ أَنْ تَقُوْلَ شُكْرًا لِلنِّعْمَةِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَيَجُوْزُ لَهَا اَلتَّهَجِّي بِالْقُرْآنِ۔

ترجمہ: اور حائضہ قرآن نہ پڑھے جنبی اور نفاس والی عورتوں کی طرح، چاہے قرآن ایک آیت یا اس سے کم امام کرخی کے نزدیک اور یہی مختار مذہب ہے اور امام طحاوی کے نزدیک ایک آیت سے کم پڑھنا حلال ہے، یہ (یعنی قراءت کا منع ہونا) اس وقت ہے جب کہ قراءت قرآن کا ارادہ کرے اور اگر قراءت قرآن کا ارادہ نہ کرے جیسے بطور نعمت کے شکریہ کے ''الحمد للہ رب العالمین'' کہنا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حائضہ کے لیے قرآن کی ہجے کرنا جائز ہے۔

سوال: حائضہ کو قرآنِ پاک پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حائضہ کے لیے قرآن کی تلاوت کرنا بالاتفاق حرام ہے البتہ مَادُوْنَ الْآيَةِ (یعنی ایک آیت سے کم میں) اختلاف ہے:

(۱)۔۔۔امام کرخی فرماتے ہیں کہ ایک آیت سے کم کی بھی تلاوت نہیں کر سکتی۔

(۲)۔۔۔جبکہ امام طحاوی ایک آیت سے کم کی تلاوت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: حَیض ونِفاس والی عورت کو قرآنِ مجید پڑھنا دیکھ کر، یازبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے یہ سب حرام ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

سوال: "هٰذَا إِذَا قَصَدَتِ الْقِرَاءَةَ" شارح اس عبارت سے کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ امام طحاوی اور امام کرخی کا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ حائضہ تلاوت کے ارادہ سے پڑھے اور اگر تلاوت کے ارادہ سے نہ پڑھے بلکہ بطور شکریہ کوئی پوری آیت بھی پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے کہ شکریہ کے طور پر "الحمد للہ رب العالمین" کہہ لے کیونکہ نیت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: اگر قرآن کی آیت دُعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یا خبرِ پریشان پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہا یا بہ نیتِ ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں هُوَاللهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے آخر سورۃ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن کی نیت نہ ہو تو کچھ حَرَج نہیں۔ یوہیں تینوں قُلْ بلا لفظ قُلْ بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظِ قُل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے نیت کو کچھ دخل نہیں۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۲۶)

سوال: کیا حائضہ قرآنِ پاک کو ہجے کر کے پڑھ سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! حائضہ قرآنِ پاک کو ہجے کر کے پڑھ سکتی ہے اس کے لیے یہ جائز ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ہجے کرانے میں کوئی حَرَج نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

وَالْمُعَلِّمَةُ إِذَا حَاضَتْ فَعِنْدَ الْكَرْخِيِّ تُعَلِّمُ كَلِمَةً كَلِمَةً وَتَقْطَعُ بَيْنَ الْكَلِمَتَيْنِ وَعِنْدَ الطَّحَاوِيِّ نَصْفَ آيَةٍ وَتَقْطَعُ ثُمَّ تُعَلِّمُ النِّصْفَ الْآخَرَ وَأَمَّا دُعَاءُ قُنُوْتٍ فَيُكْرَهُ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ وَفِي الْمُحِيْطِ لَا يُكْرَهُ وَسَائِرُ الْأَدْعِيَةِ وَالْأَذْكَارِ لَا بَأْسَ بِهَا وَيُكْرَهُ قِرَاءَةُ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ بِخِلَافِ الْمُحْدِثِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ وَلَا تَقْرَأُ۔

ترجمہ: اور معلمہ جب حائضہ ہو جائے تو امام کرخی کے نزدیک ایک ایک کلمہ پڑھائے اور دو کلموں کے درمیان سانس توڑ دے اور امام طحاوی کے نزدیک آدھی آیت پڑھائے اور قطع کرے (یعنی سانس توڑ دے) پھر آدھی آیت پڑھائے۔ اور رہا دعائے قنوت (کا پڑھنا) تو بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اور محیط میں لکھا ہے کہ مکروہ قرار نہیں دیا گیا ہے اور تمام دعائیں واذکار کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور تورات وانجیل کا پڑھنا (حائضہ کے لئے) مکروہ قرار دیا گیا ہے برخلاف محدث (یعنی بے وضو) کے، "بِخِلَافِ الْمُحْدِثِ" ماتن کے قول "وَلَا تَقْرَأُ" سے متعلق ہے۔

سوال: معلمہ اگر حائضہ ہو جائے تو کیسے پڑھائے؟

جواب: اگر کوئی معلمہ حائضہ ہو جائے تو چونکہ امام کرخی کے نزدیک آیت سے کم کا بھی پڑھنا حلال نہیں ہے۔ اس لیے اگر وہ قرآن پڑھائے تو ہر ہر لفظ کو الگ الگ پڑھائے گی اور ہر لفظ کے بعد وقف کرے گی اور امام طحاوی کے نزدیک چونکہ مادون الآیۃ کی تلاوت جائز ہے اس لیے پہلے آدھی آیت پڑھائے گی پھر وقف کریگی پھر بقیہ آدھی آیت پڑھائے گی۔

سوال: مفتی بہ قول کون سا ہے؟

جواب: مفتی بہ قول امام کرخی کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: معلمہ کو حَیض یا نِفاس ہوا تو ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھائے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

سوال: حائضہ کو دعائے قنوت اور دیگر دعائیں پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: دعائے قنوت کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے:

(۱)۔۔۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ حائضہ کے لیے دعائے قنوت کا پڑھنا مکروہ ہے، حضرت ابن مسعود کی روایت کی بناء پر کہ قنوت قرآن کا جز ہے کہ یہ دو سورتوں کا مجموعہ ہے۔

(۲)۔۔۔ اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ حائضہ کے لیے دعا قنوت کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ جمہور صحابہ کے نزدیک قرآن نہیں ہے اسی وجہ سے اس کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مسنون نہیں ہے۔

مفتی بہ پہلا والا قول ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: دعائے قنوت پڑھنا اس حالت (یعنی حیض) میں مکروہ ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

لیکن مکتبۃ المدینہ والی بہارِ شریعت کے حاشیہ میں لکھا ہے:

مکروہ کا قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے مگر ظاہر الروایہ میں ہے کہ اس حالت میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ "التجنیس" لصاحب الھدایۃ، جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ پر ہے کہ اسی پر فتوی ہے ۔ (انظر: "الفتاوی الھندیۃ" ج۱، ص۳۸. "ردالمحتار" ج۱، ص۳۵۱) یہ بھی ممکن ہے کہ کاتب سے مکروہ کے بعد " نہیں" لکھنا رہ گیا ہو اور صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی اصل عبارت یوں ہو: دعائے قنوت پڑھنا اس حالت میں مکروہ نہیں ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

قرآنِ مجید کے علاوہ اَور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وُضو یا کُلّی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حَرَج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حَرَج نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

سوال: حائضہ کو تورات وانجیل پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: تورات، زبور، انجیل وغیرہ اللہ کی کتابیں ہیں اور کلام اللہ ہونے میں قرآن کے شریک ہیں لہٰذا ان کی بھی تعظیم ضروری ہو گی۔ اس لیے حائضہ کے لیے ان کا پڑھنا مکروہ ہو گا لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ کتابیں تحریف سے پاک ہوں اگر تحریف شدہ ہیں تو اس کا پڑھنا مکروہ نہ ہو گا۔

سوال: " بِخِلَافِ الْمُحْدِثِ " ماتن کے اس قول کی وضاحت کیجیے نیز یہ کس سے متعلق ہو گا؟

جواب: ماتن اس عبارت سے یہ بتارہے ہیں کہ محدث (یعنی بے وضو) کے لیے قرآن مجید کا بغیر چھوئے پڑھنا یازبانی پڑھنا جائز ہے۔

اور ماتن کا قول "بِخِلَافِ الْمُحْدِثِ" ماتن کے قول "وَلَا تَقْرَأُ" سے متعلق ہے اصل عبارت یہ ہے: "وَلَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ بِخِلَافِ الْمُحْدِثِ "یعنی حائضہ قرآن کی قراءت نہیں کرے گی بر خلاف بے وضو شخص کے کہ وہ قرآن کی قراءت کر سکتا ہے۔

وَلَا تَمُسُّ هٰؤُلَاءِ اَيِ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ وَالنُّفَسَاءُ وَالْمُحْدِثُ مُصْحَفًا إِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ أَيْ مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَاَمَّا كِتَابَةُ الْمُصْحَفِ إِذَا كَانَ مَوْضُوعًا عَلٰى لَوْحٍ بِحَيْثُ لَا يَمُسُّ مَكْتُوْبَهٗ فَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ يَجُوْزُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَجُوْزُ وَكُرِهَ بِالْكُمِّ وَلَا دِرْهَمًا فِيْهِ سُوْرَةٌ إِلَّا بِصُرَّةٍ أَرَادَ دِرْهَمًا عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ وَإِنَّمَا قَالَ سُوْرَةٌ لِأَنَّ الْعَادَةَ كِتَابَةُ سُوْرَةِ الْإِخْلَاصِ وَنَحْوِهٖ عَلَى الدَّرَاهِمِ۔

ترجمہ: اور نہ چھوئیں یہ سب یعنی حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث (یعنی بے وضو) قرآن مجید کو مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو اس (قرآن) سے جدا ہو۔ یعنی قرآن سے منفصل (الگ) ہو۔ اور بہر حال قرآن کا لکھنا ایسی صورت میں کہ وہ کسی تختی وغیرہ پر رکھا ہو اس طور پر کہ اس کے لکھے ہوئے (یعنی آیات) کو ہاتھ نہ لگے تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور آستین کے ذریعہ (قرآن شریف کو) چھونا مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے درہم کو (نہ چھوئیں) جس میں کوئی سورت (لکھی ہوئی) ہو مگر تھیلی کے ساتھ۔ ماتن نے (درہم سے) مراد ایسا اور ہم لیا ہے جس میں قرآن کی کوئی آیت ہو اور ماتن نے سورۃ کہا کیونکہ عام طور پر درہموں میں سورۂ اخلاص یا اس جیسی سورتیں لکھنے کی عادت ہے۔

سوال: حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث (یعنی بے ضو) کو قرآن مجید چھونے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث (یعنی بے ضو) کو قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ ہاں! اگر ایسے غلاف سے چھو سکتے ہیں جو قرآن سے جدا ہو جاتا ہو۔

بہارِ شریعت میں ہے: حَیض ونِفاس والی عورت کو قرآنِ مجید پڑھنا دیکھ کر، یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے یہ سب حرام ہیں۔ کاغذ کے پرچے پر کوئی سورہ یا آیت لکھی ہو اس کا بھی چھونا حرام ہے۔ جزدان میں قرآنِ مجید ہو تو اُس جزدان کے چھونے میں حَرَج نہیں۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

فتاوی رضویہ میں ہے: **کتاب** یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اُسی طرف ہاتھ لگایا جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر (یعنی لکھی ہوئی آیت کے عین پیچھے) دونوں **ناجائز** ہیں (آیت یا اُس کے عین پچھلے حصّے کے عِلاوہ)، باقی وَرَق کے چُھونے میں حَرَج نہیں، پڑھنا بے وُضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو (پڑھنا بھی) حرام ہے۔ وَاللّٰہ تعالٰی اَعلم۔ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج۴ص۳۶۶)

سوال: "وَاَمَّا كِتَابَةُ الْمُصْحَفِ إِذَا كَانَ مَوْضُوْعًا عَلٰى لَوْحٍ" اس عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتارہے ہیں کہ حائضہ، جُنبی، نفساء اور محدث کو قرآنِ پاک کی کوئی آیت لکھنا اس حال میں کہ وہ کاغذ لکڑی وغیرہ کی کسی تختی وغیرہ میں رکھا ہو اور اس انداز سے لکھ رہا ہو کہ لکھے ہوئے کو ہاتھ مس نہیں ہو رہا تو اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱)۔۔۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اس طرح لکھنا جائز ہے۔

(۲)۔۔۔ امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مفتی بہ قول امام محمد کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے مُقَطَّعات کی انگوٹھی حرام ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۶)

سوال: کیا کرتے کی آستین سے قرآنِ پاک کو چھو سکتے ہیں؟

جواب: نہیں چھو سکتے جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو اس حالت میں کُرتے کے دامن یا دوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے، اوڑھے ہوئے ہے قرآنِ مجید چُھونا حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۹)

سوال: اگر کسی درہم میں قرآنِ پاک کی کوئی سورت یا آیت لکھی ہو تو اس کو چھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر درہم وغیرہ پر قرآن کی آیت یا کوئی سورت لکھی ہو تو اس کا بھی چھونا جائز نہیں، ہاں! اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو تو چھو سکتے ہیں، مثلا درہموں کی تھیلی، لیکن شرط یہ ہے کہ جو چیز درمیان میں حائل ہو وہ قرآن یا آدمی کے تابع نہ ہو۔

بہارِ شریعت میں ہے: رُوپیہ پر آیت لکھی ہو تو ان سب کو (یعنی بے وُضو اور جنب اور حَیض و نِفاس والی کو) اس کا چھونا حرام ہے ہاں اگر تھیلی میں ہو تو تھیلی اٹھانا جائز ہے۔ یوہیں جس برتن یا گلاس پر سورہ یا آیت لکھی ہو اس کا چھونا بھی ان کو حرام ہے اور اس کا استعمال سب کو مکروہ مگر جبکہ خاص بہ نیتِ شفا ہو۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۷)

قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۲۷)

سوال: "أَرَادَ دِرْهَمًا عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ" اس کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ ماتن نے جو کہا کہ درہم کو چھونا جائز نہیں ہے تو ماتن کی درہم سے مراد ایسا درہم ہے جس میں قرآن کی کوئی سورت یا آیت لکھی ہوئی ہو۔ نیز ماتن نے سورۃ کہا کیونکہ عام طور پر درہموں میں سورۂ اخلاص یا اس جیسی دوسری سورتیں لکھنے کی عادت ہے۔

وَحَلَّ وَطْئُ مَنْ قُطِعَ دَمُهَا لِأَكْثَرِ الْحَيْضِ أَوِ النِّفَاسِ قَبْلَ الْغُسْلِ دُوْنَ وَطِئِ مَنْ قُطِعَ لِاَقَلَّ مِنْهُ أَيْ لِاَقَلَّ مِنَ الْأَكْثَرِ وَهُوَ أَنْ يَّنْقَطِعَ الْحَيْضُ لِاَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ وَالنِّفَاسُ لِأَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِيْنَ إِلَّا إِذَا مَضٰى وَقْتٌ يَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيْمَةَ فَحِيْنَئِذٍ يَحِلُّ وَطْيُهَا وَإِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ إِقَامَةً لِلْوَقْتِ الَّذِي يَتَمَكَّنُ فِيْهِ مِنَ الْإِغْتِسَالِ مَقَامَ حَقِيْقَةِ الْإِغْتِسَالِ فِي حَقِّ حَلِّ الْوَطْيِ۔

ترجمہ: اور وطی کرنا حلال ہے اس عورت سے جس کا خون حیض یا نفاس کی اکثر مدت پر بند ہوا ہو اس سے غسل سے پہلے، نہ کہ اس عورت سے وطی کرنا جس کا خون اکثر مدت سے کم میں بند ہوا ہو، یعنی اکثرِ مدت سے کم میں، (ایسی عورت سے قبل از غسل وطی حلال نہیں ہے) اور وہ حیض (کا خون) دس دن سے کم میں بند ہونا ہے اور نفاس (کا خون) چالیس دن سے کم میں بند ہونا ہے، مگر جب کہ ایک ایسا وقت گزر جائے جو وقت غسل اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا

ہو۔ پس اس وقت اس سے وطی کرنا حلال ہو جائے گا اگرچہ اس نے غسل نہ کیا ہو، اس وقت کو جس میں غسل کرنا ممکن ہو حقیقت غسل کے قائم مقام کرتے ہوئے وطی کے حلال ہونے کے حق میں۔

سوال: "وَحَلَّ وَطْءُ مَنْ قُطِعَ دَمُهَا لِأَكْثَرِ الْحَيْضِ أَوِ النِّفَاسِ" اس عبارت سے ماتن کون سا مسئلہ بیان کر رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ماتن حائضہ سے وطی کرنے کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا:

اگر کسی عورت کا حیض دس دن مکمل ہونے یا نفاس چالیس دن مکمل ہونے پر بند ہوا ہو تو اس کے ساتھ بغیر غسل کے بھی وطی جائز ہو گی لیکن حیض یا نفاس اکثر مدت سے پہلے بند ہوا ہو تو اب پاکی کا حکم غسل پر موقوف ہو گا لہذا اس صورت میں غسل سے پہلے وطی حلال نہ ہو گی البتہ اتنا وقت گزر جائے جس میں وہ غسل کر سکتی ہو اور تکبیر تحریمہ کہہ سکتی ہو تو اس وقت کو حقیقت غسل کے قائم مقام کرتے ہوئے قبل از غسل وطی کرنا حلال ہو گا۔

کیونکہ اگر حیض دس دن مکمل ہونے پر بند ہو تو حائضہ کے پاک ہونے کا حکم لگ جاتا ہے۔ اسی طرح نفاس کی اکثر مدت چالیس دن گزرنے پر خون بند ہوا ہو تو اس کے بھی پاک ہونے کا حکم لگ جائے گا۔ پاکی کا حکم غسل کرنے پر موقوف نہیں ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: حیض پورے دس دن پر ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جِماع جائز ہے، اگرچہ اب تک غُسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جِماع کرے۔

اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو تاوقتیکہ غُسل نہ کر لے یا وہ وقتِ نماز جس میں پاک ہوئی گزر نہ جائے جِماع جائز نہیں اور اگر وقت اتنا نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غُسل کر لے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۸۳)

عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگرچہ غُسل کر لے جِماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہو لیں، جیسے کسی کی عادت چھ ٦ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کر دے مگر جِماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۸۳)

وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ لِاَ قَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ بَعْدَ مَامَضٰى ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ فَإِنْ كَانَ الْاِنْقِطَاعُ فِيْمَادُوْنَ الْعَادَةِ يَجِبُ أَنْ تُؤَخِّرَ الْغُسْلَ إِلىٰ آخِرِ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَإِذَا خَافَتِ الْفَوَاتِ اِغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَالْمُرَادُ آخِرُ الْوَقْتِ اَلْمُسْتَحَبُّ دُوْنَ وَقْتِ الْكَرَاهَةِ۔

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ جب خون دس دن کے کم میں بند ہو تین دن یا اس سے زیادہ گزرنے کے بعد تو اگر یہ انقطاع عادت سے کم میں ہو تو واجب ہے کہ عورت غسل کو نماز کے آخری وقت تک مؤخر کرے اور جب نماز کے فوت ہونے کا خوف کرے تو غسل کرے اور نماز پڑھ لے۔ اور آخر وقت سے مراد مستحب وقت کا آخر ہے نہ کہ مکروہ وقت۔

وَإِنْ كَانَ الْاِنْقِطَاعُ عَلىٰ رَأْسِ عَادَتِهَا أَوْ أَكْثَرَ أَوْ كَانَتْ مُبْتَدِأَةً فَتَاخِيْرُ الْإِغْتِسَالِ بِطَرِيْقِ الْإِسْتِحْبَابِ وَإِنْ اِنْقَطَعَ لِاَ قَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ أَخَّرَتِ الصَّلٰوةَ إِلىٰ آخِرِ الْوَقْتِ فَإِذَا خَافَتِ الْفَوْتَ تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ۔

ترجمہ: اور اگر انقطاع (یعنی خون کا بند ہونا) اس کی عادت کے سرے پر (یعنی عادت کے مطابق) ہو یا (ایام عادت سے) زیادہ ہو یا وہ عورت مبتدأہ (جس کو پہلی بار حیض آیا) ہو تو غسل کرنے کو مؤخر کرنا بطور استحباب کے ہے (یعنی غسل کی تاخیر مستحب ہے) اور اگر خون تین دن سے کم میں منقطع ہو جائے تو نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے پس جب نماز کے فوت ہونے کا خوف کرے تو وضو کرے اور نماز پڑھ لے۔

سوال: اگر حیض کا خون دس دن سے کم تین دن سے زیادہ میں بند ہو گیا تو عورت کو غسل کر کے نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر انقطاع دم (یعنی حیض کا خون کا بند ہونا) تین دن سے زائد اور دس دن سے کم میں ہو تو اس کی دو صورتیں ہے:

(۱)۔۔۔عادت سے کم ہو جیسے کہ کسی عورت کی عادت سات دن کی ہے اور خون پانچ یا چھ دن میں بند ہو گیا تو اب اس کے لیے واجب ہو گا کہ وہ غسل کو نماز کے آخری وقت تک مؤخر کرے اور جب نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو غسل کر کے نماز پڑھ لے۔ اور آخری وقت سے مراد مستحب وقت ہے نہ کہ مکروہ وقت مثلاً عصر کی نماز کا وقت ۵ بجے

شروع ہو کر سات بجے ختم ہو جاتا ہے اور مکروہ وقت چھ بج کر چالیس منٹ سے شروع ہو جاتا ہے تو چھ بج کر چالیس منٹ سے پہلے پہلے مؤخر کرے۔

(۲)۔۔۔ عادت کے مطابق یا اس سے زائد دنوں کے بعد خون بند ہوا ہو مثلاً سات دن کی عادت ہو اور سات دن میں ہی خون بند ہوا ہو یا آٹھ دن میں بند ہوا ہو تو اب تاخیر کرنا واجب تو نہیں ہے البتہ مستحب ہے۔

اور اگر خون تین دن سے کم میں بند ہوا ہو تو نماز کو آخر وقت تک مؤخر کرے اور جب نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لے کیونکہ تین دن سے کم میں بند ہونے کی وجہ سے اس خون پر حیض کا حکم نہیں لگا اس لیے اس پر غسل واجب نہیں ہے البتہ احتیاطاً نماز کو مؤخر کرنا اس پر واجب ہو گا کہ ہو سکتا ہے خون عود کر آئے۔

بہارِ شریعت میں ہے: عادت کے دنوں سے خون مُتجاوِز ہو گیا، تو حَیض میں دس دن اور نِفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب سے نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۸۱)

حَیض یا نِفاس عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے بند ہو گیا تو آخرِ وقتِ مستحب تک انتظار کر کے نہا کر نماز پڑھے اور جو عادت کے دن پورے ہو چکے تو انتظار کی کچھ حاجت نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۸۱)

ثُمَّ فِي الصُّوَرِ الْمَذْكُوْرَةِ إِذَا عَادَ الدَّمُ فِي الْعَشَرَةِ بَطَلَ الْحُكْمُ بِطَهَارَتِهَا مُبْتَدِأَةً كَانَتْ أَوْ مُعْتَادَةً فَإِذَا انْقَطَعَ لِعَشَرَةٍ أَوْ أَكْثَرَ بِمُضِيِّ الْعَشَرَةِ يُحْكَمُ بِطَهَارَتِهَا وَيَجِبُ عَلَيْهَا الْاِغْتِسَالُ۔

ترجمہ: پھر ان مذکورہ صورتوں میں اگر خون دس دنوں کے اندر لوٹ آئے تو اس عورت کی پاکی کا حکم باطل ہو جائے گا، چاہے وہ عورت مبتدأہ (جس کو پہلی بار حیض آیا) ہو یا معتادہ (یعنی عادت والی) ہو۔ پس جب خون دس دن یا اس سے زیادہ میں منقطع (بند) ہو جائے تو دس دن کے گزرنے میں اس عورت کی پاکی کا حکم لگا دیا جائے گا اور اس پر غسل کرنا واجب ہو گا۔

سوال: ”ثُمَّ فِي الصُّوَرِ الْمَذْكُوْرَةِ إِذَا عَادَ الدَّمُ فِي الْعَشَرَةِ“ اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: شارح اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ ان مذکورہ صورتوں میں یعنی جب کہ خون عادت کے مطابق بند ہوا ہو یا عادت سے کم وزائد میں مگر دس دنوں سے پہلے بند ہوا ہو یا تین دن سے کم میں بند ہوا ہو اور اگر خون پھر سے لوٹ آئے تو اس کی پاکی کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اور اس کو حائضہ مانا جائے گا چاہے وہ مبتدأہ ہو یا معتادہ پھر جب خون دس دن یا دس دن سے زائد میں بند ہوا ہو تو دس دن مکمل ہونے پر اس کے پاک ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔ اور اس پر غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھنا واجب ہو جائے گا اور وطی حلال ہو جائے گی۔ البتہ اگر معتادہ ہو اور خون دس دنوں سے بڑھ جائے تو عادت سے زائد تمام خون کو استحاضہ شمار کیا جائے گا۔

وَقَدْ ذُكِرَ أَنَّ الْمُعْتَادَةَ الَّتِي عَادَتُهَا أَنْ تَرٰى يَوْمًا دَمًا وَيَوْمًا طُهْرًا هٰكَذَا إِلٰى عَشَرَةِ أَيَّامٍ فَإِذَا رَأَتِ الدَّمَ تَتْرُكُ الصَّلٰوةَ وَالصَّوْمَ فَإِذَا طَهُرَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ ثُمَّ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ تَتْرُكُ الصَّلٰوةَ وَالصَّوْمَ ثُمَّ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ إِغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ هٰكَذَا إِلَى الْعَشَرَةِ۔

ترجمہ: اور ذکر کیا گیا ہے کہ وہ معتادہ جس کی عادت ایک دن خون اور ایک دن طہر دیکھنے کی ہو اسی طرح دس دنوں تک تو جب (پہلے دن) اس نے خون دیکھا تو نماز و روزہ ترک کر دے اور جب دوسرے دن پاک ہو تو وضو کرے اور نماز پڑھ لے، پھر جب تیسرے دن خون دیکھے تو نماز و روزہ ترک کر دے اور چوتھے دن غسل کرے اور نماز پڑھ لے اسی طرح دس دنوں تک (یعنی خون والے دن نماز و روزہ ترک کرے اور پاکی والے دن غسل کر کے نماز پڑھ لے)۔

سوال: " وَقَدْ ذُكِرَ أَنَّ الْمُعْتَادَةَ الَّتِي عَادَتُهَا أَنْ تَرٰى يَوْمًا دَمًا وَيَوْمًا طُهْرًا "اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت سے شارح یہ مسئلہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کسی عورت کو یہ عادت ہو کہ اس کو ایک دن خون آتا ہو اور ایک دن طہر پھر ایک دن خون ایک دن طہر اسی طرح دس دن تک رہتا ہو تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ جب پہلے دن خون دیکھا تو نماز روزہ ترک کر دے اور جب دوسرے دن طہر دیکھا تو وضو کر کے نماز ادا کرے کیونکہ ابھی اس خون کا حیض ہونا متحقق نہیں ہوا اس لیے کہ تین دن سے کم ہے لیکن جب تیسرے دن خون دیکھا تو اب اس

خون کا حیض ہونا متحقق ہو گیا لہذا جب چوتھے دن طہر دیکھا تو غسل کر کے نماز ادا کرے، اب اسی طرح دس دنوں تک کرے یعنی خون کے دن میں نماز و روزہ چھوڑ دے اور طہر کے دن میں غسل کر کے نماز و روزہ ادا کرے۔

بہارِ شریعت میں ہے: حَیض والی کو تین ۳ دن سے کم خون آکر بند ہو گیا تو روزے رکھے اور وُضو کر کے نماز پڑھے، نہانے کی ضرورت نہیں، پھر اس کے بعد اگر پندرہ ۱۵ دن کے اندر خون آیا تو اب نہائے اور عادت کے دن نکال کر باقی دنوں کی قضا پڑھے اور جس کی کوئی عادت نہیں وہ دس ۱۰ دن کے بعد کی نمازیں قضا کرے، ہاں اگر عادت کے دنوں کے بعد یا بے عادت والی نے دس ۱۰ دن کے بعد غُسل کر لیا تھا تو ان دنوں کی نمازیں ہو گئیں قضا کی حاجت نہیں اور عادت کے دنوں سے پہلے کے روزوں کی قضا کرے اور بعد کے روزے ہر حال میں ہو گئے۔

(بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۳۸۱، ۳۸۰)

وَاَقَلُّ الطُّهْرِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَا حَدَّ لِأَكْثَرِهٖ إِلَّا لِنَصْبِ العَادَةِ فَإِنَّ أَكْثَرَ الطُّهْرِ مُقَدَّرٌ فِي حَقِّهٖ ثُمَّ اِخْتَلَفُوْا فِي تَقْدِيْرِ مُدَّتِهٖ وَالْاَصَحُّ أَنَّهٗ مُقَدَّرٌ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ اِلَّا سَاعَةً لِاَنَّ الْعَادَةَ نُقْصَانُ طُهْرِ غَيْرِ الْحَامِلِ عَنْ طُهْرِ الْحَامِلِ وَاَقَلُّ مُدَّةِ الْحَمْلِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ فَانْتَقَصَ عَنْ هٰذَا بِشَيْءٍ وَهُوَ السَّاعَةُ صُوْرَتُهٗ مُبْتَدِأَةٌ رَأَتْ عَشَرَةَ أَيَّامٍ دَمًا وَسِتَّةَ أَشْهُرٍ طُهْرًا ثُمَّ اِسْتَمَرَّ الدَّمُ تَنْقَضِيْ عِدَّتُهَا بِتِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا اِلَّا ثَلٰثَ سَاعَاتٍ لِأَنَّا نَحْتَاجُ إِلٰى ثَلٰثِ حِيَضٍ كُلُّ حَيْضٍ عَشَرَةُ أَيَّامٍ وَإِلٰى ثَلٰثَةِ أَطْهَارٍ كُلُّ طُهْرٍ سِتَّةُ أَشْهُرٍ اِلَّا سَاعَةً۔

ترجمہ: اور طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور طہر کے اکثرِ مدت کی کوئی حد نہیں ہے مگر عادت مقرر ہو جانے کی وجہ سے، پس بیشک اس کے حق میں اکثر طہر متعین ہو جائے گا، پھر فقہا نے اختلاف کیا ہے اس کی (اکثر طہر کی) مدت متعین کرنے میں اور اصح یہ ہے کہ وہ مقدر ہو گا چھ مہینوں کے ساتھ مگر ایک ساعت (کم ہے) اس لیے کہ عادت غیر حاملہ کا طہر حاملہ کے طہر سے کم ہونا ہے، اور حمل کی اقل مدت چھ مہینہ ہے پس (غیر حاملہ کا طہر) اس (حاملہ کے طہر) سے کچھ کم ہو گا اور وہ ایک ساعت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مبتدأہ نے دس دن خون دیکھا پھر چھ مہینہ طہر۔ پھر اس کا خون مستمر (لگاتار جاری) ہو گیا تو اس کی عدت تین ساعات کم انیس مہینوں سے پوری ہو گی، اس لیے کہ ہم

محتاج ہیں تین حیض کے اور ہر حیض دس دنوں کا ہے اور (ہم محتاج ہیں) تین طہروں کے اور ہر طہر ایک ساعت کم چھ مہینوں کا ہے۔

سوال: طہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟

جواب: طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے جیسا کہ ماتن نے فرمایا اور کثر طہر کی کوئی حد نہیں ہے لہذا جب تک پاکی دیکھے نماز پڑھتی رہے چاہے پوری عمر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ بعض عورتوں کو سال دو سال تک حیض نہیں آتا ہے۔

سوال: کیا کسی عورت کے لیے طہر کی اکثر مدت متعین ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو کتنی؟

جواب: جی ہاں! اگر کسی عورت کی عادت مقرر ہو جائے تو طہر کی اکثر مدت اس کے حق میں متعین ہو جائے گی اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ مثلاً اگر کسی عورت کا خون مستمر و دائمی ہو جائے یعنی لگاتار آتا رہے تو اس صورت میں علماء کے نزدیک کسی نہ کسی مقدار کا مقرر کرنا ضروری ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی عدت وغیرہ کو پورا کرے چنانچہ اگر کوئی عورت ابتداء ہی سے ایسے بالغ ہوئی کہ خون شروع ہونے کے بعد بند ہی نہیں ہو رہا تو یہ عورت استحاضہ کے ساتھ بالغ ہوئی اور اس کے لیے حکم یہ ہو گا کہ اگر مہینہ تیس دن کا ہو تو دس دن حیض کے اور بقیہ بیس دن طہر کے اور اگر مہینہ انیتس دن کا ہو تو دس دن حیض اور بقیہ انیس دن طہر کے ہوں گے۔

(۲)۔۔۔ اور اگر کوئی عورت بالغ ہوئی اور اس نے تین دن پانچ دن یا دس دن خون دیکھا پھر ایک سال یا دو سال پاک رہی اور پھر جو خون جاری ہوا تو مسلسل جاری رہا۔ تو اس صورت میں علماء نے اس کے طہر کی مدت متعین کرنے میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ

(۱)۔۔۔ ابو عصمہ اور قاضی ابو حازم فرماتے ہیں کہ جتنے دن اس کو حیض آیا تھا اس دم مستمر میں شروع کے اتنے ہی حیض شمار ہوں گے اور اس کے بعد سال یا دو سال طہر کے شمار ہوں گے اب اگر اس کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی تو اس کے اعتبار سے تین سال یا چھ سال اور مع حیض کے ایام کے اس کی عدت شمار ہو گا۔

(۲)۔۔۔ محمد بن شجاع نے کہا کہ اس عورت کا طہر انیس دن ہے اس لیے کہ حیض کی اکثر مدت دس دن ہے لہذا جو اس کے علاوہ ایام ہوں گے وہ طہر کے ہوں گے اور قمری مہینہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ کا ہوتا ہے۔

(۳)۔۔۔ محمد بن سلمہ نے کہا کہ اس عورت کا طہر ۲۷ دن ہو گا اس لیے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے لہذا ۳۰ دنوں سے تین دن کو نکال دیں گے تو ۲۷ دن بچے جو کہ طہر کے ہیں۔

(۴)۔۔۔ محمد بن ابراہیم مدنی نے کہا کہ اس عورت کا طہر ایک ساعت کم چھ مہینہ ہوں گے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ مدت طہر مدت حمل سے کم ہو۔ اور مدت حمل کم سے کم چھ ماہ ہے اس لیے ہم نے مدت طہر کو ایک ساعت کم چھ ماہ پر مقدر کیا لہذا اس قول کی بناء پر اس عورت کی عدت تین ساعت کم انیس ماہ ہو گی اور اس قول کو شارح نے اصح کہا ہے۔

اور اس کی صورت یہ ہے کہ مبتدأہ نے دس دن خون دیکھا پھر چھ مہینہ طہر۔ پھر اس کا خون مستمر (لگاتار جاری) ہو گیا تو اس کی عدت تین ساعات کم انیس مہینوں سے پوری ہو گی، اس لیے کہ ہم محتاج ہیں تین حیض کے اور ہر حیض دس دنوں کا ہے اور (ہم محتاج ہیں) تین طہروں کے اور ہر طہر ایک ساعت کم چھ مہینوں کا ہے۔ (عمدۃ الرعایہ)

سوال: بہار شریعت میں اس مسئلہ کے حوالے سے کیا ہے؟

جواب: بہار شریعت میں اس مسئلہ کے حوالے یہ ہے کہ: جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور اس کا سلسلہ مہینوں یا برسوں برابر جاری رہا کہ بیچ میں پندرہ دن کے لیے بھی نہ رُکا، تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا اس روز سے دس دن تک حَیض اور بیس دن اِستحاضہ کے سمجھے اور جب تک خون جاری رہے یہی قاعدہ برتے۔

(بہار شریعت، ج۱، ص ۳۷۳۔ ۳۷۴)

اور اگر اس سے پیشتر حَیض آچکا ہے تو اس سے پہلے جتنے دن حَیض کے تھے ہر تیس دن میں اتنے دن حَیض کے سمجھے باقی جو دن بچیں اِستحاضہ۔ (بہار شریعت، ج۱، ص ۳۷۴)

جس عورت کو عمر بھر خون آیا ہی نہیں یا آیا مگر تین دن سے کم آیا، تو عمر بھر وہ پاک ہی رہی اور اگر ایک بار تین دن رات خون آیا، پھر کبھی نہ آیا تو وہ فقط تین دن رات حَیض کے ہیں باقی ہمیشہ کے لیے پاک۔

(بہار شریعت، ج۱، ص ۳۷۴)

جس عورت کو دس دن خون آیا اس کے بعد سال بھر تک پاک رہی پھر برابر خون جاری رہا تو وہ اس زمانہ میں نماز، روزے کے لیے ہر مہینہ میں دس دن حَیض کے سمجھے بیس دن اِستحاضہ۔ (بہار شریعت، ج ا، ص ۳۷۴)

کسی عورت کو ایک بار حَیض آیا، اس کے بعد کم سے کم پندرہ دن تک پاک رہی، پھر خون برابر جاری رہا اور یہ یاد نہیں کہ پہلے کتنے دن حَیض کے تھے اور کتنے طہر کے مگر یہ یاد ہے کہ مہینے میں ایک ہی مرتبہ حَیض آیا تھا، تو اس مرتبہ جب سے خون شروع ہوا تین دن تک نماز چھوڑ دے، پھر سات دن تک ہر نماز کے وقت میں غُسل کرے اور نماز پڑھے اور ان دسوں دن میں شوہر کے پاس نہ جائے، پھر بیس دن تک ہر نماز کے وقت تازہ وُضو کر کے نماز پڑھے اور دوسرے مہینہ میں اُنیس دن وُضو کر کے نماز پڑھے اور ان بیس یا ان اُنیس دن میں شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور جو یہ بھی یاد نہ ہو کہ مہینے میں ایک بار آیا تھا یا دو بار، تو شروع کے تین دن میں نماز نہ پڑھے، پھر سات دن تک ہر وقت میں غُسل کر کے نماز پڑھے، پھر آٹھ دن تک ہر وقت میں وُضو کر کے نماز پڑھے اور صرف ان آٹھ دنوں میں شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور ان آٹھ دن کے بعد بھی تین دن تک ہر وقت میں وضو کر کے نماز پڑھے، پھر سات دن تک غُسل کر کے اور اس کے بعد آٹھ دن تک وُضو کر کے نماز پڑھے اور یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رکھے۔

(بہار شریعت، ج ا، ص ۳۷۴)

اَحْكَامُ الْاِسْتِحَاضَةِ

وَمَا نَقَصَ عَنْ أَقَلِّ الْحَيْضِ أَيِ الدَّمُ النَّاقِصُ عَنِ الثَّلَاثَةِ أَوْ زَادَ عَلٰى أَكْثَرِهِ أَيْ عَلَى الْعَشَرَةِ أَوْ عَلٰى أَكْثَرِ النِّفَاسِ وَهُوَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا أَوْ عَلٰى عَادَةٍ عُرِفَتْ لِحَيْضٍ وَجَاوَزَ الْعَشَرَةَ أَوْ نِفَاسٍ وَجَاوَزَ الْأَرْبَعِيْنَ أَيْ إِذَا كَانَتْ لَهَا عَادَةٌ فِي الْحَيْضِ وَفَرَضْنَاهَا سَبْعَةً فَرَأَتِ الدَّمَ الَّتِي اِثْنٰى عَشَرَ يَوْمًا فَخَمْسَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ السَّبْعَةِ إِسْتِحَاضَةٌ وَإِذَا كَانَتْ لَهَا عَادَةٌ فِي النِّفَاسِ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ يَوْمًا مَثَلًا فَرَأَتِ الدَّمَ خَمْسِيْنَ يَوْمًا فَالْعِشْرُوْنَ الَّتِي بَعْدَ الثَّلٰثِيْنَ إِسْتِحَاضَةٌ هٰذَا حُكْمُ الْمُعْتَادَةِ۔

ترجمہ: اور جو حیض کی اقل (مدت) سے کم ہو یعنی وہ خون جو تین دن سے کم ہو یا حیض کی اکثر مدت یعنی دس دنوں سے زیادہ ہو یا نفاس کی اکثر مدت سے زیادہ ہو اور وہ چالیس دن ہے یا اس عادت سے زیادہ ہو جو حیض کے لیے معروف ہو اور دس دنوں سے تجاوز کر جائے یا نفاس کی کوئی عادت معروف ہو اور چالیس دنوں سے تجاوز کر جائے یعنی جب کہ عورت کے لیے حیض کی کوئی عادت ہو اور ہم اس کو سات دن فرض کرتے ہیں پس اس عورت نے بارہ دن خون دیکھا تو سات دنوں کے بعد پانچ دن استحاضہ کے ہوں گے اور جب اس کی عادت نفاس میں ہو مثلاً وہ تیس دن ہو پس اس نے پچاس دن خون دیکھا تو تیس دن کے بعد جو بیس دن ہیں وہ استحاضہ کے ہوں گے۔ یہ معتادہ (عادت والی عورت) کا حکم ہے۔

سوال: جو خون حیض کی اقل مدت سے کم اور اکثر مدت سے زیادہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو خون حیض کی اقل مدت یعنی تین دن سے کم ہو یا حیض کی اکثر مدت یعنی دس دن سے زیادہ ہو تو وہ خون حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: دس رات دن سے کچھ بھی زِیادہ خون آیا تو اگر یہ حَیض پہلی مرتبہ اسے آیا ہے تو دس دن تک حَیض ہے بعد کا اِستحاضہ اور اگر پہلے اُسے حَیض آچکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی تھی تو عادت سے جتنا زِیادہ ہو اِستحاضہ ہے۔ اسے یوں سمجھو کہ اس کو پانچ دن کی عادت تھی اب آیا دس دن تو کل حَیض ہے اور بارہ دن آیا تو پانچ دن حَیض کے باقی سات دن اِستحاضہ کے اور ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حَیض کے ہیں باقی اِستحاضہ۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۷۲)

سوال: جو خون نفاس کے اکثر مدت سے تجاوز کر جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جو خون نفاس کی اکثر مدت یعنی چالیس دن سے زیادہ ہو یا معتادہ کی عادت سے زیادہ ہو اور نفاس کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے تو وہ استحاضہ ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: کسی کو چالیس ۴۰ دن سے زِیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا ہے یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا، تو چالیس ۴۰ دن رات نِفاس ہے باقی اِستحاضہ اور جو پہلی عادت معلوم ہو تو عادت کے دنوں تک نِفاس ہے اور جتنا زِیادہ ہے وہ اِستحاضہ، جیسے عادت تیس ۳۰ دن کی تھی اس بار پینتالیس ۴۵ دن آیا تو تیس ۳۰ دن نِفاس کے ہیں اور پندرہ ۱۵ اِستحاضہ کے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۷۷)

ثُمَّ أَرَادَ اَنْ يُبَيِّنَ حُكْمَ الْمُبْتَدِأَةِ فَقَالَ أَوْعَلىٰ عَشَرَةٍ حَيْضِ مَنْ بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً أَوْعَلىٰ أَرْبَعِيْنَ نِفَاسِهَا اَلْمُبْتَدِأَةُ الَّتِى بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً حَيْضُهَا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ عَشَرَةُ أَيَّامٍ وَمَازَادَ عَلَيْهَا إِسْتِحَاضَةٌ فَيَكُوْنُ طُهْرُهَا عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَأَمَّا النِّفَاسُ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَرْأَةِ فِيْهِ عَادَةٌ فَنِفَاسُهَا أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا وَالزَّائِدُ عَلَيْهَا اِسْتِحَاضَةٌ فَقَوْلُهُ حَيْضِ مَنْ بَلَغَتْ بِالْجَرِّ عَطْفُ بَيَانٍ لِعَشَرَةٍ وَقَوْلُهُ نِفَاسِهَا بِالْجَرِّ عَطْفُ بَيَانٍ لِأَرْبَعِيْنَ۔

ترجمہ: پھر ماتن نے مبتدأہ کے حکم کو بیان کرنے کا ارادہ کیا پس فرمایا: یا (وہ خون جو) اس عورت کے حیض کے دس دن پر زائد ہو جو مستحاضہ ہو کر بالغ ہوئی ہوئی یا اس کے نفاس کے چالیس دن پر (زائد ہو)۔ مبتدأہ وہ عورت ہے جو مستحاضہ ہونے کی حالت میں بالغ ہوئی ہو، اس کا حیض ہر مہینہ دس دن ہو گا اور جو اس سے زائد ہو استحاضہ ہو گا پس اس کا طہر بیس دن ہو گا اور رہا نفاس پس جب نفاس میں عورت کے لیے کوئی عادت نہ ہو تو اس عورت کا نفاس چالیس دن ہو گا اور جو چالیس دن سے زائد ہو وہ استحاضہ ہو گا۔ پس ماتن کا قول: "حَيْضِ مَنْ بَلَغَتْ" (جر کے ساتھ) "عَشَرَةٍ" کا عطف بیان ہے اور "نِفَاسِهَا" (جر کے ساتھ) "اَرْبَعِيْنَ" کا عطف بیان ہے۔

سوال: "ثُمَّ أَرَادَ اَنْ يُبَيِّنَ حُكْمَ الْمُبْتَدِأَةِ فَقَالَ" اس عبارت سے شارح کس بات کے بارے میں بتا رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ سابقہ عبارت میں معتادہ (یعنی وہ عورت جس کے حیض یا نفاس کی کوئی مقررہ عادت ہو) کا حکم تھا اب یہاں سے ماتن مبتداہ (یعنی وہ عورت جس کو پہلی مرتبہ حیض آیا ہو یا پہلی مرتبہ نفاس آیا ہو) کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی عورت مستحاضہ ہو کر بالغ ہوئی ہو یعنی اس کو پہلی مرتبہ جو خون آیا وہ لگاتار آتا رہا یہاں تک کہ حیض کی اکثرِ مدت سے تجاوز کر گیا تو اس کا حیض ہر مہینہ میں دس دن ہوگا اور بقیہ بیس دن طہر کے شمار ہوں گے اور دس دن سے زائد خون کو استحاضہ کہا جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی عورت کو پہلی مرتبہ نفاس کا خون جاری ہوا اور چالیس دن سے بڑھ گیا تو چالیس دن ہی نفاس شمار ہوگا اور اس سے زائد جو خون ہوگا وہ استحاضہ کا شمار ہوگا۔

أَوْ مَارَأَتْ حَامِلٌ فَهُوَ إِسْتِحَاضَةٌ أَيِ الدَّمُ الَّذِى تَرَاهُ الْحَامِلُ لَيْسَ بِحَيْضٍ بَلْ هُوَ إِسْتِحَاضَةٌ فَقَوْلُهُ وَمَانَقَصَ مُبْتَدَأٌ وَقَوْلُهُ فَهُوَ اِسْتِحَاضَةٌ خَبَرُهٗ۔

ترجمہ: یا وہ خون جو حاملہ دیکھے وہ استحاضہ ہے یعنی وہ خون جس کو حاملہ دیکھے وہ حیض نہیں ہے بلکہ وہ استحاضہ ہے پس ماتن کا قول "وَمَانَقَصَ" مبتدا ہے اور "فَهُوَاِسْتِحَاضَةٌ" اس کی خبر ہے۔

سوال: حاملہ کو اگر حمل کی حالت میں خون آئے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: حاملہ کو اگر حمل کی حالت میں خون آئے تو وہ خون بھی استحاضہ کا ہی ہوگا حیض کا نہ ہوگا کیونکہ حمل کے ایام میں رحم کا منہ بند ہوتا ہے پس وہ کسی رگ کا خون ہوگا لہذا استحاضہ ہوگا۔

بہار شریعت میں ہے: بچہ پیدا ہونے سے پیشتر جو خون آیا نِفاس نہیں بلکہ اِستحاضہ ہے اگرچہ آدھا باہر آگیا ہو۔
(بہار شریعت، ج۱، ص۳۷۷)

سوال: ماتن کے عبارت کی ترکیب بیان کریں۔

جواب: ماتن کی عبارت کی نحوی ترکیب بیان کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں: ماتن کا قول: "حَيْضِ مَنْ بَلَغَتْ" (جر کے ساتھ) "عَشَرَةٍ" کا عطف بیان ہے اور "نِفَاسِهَا" (جر کے ساتھ) "اَرْبَعِيْنَ" کا عطف بیان ہے۔

اور ماتن کا قول "وَمَانَقَصَ" مبتدا ہے اور "فَهُوَاِسْتِحَاضَةٌ" اس کی خبر ہے۔

ثُمَّ بَيَّنَ حُكْمَ الْإِسْتِحَاضَةِ فَقَالَ لَا تَمْنَعُ صَلوٰةً وَصَوْمًا وَوَطْيًا وَمَنْ لَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ وَقْتُ فَرْضٍ إِلَّا وَبِهٖ حَدَثٌ أَيِ الْحَدَثُ الَّذِى إِبْتَلٰى بِهٖ مِنْ اِسْتِحَاضَةٍ أَوْ رُعَافٍ أَوْنَحْوِهِمَا يَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ فَرْضٍ إِحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ فَإِنَّ عِنْدَهٗ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ فَرْضٍ وَيُصَلِّيْ النَّوَافِلَ بِتَبْعِيَّةِ الْفَرْضِ وَيُصَلِّيْ بِهٖ فِيْهِ مَاشَاءَ مِنْ فَرْضٍ وَنَفْلٍ۔

ترجمہ: پھر ماتن نے استحاضہ کے حکم کو بیان کیا تو فرمایا: (استحاضہ) نماز روزہ اور وطی کو منع نہیں کرتا، اور وہ شخص جس پر کسی بھی فرض نماز کا وقت نہیں گزرتا مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ حدث ہوتا ہے یعنی وہ حدث جس میں وہ مبتلاء ہو یعنی استحاضہ یا نکسیر یا ان دونوں کی طرح کوئی اور حدث تو وہ ہر فرض نماز کے وقت کے لیے وضو کرے (اس عبارت سے) امام شافعی کے قول سے احتراز کرنا ہے کیونکہ ان کے نزدیک (ایسا معذور شخص) ہر فرض کے لیے (نیا) وضو کرے گا اور فرض کے تابع ہونے کے سبب اس وضو سے نوافل پڑھے اور (ہمارے نزدیک) اس وضو سے اس وقت میں جتنی چاہے فرض و نوافل پڑھے۔

سوال: استحاضہ کا حکم کیا ہے؟

جواب: ماتن استحاضہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ استحاضہ روزہ، نماز اور وطی وغیرہ کو نہیں روکتا، کیونکہ یہ خون رحم کا نہیں ہوتا ہے بلکہ کسی رگ کا ہوتا ہے اور رگ کا خون روزہ، نماز وغیرہ کو مانع نہیں ہے، لہٰذا استحاضہ بھی مانع نہ ہوگا اور استحاضہ کے مانع صلوۃ نہ ہونے پر یہ حدیث بھی شاہد ہے جو صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ فاطِمہ بنت اِبی حُبَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے اِستحاضہ آتا ہے اور پاک نہیں رہتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا: "نہ، یہ تو رَگ کا خون ہے، حَیض نہیں ہے، تو جب حَیض کے دن آئیں نماز چھوڑ دے اور جب جاتے رہیں خون دھو اور نماز پڑھ۔"

("صحیح مسلم"، کتاب الحیض، باب المستحاضۃ وغسلھا وصلاتھا، الحدیث: ۳۳۳، ص ۱۸۳)

سوال: "وَمَنْ لَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ وَقْتُ فَرْضٍ إِلَّا وَبِهٖ حَدَثٌ" اس عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ وہ شخص جس پر کسی بھی فرض نماز کا وقت نہیں گزرتا مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ حدث ہوتا ہے یعنی وہ حدث جس میں وہ متلاء ہو یعنی استحاضہ یا نکسیر یا ان دونوں کی طرح کوئی اور حدث تو وہ ہر فرض نماز کے وقت کے لیے وضو کرے کیونکہ وہ شریعت کی رو سے معذور ہے اور معذور کا یہی حکم ہے۔

سوال: معذور ایک وضو سے کتنی نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک معذور ایک وضو سے اس وقت میں جتنی چاہے فرض و نوافل پڑھے۔

جبکہ امام شافعی کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز کے لیے الگ الگ وضو کرنا ہوگا۔ البتہ نوافل چونکہ فرض کے تابع ہوتے ہیں لہذا اس وضو سے نوافل ادا کر سکتا ہے ان کی دلیل وہی فاطمہ بنت ابی جحش والی حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ان سے "لِكُلِّ صَلوٰةٍ" کہا تھا۔ کہ ہر فرض نماز کے لیے وضو کر لیا کر۔ اور ہماری دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "اَلْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلوٰةٍ" ہے کہ مستحاضہ ہر فرض نماز کے وقت کے لیے وضو کرے۔

اور امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ لکل صلوۃ میں لام وقت کے معنی میں ہے جیسے کہا جاتا ہے "اٰتِيْتُكَ لِصَلوٰةِ الظُّهْرِ" کہ میں تیرے پاس ظہر کے وقت آؤں گا۔

سوال: شرعی معذور کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: قطرہ آنے، پیچھے سے ریح خارج ہونے، زخم بہنے، دکھتی آنکھ سے بوجہ مرض آنسو بہنے، یوں ہی بوجہ مرض کان، ناف، پستان سے پانی نکلنے، پھوڑے یا ناسور سے رطوبت بہنے اور دست آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کو اس طرح کا مرض مسلسل جاری رہے اور شروع سے آخر تک پورا ایک وقت گزر گیا کہ وُضو کے ساتھ فرض نماز ادا نہ کر سکا تو وہ شرعاً معذور ہے۔ اب ایک وُضو سے اُس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ اُس کا وُضو اس مرض سے نہیں ٹوٹے گا۔ (نماز کے احکام، ص ۴۳)

اس مسئلے کو مزید آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اس قسم کے مریض اپنے معذور شرعی ہونے یا نہ ہونے کی جانچ اس طرح کریں کہ عذر شروع ہونے کے بعد کسی فرض نماز کو وقت میں پڑھنے کی کوشش کریں کہ وضو کر کے

طہارت کے ساتھ کم از کم فرض رکعتیں ادا کی جا سکیں۔ اگر پورے وقت کے دوران بار بار کوشش کے باوجود اِتنی مہلت نہیں مل پائی کہ کبھی دورانِ وضو ہی عذر لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی وضو مکمل کر لینے کے بعد، یا نماز ادا کرتے ہوئے حتی کہ آخری وقت آ گیا تو اب انہیں اجازت ہے کہ وضو کر کے اس وقت کی نماز ادا کریں نماز ہو جائے گی۔ اب چاہے دورانِ ادائیگیٔ نماز بیماری کے باعث نجاست بدن سے خارج ہی کیوں نہ ہو رہی ہو نماز ہو جائے گی۔ فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کسی شخص کی نکسیر پھوٹ گئی یا اس کا زخم بہہ نکلا تو وہ آخری وقت کا انتظار کرے اگر خون منقطع نہ ہو (بلکہ مسلسل یا وقفے وقفے سے جاری رہے) تو وقت نکلنے سے پہلے وضو کر کے نماز ادا کرے۔"

(البحر الرائق، ج۱، ص۳۷۳-۳۷۴)

سوال: معذور ہو جانے کے بعد اگلے وقتوں میں کتنی بار وہ عُذر پایا جائے تو معذور رہے گا؟ نیز ایسا معذور شخص کس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور کس صورت میں کھڑے ہو کر؟

جواب: جب عُذر ثابت ہو گیا تو جب تک نماز کے ایک پورے وقت میں ایک بار بھی وہ چیز پائی جائے معذور ہی رہے گا۔ مثلاً کسی کے زخم سے سارا وقت خون بہتا رہا اور اِتنی مہلت ہی نہ ملی کہ وضو کر کے فرض ادا کر لے تو معذور ہو گیا۔ اب دوسرے اوقات میں اتنا موقع تو مل جاتا ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے مگر ایک آدھ دفعہ زخم سے خون بہہ جاتا ہے، تو اب بھی معذور ہے۔ ہاں! اگر پورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ ایک بار بھی خون نہ بہا تو معذور نہ رہے گا اور پھر جب کبھی پہلی حالت آئی (یعنی سارا وقت مسلسل مرض ہوا) تو پھر معذور ہو جائے گا۔ (نماز کے احکام، ص۴۴،۴۳) (نیز ایسے شخص کو نماز پڑھنے کے لئے) اگر کسی ترکیب سے عذر جاتا رہے یا اس میں کمی ہو جائے تو اس ترکیب کا کرنا فرض ہے، مثلاً کھڑے ہو کر پڑھنے سے خون بہتا ہے اور بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا تو بیٹھ کر پڑھنا فرض ہے۔

(بہار شریعت، جلد۱، ص۳۸۷)

وَيَنْقُضُهُ خُرُوجُ الْوَقْتِ لَا دُخُولُهُ إِحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِ زُفَرَ فَإِنَّ النَّاقِضَ عِنْدَهُ دُخُولُ الْوَقْتِ وَعَنْ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ فَإِنَّ النَّاقِضَ عِنْدَهُ كِلَاهُمَا فَيُصَلِّيْ مَنْ تَوَضَّأَ قَبْلَ الزَّوَالِ إِلَى آخِرِ الظُّهْرِ خِلَافًا لِأَبِيْ يُوسُفَ وَزُفَرَ فَإِنَّهُ حَصَلَ دُخُولُ الْوَقْتِ لَا الْخُرُوجُ وَلَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ مَنْ تَوَضَّأَ قَبْلَهُ أَيْ

مَنْ تَوَضَّأَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ لٰكِنْ تَوَضَّأَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ خِلَافًا لِزُفَرَ فَإِنَّهٗ وُجِدَ النَّاقِضُ عِنْدَنَا وَعِنْدَ اَبِیْ يُوْسُفَ وَهُوَ الْخُرُوْجُ لَا عِنْدَ زُفَرَ فَإِنَّ النَّاقِضَ عِنْدَهٗ اَلدُّخُوْلُ وَلَمْ يَحْصُلْ۔

ترجمہ: اور معذورین کے وضو کو توڑ دے گا وقت کا نکل جانانہ کہ وقت کا داخل ہونا۔ (اس قول کے ذریعے) امام زفر کے قول سے احتراز کرنا ہے کہ ان کے نزدیک دخول وقت ناقضِ وضو ہے (اسی طرح اس قول کے ذریعے) امام ابو یوسف کے قول سے بھی احتراز کرنا ہے کہ ان کے نزدیک دونوں (یعنی خروج وقت اور دخول وقت) ناقض ہیں۔ پس وہ شخص جس نے زوال سے پہلے وضو کیا ہو ظہر کے آخر تک (اسی وضو سے) نماز پڑھ سکتا ہے۔ بر خلاف امام ابو یوسف و امام زفر کے کیونکہ دخول وقت پایا گیا (لہذا ان دونوں کے نزدیک وضو ٹوٹ گیا) اور خروجِ وقت نہیں پایا گیا (لہذا ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹا) اور طلوعِ شمس کے بعد (نماز) نہ پڑھے وہ شخص جس نے طلوع شمس سے پہلے وضو کیا ہو۔ یعنی جس شخص نے طلوع شمس سے پہلے وضو کیا لیکن طلوع فجر کے بعد وضو کیا ہو (تو اس وضو سے طلوع شمس کے بعد نماز نہ پڑھے) بر خلاف امام زفر کے (کہ ان کے یہاں وضو نہیں ٹوٹا) بیشک ہمارے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ناقض پایا گیا اور وہ خروجِ وقت ہے، امام زفر کے نزدیک ناقض نہیں پایا گیا کہ ان کے نزدیک دخول وقت ناقض ہے اور وہ نہیں پایا گیا۔

سوال: معذور کا وضو کب ٹوٹتا ہے؟

جواب: معذورین کے وضو کو کئی چیزیں توڑ دیتی ہیں:

(ا)۔۔۔ ان میں سے ایک وقت ہے اور وقت کے بارے میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔ امام زفر دخولِ وقت کو ناقضِ وضو مانتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ معذورین کے لیے منافی طہارت کی موجودگی کے باوجود طہارت کا حکم دینا ضرورت ادا کی وجہ سے ہے اور وقت سے پہلے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا یہ معتبر نہ ہو گی۔

(۲)۔ امام ابو یوسف وقت کے دخول اور خروج دونوں کو ناقض مانتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ حاجت وقت کے اندر محدود ہے لہذا وقت سے پہلے اور وقت کے بعد اس کا اعتبار نہ ہو گا اور وقت کا دخول و خروج دونوں ناقض ہوں گے۔

(۳)۔ طرفین تو خروج وقت کو ناقضِ وضو مانتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ وقت سے طہارت کو مقدم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اول وقت میں نماز ادا کرنے پر قادر ہو۔ لہذا دخول وقت تو ناقض نہیں ہو گا البتہ وقت کا خروج زوال حاجت کی دلیل ہے اس لیے خروج وقت ناقض ہو گا۔

سوال: یہ اختلاف کو سمجھنے کے لیے کوئی مثال بیان کریں۔

جواب: اس اختلاف کا ثمرہ دو صورتوں میں ظاہر ہو گا:

(۱)۔۔۔ اگر کسی معذور نے زوال سے پہلے یعنی طلوع شمس کے بعد وضو کیا ہو تو طرفین کے نزدیک وہ اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں خروج وقت نہیں پایا گیا اور امام زفر اور امام ابو یوسف کے نزدیک ظہر کی نماز نہیں پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ناقض یعنی دخول وقت پایا گیا۔

(۲)۔۔۔ اگر کسی معذور نے طلوع فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے وضو کیا تو طرفین (امام ابو حنیفہ امام محمد) اور امام ابو یوسف کے نزدیک طلوع شمس کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ناقض (خروج وقت) پایا گیا، اور امام زفر کے نزدیک طلوع شمس کے بعد اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ناقض دخول وقت ہے جو کہ نہیں پایا گیا لہذا اس کا وضو بر قرار رہے۔

جاننا چاہیے کہ یہاں جو خروج یا دخول وقت کو ناقض کہا گیا ہے وہ اصل میں ناقض نہیں ہے۔ بلکہ اصل ناقض تو وہ حدث ہے جو سابق میں موجود ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے اس کے اثر انداز ہونے سے مانع تھا جب وقت زائل ہو گیا تو حدث کا اثر ظاہر ہو گیا۔ لہذا وضو کے ٹوٹنے کی نسبت وقت کی خروج یا دخول کی طرف مجازاً ہے۔

سوال: مزید کون کون سی چیزیں معذورین کے وضو کا توڑ دیتی ہیں؟

جواب: وقت کے علاوہ مزید یہ چیزیں بھی ہیں:

(۲)۔۔۔ معذور کا وضو اگرچہ اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب معذور ہے مگر دوسری کوئی چیز وضو توڑنے والی پائی گئی تو وضو جاتا رہا مثلاً جس کو ریح خارج ہونے کا مرض ہے، زخم بہنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور جس کو زخم بہنے کا مرض ہے اس کا ریح خارج ہونے سے وضو جاتا رہے گا۔

(۳)۔۔۔ معذور نے کسی حدث (یعنی وضو توڑنے والے عمل) کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت وہ چیز نہیں ہے جس کے سبب معذور ہے پھر وضو کے بعد وہ عذر والی چیز پائی گئی تو وضو ٹوٹ گیا (یہ حکم اس صورت میں ہو گا جب معذور نے اپنے عذر کے بجائے کسی دوسرے سبب کی وجہ سے وضو کیا ہو اگر اپنے عذر کی وجہ سے وضو کیا تو بعد وضو عذر پائے جانے کی صورت میں وضو نہ ٹوٹے گا۔) مثلاً جس کا زخم بہتا تھا اس کی ریح خارج ہوئی اور اس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت زخم نہیں بہا اور وضو کرنے کے بعد بہا تو وضو ٹوٹ گیا۔ ہاں! اگر وضو کے درمیان بہنا جاری تھا تو نہ گیا۔

(۴)۔۔۔ معذور کے ایک نتھنے سے خون آرہا تھا وُضو کے بعد دوسرے نتھنے سے آیا وضو جاتا رہا، یا ایک زخم بہہ رہا تھا اب دوسرا بہا یہاں تک کہ چیچک کے ایک دانے سے پانی آرہا تھا جس کے سبب معذور تھا اب دوسرے دانے سے آیا وضو ٹوٹ گیا۔

وَالنِّفَاسُ دَمٌ يَعْقِبُ الْوَلَدَ وَلَا حَدَّ لِاَقَلِّهٖ وَأَكْثَرُهٗ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ إِذْ أَكْثَرُهٗ سِتُّوْنَ يَوْمًا عِنْدَهٗ وَهُوَ لِاُمِّ التَّوْأَمَيْنِ مِنَ الْأَوَّلِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ اَلتَّوْأَمَانِ وَلَدَانِ مِنْ بَطْنٍ وَاحِدٍ لَا يَكُوْنُ بَيْنَ وِلَادَتِهِمَا أَقَلُّ مُدَّةِ الْحَمْلِ هُوَ سِتَّةُ أَشْهُرٍ وَانْقِضَاءُ الْعِدَّةِ مِنَ الْآخِرِ إِجْمَاعًا وَسُقْطٌ يُرٰى بَعْضُ خَلْقِهٖ وَلَدٌ سُقْطٌ مُبْتَدَأٌ يُرٰى صِفَتُهٗ وَ وَلَدٌ خَبَرُهٗ فَتَصِيْرُ هِيَ بِهٖ نُفَسَاءَ وَالْاَمَةُ اُمَّ الْوَلَدِ وَيَقَعُ الْمُعَلَّقُ بِالْوَلَدِ أَيْ إِذَا قَالَ إِنْ وَلَدْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ تُطَلَّقُ بِخُرُوْجِ سُقْطٍ ظَهَرَ بَعْضُ خَلْقِهٖ وَتَنْقَضِي الْعِدَّةُ بِهٖ اَيْ إِذَا طَلَّقَهَا زَوْجُهَا تَنْقَضِيْ عِدَّتُهَا بِخُرُوْجِ هٰذَا السُّقْطِ۔

ترجمہ: اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلتا ہے اور اس کے اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے، اور اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے۔ بر خلاف امام شافعی کے اس لیے کہ ان کے نزدیک نفاس کی اکثر مدت ساٹھ دن ہے۔ اور

نفاس (کی مدت کا شمار) جڑواں بچوں کی ماں کے لیے پہلے بچے (کی پیدائش) سے ہو گا، بر خلاف امام محمد کے۔ ''تَوْأَمَانِ'' ان دو بچوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی پیٹ سے ہوں اور ان دونوں کی پیدائش کے درمیان اقل مدت حمل کا فاصلہ نہ ہو اور وہ (یعنی اقلِ مدتِ حمل) چھ مہینے ہیں، اور عدت کا پورا ہونا، بالاتفاق دوسرے (آخری) بچہ سے ہو گا اور سقط (یعنی نامکمل بچہ) جس کے بعض خلقت (اعضاء) ظاہر ہو گئے ہوں بچہ (کے حکم میں) ہے، ''سُقْطٌ'' مبتدا ہے ''يُرِی'' اس کی صفت ہے اور ''وَلَدٌ'' اس کی خبر ہے پس وہ (عورت) اس خون سے (جو سقط کے بعد نکلے) نفاس والی ہو جائے گی اور باندی (ہو تو) ام ولد ہو جائے گی اور وہ چیز جو بچہ کے ساتھ معلق ہو واقع ہو جائے گی۔ یعنی جب شوہر نے کہا ''اِنْ وَلَدْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ'' (اگر تو بچہ جنے تو تجھ پر طلاق ہے) تو اس سقط کے نکلنے سے جس کی بعض خلقت ظاہر ہو چکی ہو طلاق دی ہوئی ہو جائے گی۔ اور اس سقط کے ذریعہ سے عدت پوری ہو جائے گی یعنی جب اس کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہو تو اس سقط کے نکلنے سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

سوال: نفاس کی تعریف بیان کریں۔ نیز نفاس کی اقلِ مدت اور اکثر مدت کتنی ہے؟

جواب: نفاس (نون کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ) ''تَنَفَّسَ الرَّحْمُ بِالدَّمِ'' سے ماخوذ ہے۔ یعنی رحم نے خون اگل دیا فقہا کی اصطلاح میں نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو ولادت کے بعد نکلے اس کے اقل مقدار کی کوئی حد نہیں اگر کسی عورت نے ولادت کے بعد ایک ساعت بھی خون دیکھا اور پھر خون بند ہو گیا تو اس کے اوپر غسل کر کے نماز وغیرہ کا پڑھنا واجب ہو گا۔ البتہ اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چالیس دن بیٹھا کرتی تھیں۔ یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہو گی کہ وہ نفاس کی اکثر مدت ساٹھ دن قرار دیتے ہیں۔

سوال: کسی عورت کے جڑواں بچے پیدا ہوئے تو نفاس کا شمار کب سے ہو گا؟

جواب: ''تَوْأَمَانِ'' ایسے دو بچوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں بایں طور کہ ان کے درمیان اقل مدت حمل یعنی چھ مہینوں سے کم وقفہ ہو۔ تو ایسی عورت جس کو جڑواں بچہ پیدا ہوئے ہوں۔ اس کی مدت نفاس شیخین کے نزدیک پہلے بچہ سے شمار ہو گی جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ آخری بچہ سے مدتِ نفاس شمار ہو گی، ان کی

دلیل یہ ہے کہ پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ حاملہ ہے اور حاملہ کو نہ تو حیض آتا ہے اور نہ نفاس، کیونکہ حاملہ کے رحم کا منہ بند ہوتا ہے لہذا یہ نفاس نہ ہوگا۔ اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون نکلتا ہے وہ نفاس ہی ہے۔

سوال: بہارِ شریعت میں جڑواں بچوں کے تعلق سے کیا ہے؟

جواب: بہارِ شریعت میں ہے: جس عورت کے دو بچے جوڑواں پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نِفاس سمجھا جائے گا، پھر اگر دوسرا چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے سے چالیس دن تک نِفاس ہے، پھر اِستحاضہ اور اگر چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو اس پچھلے کے بعد جو خون آیا اِستحاضہ ہے نِفاس نہیں مگر دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۸)

جس عورت کے تین بچے پیدا ہوئے کہ پہلے اور دوسرے میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہے۔ یوہیں دوسرے اور تیسرے میں اگرچہ پہلے اور تیسرے میں چھ مہینے کا فاصلہ ہو جب بھی نِفاس پہلے ہی سے ہے، پھر اگر چالیس دن کے اندر یہ دونوں بھی پیدا ہو گئے تو پہلے کے بعد سے بڑھ سے بڑھ چالیس دن تک نِفاس ہے اور اگر چالیس دن کے بعد ہیں تو ان کے بعد جو خون آئے گا اِستحاضہ ہے مگر ان کے بعد بھی غُسل کا حکم ہے۔

اگر دونوں میں چھ مہینے یا زِیادہ کا فاصلہ ہے تو دوسرے کے بعد بھی نِفاس ہے۔

چالیس دن کے اندر کبھی خون آیا کبھی نہیں تو سب نِفاس ہی ہے اگرچہ پندرہ ۱۵ دن کا فاصلہ ہو جائے۔

(بہارِ شریعت، ج۱، ص۳۷۸)

سوال: جس عورت کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے تو اس کی عدت کب ختم ہو گی؟

جواب: جس عورت کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے تو اس کی عدت بالاتفاق آخری بچہ پیدا ہونے کے بعد ختم ہو گی کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے لہذا مکمل وضع کا اعتبار ہو گا۔

سوال: سقط کسے کہتے ہیں؟

جواب: "سقط" سین کے فتحہ، ضمہ، کسرہ تینوں حرکتوں کے ساتھ اس نا تمام بچہ کو کہتے ہیں جس کے بعض اعضاء بن چکے ہوں۔

سوال: اگر کسی عورت کا حمل مدت سے پہلے ساقط ہو جائے تو نفاس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

جواب: اگر کسی عورت کا حمل مدت سے پہلے ساقط ہو جائے تو اگر یہ سقوط، خون یالو تھڑے کی شکل میں ہو تو اس پر کوئی حکم نہ ہو گا۔

ہاں! اگر اس سقط (نا تمام بچہ) کے کچھ اعضاء مثلاً انگلی ناخن بال وغیرہ ظاہر ہو گئے ہوں یہ مکمل بچہ کے حکم میں ہو گا اور مکمل بچہ پیدا ہونے کے بعد جتنے احکام ثابت ہوتے ہیں وہ سب ثابت ہو جائیں گے مثلاً: اس کے بعد خون نکلے تو یہ نفاس کا خون ہو گا، اگر یہ عورت کسی کی باندی ہو تو ام ولد ہو جائے گی اور اگر اس کے شوہر نے اس کو یہ کہا ہو کہ "اگر تو بچہ جنے تو تجھ پر طلاق" تو اس سقط کے خارج ہونے سے وہ مطلقہ ہو جائے گی، اور اگر اس کا شوہر حمل کی حالت میں فوت ہو چکا ہو یا حمل کی

حالت میں اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو تو اس سقط کے نکلنے سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

سوال: سقط کے متعلق بہارِ شریعت میں کیا بیان کیا گیا ہے ؟

جواب: بہار شریعت میں ہے: حمل ساقط ہو گیا اور اس کا کوئی عُضْوْ بن چکا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں یا انگلیاں تو یہ خون نِفاس ہے۔ ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے تو حَیض ہے اور جو تین دن سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں تو اِستحاضہ ہے۔

پیٹ سے بچہ کاٹ کر نکالا گیا، تو اس کے آدھے سے زِیادہ نکالنے کے بعد نِفاس ہے۔

حمل ساقط ہونے سے پہلے کچھ خون آیا کچھ بعد کو، تو پہلے والا اِستحاضہ ہے بعد والا نفاس، یہ اس صورت میں ہے جب کوئی عُضْوْ بن چکا ہو، ورنہ پہلے والا اگر حَیض ہو سکتا ہے تو حَیض ہے نہیں تو اِستحاضہ۔

حمل ساقط ہوا اور یہ معلوم نہیں کہ کوئی عُضْوْ بنا تھا یا نہیں، نہ یہ یاد کہ حمل کتنے دن کا تھا (کہ اسی سے عُضْوْ کا بننا نہ بننا معلوم ہو جاتا یعنی ایک سو بیس ۱۲۰ دن ہو گئے ہیں تو عُضْوْ بن جانا قرار دیا جائے گا) اور بعد اسقاط کے خون ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اسے حَیض کے حکم میں سمجھے، کہ حَیض کی جو عادت تھی اس کے گزرنے کے بعد نہا کر نماز شروع کر دے اور عادت نہ تھی تو دس دن کے بعد اور باقی وہی اَحْکام ہیں جو حَیض کے بیان میں مذکور ہوئے۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۷۷۔۳۷۸)

بَابُ الْأَنْجَاسِ

یہ باب نجاستوں کے بیان میں) ہے

نَجَسٌ (بفتح الجیم) عین نجاست کو کہتے ہیں اور نَجِسٌ (بکسر الجیم) اس چیز کو کہتے ہیں جو پہلے پاک ہو لیکن کوئی نجاست لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہو جیسے ناپاک کپڑا۔ یہ فرق فقہاء کے نزدیک ہے جبکہ اہلِ لغت کے یہاں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی فعل کے مصدر ہیں۔

یَطْھُرُ بَدَنُ الْمُصَلِّی وَثَوْبُہٗ وَمَکَانُہٗ عَنْ نَجَسٍ مَرْئِیٍّ بِزَوَالِ عَیْنِہٖ وَإِنْ بَقِیَ أَثَرٌ یَشُقُّ زَوَالُہٗ بِالْمَاءِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِہٖ بِزَوَالِ عَیْنِہٖ وَبِکُلِّ مَائِعٍ طَاھِرٍ مُزِیْلٍ کَخَلٍّ وَنَحْوِہٖ عَمَّا لَمْ یُرَاَثَرُہٗ عَطْفٌ عَلٰی قَوْلِہٖ عَنْ نَجَسٍ مَرْئِیٍّ بِغَسْلِہٖ ثَلٰثًا وَعَصْرِہٖ فِی کُلِّ مَرَّۃٍ إِنْ أَمْکَنَ بِشَرْطِ أَنْ یُبَالِغَ فِی الْعَصْرِ فِی الْمَرَّۃِ الثَّالِثَۃِ بِقَدْرِ قُوَّتِہٖ وَإِلَّا یَغْسِلُ وَیَتْرُکُ إِلٰی عَدَمِ الْقَطَرَانِ ثُمَّ وَثُمَّ ھٰکَذَا۔

ترجمہ: اور نمازی کا بدن اور اس کا کپڑا اور اس کی جگہ، نجاست مرئیہ سے (اس طرح) پاک ہو جاتے ہیں کہ نجاست کا عین پانی سے زائل ہو جائے اگرچہ (نجاست کا) ایسا اثر باقی رہے جس کو زائل کرنا دشوار ہو۔ (ماتن کی عبارت میں) "بِالْمَاءِ" متعلق ہے ماتن کے قول "بِزَوَالِ عَیْنِہٖ" سے اور (بدن، کپڑا، جگہ پاک ہو جاتے ہیں) ہر اس بہنے والی چیز سے جو (خود) پاک ہو اور (نجاست کو زائل کرنے والی ہو جیسے سرکہ اور اسی کے جیسے دیگر چیزیں، اور اس نجاست سے جس کا اثر نہ دیکھا جائے (نجاستِ غیر مرئیہ سے) ماتن کا قول "عَمَّالَمْ یُرَاَثَرُہٗ" کا عطف ماتن کے قول "عَنْ نَجَسٍ مَرْئِیٍّ" پر ہے (اس طرح پاک ہوتے ہیں کہ) اس کو تین مرتبہ دھونے اور اس کو ہر مرتبہ نچوڑنے کے ذریعے اگر نچوڑنا ممکن ہو تیسری مرتبہ نچوڑنے میں اپنی قوت کے بقدر مبالغہ کرنے کی شرط کے ساتھ، ورنہ (یعنی اگر نچوڑنا ممکن نہ ہو) تو دھوئے اور چھوڑ دے یہاں تک کہ قطرے بند ہو جائیں اسی طرح دوسری مرتبہ اور اسی طرح تیسری مرتبہ کرے۔

سوال: ماتن نے نجاستِ حکمی کے بعد نجاستِ حقیقی کو کیوں بیان کیا؟

جواب: ماتن نے نجاست حکمی کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد نجاست حقیقی کو بیان کیا یعنی نجاستِ حکمی کو مقدم کیا اور نجاستِ حقیقی کو موٴخر اس کی وجہ یہ ہے کہ نجاست حقیقی کے مقابلہ میں نجاست حکمی اقوی ہے کیونکہ نجاست حقیقی کی کچھ مقدار معاف ہے لیکن نجاست حکمی کی تھوڑی بھی مقدار معاف نہیں ہے۔

سوال: ماتن کے قول "یطھر" کو کتنے طریقے سے پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: "یطھر" کو تطہیر سے مضارع مجہول اور طہارۃ سے مضارع معروف دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: طہارت کا کیا معنی ہے؟

جواب: طہارت کے معنی ہیں گندگی اور ناپاکی دور کرنا، گندگی روحانی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی، لہذا طہارت بھی روحانی اور جسمانی ہے، ان دونوں طہارتوں کی بہت قسمیں ہیں کیونکہ گندگیاں بہت قسم کی ہیں۔ طہارت جسمانی دو طرح کی ہے: طہارت حقیقی اور طہارتِ حکمی۔ طہارت حقیقی: گندگیٴ حقیقی یعنی خبث کو دور کرنا، اور طہارت حکمی: حکمی گندگی یعنی حدث کو دور کرنا۔

سوال: نجاست کی لغوی تحقیق بیان کر دیں۔

جواب: انجاس یہ نَجِس کی جمع ہے اور نجس اصل کے اعتبار سے مصدر ہے جو سمع و کرم سے آتا ہے، جس کا معنی گندہ ہونا، ناپاک ہونا ہے، پھر اس کا استعمال اسم میں بھی ہونے لگا اور اب اس کے معنی عین نجاست کے ہوتے ہیں۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۵۳)

سوال: نَجاست کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاست کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: (۱) نجاستِ حکمیہ۔ (۲) نجاستِ حقیقیہ۔ (بہار شریعت ج۱، ص۳۸۹)

سوال: نجاستِ حکمیہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاستِ حکمیہ وہ نجاست ہے جو نظر نہ آئے، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔ حدثِ اصغر: وہ حدث ہے جس سے آدمی بے وضو ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پاکی حاصل کرنے کو **طہارتِ صغریٰ** کہتے ہیں۔

(۲)۔۔۔حَدَثِ اکبر: وہ حدث ہے جس سے آدمی بے غسل ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پاکی حاصل کرنے کو **طہارتِ کبریٰ** کہتے ہیں۔

سوال: نجاستِ حکمیہ کو حکمیہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: **نجاستِ حکمیہ** کو حکمیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ناپاکی سے پاکی حاصل کرنے کو شریعت نے حکم دیا ہے حالانکہ عقل کے مطابق یہ کوئی نجاست نہیں کیونکہ جب کسی نے پیشاب کیا اور پیشاب کی جگہ کو دھل لیا تو عقل کہتی ہے کہ وہ پاک ہے مگر شریعت کا حکم ہے کہ ابھی پاک نہیں ہے جب تک کہ وضو نہ کرلے۔ اور یہی بات منی کے نکلنے سے غسل کے فرض ہونے میں ہے۔ (آسان فرض علوم ص ۲۶۵)

سوال: پیشاب اور منی ایک ہی جگہ سے خارج ہوتے ہیں لیکن پیشاب سے وضو اور منی سے غسل فرض ہوتا ہے ایسا کیوں؟

جواب: پیشاب اور منی ایک ہی جگہ سے خارج ہوتے ہیں لیکن پیشاب سے وضو اور منی سے غسل فرض ہوتا ہے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ پیشاب نکلتے وقت اس کا اثر بدن کے تمام اعضا پر نہیں پڑتا اس لئے وضو کا حکم دیا گیا جبکہ منی نکلتے وقت بدن کے تمام اعضا پر اس کا اثر پڑتا ہے، اور لذت حاصل کرنے میں سب شریک ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ منی کے نکلنے کے بعد تمام اعضا سست پڑ جاتے ہیں، لہٰذا تمام اعضا کو دھونے کا حکم دیا گیا، پس انہی وجوہات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے پیشاب کے بعد وضو اور منی کے بعد غسل کا حکم دیا گیا۔ (آسان فرض علوم ص ۲۶۶)

سوال: نجاستِ حقیقیہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاستِ حقیقیہ وہ نجاست ہے جو نظر آئے، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔ نجاستِ غلیظہ: وہ نجاست ہے جس کا حکم سخت ہو۔

(۲)۔۔۔ نجاستِ خفیفہ: وہ نجاست ہے جس کا حکم ہلکا ہو۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۳۸۹)

سوال: نجاستِ مرئیہ اور غیر مرئیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: نجاستِ غلیظہ اور خفیفہ دو طرح کی ہوتی ہے:

(۱)۔۔۔ نجاستِ مرئیہ اس نجاست کو کہتے ہیں کہ جو خشک ہونے کے بعد بھی دکھائی دے جیسے خون، پاخانہ وغیرہ۔ نیز اس کو دلدار نجاست بھی کہتے ہیں۔

(۲)۔۔۔ نجاستِ غیر مرئیہ اس نجاست کو کہتے ہیں کہ خشک ہونے کے بعد اس کا کوئی جسم نہ رہے جیسے پیشاب، شراب وغیرہ۔ نیز اس کو پتلی نجاست بھی کہتے ہیں۔

سوال: اگر کپڑے میں دلدار یعنی نجاستِ مرئیہ جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ لگ جائے تو کپڑے کو کیسے پاک کریں گے؟

جواب: نَجاست اگر دَلدار یعنی گاڑھی ہو جسے نجاستِ مَرئِیَّہ کہتے ہیں (جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضَروری ہے، اگر ایک بار دھونے سے دُور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا، ہاں! اگر تین مرتبہ سے کم میں نَجاست دور ہو جائے تو تین بار پورا کرلینا مستحب ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۲ ص۱۱۹)

سوال: دلدار نجاست کو دھونے کے بعد اس کا اثر باقی رہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نَجاست دور ہو گئی مگر اس کا کچھ اثر یعنی رنگ یا بُو باقی ہے تو اسے بھی زائل کرنا لازم ہے، ہاں! اگر اس کا اثر مشکل سے جائے تو اثر دور کرنے کی ضرورت نہیں، تین مرتبہ دھولیا پاک ہو گیا، صابون یا کھٹائی یا گرم پانی سے دھونے کی حاجت نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، الباب السابع فی النجاسۃ واحکامھا، الفصل الأول، ج۱، ص۴۲)

سوال: ناپاک بدن یا ناپاک کپڑے کو کن چیزوں سے پاک کیا جاسکتا ہے؟

جواب: جو چیزیں بذاتِ خود نجس نہیں بلکہ کسی نَجاست کے لگنے سے ناپاک ہوئیں مثلاً بدن یا کپڑا، ان کو پانی اور ہر رقیق یعنی بہنے والی چیز سے (جس سے نَجاست دور ہو جائے) دھو کر پاک کرسکتے ہیں، مثلاً سرکہ اور گلاب کہ ان سے نَجاست کو دور کرسکتی ہے تو بدن یا کپڑا ان سے دھو کر پاک کرسکتے ہیں۔

ہاں! بغیر ضرورت گلاب اور سرکہ وغیرہ سے پاک کرنا ناجائز ہے کہ فضول خرچی ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۷)

سوال: مُستَعمَل پانی یا چائے سے کپڑا دھونے سے پاک ہو جائے گا؟

جواب: جی ہاں! مستَعمَل پانی اور چائے سے کپڑا دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۷)

سوال: کیادودھ، شوربااور تیل سے کپڑاپاک ہو جائے گا؟

جواب: دودھ، شوربااور تیل سے دھونے سے کپڑاپاک نہ ہو گا کہ ان سے نَجاست دور نہیں ہوتی بلکہ پھیلتی ہے کیونکہ ان میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ (''تبیین الحقائق''، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، ج۱، ص۱۹۴)

سوال: اگر کپڑے میں پتلی نجاست مثلاً پیشاب، شراب وغیرہ لگ جائے تو کپڑے کو کیسے پاک کریں گے؟

جواب: اگر نَجاست رَقِیق (یعنی پتلی جیسے پیشاب وغیرہ) ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بِقُوَّت (یعنی پوری طاقت سے) نچوڑنے سے پاک ہو گا اور قوّت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اِس طرح نِچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اُس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اگر کپڑے کا خیال کرکے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو پاک نہ ہو گا۔

پہلی اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کرلینا بہتر ہے اور تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی، اور جو کپڑے میں اتنی تری رہ گئی ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ بُوند ٹپکے گی تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ (اس میں لازمی یہ احتیاط کیجئے کہ) اگر پہلی یا دوسری بار ہاتھ پاک نہیں کیا، اور اس کی تری سے کپڑے کا پاک حصہ بھیگ گیا تو یہ بھی ناپاک ہو گیا۔ (بہار شریعت حصہ ۲ ص ۱۲۰)

سوال: کیا کمزور شخص کا پاک کیا ہوا کپڑا طاقت ور شخص کے لئے پاک ہو گا؟

جواب: اگر دھونے والے نے اچھی طرح نچوڑلیا مگر ابھی ایسا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو طاقت میں اس سے زِیادہ ہے نچوڑے تو دوایک بوند ٹپک سکتی ہے تو اس (پہلے نچوڑنے والے) کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے۔ اس دوسرے کی طاقت کا اعتبار نہیں، ہاں! اگر یہ دھوتا اور اِسی قدر نچوڑتا جس قدر پہلے والے نے نچوڑا تھا تو پاک نہ ہوتا۔ (بہار شریعت حصہ ۲ ص ۱۲۰)

سوال: جو چیزیں نچوڑنے کے قابل نہیں، ان کو کیسے پاک کریں گے؟

جواب: جو چیزیں نچوڑنے کے قابل نہیں ہیں (جیسے چٹائی، برتن، جُوتا وغیرہ) اس کو دھو کر چھوڑ دیں یہاں تک کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، یونہی دو مرتبہ اَور دھوئیں تیسری مرتبہ جب پانی ٹپکنا بند ہو گیا وہ چیز پاک ہو گئی اسے

ہر مرتبہ کے بعد سُوکھانا ضروری نہیں۔ یونہی جو کپڑا اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں اسے بھی یونہی پاک کیا جائے۔ ("البحر الرائق"، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص ۴۱۳)

وَخُفُّهُ عَنْ ذِي جِرْمٍ جَفَّ بِالدَّلْكِ بِالْأَرْضِ وَجَوَّزَهُ أَبُوْيُوْسُفَ فِي رَطْبِهِ أَيْ فِي رَطْبٍ ذِي جِرْمٍ إِذَا بَالَغَ وَبِهِ يُفْتٰى وَعَمَّا لَا جِرْمَ لَهُ بِالْغَسْلِ فَقَطْ اَيْ يَطْهُرُ الْخُفُّ عَمَّالَا جِرْمَ لَهُ كَالْبَوْلِ وَنَحْوِهِ بِالْغَسْلِ فَقَطْ وَعَنِ الْمَنِيِّ بِغَسْلِهِ سَواءٌ كَانَ رَطْبًا أَوْ يَابِسًا أَوْ فَرْكٍ يَابِسَةٍ هٰذَا إِذَا كَانَ رَأْسُ الذَّكَرِ طَاهِرًا بِأَنْ بَالَ وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْبَوْلُ عَنْ رَأْسِ مَخْرَجِهِ أَوْ تَجَاوَزَ وَاسْتَنْجٰى وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الثَّوْبِ وَالبَدَنِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَفِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ لَا يَطْهُرُ الْبَدَنُ بِالْفَرْكِ۔

ترجمہ: اور (پاک ہو جاتا ہے) نمازی کا موزہ ایسی نجاست سے جو جسم والی ہو اور سوکھ چکی ہو، زمین پر رگڑنے سے اور امام ابو یوسف نے تر نجاست میں جو جسم والی ہو رگڑنے کو جائز قرار دیا ہے، جب کہ رگڑنے میں مبالغہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس نجاست سے جس کا جسم نہ ہو صرف دھونے ہی سے (پاک ہو گا) یعنی موزہ پاک ہو گا ایسی نجاست سے جس کا جسم نہ ہو جیسے پیشاب وغیرہ صرف دھونے سے، اور منی سے (کپڑا وغیرہ) دھونے سے پاک ہو گا چاہے منی تر ہو یا سوکھ گئی ہو، یا سوکھی منی کو کھرچنے سے (بھی پاک ہو جاتا ہے) یہ اس صورت میں ہے جب کہ ذکر کا سرا پاک ہو بایں طور کہ اس نے پیشاب کیا اور پیشاب اپنے مخرج کے سرے سے تجاوز نہ کرے یا تجاوز کیا اور (تجاوز کرنے کی صورت میں) استنجا کرلے اور کپڑے اور بدن (کو کھرچ کر پاک کرنے میں) کوئی فرق نہیں ہے ظاہر روایت میں اور حسن ابن زیاد کی روایت میں جو امام ابو حنیفہ سے (اس میں یہ ہے) کہ بدن کھرچنے سے پاک نہیں ہو گا۔

سوال: موزہ میں نجاست لگ جائے تو کیسے پاک کیا جائے گا؟

جواب: اگر موزہ کو نجاست لگ گئی ہو اور وہ نجاست جسم والی ہو اور سوکھ گئی ہو تو زمین پر رگڑنے سے موزہ پاک ہو جائے گا، اور اگر نجاست تر ہو تو دھونا ضروری ہو گا صرف رگڑنے سے پاک نہ ہو گا لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جسم والی نجاست تر بھی ہو اور رگڑنے سے زائل ہو جائے تو موزہ پاک ہو جائے گا کیونکہ عام طور پر لوگ اس میں مبتلاء ہیں، راستوں پر گوبر وغیرہ پڑا رہتا ہے جس سے بچنا لوگوں کے لیے مشکل ہے اب اگر دھونے کا حکم دیا جائے گا تو

حرج عظیم لازم آئے گا اور حدیث میں "فَلْيَمْسَحْهُمَا بِالْأَرْضِ"(تو چاہیے کہ وہ ان دونوں کو زمین سے رگڑ دے) مطلق ہے اس لیے نجاست تر ہو یا خشک ہو کوئی فرق نہیں ہو گا۔

اور ماتن فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ عوام کی آسانی کے لیے امام ابو یوسف کے قول پر ہی فتوی دیتے ہیں۔

اور اب بھی یہی قول مفتی بہ ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے:

موزے یا جوتے میں دَلدار نَجاست لگی، جیسے پاخانہ، گوبر، مَنی تو اگرچہ وہ نَجاست تر ہو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۱)

اور اگر مثل پیشاب کے کوئی پتلی نَجاست لگی ہو اور اس پر مٹی یا راکھ یا ریتا وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں جب بھی پاک ہو جائیں گے اور اگر ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ نَجاست سُوکھ گئی تو اب بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۱)

سوال: کپڑے میں منی لگ جائے تو کیسے پاک کریں گے؟

جواب: اگر کپڑے میں منی لگ گئی اور وہ تر ہے تو دھلنے سے ہی پاک ہو گا اور اگر منی سوکھ گئی ہے تو دھلنے اور کھرچنے دونوں سے پاک ہو جائے گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: اگر منی کپڑے میں لگی ہے اور اب تک تر ہے، تو دھونے سے پاک ہو گا مَلنا کافی نہیں۔ مَنی کپڑے میں لگ کر خشک ہو گئی تو فقط مَل کر جھاڑنے اور صاف کرنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اگرچہ بعد مَلنے کے کچھ اس کا اثر کپڑے میں باقی رہ جائے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۰)

اس مسئلہ میں عورت و مرد اور انسان و حیوان و تندرست و مریضِ جریان سب کی مَنی کا ایک حکم ہے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۰)

سوال: "هٰذَا إِذَا كَانَ رَأْسُ الذَّكَرِ طَاهِرًا بِأَنْ بَالَ وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْبَوْلُ" شارح اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح اس عبارت سے یہ فرمارہے ہیں کہ کھرچنے سے پاک ہونے کا حکم اس صورت میں ہو گا جب کہ ذکر کا سرا پاک ہو یعنی پیشاب وغیرہ لگا ہوا نہ ہو کیونکہ اگر پیشاب وغیرہ ذکر کے سرے پر ہو گا تو وہ منی کے ساتھ

کپڑے پر لگ جائیگا اور پیشاب کھرچنے سے زائل نہیں ہوتا ہے لہذا اس صورت میں کھرچنا کافی نہ ہو گا بلکہ دھونا ضروری ہو گا یہی صورت اس وقت ہو گی جب کہ منی سے پہلے مذی نکلی ہو کہ اس صورت میں بھی کھرچنا کافی نہ ہو گا، بلکہ دھونا ضروری ہو گا۔

بہار شریعت میں ہے: پیشاب کر کے طہارت نہ کی پانی سے نہ ڈھیلے سے اور منی اس جگہ پر گزری جہاں پیشاب لگا ہوا ہے، تو یہ مَلنے سے پاک نہ ہو گی بلکہ دھونا ضروری ہے اور اگر طہارت کر چکا تھا یا منی جست کر کے نکلی کہ اس موضعِ نجاست پر نہ گزری تو مَلنے سے پاک ہو جائے گی۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۱)

سوال: "وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الثَّوْبِ وَالبَدَنِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ ظاہر روایت میں سوکھی منی کے کھرچنے سے پاک ہونے میں کپڑے اور بدن میں کوئی فرق نہیں ہے، یعنی سوکھی منی کھرچنے سے جس طرح کپڑا پاک ہوتا ہے اسی طرح بدن بھی پاک ہو جائے گا لیکن حسن ابن زیاد امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدن کھرچنے سے پاک نہ ہو گا کیونکہ بدن کی حرارت منی کو جذب کر لیتی ہے اور وہ اجزائے منی جس کو بدن نے جذب کر لیا ہو بغیر دھوئے زائل نہیں ہو سکتے ہیں، لہذا بدن دھونے سے ہی پاک ہو گا۔

مفتی بہ قول

مفتی بہ قول ظاہر الروایۃ کا ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: مَنی کپڑے میں لگ کر خشک ہو گئی تو فقط مَل کر جھاڑنے اور صاف کرنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اگرچہ بعد مَلنے کے کچھ اس کا اثر کپڑے میں باقی رہ جائے۔ بدن میں اگر مَنی لگ جائے تو بھی اسی طرح پاک ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۰)

وَالسَّيْفُ وَنَحْوُهُ بِالْمَسْحِ وَالْبِسَاطُ يُجْرَى الْمَاءُ عَلَيْهِ لَيْلَةً وَالْأَرْضُ وَالْآجُرُ الْمَفْرُوْشُ بِالْيُبْسِ وَذِهَابِ الْأَثَرِ لِلصَّلٰوةِ لَا لِلتَّيَمُّمِ أَيْ يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَلَا يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ بِهِمَا وَكَذَا الْخُصُّ فِي الْمُغْرِبِ هُوَ بَيْتٌ مِنْ قَصَبٍ وَالْمُرَادُ هٰهُنَا السُّتْرَةُ الَّتِيْ تَكُوْنُ عَلَى السُّطُوْحِ مِنَ الْقَصَبِ وَشَجَرٌ وَكَلَأٌ قَائِمٌ فِي الْأَرْضِ لَوْ تَنَجَّسَ ثُمَّ جَفَّ طَهُرَ هُوَ الْمُخْتَارُ وَمَا قُطِعَ مِنْهُمَا بِغَسْلِهِ لَا غَيْرُ۔

ترجمہ: اور تلوار اور اسی جیسی چیزیں (پاک ہو جاتی ہیں) پوچھنے سے اور بچھونا (پاک ہو جاتا ہے اس طرح کہ) اس پر ایک رات پانی بہایا جائے، اور زمین اور بچھی ہوئی اینٹ سوکھنے اور نجاست کا اثر ختم ہو جانے سے (پاک ہو جاتی ہے) نماز کے لیے نہ کہ تیمم کے لیے یعنی (زمین اور فرش کے سوکھ جانے کے بعد) ان پر نماز پڑھنا تو جائز ہے، (لیکن) ان پر تیمم کرنا جائز نہ ہو گا، اسی طرح جھونپڑی (بھی سوکھنے کے بعد پاک ہو جائے گی مغرب (نامی کتاب) میں لکھا ہے کہ خص اس گھر کو کہتے ہیں جو بانس سے بنا ہو اور یہاں مراد وہ بانس ہے جو چھتوں پر ہوتا ہے۔ اور درخت اور (وہ) گھاس جو زمین میں کھڑی ہو (لگی ہو) اگر ناپاک ہو جائے پھر سوکھ جائے تو پاک ہو جائے گی، یہی مختار مذہب ہے۔ اور درخت و گھاس میں سے جس کو کاٹ دیا گیا ہو تو دھونے سے پاک ہوں گے اس کے علاوہ سے نہیں (یعنی پاک ہونے کی دوسری کوئی صورت نہیں)

سوال: کیا کچھ ایسی بھی چیزیں ہیں جن کو دھونا نہیں پڑتا بلکہ پوچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں؟

جواب: جی ہاں! لوہے کی چیز جیسے چُھری، چاقو، تلوار وغیرہ جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش و نگار، نجس ہو جائے، تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جائے گی اور اس صورت میں نَجاست کے دَلدار یا پتلی ہونے میں کچھ فرق نہیں۔ یونہی چاندی، سونے، پیتل، گلٹ اور ہر قسم کی دھات کی چیزیں پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں بشرطیکہ نقشی نہ ہوں اور اگر نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تو دھونا ضروری ہے پونچھنے سے پاک نہ ہوں گی۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۴۰۰)

یونہی آئینہ اور شیشے کی تمام چیزیں اور چینی کے برتن یا مٹی کے روغنی برتن یا پالش کی ہوئی لکڑی غرض وہ تمام چیزیں جن میں مسام نہ ہوں کپڑے یا پتّے سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ اثر بالکل جاتا رہے پاک ہو جاتی ہیں۔

(''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الأول، ج۱، ص۴۳)

سوال: دری وغیرہ کو اگر بہتے پانی میں دھویا تو کب پاک ہو گا؟

جواب: دَری یا ٹاٹ یا کوئی ناپاک کپڑا بہتے پانی میں رات بھر پڑا رہنے دیں پاک ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نَجاست کو بہالے گیا پاک ہو گیا، کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۹)

سوال: ناپاک زمین کیسے پاک ہو گی؟

جواب: ناپاک زمین اگر خشک ہو جائے اور نَجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے پاک ہو گئی، خواہ وہ ہوا سے سوکھی ہو یا دھوپ یا آگ سے مگر اس سے تیمم کرنا جائز نہیں نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول، ج١، ص٤٤)

سوال: "وَكَذَا الْخُصُّ فِي الْمُغْرِبِ هُوَ بَيْتٌ مِنْ قَصَبٍ" اس عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح زمین اور وہ اینٹ جو زمین میں جڑی ہوئی ہے سوکھنے سے پاک ہو جاتی ہیں اسی طرح گھروں کی چھتوں میں لگا ہوا بانس بھی سوکھنے سے پاک ہو جائے گا دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کو نکالنا آسان نہیں ہے۔ اور مغرب نامی کتاب میں ہے کہ "خُصّ" بانس کے گھر کو کہتے ہیں لیکن شارح فرماتے ہیں کہ یہاں پر "خُصّ" سے مراد وہ بانس ہے جو چھتوں پر لگایا جاتا ہے جس کو شہتیر کہتے ہیں اور اب اس کی جگہ لوہے کے گاٹر استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: کیا درخت، گھاس اور دیوار وغیرہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جائیں گے؟

جواب: درخت اور گھاس اور دیوار اور ایسی اینٹ جو زمین میں جڑی ہو، یہ سب خشک ہو جانے سے پاک ہو گئے اور اگر اینٹ جڑی ہوئی نہ ہو تو خشک ہونے سے پاک نہ ہو گی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ یونہی درخت یا گھاس سوکھنے کے پیشتر کاٹ لیں تو طہارت کے لئے دھونا ضروری ہے۔ ("الفتاوى الخانية"، كتاب الطهارة، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب... إلخ، ج١، ص١٣)

اگر پتھر ایسا ہو جو زمین سے جدا نہ ہو سکے تو خشک ہونے سے پاک ہے ورنہ دھونے کی ضرورت ہے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول، ج١، ص٤٤)

لَمَّا ذَكَرَ تَطْهِيْرَ النَّجَاسَاتِ شَرَعَ فِي تَقْسِيمِهَا عَلَى الْغَلِيْظَةِ وَالْخَفِيفَةِ وَبَيَانِ مَاهُوَ عَفْوٌ مِّنْهُمَا فَقَالَ وَ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنْ نَجَسٍ غَلِيْظٍ كَبَوْلٍ وَدَمٍ وَخَمْرٍ وَخُرْءِ دَجَاجَةٍ وَبَوْلِ حِمَارٍ وَهِرَّةٍ وَفَارَةٍ وَرَوْثٍ وَخِثْيٍ وَمَادُوْنَ رُبُعِ ثَوْبٍ مِّمَّا خَفَّ كَبَوْلِ فَرَسٍ وَمَايُؤْكَلُ لَحْمُهٗ وخُرْءِ طَيْرٍ لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ عَفْوٌ وَ إِنْ زَادَ لَاقِيْلَ اَلْمُرَادُ بِرُبُعِ الثَّوْبِ رُبُعُ أَدْنَى ثَوْبٍ يَجُوْزُ فِيْهِ الصَّلٰوةُ وَقِيْلَ رُبُعُ الْمَوْضَعِ الَّذِي أَصَابَتْهُ النَّجَاسَةُ كَالذَّيْلِ وَالْكُمِّ وَالدِّخْرِيْصِ وَقَدَّرَهٗ أَبُوْ يُوْسُفَ بِشِبْرٍ فِي شِبْرٍ۔

ترجمہ: جب ماتن تطہیر نجاسات کو ذکر کر چکے تو نجاستوں کی تقسیم شروع فرمائی غلیظہ اور خفیفہ پر اور ان کے اس مقدار کے بیان کو شروع کیا جو دونوں میں سے معاف ہے، پس فرمایا نجاست غلیظہ جیسے پیشاب اور خون اور شراب اور مرغی کی بیٹ اور گدھے، بلی، اور چوہے کا پیشاب اور لید اور گوبر میں ایک درہم کی مقدار (معاف ہے) اور جو کپڑے کی چوتھائی سے کم ہو اس نجاست میں سے جو خفیفہ ہے جیسے گھوڑے اور ان جانور کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور ایسے پرندے کی بیٹ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا (ربع ثوب سے کم) معاف ہے اور اگر (نجاست غلیظہ میں درہم سے اور نجاست خفیفہ میں ربع ثوب سے) زائد ہو تو معاف نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ کپڑے کی چوتھائی سے مراد اس اونی کپڑے کی چوتھائی ہے جس میں نماز جائز ہو۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس جگہ کی چوتھائی مراد ہے جہاں نجاست لگی ہو جیسے کہ دامن، آستین اور کلی اور امام ابو یوسف نے چوتھائی کا اندازہ ایک بالشت (طولا) ایک بالشت (عرضا) سے کیا ہے۔

وَاُعْتُبِرَ وَزْنُ الدِّرْهَمِ بِقَدْرِ مِثْقَالٍ فِي الْكَثِيْفِ وَمَسَاحَتُهُ بِقَدْرِ عَرْضِ كَفٍّ فِي الرَّقِيْقِ اَلْمُرَادُ بِعَرْضِ الْكَفِّ عَرْضُ مُقَعَّرِ الْكَفِّ وَهُوَ دَاخِلُ مَفَاصِلِ الْاَصَابِعِ۔

ترجمہ: اور درہم کے وزن کا اعتبار ایک مثقال کی مقدار سے کیا گیا ہے گاڑھی نجاست میں اور درہم کی مساحت (یعنی لمبائی چوڑائی) کا اعتبار کیا گیا ہے پتلی نجاست میں ہتھیلی کی چوڑائی کی مقدار سے۔ اور ہتھیلی کی چوڑائی سے مراد ہتھیلی کی گہرائی کی چوڑائی ہے اور وہ انگلیوں کے جوڑوں کا اندرونی حصہ ہے۔

سوال: علمائے ثلاثہ کے نزدیک غلیظہ اور خفیفہ کیسے ثابت ہوتی ہے؟

جواب: امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے درمیان غلیظہ اور خفیفہ کے ثبوت میں اختلاف ہے چنانچہ:

(ا)۔۔۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نجاست غلیظہ وہ نجاست ہے جس کا ثبوت ایسی نص سے ہو کہ اس کے خلاف کوئی دوسری نص اس کی طہارت کو ثابت کرنے والی نہ ہو۔ اور نجاست خفیفہ وہ نجاست ہے کہ جس کے بارے میں باہم متعارض دو نص ہوں کہ ایک سے نجاست ثابت ہوئی ہو اور دوسری سے طہارت۔

(۲)۔۔۔ صاحبین کے نزدیک نجاست غلیظہ وہ نجاست ہے جس کے ناپاک ہونے پر سب کا اجماع ہو۔ اور نجاست خفیفہ وہ نجاست ہے جس کے ناپاک ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہو۔

اس اختلاف کا ثمرہ گوبر میں ظاہر ہو گا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک گوبر نجاست غلیظہ ہے، اور صاحبین کے نزدیک نجاست خفیفہ کیوں کہ امام مالک گوبر کے پاک ہونے کے قائل ہیں۔

سوال: نجاستِ غلیظہ کا حکم کیا ہے؟

جواب: نجاست غلیظہ جیسے آدمی کا پیشاب (بچہ ہی کا کیوں نہ ہو) دم (بہتا خون) شراب، مرغی کی بیٹ، گدھے کا پیشاب (اس کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا کہ کہیں اس کے سور کے مشکوک ہونے کی بناء پر کوئی اس کے پیشاب کو بھی مشکوک نہ سمجھے) اسی طرح چوہے اور بلی کا پیشاب (اس کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا کہ ان لوگوں پر رد ہو جائے جو ان کے پیشاب کے پاک ہونے کے قائل ہیں) روث یعنی گھوڑے گدھے کی لید خثی یعنی گائے، بھینس اور ہاتھی کے گوبر میں سے درہم کی مقدار معاف ہے، قدر درہم سے زیادہ ہو تو ان کے ساتھ نماز صحیح نہ ہو گی۔

سوال: یہاں بتایا گیا کہ بدن یا کپڑے میں غلیظہ درہم کی مقدار لگی ہو تو معاف ہے حالانکہ اس کا دھونا واجب ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: یہاں صحتِ نماز کی بنسبت معاف کہا کہ اس کے ہوتے ہوئے نماز کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے:

نَجاستِ غَلیظہ لباس یا بدن پر لگ جائے تو اس کا حکم یہ ہے:

(۱)۔۔۔ اگر کپڑے یا بدن پر ایک دِرہَم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بغیر پاک کئے اگر نَماز پڑھ لی تو نماز نہ ہو گی۔ اور اس صورت میں جان بوجھ کر نَماز پڑھنا سخت گناہ ہے، اور اگر نَماز کو ہلکا جانتے ہوئے اس طرح نَماز پڑھی تو کفر ہے۔

(۲)۔۔۔ نَجاستِ غَلیظہ اگر دِرہَم کے برابر کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی ہو تو اس کا پاک کرنا واجِب ہے اگر بِغیر پاک کئے نَماز پڑھ لی تو نماز مکروہِ تحریمی ہو گی اور ایسی صورت میں کپڑے یا بدن کو پاک کر کے دوبارہ نَماز پڑھنا واجب ہے، جان بوجھ کر اِس طرح نَماز پڑھنی گناہ ہے۔

(۳)۔۔۔اگر نجاستِ غلیظہ درہم سے کم کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی ہے تو اس کا پاک کرنا سُنّت ہے اگر بِغیر پاک کئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، مگر خلافِ سنّت، ایسی نماز کو دہرا لینا بہتر ہے۔ (بہارِ شریعت ج ا، ص ۳۸۹)

سوال: نجاستِ غلیظہ کے دلدار (گاڑھی) یا رقیق (یعنی پتلی) ہونے کے اعتبار سے درہم کا اندازہ کیسے کیا جائے گا؟

جواب: نجاستِ غلیظہ اگر گاڑھی ہو مثلاً: پاخانہ، لید وغیرہ تو دِرہم سے مُراد وَزن میں ساڑھے چار ماشہ (یعنی 4 گرام 374 ملی گرام) ہے۔

اور **اگر نَجاستِ غَلیظہ پتلی ہو** جیسے پیشاب وغیرہ تو دِرہم سے مُراد لمبائی چوڑائی ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ ہتھیلی کو خوب پھیلا کر ہموار رکھئے اور اس پر آہستگی سے اِتنا پانی ڈالئے کہ اس سے زیادہ پانی نہ رُک سکے، اب جتنا پانی کا پھیلاؤ ہے اُتنا بڑا دِرہم سمجھا جائے گا۔ (بہارِ شریعت حصہ ۲ ص ۱۱۱)

نوٹ: بعض لوگ درہم کی مثال ایک یا پانچ روپے کے سکّے کے برابر ہی سمجھتے اور سمجھاتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ہے، کیونکہ سکّہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اور اس کی لمبائی چوڑائی میں فرق آتا رہتا ہے، لہٰذا اس کی مثال نہ دی جائے۔

سوال: نجاستِ خفیفہ کا حکم کیا ہے؟

جواب: نجاست خفیفہ جیسے گھوڑے اور وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہو ان کا پیشاب اور ایسے پرندوں کی بیٹ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا، کپڑے کی چوتھائی سے کم معاف ہے، ربع ثوب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو معاف نہیں ہے۔

سوال: ربع ثوب سے مراد کیا ہے؟

جواب: ربع ثوب کے بارے میں مختلف اقوال ہیں چنانچہ:

(۱)۔۔۔ اتنے کپڑے کا چوتھائی جس میں نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی اتنا کپڑا جو ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کو چھپا لے۔

(۲)۔۔۔ اس جگہ کی چوتھائی مراد ہے جہاں نجاست لگی ہو، جیسے دامن، آستین، کلی وغیرہ

(۳)۔۔۔ایک بالشت لمبا ایک بالشت چوڑا، یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔

مفتی بہ قول

مفتی بہ قول دوسرا والا ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: کپڑے کے جس حصّے یا بدن کے جس عُضو میں لگی ہے اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے تو مُعاف ہے، مثلاً آستین میں نَجاستِ خَفیفہ لگی ہوئی ہے تو اگر آستین کی چوتھائی سے کم ہے یا دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم ہے یا اسی طرح ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے تو مُعاف ہے یعنی اس صورت میں پڑھی گئی نماز ہو جائے گی۔ اگر پوری چوتھائی میں لگی ہو تو بغیر پاک کئے نماز نہ ہو گی۔

(بہارِ شریعت ج ۱، ص ۳۸۹)

سوال: نجاستِ غلیظہ کون کون سی ہیں؟ ان کی مثالیں کیا ہیں؟

جواب: نجاستِ غلیظہ کی چند صورتوں کے تحت مثالیں:

(۱)۔۔۔انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غُسل یا وُضو واجب ہو نَجاستِ غلیظہ ہے۔ جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، حَیض و نِفاس و اِستحاضے کا خون، مَنی، مَذی، وَدی۔ دُکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے، یونہی ناف یا پِستان سے درد کے ساتھ پانی نکلے، نَجاستِ غلیظہ ہے، دودھ پیتے بچے اور بچی کا پیشاب، پاخانہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔

(۲)۔۔۔خشکی کے ہر جانور (خواہ حلال ہو یا حرام) کا بہتا خُون اور مُردار کا گوشت اور چربی۔

(۳)۔۔۔حرام چوپائے کا پیشاب اور پاخانہ۔ جیسے کُتّا، شَیر، لُومڑی، بِلّی، چوہا، گدھا، خَچَّر، ہاتھی اور سُوَر۔

(۴)۔۔۔ہر حلال چوپائے کا صرف پاخانہ۔ جیسے گائے بھینس کا گوبر، بکری اونٹ کی مینگنی۔

(۵)۔۔۔ایسے حلال پرندے جو اونچا نہ اُڑ سکتے ہوں ان کی بیٹ: جیسے مرغی اور بطخ، چھوٹی ہو یا بڑی۔ مزید یہ کہ چھپکلی یا گرگٹ کا خون۔ ہاتھی کے سُونڈ کی رُطُوبت اور شیر، کتّے، چیتے اور دوسرے درندے چَوپایوں کا لُعاب (یعنی تھوک) نَجاستِ غلیظہ ہے۔

(۶)۔۔۔ہر قسم کی شراب اور سوئر کا گوشت، ہڈی اور بال۔ اگرچہ ذبح کیا گیا ہو۔ (بہارِ شریعت ج ۱، ص ۳۹۰۔۳۹۱)

سوال: نجاستِ خفیفہ کون کون سی ہیں؟ ان کی مثالیں کیا ہیں؟

جواب: نجاستِ خفیفہ کی چند صورتوں کے تحت مثالیں:

(۱)۔۔۔حلال چوپائے یعنی جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا صرف پیشاب۔(جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہا)

(۲)۔۔۔گھوڑے کا پیشاب۔

(۳)۔۔۔ایسے حرام پرندے جو اونچا اڑتے ہیں اور ان کا گوشت نہیں کھایا جاتا خواہ شکاری ہوں یا نہیں۔(جیسے کوّا، چیل، شِکرہ، باز) ان کی بِیٹ نَجاستِ خفیفہ ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۱)

سوال: حلال چوپائے کے پیشاب کو خفیفہ اور پاخانے کو غلیظہ کیوں قرار دیا گیا؟ اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب: حلال چوپائے کے پیشاب کو خفیفہ اور پاخانے کو غلیظہ قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ پچھلے زمانے میں ہر ایک آدمی جانور پالتا تھا، اور جانور جب پیشاب کرتا ہے تو اس کی چھینٹے دور تک جاتی ہیں جس سے آدمی کا کپڑا و بدن آلودہ ہو جاتا تھا، اب اگر حلال جانور کے پیشاب کو غلیظہ قرار دیا جاتا تو ہر نماز میں کپڑا بدلنا پڑتا جس سے حرج لازم آتا، اس لئے پیشاب کو خفیفہ قرار دے کر لوگوں کو آسانی فراہم کی گئی ہے، جبکہ پاخانہ کی چھینٹوں کا معاملہ ایسا نہیں۔(آسان فرض علوم ص۲۶۹)

سوال: حلال پرندوں کی بیٹ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے حلال پرندے جو اونچا اڑتے ہیں اور ان کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے ان کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا، کبوتر، مینا، مرغابی وغیرہ۔ اور چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب دونوں پاک ہے۔(بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۱)

سوال: دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا کیا حکم ہے؟

جواب: دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب نَجاستِ غلیظہ ہے۔ یہ جو اکثر عوام میں مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے محض غلط ہے۔ یونہی شِیر خوار بچے نے دودھ ڈال دیا اگر منہ بھر ہے تو نَجاستِ غلیظہ ہے۔

("الفتاوی الرضویہ"، ج۱، ص۲۱۶۔ بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۰)

وَدَمُ السَّمَكِ لَيْسَ بِنَجَسٍ وَلُعَابُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ لَا يُنَجِّسُ طَاهِرًا لِاَنَّهٗ مَشْكُوْكٌ فَالطَّاهِرُ لَا يَزُوْلُ طَهَارَتُهٗ بِالشَّكِّ وَبَوْلٌ اِنْتَضَحَ مِثْلَ رُءُوْسِ الْاِبَرِ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَمَاءٌ وَرَدَ عَلٰى نَجَسٍ نَجِسٌ

كَعَكْسِهٖ أَيْ كَمَا اَنَّ الْمَاءَ نَجِسٌ فِي عَكْسِهٖ وَهُوَ وُرُوْدُ النَّجَاسَةِ عَلَى الْمَاءِ لَا رِمَادُ قَذَرٍ وَمِلْحٌ كَانَ حِمَارًا أَيْ لَا يَكُوْنُ شَيْءٌ مِّنْهُمَا نَجِسًا وَفِي رَمَادِ الْقَذَرِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ۔

ترجمہ: اور مچھلی کا خون ناپاک نہیں ہے، اور خچر اور گدھے کا لعاب پاک چیز کو ناپاک نہیں کرے گا، کیونکہ وہ مشکوک ہے اور پاک چیز کی طہارت شک سے زائل نہیں ہوتی، اور پیشاب کے وہ چھینٹے جو سوئی کے نوکوں کی طرح ہوں وہ کوئی چیز (ناپاک) نہیں ہے اور وہ پانی جو نجاست پر گرے ناپاک ہے جیسا کہ اس کا الٹ یعنی جس طرح پانی ناپاک ہو جاتا ہے اس کے الٹ میں اور وہ نجاست کا پانی میں گرنا ہے۔ اور نجاست کی راکھ اور وہ نمک جو گدھا تھا، یعنی ان دونوں میں سے کوئی ناپاک نہیں ہے اور نجاست کی راکھ میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔

سوال: کیا مچھلی کا خون ناپاک ہے؟

جواب: مچھلی کا خون ناپاک نہیں کیوں کہ مچھلی کا خون در اصل خون نہیں ہوتا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ (۱)۔ مچھلی کا خون دھوپ میں سفید ہو جاتا ہے جبکہ خون دھوپ میں کالا پڑ جاتا ہے۔ (۲)۔ نیز یہ بھی کہ خون والی چیز پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی ہے۔

سوال: خچر اور گدھے کے لعاب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: خچر یا گدھے کا لعاب کسی پاک چیز کو لگ جائے تو وہ چیز ناپاک نہ ہو گی، کیوں کہ خچر اور گدھے کا لعاب مشکوک ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیز پاک ہو اس کی پاکی شک کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی۔

سوال: پیشاب کی نہایت باریک چھینٹوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سوئی کی نوک برابر کی بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔ جس کپڑے پر پیشاب کی ایسی ہی باریک چھینٹیں پڑ گئیں، اگر وہ کپڑا پانی میں پڑ گیا تو پانی بھی ناپاک نہ ہو گا۔
(بہار شریعت، ج۱، ص ۳۹۲)

سوال: اگر پانی کسی نجاست میں پڑ جائے تو پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پانی کسی نجاست میں گر گیا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا جیسا کہ کوئی نجاست کسی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

سوال: وہ چیزیں جو بذاتِ خود ناپاک ہوں وہ کیسے پاک ہوں گی؟

جواب: وہ چیزیں جو بذاتِ خود نَجَس ہیں (جن کو ناپاکی اور نَجاست کہتے ہیں) جیسے پیشاب، پاخانہ، شراب وغیرہا، ایسی چیزیں جب تک اپنی اصل کو چھوڑ کر کچھ اور نہ ہو جائیں پاک نہیں ہو سکتیں، مثال کے طور پر شراب جب تک شراب ہے نجس ہی رہے گی اور سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۳۹۶)

اسی طرح نجس جانور نمک کی کان میں گر کر نمک ہو گیا تو وہ نمک پاک و حلال ہے۔

(''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ واحکامھا، الفصل الأول، ج۱، ص۴۵)

لہٰذا گوبر وغیرہ جل کر راکھ ہو جائیں تو وہ راکھ ناپاک نہ ہو گی کیونکہ اس کی اصل بدل چکی ہے۔ مگر اس مسئلے (یعنی نجاست کی راکھ اور گدھے کے نمک ہونے) میں امام شافعی کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ: یہ ناپاک ہی ہیں۔

وَيُصَلِّي عَلٰى ثَوْبٍ بِطَانَتُهٗ نَجِسَةٌ أَيْ إِذَا لَمْ يَكُنِ الثَّوْبُ مُضَرَّبًا وَعَلٰى طَرْفِ بِسَاطٍ طَرْفٌ آخَرُ مِنْهُ نَجِسٌ يَتَحَرَّكُ أَحَدُهُمَا بِتَحْرِيْكِ الْآخَرِ أَوْ لَا وَإِنَّمَا قَالَ هٰذَا إِحْتِرَازًا عَنْ قَوْلِ مَنْ قَالَ إِنَّمَا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عَلَى الطَّرْفِ الْآخَرِ إِذَا لَمْ يَتَحَرَّكْ أَحَدُ الطَّرْفَيْنِ بِتَحْرِيْكِ الْآخَرِ۔

ترجمہ: اور (جائز ہے یہ کہ) نماز پڑھے ایسے کپڑے پر جس کا اندرونی حصہ ناپاک ہو۔ یعنی جب کہ وہ کپڑا اسلا ہوا نہ ہو، اور بچھونے کے ایک کنارے پر (بھی نماز جائز ہے) جس کا دوسرا کنارہ ناپاک ہو (چاہے) ان دونوں کناروں میں سے ایک کنارہ حرکت کرتا ہو دوسرے کنارے کو حرکت دینے سے یا حرکت نہ کرتا ہو، اور ماتن نے یہ (یعنی حرکت کرنے یا نہ کرنے کو بیان) فرمایا ان لوگوں کے قول سے احتراز کرنے کے لیے جنہوں نے کہا کہ نماز دوسرے کنارے پر اسی صورت میں جائز ہو گی جب کہ دونوں کناروں میں سے ایک کنارہ حرکت نہ کرے دوسرے کنارے کو حرکت دینے سے۔

سوال: '' وَيُصَلِّي عَلٰى ثَوْبٍ بِطَانَتُهٗ نَجِسَةٌ '' اس مسئلے کی کیا وضاحت ہے؟

جواب: اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ اگر دو تہہ والا کپڑا ہو، اور دونوں تہہ سلے ہوئے نہ ہوں بلکہ الگ الگ ہوں تو ناپاک تہہ نیچے اور پاک تہہ اس کے اوپر بچھا کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہو گی کیوں کہ سلے ہوئے نہ ہونے کی وجہ

سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔ اور اگر سلے ہوئے ہوں تو نماز صحیح نہ ہوگی کیوں کہ دونوں سلے ہوئے ہونے کی وجہ سے ایک ہی کپڑے کے حکم میں ہوں گے۔

بہار شریعت میں ہے: جو کپڑا دوتہ کا ہو اگر ایک تہ اس کی نجس ہو جائے تو اگر دونوں ملا کر سی لیے گئے ہوں، تو دوسری تہ پر نماز جائز نہیں اور اگر سلے نہ ہوں تو جائز ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۴۰۴)

سوال: "وَعَلٰى طَرْفِ بِسَاطٍ طَرْفٌ آخَرُ مِنْهُ نَجِسٌ" اس مسئلے کی وضاحت کیجیے نیز ماتن نے "يَتَحَرَّكُ أَحَدُهُمَا بِتَحْرِيْكِ الْآخَرِ أَوْ لَا" اس کی قید کیوں لگائی؟

جواب: کوئی ایسا بچھونا یا دری وغیرہ ہو کہ اس کا ایک طرف (کنارہ) ناپاک ہو اور دوسرا طرف (کنارہ) پاک ہو تو اس کنارہ پر جو پاک ہے نماز پڑھنا جائز ہے۔ چاہے ایک کنارے کو ہلانے سے دوسرا کنارہ ہلے یا نہ ہلے۔

ماتن نے "ایک کنارے کو ہلانے سے دوسرا کنارہ ہلے یا نہ ہلے" کی جو قید لگائی ہے وہ ان لوگوں کے قول سے بچنے کے لیے ہے جو کہتے ہیں کہ ایک طرف ہلانے سے دوسرا طرف ہل جائے تو یہ دونوں طرف ایک کپڑے کے حکم میں ہوں گے لہذا نماز صحیح نہ ہوگی۔ اور جو لوگ قید نہیں لگاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بچھونا زمین کے حکم میں ہے لہذا صرف اتنا حصہ پاک ہونا شرط ہے جہاں نماز پڑھی جا رہی ہو۔

بہارِ شریعت میں ہے: جا نماز میں ہاتھ، پاؤں، پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ کا نماز پڑھنے میں پاک ہونا ضروری ہے، باقی جگہ اگر نَجاست ہو نماز میں حَرَج نہیں، ہاں نماز میں نَجاست کے قرب سے بچنا چاہیے۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۴۰۴)

ہاں! کسی کپڑے میں نَجاست لگی اور وہ نَجاست اسی طرف رہ گئی، دوسری جانب اس نے اثر نہیں کیا تو اس کو لوٹ کر دوسری طرف جدھر نَجاست نہیں لگی ہے نماز نہیں پڑھ سکتے اگرچہ کتنا ہی موٹا ہو مگر جب کہ وہ نَجاست مَواضعِ سجود سے الگ ہو۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۴۰۴)

وَفِي ثَوْبٍ ظَهَرَ فِيْهِ نُدُوَّةُ ثَوْبٍ رَطْبٍ نَجِسٍ لُفَّ فِيْهِ لَا كَمَا يَقْطُرُ شَيْءٌ لَوْ عُصِرَ اَیْ ظَهَرَ فِيْهِ النُّدُوَّةُ بِحَيْثُ لَا يَقْطُرُ الْمَاءُ لَوْ عُصِرَ۔

ترجمہ: اور ایسے کپڑے میں (بھی نماز جائز ہے) جس (پاک کپڑے) میں ناپاک تر کپڑے کی تری ظاہر ہوگئی ہو (اس وجہ سے) کہ پاک کپڑے کو ناپاک کپڑے میں لپیٹا گیا ہو۔ یعنی پاک کپڑے میں تری ظاہر ہوگئی ہو اس حیثیت سے کہ اگر نچوڑا جائے تو پانی نہ ٹپکے۔

سوال: ''وَفِي ثَوْبٍ ظَهَرَ فِيهِ نُدُوَّةُ ثَوْبٍ رَطْبٍ نَجِسٍ لُفَّ فِيهِ'' اس مسئلے کی تشریح کیجیے۔

جواب: اگر کسی نے پاک کپڑا ناپاک تر کپڑے میں لپیٹ دیا، یا ناپاک تر کپڑا پاک کپڑوں پر ڈال دیا جس کی وجہ سے ناپاک کپڑے کی تری پاک کپڑے میں آگئی لیکن اتنی نہیں ہے کہ اگر نچوڑا جائے تو ایک قطرہ بھی پانی نکلے تو اس پاک کپڑے کو پہن کر یا اس کو بچھا کر اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر تری اتنی ہے کہ اگر اس پاک کپڑے کو نچوڑا جائے تو اس سے قطرے ٹپکنے لگیں تو نماز جائز نہ ہوگی۔

بہارِ شریعت میں ہے: ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا یا پاک میں ناپاک کپڑا لپیٹا اور اس ناپاک کپڑے سے یہ پاک کپڑا نَم ہو گیا تو ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ نَجاست کا رنگ یا بو اس پاک کپڑے میں ظاہر نہ ہو، ورنہ نم ہو جانے سے بھی ناپاک ہو جائے گا، ہاں! اگر بھیگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا اور یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ ناپاک کپڑا پانی سے تر ہوا ہو اور اگر پیشاب یا شراب کی تری اس میں ہے تو وہ پاک کپڑا نم ہو جانے سے بھی نجس ہو جائے گا اور اگر ناپاک کپڑا سوکھا تھا اور پاک تر تھا اور اس پاک کی تری سے وہ ناپاک تر ہو گیا اور اس ناپاک کو اتنی تری پہنچی کہ اس سے چھوٹ کر اس پاک کو لگی تو یہ ناپاک ہو گیا ورنہ نہیں۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۳)

سوال: بھیگی ہوئی ناپاک زمین یا نجس بچھونے پر سوکھے ہوئے پاؤں رکھے تو کیا حکم ہے؟

جواب: بھیگی ہوئی ناپاک زمین یا نجس بچھونے پر سوکھے ہوئے پاؤں رکھے اور پاؤں میں تری آگئی تو نجس ہو گئے اور سیل ہے تو نہیں۔ (''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ واحکامھا، الفصل الثانی، ج۱، ص۴۷) (بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۳)

سوال: ناپاک چیز کا دھواں پاک کپڑے یا بدن کو لگے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ناپاک چیز کا دھواں پاک کپڑے یا بدن کو لگے تو ناپاک نہیں۔ یونہی ناپاک چیز کے جلانے سے جو بخارات اُٹھیں ان سے بھی نجس نہ ہوگا اگرچہ ان سے پورا کپڑا بھیگ جائے، ہاں! اگر نجاست کا اثر اس پاک کپڑے یا بدن میں ظاہر ہو تو نجس ہو جائے گا۔ اُپلے کا دُھواں روٹی میں لگا تو روٹی ناپاک نہ ہوئی۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۳)

سوال: پاخانہ سے مکھیاں اُڑ کر کپڑے پر بیٹھیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: پاخانہ سے مکھیاں اُڑ کر کپڑے پر بیٹھیں کپڑا نجس نہ ہو گا۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۳)

أَوْ وَضَعَ رَطْبًا عَلٰى مَا طُيِّنَ بِطِيْنٍ فِيهِ سَرْقِيْنَ وَيَبِسَ أَوْ تَنَجَّسَ طَرْفٌ مِّنْهُ فَنَسِيَهٗ وَغَسَلَ طَرْفًا آخَرَ بِلَا تَحَرٍّ أَيْ لَا يُشْتَرَطُ التَّحَرِّي فِي غَسْلِ طَرْفٍ مِّنَ الثَّوْبِ كَحِنْطَةٍ بَالَ عَلَيْهَا حُمُرٌ تَدُوْسُهَا فَقَسَّمَ أَوْوَهَبَ بَعْضَهَا فَيَطْهُرُ مَا بَقِيَ إِعْلَمْ أَنَّهٗ إِذَا وُهِبَ بَعْضَهَا أَوْ قُسِّمَتِ الْحِنْطَةُ يَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْقِسْمَيْنِ طَاهِرًا إِذْيَحْتَمِلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْقِسْمَيْنِ أَنْ يَّكُوْنَ النَّجَاسَةُ فِي الْقِسْمِ الْآخَرِ فَاُعْتُبِرَ هٰذَا الْاِحْتِمَالُ فِي الطَّهَارَةِ لِمَكَانِ الضَّرُوْرَةِ۔

ترجمہ: یا گیلا کپڑا ایسی جگہ پر رکھا جس جگہ کو ایسی مٹی سے لیپا گیا ہو جس مٹی میں گوبر ہو اور وہ جگہ سوکھ گئی ہو یا کپڑے کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا اور (اس کنارہ) کو بھول گیا اور بغیر تحری کے دوسرے کنارے کو دھولیا (تو اس پر بھی نماز پڑھ سکتا ہے) یعنی کپڑے کے کنارہ کو دھونے میں تحری کرنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔ جیسا کہ گیہوں کہ اس پر ان گدھوں نے پیشاب کر دیا ہو جو گیہوں کو گہہ رہے (یعنی ماڑ رہے) تھے، پس اس گیہوں کو تقسیم کر دیا یا اس میں سے بعض گیہوں کسی کو ہبہ کر دیا، تو جو بچ گیا وہ پاک ہو جائے گا۔ جان لیجیے کہ جب بعض گیہوں کو ہبہ کر دیا گیا یا گیہوں کو تقسیم کر دیا گیا تو دونوں حصوں میں سے ہر ایک پاک ہو جائے گا اس لیے کہ دونوں حصوں میں سے ہر ایک احتمال رکھتا ہے دوسرے حصہ میں نجاست کے ہونے کا، لہٰذا طہارت میں ضرورت کی وجہ سے اس احتمال کا اعتبار کر لیا گیا۔

سوال: گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر پاک گیلا کپڑا رکھ دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی ایسی زمین یا دیوار جس کو ایسی مٹی سے لیپا (لیسا) گیا جس میں گوبر بھی تھا پھر وہ دیوار یا زمین سوکھ گئی، اب اس پر کوئی گیلا پاک کپڑا ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے کپڑے پر تھوڑا سا اثر ظاہر ہوا تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کپڑے پر نماز صحیح ہو گی۔

بہار شریعت میں ہے: جس جگہ کو گوبر سے لیسا اور وہ سُوکھ گئی بھیگا کپڑا اس پر رکھنے سے نجس نہ ہو گا، جب تک کپڑے کی تری اسے اتنی نہ پہنچے کہ اس سے چھوٹ کر کپڑے کو لگے۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۴)

نیز جو زمین گوبر سے لیسی گئی اگرچہ سُوکھ گئی ہو اس پر نماز جائز نہیں، ہاں اگر وہ سُوکھ گئی اور اس پر کوئی موٹا کپڑا بچھالیا، تو اس کپڑے پر نماز پڑھ سکتے ہیں اگرچہ کپڑے میں تری ہو مگر اتنی تری نہ ہو کہ زمین بھیگ کر اس کو تر کردے کہ اس صورت میں یہ کپڑا نجس ہو جائے گا اور نماز نہ ہو گی۔ (بہار شریعت، ج۱، ص۴۰۴)

سوال: کپڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہو گیا اور یاد نہیں کہ کون سا حصہ ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: کپڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہو گیا اور یہ یاد نہیں کہ وہ کون سی جگہ ہے، تو بہتر یہی ہے کہ پورا ہی دھو ڈالیں یعنی جب بالکل نہ معلوم ہو کہ کس حصہ میں ناپاکی لگی ہے اور اگر معلوم ہے مثلاً آستین یا کَلی نجس ہو گئی مگر یہ نہیں معلوم کہ آستین یا کَلی کا کون سا حصہ ہے تو آستین یا کَلی کا دھونا ہی پورے کپڑے کا دھونا ہے۔ اور اگر اندازے سے سوچ کر اس کا کوئی حصہ دھولے جب بھی پاک ہو جائے گا اور جو بلا سوچے ہوئے کوئی ٹکڑا دھولیا جب بھی پاک ہے مگر اس صورت میں اگر چند نمازیں پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ نجس حصہ نہیں دھویا گیا تو پھر دھوئے اور نمازوں کا اعادہ کرے اور جو سوچ کر دھولیا تھا اور بعد کو غلطی معلوم ہوئی تو اب دھولے اور نمازوں کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۹۔۴۰۰)

سوال: "كَحِنْطَةٍ بَالَ عَلَيْهَا حُمُرٌ تَدُوْسُهَا" اس عبارت سے ماتن کون سا مسئلہ بیان فرما رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ماتن یہ مسئلہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر گیہوں جوار وغیرہ کو گہتے ہوئے گدھوں نے ان پر پیشاب کر دیا اگر ان گیہوں وغیرہ کو تقسیم کر کے دو حصہ کر دیئے گئے یا اس میں سے کچھ حصہ اٹھا کر کسی کو دے دیا گیا، تو اب دونوں حصوں کے پاک ہونے کا حکم لگ جائے گا کیوں کہ ہر حصہ کے اعتبار سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ ناپاک گیہوں دوسرے حصہ میں ہوں اس میں نہ ہوں لہذا اس احتمال کا اعتبار کرتے ہوئے ضرورت کی وجہ سے ہر حصہ کو پاک قرار دیا جائے گا۔

سوال: ماتن نے اس مسئلے میں گدھوں کو ہی کیوں خاص کیا حالانکہ دوسرے جانوروں کے ذریعے بھی گلہ گہتے (ماڑتے) ہیں؟

جواب: اس لی علت یہ ہے کہ ماتن نے گدھے کا تذکرہ اس لیے کیا کہ اس کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے جب اس کا حکم معلوم ہو گا تو دوسرے جانوروں کا حکم بدرجہ اولی معلوم ہو جائے گا۔

فَصْلٌ فِی الْاِسْتِنْجَاءِ

اَلْاِسْتِنْجَاءُ مِنْ كُلِّ حَدَثٍ أَيْ خَارِجٍ مِنْ أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ غَيْرَ النَّوْمِ وَالرِّيْحِ فَإِنْ قُلْتَ إِنَّ قَيْدَ الْحَدَثِ بِالْخَارِجِ مِنْ أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ فَإِسْتِثْنَاءُ النَّوْمِ مُسْتَدْرَكٌ وَإِنْ لَمْ يُقَيَّدْ بِهِ فَفِي كُلِّ حَدَثٍ غَيْرَ النَّوْمِ وَالرِّيْحِ يَكُوْنُ الْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةً فَيَسُنُّ فِي الْفَصْدِ وَنَحْوِهِ وَلَيْسَ كَذَالِكَ قُلْتُ يُقَيَّدُ الْحَدَثُ بِالْخَارِجِ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ وَاسْتِثْنَاءُ النَّوْمِ غَيْرُ مُسْتَدْرَكٍ لِاَنَّهٗ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ لِاَنَّ النَّوْمَ اِنَّمَا يَنْقُضُ لِأَنَّ فِيْهِ مَظَنَّةَ الْخُرُوْجِ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ۔

ترجمہ: استنجاء (سنت ہے) ہر حدث سے یعنی وہ حدث جو سبیلین میں سے کسی سے نکلے، نیند اور ریح کے علاوہ، پس اگر تو کہے کہ حدث کو خارج من السبیلین کے ساتھ مقید کرنا پھر نوم کا استثناء کرنا لغو ہے۔ اور اگر حدث کو خارج من السبیلین کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو نیند اور ریح کے علاوہ ہر حدث میں استنجاء سنت ہو گا۔ پس پچھنے وغیرہ میں بھی استنجاء سنت ہو گا حالاں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ (تو اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ حدث کو خارج من السبیلین کے ساتھ مقید کرنا اور نیند کا استثناء کرنا لغو نہیں ہے اس لیے کہ نیند اس (مما خرج من احد السبیلین کے) قبیل سے ہے اس لیے کہ نیند وضو کو توڑ دیتا ہے اس لیے کہ نیند میں سبیلین سے نکلنے کا گمان ہو تا ہے۔

سوال: استنجاء کسے کہتے ہیں؟

جواب: استنجاء "نَجْوٌ" سے ماخوذ ہے اور "نَجْوٌ" اس گندگی کو کہتے ہیں جو انسان کے پیٹ سے نکلتی ہے اور موضع نجو یعنی ناپاکی کے نکلنے کی جگہ کے پاک کرنے کو استنجاء کہتے ہیں۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۵۵)

سوال: استنجاء کرنا کب سنت ہے؟

جواب: پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد اگر نجاست صرف اپنے مخرج پر ہی لگی ہو، مخرج سے پھیلی نہ ہو تو اس وقت پانی یا پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۵۶) ہاں! نیند اور ریح کے نکلنے پر استنجاء سنت نہیں ہے۔

سوال: "فَإِنْ قُلْتَ إِنَّ قَيْدَ الْحَدَثِ" اس عبارت سے شارح کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: شارح نے ماتن کی عبارت "الاستنجاء من کل حدث" کے بعد "خارج من احد السبیلین" جو بیان کیا ہے اس پر ایک اعتراض واقع ہو رہا ہے، اسی اعتراض کو اس عبارت سے بیان کر رہے ہیں؟

سوال: اعتراض مع جواب بیان کریں۔

جواب: اعتراض یہ ہے کہ خارج من احد السبیلین کی قید لگانے کے بعد نوم کا استثناء کرنا لغو ہے، کیوں کہ نوم کا خارج من احد السبیلین سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر خارج من احد السبیلین کی قید نہ لگائی جائے تب بھی بات صحیح نہ ہو گی، کیوں کہ اس صورت میں نیند اور ریح کے علاوہ تمام احداث میں استنجاء کرنا سنت ہو گا حالاں کہ پچھنے لگانے کی صورت میں استنجا کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

شارح اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خارج من احد السبیلین کی قید تو ضروری ہے البتہ اس صورت میں آپ کا یہ کہنا کہ نوم کا استثناء کرنا لغو ہو گا صحیح نہیں ہے کیوں کہ نوم بذات خود ناقضِ وضو نہیں ہے نوم کو ناقض جو مانا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ اس میں خروج من احد السبیلین کا گمان ہے لہٰذا وہ خروج من احد السبیلین کے ہی قبیل سے ہو گی پس استثناء لغو نہ ہو گا۔

بِنَحْوِ حَجَرٍ يَمْسَحُهُ حَتّٰى يُنَقِّيَهُ بِلَا عَدَدٍ سُنَّةٌ أَيْ لَيْسَ فِيْهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَهِيَ ثَلٰثَةُ أَحْجَارٍ يُدْبِرُ بِالْحَجَرِ الْاَوَّلِ وَ يُقْبِلُ الثَّانِيْ وَ يُدْبِرُ بِالثَّالِثِ صَيْفًا وَ يُقْبِلُ الرَّجُلُ بِالْاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ شِتَاءً اَلْإِدْبَارُ اَلْإِذْهَابُ إِلٰى جَانِبِ الدُّبُرِ وَالْإِقْبَالُ ضِدُّهُ

ترجمہ: پتھر کے جیسے سے (احد السبیلین کو) پونچھے یہاں تک کہ اس کو بالکل صاف کر دے (یہ استنجاء) سنت مؤکدہ ہے بغیر کسی عدد کے یعنی (پتھر وغیرہ لینے میں) ہمارے نزدیک عدد مسنون نہیں ہے، بر خلاف امام شافعی کے (ان کے یہاں تین پتھر لینا سنت ہے) اور وہ تین پتھر ہیں (پتھر استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ) پہلے پتھر سے ادبار کرے (آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے) اور دوسرے پتھر سے اقبال کرے (یعنی پیچھے سے آگے کی طرف لائے) اور تیسرے سے اقبال کرے (یعنی پچھے سے آگے کی طرف لے جائے) گرمی کے موسم میں، اور مرد سردی کے

موسم میں پہلے اور تیسرے پتھر سے اقبال کرے (یعنی پیچھے سے آگے لائے۔ ادبار (آگے سے) پیچھے کی جانب لے جانا ہے اور اقبال اس کی ضد ہے (یعنی پیچھے سے آگے لانا)۔

ثُمَّ إِنَّ فِي الْمَسْحِ إِقْبَالًا وَإِدْبَارًا مُبَالَغَةً فِي التَّنْقِيَةِ وَفِي الصَّيْفِ يُدْبِرُ بِالْحَجَرِ الْأَوَّلِ لِاَنَّ الْخُصْيَةَ فِي الصَّيْفِ مُدَلَّاةٌ فَلَا يُقْبِلُ إِحْتِرَازًا عَنْ تَلْوِيْثِهَا ثُمَّ يُقْبِلُ ثُمَّ يُدْبِرُ مُبَالَغَةً فِي التَّنْظِيْفِ وَفِي الشِّتَاءِ غَيْرُ مُدَلَّاةٍ فَيُقْبِلُ بِالْاَوَّلِ لِاَنَّ الْإِقْبَالَ أَبْلَغُ فِي التَّنْقِيَةِ ثُمَّ يُقْبِلُ لِلْمُبَالَغَةِ وَإِنَّمَا قَيَّدَ بِالرَّجُلِ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ تُدْبِرُ بِالْأَوَّلِ اَبَدًا لِئَلَّا يَتَلَوَّثُ فَرْجُهَا وَ الصَّيْفُ وَالشِّتَاءُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ۔

ترجمہ: پھر مسح (پوچھنے) میں اقبال وادبار صفائی میں مبالغہ کے لیے ہے، اور گرمی کے موسم میں پہلے پتھر سے ادبار کرے (آگے سے پیچھے لے جائے) اس لیے کہ گرمی میں خصیتین لٹکے ہوئے ہوتے ہیں لہذا ان کے ملوث ہونے سے بچنے کے لیے اقبال نہ کرے (پیچھے سے آگے نہ لائے) پھر اقبال کرے پھر ادبار کرے صفائی میں مبالغہ کے لیے اور سردی کے موسم میں (خصیتین) لٹکے ہوئے نہیں ہوتے ہیں پس پہلے سے اقبال کرے (پیچھے سے آگے لائے) اس لیے کہ اقبال (پیچھے سے آگے لانا) صفائی میں زیادہ بلیغ ہے (پھر ادبار کرے) پھر اقبال کرے (صفائی میں) مبالغہ کے لیے۔ اور ماتن نے مرد کی قید لگائی اس لیے کہ عورت ہمیشہ پہلے پتھر سے ادبار کرے تاکہ اس کی فرج ملوث نہ ہو اور اس بارے میں گرمی و سردی برابر ہے۔

سوال: کیا پتھر سے بھی استنجاء کر سکتے ہیں؟

جواب: ہاں ایسے پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے جو نجاست کو صاف کر دے اور ایسے پتھر سے نہ کرے جو کھردرا ہو یا چکنا ہو اس لئے کہ مقصود صفائی ہے جبکہ ان سے صفائی حاصل نہیں ہوتی، اور جو چیزیں پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہوں جیسے پھٹا ہوا بے قیمت کپڑا، چمڑا وغیرہ تو ان سے بھی استنجاء کرنا مسنون ہے جبکہ ناپاکی مخرج سے آگے نہ بڑھی ہو۔

نیز اگر ناپاکی مخرج سے آگے نہ بڑھی ہو تو پتھر سے صاف کرنے کے بجائے پانی سے دھونا مستحب ہے، اور پانی اور پتھر دونوں کا استعمال کرنا افضل ہے اور دونوں کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پتھر کو استعمال کرے پھر پانی سے دھولے، اور صرف پانی یا صرف پتھر کا استعمال کرنا بھی صحیح ہے اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی کیونکہ سنت تو صرف محلِّ نجاست کو صاف کرنا ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۵۷۔۵۸)

سوال: کیا پتھر سے استنجاء کرنے میں کوئی تعداد معین سنت ہے؟

جواب: پتھر سے استنجاء کرنے میں کوئی تعداد سنت مؤکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے، سنت تو صرف محل نجاست کو صاف کرنا ہے، کہ اگر ایک پتھر سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہو گئی اور اگر تین پتھروں سے صفائی نہ ہوئی تو سنت ادا نہ ہوئی البتہ تین سے کم میں صفائی ہو گئی تو تین کی گنتی پوری کر لینا مستحب ہے۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص۵۸)

مگر امام شافعی کے نزدیک پتھروں میں تین کا عدد مسنون ہے۔

سوال: پتھر سے استنجاء کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: دبر میں استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین پتھر لیں اور پہلے پتھر سے آگے کی طرف سے پونچھتا ہوا پیچھے کی طرف لے جائے اور پھر دوسرے پتھر کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور تیسرے پتھر کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے۔ اور یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے کیونکہ اس موسم میں عموماً خصیہ لٹکا ہوا ہوتا ہے، لیکن جاڑوں کے موسم میں پہلے پتھر کو آگے لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے پھر تیسرے کو آگے لائے۔ اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرے گی جو مرد گرمیوں میں کرتا ہے یعنی پہلا پتھر آگے سے پیچھے پھر پیچھے سے آگے پھر آگے سے پیچھے اور یہ طریقہ اس لئے ہے کہ عورت کی شرم گاہ نجاست سے آلودہ نہ ہو۔

سوال: ادبار اور اقبال کسے کہتے ہیں؟

جواب: ادبار آگے سے پیچھے کی جانب لے جانا ہے اور اقبال پیچھے سے آگے لے جانا ہے۔

سوال: ادبار اور اقبال کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: گرمی کے موسم میں پہلے ادبار اور سردی کے موسم میں پہلے اقبال کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صفائی زیادہ اچھی طرح حاصل ہو جائے۔ گرمی میں چونکہ خصیتین گرمی کی وجہ سے نیچے کی طرف لٹکے ہوئے

ہوتے ہیں اس صورت میں اگر پہلے پتھر سے اقبال کرے گا تو پہلے پتھر کے ساتھ گندگی زیادہ ہوتی ہے اس لیے خصیتین کے ملوث ہونے کا ڈر ہے لہذا ادبار کرے یعنی آگے سے پیچھے کی جانب لے جائے اور سردی کے موسم میں خصیہ سکڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے پہلے پتھر سے ادبار کرے یعنی پیچھے سے آگے کی جانب لے جائے۔

سوال: مردوں کو کیوں خاص کیا؟

جواب: گرمی میں ادبار اور سردی میں اقبال کا حکم صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ہر موسم میں پہلے پتھر کو آگے سے پیچھے ہی لے جائیں کیوں کہ ان کے لیے تمام موسم ایک ہی ہے اور اگر عورت پہلے پتھر کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے گی تو اس کے فرج کے نجاست میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے کیوں کہ ان کے مخرج اور فرج میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا۔

وَغَسْلُهٗ بَعْدَ الْحَجَرِ أَدَبٌ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُرْخِي الْمَخْرَجَ مُبَالَغَةً وَيَغْسِلُهٗ بِبَطْنِ اِصْبَعٍ أَوْ اِصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلٰثِ أَصَابِعَ لَا بِرُؤُسِهَا ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ ثَانِيًا وَيَجِبُ فِي نَجَسٍ جَاوَزَ الْمَخْرَجَ اَكْثَرَ مِنْ دِرْهَمٍ هٰذَا مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ وَهُوَ أَنْ يَّكُوْنَ مَاتَجَاوَزَ أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يُعْتَبَرُ مَاتَجَاوَزَ الْمَخْرَجَ مَعَ مَوْضَعِ الْاِسْتِنْجَاءِ۔

ترجمہ: اور پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد مخرج کو (پانی سے) دھلنا ادب (مستحب) ہے پس (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر (پاکی میں) مبالغہ کے لیے اپنے مخرج کو ڈھیلا چھوڑ دے اور اس (مخرج) کو ایک یا دو یا تین انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے نہ کہ انگلیوں کے سرے سے۔ پھر اپنے ہاتھ دوسری مرتبہ دھوئے۔ اور ایسی نجاست میں استنجاء واجب ہے جو محرج سے درہم سے زیادہ تجاوز کر چکی ہو یہ مسئلہ امام اعظم اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور وہ درہم کی مقدار سے زیادہ تجاوز کر جانا ہے، اور امام محمد کے نزدیک استنجاء کی جگہ کے ساتھ مخرج سے تجاوز کرنے والی نجاست کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی جو نجاست مخرج سے تجاوز کر چکی ہو اس میں قدر درہم سے زائد ہونے کے لئے موضع استنجاء کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد کیا کرے؟

جواب: پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے دھو لینا مستحب ہے اور پاخانہ کے بعد پانی سے استنجاء کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے اور انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے انگلیوں کا سِرا نہ لگے اور پہلے بیچ کی انگلی اُونچی رکھے، پھر وہ جو اس سے متصل ہے اس کے بعد چھنگلیا اُونچی رکھے اور خوب مبالغہ کے ساتھ دھوئے، تین انگلیوں سے زِیادہ سے طہارت نہ کرے اور آہستہ آہستہ ملے یہاں تک کہ چکنائی جاتی رہے۔ ہتھیلی سے دھونے سے بھی طہارت ہو جائے گی۔ عورت ہتھیلی سے دھوئے اور بہ نسبت مرد کے زیادہ پھیل کر بیٹھے۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۴۱۲)

سوال: استنجاء کرنا کب واجب ہے؟

جواب: اگر نجاست اپنے مخرج سے ایک درہم کے بقدر بڑھے تو اس کو پانی سے دھونا واجب ہے، ڈھیلوں سے پونچھ لینا کافی نہیں ہو گا۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۵۶)

سوال: استنجاء کرنا کب فرض ہے؟

جواب: اگر نجاست اپنے مخرج سے درہم کی مقدار سے زیادہ پھیلی ہو تو اس کا پانی سے دھونا فرض ہے صرف ڈھیلوں سے پونچھ لینا کافی نہیں ہو گا۔ (شارق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۵۶)

سوال: "هٰذَا مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ" سے کیا بتا رہے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ایک اختلاف بتا رہے ہیں جو شیخین اور امام محمد کے مابین ہے اور وہ یہ کہ شیخین کے نزدیک مخرج کے علاوہ اگر ایک درہم سے نجاست تجاوز کر جائے تو اس کو پانی سے دھونا واجب ہے یعنی شیخین مخرج کو درہم میں شمار نہیں کرتے بلکہ اس سے علاوہ میں قدر درہم کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد مخرج کے ساتھ قدر درہم کے قائل ہیں یعنی مخرج اور دوسری نجاست جو مخرج کے ارد گرد لگی ہے دونوں مل کر ایک درہم سے زائد ہو تو پانی سے دھونا واجب ہے۔

وَلَا يَسْتَنْجِي بِعَظْمٍ وَرَوْثٍ وَيَمِيْنٍ وَكُرِهَ اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَاِسْتِدْبَارُهَا فِي الْخَلَاءِ وَلَا يَخْتَلِفُ هٰذَا عِنْدَنَا فِي الْبُنْيَانِ وَالصَّحْرَاءِ۔

ترجمہ: اور ہڈی اور لید اور داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے (کہ یہ مکروہ تحریمی ہے) اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا مکروہ (تحریمی) قرار دیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ حکم عمارت اور میدان میں مختلف نہیں ہے۔(یعنی استقبال واستدبار نہ کرنے کا حکم عمارت اور کھلے میدان میں مختلف نہیں ہے یعنی ہر جگہ مکروہ تحریمی ہے)۔

سوال: کن چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے:

(۱)۔۔۔ہڈی سے استنجاء کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ جنات کی خوراک ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲)۔۔۔اور انسان اور چوپائے کی خوراک سے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی توہین ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ضائع کرنا ہے۔

(۳)۔۔۔اور پکی اینٹ اور کنکری سے، اس لئے کہ اس سے پوری صفائی نہیں ہوگی اور ہاتھ بھی ملوث ہوگا۔

(۴)۔۔۔اور کوئلے سے کہ بجائے صفائی کے محل ملوث ہوگا۔

(۵)۔۔۔اور کانچ اور چونے سے کہ محل کو نقصان دیتی ہیں۔

(۶)۔۔۔اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو جیسے ریشمی کپڑے سوتی کپڑے روئی وغیرہ سے کہ یہ مال کو بلا وجہ ضائع کرنا ہے۔

(۷)۔۔۔اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، ہاں! اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہے کہ استنجاء نہیں کر سکتا تو دائیں ہاتھ سے کرنا بلا کراہت جائز ہے۔(شارق الفلاح شرح نور الایضاح، ص ٦٢)

کَلَامُ الْوِقَایَه

(جلد اول)

اردو شرح

شَرْحُ الْوِقَایَه

تاریخِ اختتام

الحمد للہ بعد نماز عصر، 25 صفر المظفر 1446 ھ بمطابق 31 اگست 2024، بروز ہفتہ، عرسِ رضوی کے دن کلام الوقایہ (جلد اول) اردو شرح شرح الوقایہ کی کِتَابُ الطھارۃ 77 دن میں مکمل ہوئی۔

ابو شفیع محمد شفیق خان
عطاری مدنی فتحپوری

شارح کی کتب کا تعارف

(1)---مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ

غفلت اڑا کر فکرِ آخرت پیدا کرنے والے واقیات کا مجموعہ بنام "ما فعل اللہ بک" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان واقعات کو جمع کیا گیا ہے جن میں خواب دیکھنے والا مرنے والے سے مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِكَ (یعنی اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟) کے ذریعہ سوال کر کے مرنے کے بعد پیش آنے والے معاملات دریافت کرتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...اولیاء اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے
☆...دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے حضرات
☆...ایک رقت انگیز رخصتی
☆...چالیس سال تک گناہ نہیں کیا
☆...شہوت پرستی کے مختلف انداز
☆...لوگوں کی چار اقسام
☆...دنیا کی چھ چیزیں اور ان کی حقیقت
☆...سفید بالوں کی فضیلت
☆...ناپ تول میں کمی کا وبال
☆...حوریں پانے کا عمل
☆...قربِ الٰہی پانے کا طریقہ
☆...حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پھلوں کو چوما کرتے تھے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(2)---میری سنّت میری امّت

ان احادیث کا مجموعہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی سنت اور اپنی امت کا تذکرۂ دلنواز فرمایا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...میری سنت کو زندہ کرنے کا مطلب
☆...میری سنت میں سے یہ چیزیں ہیں
☆...میری سنت سے جس نے محبت کی
☆... میری سنت میں جس کا سکون ہو
☆...میری امت کا سلام
☆...میری امت میں ایسا شخص پیدا فرمایا
☆...میری امت کے لئے امان ہیں
☆...میری امت کی گوشہ نشینی
☆...پچھلی امتوں کی بیماریاں

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(3)---کیا حال ہے؟

دلچسپ و عبرت ناک واقعات کا مجموعہ بنام "کیا حال ہے؟

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... پہلا باب: کیا حال ہے ☆... دوسرا باب: صبح کس حال میں کی ☆... تیسرا باب: آپ کیسے ہیں؟

☆... چوتھا باب: کیسے ہو؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(4)---موت کے وقت

مرنے والے کو موت کے وقت پیش آنے والے دردناک و عبرت ناک معاملات پر مشتمل واقعات کا مجموعہ ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...موت کے وقت ☆...موت کا وقت ☆...نزع کا عالم ☆...نزع کے عالم

☆...وصال کا وقت ☆...وصال کے وقت ☆...وفات کا وقت ☆...وفات کے وقت

☆...انتقال کا وقت

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(5)---عقائد کی حکمتیں

اس کتاب میں عقائدِ اہلسنت کی عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اچھوتے انداز میں حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... حکمت کیا ہے ☆... حکمت کہاں اور کیسے ملتی ہے ☆اللہ پاک کا ہونا کیوں ضروری ہے؟...

☆... اللہ پاک کا اولاد سے پاک ہونے کی حکمتیں ☆... اللہ کو اللہ کہنے کی حکمتیں ☆... کیا اللہ پاک سوتا بھی ہے؟

☆... اللہ کا مکان سے پاک ہونے کی حکمتیں ☆... اللہ پاک کے کل کتنے نام ہیں؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(6)---پانچ نمازوں کی حکمت

اس کتاب میں نماز اور ارکانِ نماز کی عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اچھوتے انداز میں حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... قرآن میں لفظِ صلوۃ کتنی بار آیا؟ ☆... نماز کے اعظم الفرائض ہونے کی چھ حکمت

☆... نماز کو صلوۃ کہنے کی چار حکمت ☆... نماز کے افضل العبادات ہونے کی پانچ حکمت

☆... نماز کی برکات

☆... پانچ نمازوں کے فرض ہونے کی سات حکمت

☆... انسانی زندگی کی پانچ حالت

☆... سورج کی پانچ حالت

☆... نماز کے شرائط و فرائض کی حکمتیں

☆... قبلہ مقرر کرنے کی چار حکمت

☆... کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کی نو حکمت

☆... نمازوں کی رکعتوں کے مختلف ہونے کی حکمتیں

☆... احکام الٰہی کے مختلف ہونے کی حکمت

☆... پانچ نمازوں کے ناموں کی حکمت

☆... فرضوں کے ساتھ سنن کی حکمت

☆... اعمالِ نماز کا شرعی جائزہ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(7)---قرآنی سورتوں کے مضامین

قرآنِ عظیم کی (۱۱۴) سورتوں کے متعلق اجمالی دلچسپ معلومات پر مشتمل یہ کتاب ہے جو اپنے اعتبار سے بہت علمی کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... سورت کا مقامِ نزول

☆... آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

☆... سورت کا نام رکھے جانے کی وجہ

☆... سورت کے فضائل

☆... سورت کے مضامین

☆... پچھلی سورت کے ساتھ مناسبت

☆... اور رنگ برنگے مدنی پھول

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(8)---سب سے پہلے سب سے آخر

دلچسپ معلومات کا ایک اچھوتا انداز "سب سے پہلے فلاں کام کس نے کیا" پر مشتمل کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... سب سے پہلے کس نے منبر پر خطبہ پڑھا؟

☆... سب سے پہلے کس نے راہِ خدا میں جہاد کیا؟

☆... سب سے پہلے کس نے ثرید تیار کیا؟

☆... سب سے پہلے ترازو کس نے بنایا؟

☆... سب سے پہلے کس نے ہتھیار بنائے؟

☆... سب سے پہلے "اَمَّا بَعْدُ" کس نے کہا؟

☆... سب سے پہلے اسلام میں مسجد کس نے بنائی؟

☆... سب سے پہلے اسلام میں سولی کس کو دی گئی؟

☆... سب سے پہلے اسلام میں خطبہ کون سا پڑھا گیا؟

☆... سب سے پہلے کس نے تاج شاہی سر پر رکھا؟

☆ راہب کے ۶۲ سوالات اور ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات ☆

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(9)---قصور کس کا ہے؟

کئی لڑکیاں پیدا ہونے کے بعد لوگ کہتے ہیں"اس عورت کو طلاق دے دو"آخر لڑکیوں کی پیدائش میں قصور کس کا ہے؟ مرد کا ، یا عورت کا، اس کتاب میں اور اسلام اور سائنس کی روشنی میں بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے مزید دلچسپ سوالات وجوابات بھی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... زمانۂ جاہلیت کی کچھ یادیں　☆... پانچ لرزہ خیز واردات　☆... بیٹیوں کے فضائل

☆... سائنس کیا کہتی ہے؟　☆... دلچسپ سوالات وجوابات　☆... عِلْمُ الْجَنِیْن کیا ہے؟

☆... بچے کی پیدائش کا سبب کیا ہے؟　☆... بچے کی پیدائش کا مرحلہ　☆... بے اولادی کے 4 روحانی علا

☆... اولادِ نرینہ کے روحانی علاج

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(10)---نصاب مسائلِ نماز

امامت ٹیسٹ کی تیاری کرنے کے لئے بہترین کتاب جس میں نماز کے بنیادی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... اپنی ضرورت کا علم سیکھنا فرض ہے!　☆... حصولِ علم کے ذرائع　☆... چندے کے مسائل

☆... شرائطِ نماز　☆... فرائضِ نماز　☆... واجبات نماز

☆... مفسداتِ نماز　☆... مکروہاتِ نماز　☆... مسائلِ سجدۂ سہو

☆... امامت کی شرائط　☆... اقتداء کی شرائط　☆... مسائلِ نمازِ جمعہ

☆... مسائلِ نمازِ عیدین　☆... مسائلِ معذورِ شرعی　☆... جماعت کا ایک اہم مسئلہ

☆... مسائلِ شرعی مسافر　☆... مسائلِ نمازِ جنازہ　☆... مسائلِ سجدۂ تلاوت

☆... مسائلِ اذان واقامت　☆... مسائلِ لقمہ　☆... چاند کب نکلے گا؟

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(11)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ اوّل

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ٦ بیان پیر ثاقب رضا مصطفائی اور ٦ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطاب ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
1	عظمتِ رسالت مآب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم	1	محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللہ کے مظہر ہیں
2	ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات	2	جمیع عالم برائے مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
3	ولی کی پہچان	3	امت کا معنی اور اس کا مفہوم
4	سنّت اور بدعت	4	امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی
5	نورِ حسّی اور نورِ معنوی	5	اعلی حضرت کا عشق رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
6	تفسیر سورۂ تکاثر	6	تفسیر سورۂ کوثر: محبوب ہم نے تم کو سب کچھ دیا

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیر زادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(12)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ دوم

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ٦ بیان پیر ثاقب رضا مصطفائی اور ٦ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
7	حب رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور اس کے تقاضے	7	شانِ مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
8	منی سے کربلا تک	8	مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم دنیا کی جان ہیں
9	آؤ در تواب پہ روتے ہوئے آؤ	9	اللہ عزوجل سے محبت کیجئے
10	اہلِ تقوی اور جنت	10	ماں باپ کے حقوق
11	فلسفۂ رمضان	11	اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا چرچا رہے گا
12	تفسیر سورۂ بلد	12	تفسیر سورۂ عصر، قیامت کا بیان

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیر زادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(13)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ سوم

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ۶ بیان پیر ثاقب رضا مصطفائی اور ۶ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
13	اثبات وجودِ باری تعالی	13	حدیث کی اہمیت
14	نفس اور شیطان	14	نسبت کا بیان
15	اسلام میں احترام آدمیت	15	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آ گئے
16	ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے	16	اللہ عزوجل کے نام پر مانگنا
17	مقصدِ حج	17	آؤ توبہ کریں
18	تفسیر سورۂ مائدہ	18	تفسیر سورۂ ملک، موت وحیات

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(14)۔۔۔تدریس کے 26طریقے

جدید دور میں جدید و قدیم تدریس کے طریقوں کا مجموعہ بنام "تدریس کے 26 طریقے" اس کتاب میں تدریس کے طریقوں کے ساتھ ساتھ اپنی تدریس کو بہتر اور مقبولِ عام بنانے کے فارمولے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...تدریس کے نکات   ☆...تدریس کے ۲۶ طریقے   ☆...درجے کی ترقی کے فارمولے

☆...طلبا کے درمیان کئے جانے والے بیان   ☆...انوکھی باتیں   ☆...انوکھے سوالات

☆...انوکھی حکایات   ☆...انوکھی حکمتیں

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(15)۔۔۔رفیق التدریس

استاد کو تدریس کے اعلی منصب کی جانب لے جانے والی ایک نمایاں تحریر جس میں تدریس میں نکھار پیدا کرنے والی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں چھ ابواب ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆۔۔۔**پہلا باب:** 63انوکھی معلومات

☆۔۔۔**دوسرا باب:** 63انوکھے سوالات

☆۔۔۔**تیسرا باب:** 63انوکھے چٹکلے

☆۔۔۔**چوتھا باب:** 63انوکھی پہیلیاں

☆۔۔۔**پانچواں باب:** 63 انوکھی حکمتیں

☆۔۔۔**چھٹا باب:** 63انوکھی حکایات

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(16)۔۔۔تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے

تاریخ ساز شخصیت بننے کی ایک رہنما کتاب

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆۔۔۔ شخصیت کسے کہتے ہیں؟

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت کی خصوصیات

☆۔۔۔ شخصیت کی تعمیر ایسے کریں

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا پہلا فارمولہ

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا دوسرا فارمولہ

☆۔۔۔ دنیا بھر میں اسلام کیسے پہنچا؟

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا دوسرا فارمولہ

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا تیسرا فارمولہ

☆۔۔۔ ادارے قائم کرنے کے فامولے

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا چوتھا فارمولہ

☆۔۔۔ تمام عورتوں تک پیغام پہنچانے کا فارمولہ

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت کی خوبیاں

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا پانچواں فارمولہ

☆۔۔۔ دوسروں کو بلند کرنا خود کی بلندی ہے

☆۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت بننے کا چھٹا فارمولہ

☆۔۔۔ ایک بادشاہ اور چار آدمی

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(17)---فیضانِ قرآن کورس

90دن میں صرف 30منٹ کی کلاس میں قرآن، اذکارِ نماز، دعا، سنتیں اور آداب سیکھنے کا منفرد کورس

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... فیضانِ قرآن کورس کے فوائد
☆... فیضانِ قرآن کورس کے جدول چلانے کی رہنمائی
☆... مدنی قاعدہ کے 22اسباق
☆...22کاموں کی سنتیں اور آداب
☆...23دعائیں
☆...10قرآنی سورتوں کا حفظ و مشق
☆... اذکارِ نماز کا حفظ و مشق
☆...5کلمے، ایمانِ مجمل و ایمانِ مفصل کا حفظ و مشق

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(18)---فیضانِ شریعت کورس

صرف 30منٹ کی کلاس میں عقائد، عبادات، معاملات، منجیات، مہلکات اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے متعلق بہت کچھ سیکھنے کا منفرد کورس

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... فیضانِ شریعت کورس کے فوائد
☆... فیضانِ شریعت کورس کے جدول چلانے کا طریقہ کار
پہلا باب ☆... عقائد کے 19 بیانات
دوسرا باب ☆... عبادات کے 19 بیانات
تیسرا باب ☆... معاملات کے 19 بیانات
چوتھا باب ☆... مُنْجِیَات کے 19 بیانات
پانچواں باب ☆... مُهْلِكَات کے 19 بیانات
چھٹا باب ☆... سنتیں اور آداب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(19)---آسان فرض علوم

فرض علوم پر مشتمل جدید انداز کی آسان ترین کتاب جس میں عقائدِ اہلسنت کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مسائل کو نہایت آسان کر کے عوام کے پڑھنے کے قابل بنایا گیا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... کتاب العقائد
☆... تہتر فرقوں کا بیان
☆... کتاب الطہارۃ
☆... کتاب الصلوۃ
☆... کتاب الجنائز
☆... کتاب الصوم

☆... کتاب الزکوۃ ☆... کتاب الحج ☆... کتاب النکاح

☆... کتاب الطلاق ☆... کتاب الاضحیہ ☆... کتاب القسم

☆... کتاب الحدود ☆... حلال طریقے سے کمانے کا بیان

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(20)---آسان خطباتِ محرم

ماہِ محرم میں کی جانے والی تقریروں کا آسان اور دلچسپ معلوماتی گلدستہ بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

1☆... دین اسلام کی خوبیاں

2☆... سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

3☆... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

4☆... حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

5☆... حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

6☆... حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

7☆... حضرتِ مولی علی رضی اللہ عنہ

8☆... حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

9☆... حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ عنہ

10☆... حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

11☆... شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

12☆... یزید اور یزیدیوں کا انجام

13☆... دسویں محرم الحرام کے فضائل

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(21)---تنظیمی نصاب وبیانات

مجلس امامت کورس میں داخلِ نصاب کتاب بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...12 دینی کاموں کی تفصیل ☆... سنتیں اور آداب ☆... انفرادی کوشش کی ترغیبات

☆... اجتماعِ پاک کی دعائیں ☆... فیضانِ تجوید کے اسباق ☆... امام کے ۳۰ مدنی پھول

☆... اذکارِ نماز ☆... درودِ تاج ☆... بیاناتِ عصر

☆... بیاناتِ مغرب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(22)---اعلی حضرت کا چرچا رہے گا

اعلی حضرت کا تذکرۂ دل نواز قرآن، حدیث اور میٹھ کی روشنی میں خطباتِ شفیقی جلد دوم کا ایک منفرد بیان بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...درود شریف کی انوکھی فضیلت
☆...اولیاء اللہ کے تذکرے کیوں باقی رہتے ہیں؟
☆...بادشاہوں کے مقبروں کا حال
☆...اولیاء کے مزاروں کا حال
☆...تذکرے باقی رہنے کے چند اسباب
☆...اولیائے کرام کے تذکرے زمین و آسمان میں
☆...فنا ہو کر 9 کا عدد بن جاتا ہے
☆...اس لیے مخلوق اولیاء کا عرس مناتی ہے
☆...اولیاء پر رب نواز شات
☆...9 کے عدد کی چار عجیب باتیں
☆...اعلی حضرت کے پاس سب کچھ ہے
☆...بارگاہِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مشین عطا ہوئی
☆...اعلی حضرت کے سونے کا منفرد انداز
☆...اعلی حضرت کے فنافی الرسول ہونے کی دلیل
☆...ہر وقت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ثنا
☆...دورانِ میلاد بیٹھنے کا انداز
☆...تعارفِ اعلی حضرت
☆...منقبتِ اعلی حضرت

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(23)---آسان حنفی نماز

आम मुसलमान के लिये नमाज़ और उस के ज़रूरी अहकाम सीखने के लिये

बेहतिरीन किताब बनाम

आसान हनफ़ी नमाज़

नमाज़ पढ़ने का आसान तरीक़ा

सवालन जवाबन

आप इस किताब में पढ़ सकेगें

दीनी इल्म सीखने की फ़ज़ीलत	मस्जिद के मसाइल	वुज़ू के मसाइल
गुस्ल के मसाइल	तयम्मुम के मसाइल	नजासतों के मसाइल
कपड़े पाक करने के तरीक़े	नमाज़ के मसाइल	सज्दए सहव के मसाइल
इमामत के मसाइल	माज़ूरे शरई के मसाइल	जुमा के मसाइल

मुसाफ़िर के मसाइल | इक़्तिदा के मसाइल | ईद के मसाइल
सज्दए तिलावत के मसाइल | अज़ानो इक़ामत के मसाइल | नमाज़े जनाज़ा के मसाइल
नमाज़ में लुक़मा के मसाइल

मुरत्तिब

मौलाना अबू शफ़ीअ मुहम्मद शफ़ीक़ ख़ान अत्तारी मदनी फ़तेहपुरी

मकतबा दारुस्सुन्ना दिल्ली

(24)۔۔۔محمد اور احمد کے اسرار

اللہ پاک کے آخری نبی، محمدِ عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک نام "محمد" اور "احمد" کی لاجواب تشریح پر مشتمل "خطباتِ شفیقی"

حصہ اول کا ایک منفرد بیان بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...درود شریف کی انوکھی فضیلت ☆...اللہ پاک کے تین ہزار نام ☆...حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ۱۴۰۰ نام
☆...محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے مظہر ہیں ☆...اسم محمد اسمِ اللہ کا مظہر ☆...چار میں عجیب لطف ہے
☆...نقطہ عیب ہے ☆...مشدد حرف لانے کی حکمت ☆...صفاتِ محمد صفاتِ خدا کا مظہر
☆...افعالِ محمد افعالِ خدا کا مظہر ☆...ہر چیز میں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نور ہے ☆...خصائصِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کتنے ہیں؟
☆...حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چار نام حمد سے مشتق ہیں ☆...احمد نام رکھنے کی وجہ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(25)۔۔۔امّتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات

حضرتِ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کم سوال کسی امت نے نہ کئے کہ امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صرف ۱۴ سوالات کئے۔ (التفسیر الکبیر جلد ۳ ص ۱۰۲) اس کتاب میں ان سوالات کے جوابات کے ساتھ ساتھ مختصر تشریح بھی بیان کی گئی ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...امتِ محمدیہ کے ۱۴ سوالات ☆...انفال کا معنی ☆...چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی حکمت
☆...حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو روح کا علم حاصل ہے ☆...شراب حرام ہونے کا ۱۰ انداز میں بیان ☆...ذوالقرنین کے تین سفر
☆...جوئے کے دنیوی نقصانات ☆...سدِ سکندری کب ٹوٹے گی؟ ☆...حَیض کی حکمت

☆...اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل ☆...بندوک کی گولی سے شکار کرنے کا شرعی حکم ☆...شفاعت سے متعلق (۵) اَحادیث

☆... نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم دیا گیا ہے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(26)---درود کی حکمتیں

13 درودِ پاک کی فضیلت پر حکمت بھرے نکات پر ایک دلچسپ کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...ماضی، حال مستقبل سب درست ☆...دعا کی قبولیت کا نسخہ ☆... قیامت کے دن حضور ﷺ کا قرب

☆...زمین والوں کے مثل نیکی ☆...درود شریف قیامت کے دن نور ہو گا ☆...سو حاجتیں پوری ہونے کا عمل

☆... مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ☆...دعا کی قبولیت کا عمل ☆...رحمت و مغفرت کا بارشیں ہوتی رہیں

☆...درود اعمال کی قبولیت کا ذریعہ ہے ☆...مرنے سے پہلے جنت دیکھنے کا عمل ☆...درود نہ پڑھنے کے نقصانات

☆...جب تک درود لکھا رہے گا مغفرت کی دعا ہوتی رہے گی

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(27)---چاند کی گواہی

فتاوی رضویہ کی ۲۶ویں جلد میں موجود امامِ اہلِ سنت کا علمِ تقویم پر مشتمل رسالہ ''نُطْقُ الْهِلَالِ بَارِخْ وِلَادِ الْحَبِيْبِ وَالْوِصَالِ'' کا آسان انداز میں خلاصہ ہے جس میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا تھا کہ روایات میں ہے کہ حضور ﷺ کی وفات شریف ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن ہوئی لیکن علمِ تقویم کے اعتبار پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول نہیں پڑ رہی اور یہ مسئلہ کبھی حل نہ ہونے والا مسئلہ تھا مگر اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اس کا آسان انداز میں جواب ارشاد فرما دیا۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... علمِ تقویم کا لاحل مسئلہ ☆... پیر کے دن 12 تاریخ نہیں

☆... سب سے پہلے اعتراض کس نے کیا؟ ☆... مکہ میں چاند کیسے دکھ گیا؟

☆... کیا لگاتار تین مہینے 30 کے ہو سکتے ہیں؟ ☆... نطق الہلال رسالہ تصنیف کرنے کی وجہ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(28)---شفیق المصباح شرح مراح الارواح

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے نصاب میں شامل علمِ صرف کی مشہور و معروف کتاب بنام "مراح الارواح" کی آسان اردو شرح ہے جس میں عربی عبارت پر اعراب و اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ سوالاً جواباً تشریح پیش کی گئی ہے جو اپنے اعتبار سے بڑی مفید و دلچسپ کتاب ہے۔

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(29)---شفیقیہ

اس کتاب میں شارح مسلم کی چالیس احادیث کا مجموعہ، مشہورِ زمانہ کتاب "الاربعین النوویہ" کا آسان اردو ترجمہ نیز راویوں کے حالات کے بھی بیان کیے گیے ہیں

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...مصنف کا تعارف ☆...مترجم کا تعارف ☆...عبارت مع اعراب

☆... سلیس اردو ترجمہ ☆...راویوں کے حالات

مصنف: شیخ الاسلام الحافظ الامام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی (علیہ رحمۃ اللہ القوی)

مترجم: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(30)---شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو حصہ اول

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے درجۂ اولی کے نصاب میں شامل علمِ نحو کی مشہور و معروف کتاب بنام "خلاصۃ النحو" کی تمارین کو حل کیا گیاہے۔

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(31)---شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو حصہ دوم

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے درجۂ اولی کے نصاب میں شامل علمِ نحو کی مشہور و معروف کتاب بنام "خلاصۃ النحو" کی تمارین کو حل کیا گیاہے۔

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(32)---القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر

عقائد کے متعلق ۱۳۰۰ سال پرانی امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اہم کتاب "الفقہ الاکبر" کی آسان اردو شرح ہے مزید باطل فرقوں کے مختصر تعارف وعقائد کا بھی بیان شامل ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... عقائد کے کتنے اور کون کون سے امام ہیں؟
☆... اللہ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟
☆... واحد اور احد میں کیا فرق ہے؟
☆... کیا اللہ عدد کے اعتبار سے ایک ہے؟
☆... کیا اللہ اپنی مخلوق کے مشابہ ہے؟
☆... اللہ کی صفات ذاتی اور فعلی کیا ہیں؟
☆... حادث اور قدیم کا کیا معنی ہے؟
☆... قرآن کے مخلوق ہونے، نہ ہونے کی بحث
☆... اللہ کی صفات قدیم کیسے ہیں؟
☆... اہل سنت کی نشانی در زمانۂ امام اعظم
☆... کیا زمین گھومتی ہے؟
☆... اللہ کا کسی کو گمراہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟
☆... بندوں کے افعال کا خالق کون ہے؟
☆... کیا گناہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں؟
☆... مرتکب کبیرہ کے بارے میں معرکۃ الآرا بحث
☆کیا تمام قرآنی فضیلت میں برابر ہیں؟...
☆... ۳۷ فرقوں کے بارے میں مختصر معلومات اور ان کے عقائد۔
☆... اگلے مہینے کا چاند کب نظر آئے گا معلوم کرنے کا فارمولا

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(33)---شارق الفلاح شرح نور الایضاح

درسِ نظامی کے کورس میں داخلِ نصاب کتاب "نور الایضاح" کی آسان اردو شرح ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف
☆... شارح کا تعارف
☆... فقہی اصطلاحات
☆... بنیادی باتیں
☆... صاحبِ نور الایضاح کے غیر مفتی بہ اقوال
☆... عبارت مع اعراب
☆... سلیس اردو ترجمہ
☆... سوالاً جواباً عبارت کی شرح

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(34)---صرف کے دلچسپ سوالات

علمِ صرف کی بہترین کتاب جس میں صرف کے قاعدوں کی علتیں اور افعال کے مختلف صیغوں کی وجہ و حکمت بیان کی گئی ہیں، مزید مراح الارواح کا متن مع اعراب و ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...وزن کے لئے "ف،ع،ل" کو کیوں خاص کیا گیا؟
☆... فعل ماضی کے ۱۴ صیغے ہی کیوں آتے ہیں؟
☆... فعل ماضی مبنی ہے حالانکہ اس کے آخر میں حرکت ہے؟
☆... فعل مضارع معرب کیوں ہوتا ہے؟
☆... فعل مضارع بنانے کے لئے حروف اتین کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟
☆... فعل امر کو مضارع سے ہی کیوں بناتے ہیں؟
☆... ثلاثی مجرد کے اسم فاعل میں الف کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟
☆...اسم مفعول بنانے میں میم کا اضافہ کیوں کیا گیا؟
☆...صیغوں کی تعلیل کرنے کے آسان ۱۶ قاعدے
☆...نون تثنیہ اور تنوین میں فرق
☆...ان چیزوں کا بیان جن سے ثقل لازم آتا ہے
☆...ان چیزوں کا بیان جن سے خفت پیدا ہوتی ہے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(35)---اسرار الایمان فی حقائق الارکان

اسلامی عقائد و ارکان کی حکمتوں پر مشتمل لاجواب کتاب

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆...عقائد کی حکمت ☆...اذان کی حکمت ☆...طہارت کی حکمت
☆...نماز کی حکمت ☆...جماعت کی حکمت ☆...درود کی حکمت
☆...مختلف چیزوں کی حکمت ☆...مصنف کی دیگر کتب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(36)---دینِ اسلام کی خوبیاں

دینِ اسلام کی اہمیت و ضرورت اور عقلی و نقلی خوبیوں پر مشتمل فکر انگیز کتاب بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرماسکیں گے

☆...درودِ پاک کی انوکھی فضیلت
☆...اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت کون سی ہے؟
☆...ہمارا دین اور ہماری حالت
☆...کون سا دین مقبول ہے؟
☆...دین اور اسلام کا معنی کیا ہے؟
☆...اسلام کیوں آیا؟

☆...دینِ اسلام کی کیا خوبیاں ہیں؟ ☆...مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(37)---خطباتِ شفیقی جلد اول

حکمتوں سے بھرپور اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ

آپ پہلی جلد میں ان عنوان پر خطاب ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ شفیقی		خطباتِ شفیقی
1	ہمارا اسلام اور ہماری حالت	7	مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دنیا کی جان ہیں
2	امامِ حسین رضی اللہ عنہ	8	امت کا معنی اور اس کا مفہوم
3	اعلیٰ حضرت کا عشقِ رسول	9	امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی؟
4	محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے مظہر ہیں	10	اللہ پاک سے محبت کیجیے
5	جمیع عالم برائے مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	11	ماں باپ کے حقوق
6	شانِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	12	تفسیر سورۂ کوثر

خطیب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(38)---کلام الوقایہ اردو شرح شرح الوقایہ جلد اول (کِتَابُ الطَّهَارَة)

☆...بَابُ الْوُضُوْءِ ☆...بَابُ الْغُسْلِ ☆...بَابُ التَّيَمُّمِ

☆...بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ☆...بَابُ الْحَيْضِ ☆...بَابُ الْأَنْجَاسِ

مصنف: علامہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ (سال وفات: ۷۴۷ھ)

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

عنقریب آنے والی کتب

(1)---عنایة الحکمت لحل بدایة الحکمت

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(2)---عطایة الحکمت شرح ھدایة الحکمت

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(3)---خلیلیه شرح مناظرة الرشیدیه

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(4)---کلام الوقایه شرح شرح الوقایه جلد دوم (کتاب الصلوۃ)

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(5)---رحمة الباری شرح تفسیر البیضاوی

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(6)---مختار التاویل شرح مدارک التنزیل

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(7)---الدلالة الشاهدة شرح البلاغة الواضحة

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(8)---المعتبر المعترف لحل المعتقد المنتقد

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(9)---سلیم النظر شرح نزھة النظر

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(10)---شفیق النعمانی لحل شرح الجامی

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(11)---نحو کے دلچسپ سوالات

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(12)---درسِ تصوف

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(13)---علماء کو اتنی فضیلت کیوں ملی؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(14)---کامیابی کے 10 اصول

مایوسی کا خاتمہ کر کے کامیابی کی جانب گامزن کرنے والے اصولوں کا مجموعہ بنام "کامیابی کے دس اصول" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان اصولوں کو جمع کیا گیا ہے جن سے مایوسی کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مثبت سوچ رکھنے والا ہو ☆... نظم وضبط کے ساتھ رہنے والا ہو

☆... لوگوں کے مزاج کو پرکھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو ☆... اپنے کام کو شوق ولگن کے ساتھ کرنے والا ہوں

☆... ناکام لوگوں سے سبق حاصل کرنے والا ہو ☆... سخت محنت کرنے والا، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہو

☆... کام کو بانٹنے والا ہو ☆... خدار اور متوکل ہو

☆... آخرت کی فکر کو مقدم رکھنے والا ہو ☆... ان سب کا سرچشمہ خوفِ خدا والا ہو

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(15)---نور المغیث شرح تیسیر مصطلح الحدیث

درسِ نظامی کے درجۂ سادسہ میں داخلِ نصاب اصولِ حدیث کی بہترین کتاب "تیسیر مصطلح الحدیث" کی اردو شرح بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف ☆... شارح کا تعارف ☆... عربی عبارت مع اعراب

☆... عربی عبارت کا آسان اردو ترجمہ ☆... عربی عبارت کی شرح ☆... سوال وجواب

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(16)---عرفان الاثار شرح معانی الاثار

فقہ حنفی کی دلائل پر مشتمل احادیث کی مستند کتاب معانی الاثار کی اردو شرح ہے جو درسِ نظامی میں داخلِ نصاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف ☆... شارح کا تعارف ☆... متن مع اعراب

☆... متن کا سلیس اردو ترجمہ ☆... اختلافِ فقہائے کرام مع دلائل ☆... ترجحاتِ مذہبِ احناف

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(17)---تسلیم التوقیت

یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے کہ اس میں چار علوم کو یکجا کیا گیا ہے:(۱)۔علمِ توقیت۔(۲)۔علمِ فلکیات۔(۳)علمِ تقویم۔ (۴)۔علمِ طب۔ان چار علوم کے متعلق ایک اہم اور آسان تصنیف ہے۔

☆... علمِ توقیت ☆... علمِ فلکیات ☆... علمِ تقویم ☆... علمِ طب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
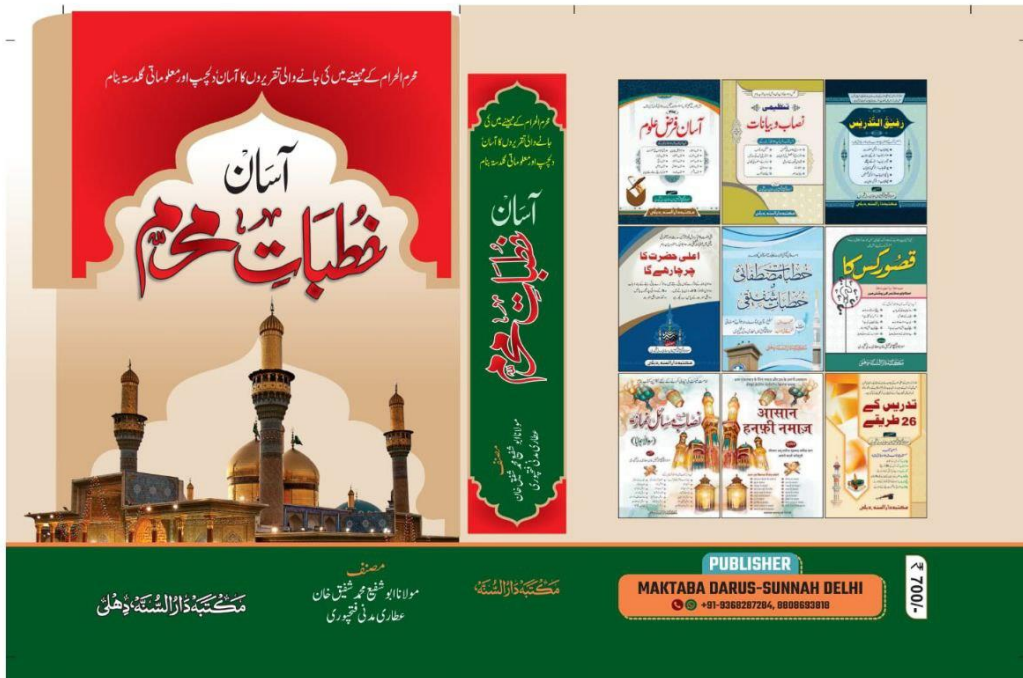
اسلامی عقائد وارکان کی حکمتوں پر مشتمل لاجواب کتاب بنام
اَسْرَارُ الْاِیْمَان
فِی
حَقَائِقِ الْاَرْکَان
مصنف
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

دینِ اسلام کی اہمیت و ضرورت اور عقلی و نقلی خوبیوں پر مشتمل فکر انگیز
کتاب بنام
دینِ اسلام
کی خوبیاں
☆... درودِ پاک کی انوکھی فضیلت
☆... اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت کون سی ہے؟
☆... ہمارا دین اور ہماری حالت
☆... کون سا دین مقبول ہے؟
☆... دین اور اسلام کا معنی کیا ہے؟
☆... اسلام کیوں آیا؟
☆... دینِ اسلام کی کیا خوبیاں ہیں؟
☆... مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل
مصنف
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

یادداشت

ش	عنوان	صفحہ

یادداشت

ش	عنوان	صفحہ